سیفِ چشتیائی
مہر علی شاہؒ

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ ۔ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور یقیناً انہوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے

ھذہ العجالۃ من تصنیف زبدۃ المحققین

رئیس العارفین مولانا حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ

حق حق حق حق

اللہ ھو

سیف چشتیائی

یعنی

بحجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ وصلاح النصح

لا عمال المسیح اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

حسب ایما

معدن صدق و صفا مخزن حلم و حیا سیدنا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم

باہتمام حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ ربہ

بار چہارم [illegible] تعداد [illegible] ——— قیمت چار روپے

قال اللہ سبحانہ وتعالیٰ وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ وکان اللہ عزیزاً حکیماً

[illegible] کو قتل نہیں کیا [illegible]

ھذہ الرسالۃ من تصنیف زبدۃ المتقین

رئیس العارفین حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ

حق حق حق حق

اللہ ھو

سیف چشتیائی

حجۃ اللہ البالغۃ علی الشمس البازغۃ وصلاح النصیح

یعنی

لاہل الحج اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار

مصدقہ محقق و مناظر فن علم و سجادہ نشین حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب دامت برکاتہم

باہتمام حضرت صاحبزادہ غلام معین الدین شاہ صاحب سلمہ ربہ

[illegible] ۲۰۰۰ ——————— قیمت چار روپیہ

تعارف

واضح ہو کہ حضرت قبلہ عالم گولڑوی رضی اللہ عنہ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مابین بحث اور خط و کتابت کی تفصیل اس وقت کے مشہور اسلامی اخبارات مثلاً "پیسہ اخبار لاہور۔ "سیاست" لاہور اور "چودہویں صدی" راولپنڈی وغیرہ میں شائع ہوئی تھی۔ اور اسکے ساتھ روئداد مناظرہ لاہور کے نام سے بھی ایک ٹریکٹ انجمن نعمانیہ لاہور نے شائع کرایا تھا۔ جو کہ اب نایاب ہو چکے ہیں۔ البتہ رسالہ "راست بیانی برشکست قادیانی" میں اُس بحث کے بعض مضامین مع تفاصیل مذکور ہیں۔ جو کہ اب بھی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف سے دستیاب ہو سکتا ہے۔

نیز اس مباحثہ کے متعلق بعض اہم تحریرات اس کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ لاحق کر دی گئی ہیں۔ جن سے اس قلمی جہاد کی حقیقت زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ چونکہ اس سلسلہ میں حضرت قبلہ عالمؒ کا ایک تحریری بیان بعنوان (قابل توجہ اہل اسلام) خاص اہمیت رکھتا ہے۔ جس سے مرزائیت کے خلاف آپ کے تمام مساعی کا اجمالی نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ کہ اس میدان میں قدم رکھنے سے آپ کا مقصد محض اسلام اور اہالیان اسلام کو اس تحریک کے خطرناک اثرات سے بچانا تھا۔ جس کے شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ شریف میں آپ کو ان الفاظ میں متنبہ فرمایا تھا۔ (کہ آپ ضرور واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں ایک زہریلی ہوا چلنے والی ہے۔ جس کے لئے آپ کا وجود سد باب ہوگا) لہذا "تبرکاً سب سے اول آنجناب کے بیان مذکور کو نقل کیا جاتا ہے۔

نیاز مند درگاہ مہریہ فیض احمد عفی عنہ صدر مدرس جامعہ غوثیہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف
۷؍ ذیقعدہ ۱۳۸۳ھ

قابل توجہ اہل اسلام

اس ہیچمدان خوشہ چین علمائے کرام کو مطابق قول السلامۃ فی الوحدۃ گوشہ نشینی پسند رہی ہے۔ تصنیف اور تالیف کا شوق نہیں۔ کیونکہ یہ امور یا تو بغرض شہرت و نام آوری اور یا بغرض حصول دولت کئے جاتے ہیں۔ سو اس خاکسار کو ان دونوں امور سے نفرت ہے۔ آج کل کے ابنائے زمان اُن کمالات کو پسند کرتے ہیں۔ جو منجملہ تعلیمات یورپ کے ہیں۔ اور جس سے یہ عاجز ناواقف ہے۔ اُس طرز قدیم کو جس پر زمانہ سلف کے بزرگان دین تصنیف و تالیف کرتے آئے ہیں۔ اور جس سے اس ہیچمدان کو قدرے موانست ہے نفرت رکھتے ہیں۔ باوجود ان موانعات کے چند احباب کے اصرار پر رسالہ "شمس الہدایت" لکھا گیا تھا۔ جس سے مراد نہ تو طلب شہرت اور نہ حصول دولت تھی بلکہ اصل غرض یہ تھی کہ اعلاء کلمۃ الحق میں کوتاہی نہ ہو۔ اور قیامت میں باز پُرس سے بچ جاؤں۔ اور اگر ان اوراق کی تصنیف سے گم کردہ راہ رو براہ آجاویں۔ یا متزلزل الاعتقاد و گمراہ ہونے سے بچ جاویں۔ تو عند اللہ مستحق ثواب ٹھہروں۔ اس رسالہ کے شائع ہونے سے کچھ مدت بعد مرزا صاحب قادیانی اور اس کے مریدوں کی طرف سے بجائے کسی جواب کے مباحثہ کے لئے اشتہار شائع ہونے شروع ہوئے۔ ہرچند مباحثہ کے لئے کل شرائط مرزا قادیانی نے خود ہی تجویز کئے تھے۔ اس طرف سے نہ تو کوئی شرط پیش ہوئی اور نہ کسی شرط کی ترمیم کی

درخواست کی گئی۔ اور یہ خادم الفقراء مع علمائے کرام و مشائخ عظام تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ کر کئی روز تک محمدن ہال انجمن اسلامیہ پنجاب لاہور میں بغرض انتظار مرزا صاحب قادیانی کے ٹھہرا رہا۔ مگر مرزائے قادیانی قادیان سے باہر نہ نکلا۔ اس تمام واقعہ کی عوام نے بلا میری اطلاع کے تشہیر بھی کر دی تھی۔ اس لئے اب اس کی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے بہت دیر بعد شمس الہدایت کے جواب میں مرزا قادیانی کے امروہی مرید نے شمس بازغہ لکھا اور مرزا نے تفسیر فاتحہ چھپوائی۔ تو دوبارہ اہل اسلام اور میرے احباب نے مجھے مجبور کیا۔ کہ اس کے جواب میں قلم فرسائی کروں۔ گو بہت کچھ انکار کیا گیا۔ اور کہا گیا ؎

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی ✽ آنست جوابش کہ جوابش ندہی

لیکن پھر بھی سوال پیش آیا۔ کہ مرزا قادیانی اور اس کے مریدوں سے کیا غرض ہے۔ عوام مسلمانان ہند و پنجاب کے فائدے کے لئے ہی سہی۔ لہٰذا مجبوراً یہ چند اوراق لکھ کر مولوی محمد غازی صاحب کے حوالہ بغرض طبع کر دئے۔ کہ وہ اسے کتاب کی صورت میں چھپوا کر میرے پاس لائیں۔ تاکہ یہ علماء کرام و معززین اسلام میں بدستور سابق مفت تقسیم کی جاوے۔ کیونکہ مجھے اس کی اشاعت سے مقصود نفع اہل اسلام ہے نہ کہ تجارت۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ ط

محب الفقراء
مہر علی شاہ عفی عنہ

سلہ شاہی مسجد لاہور کے جلسے کا حوالہ دیا گیا جس میں جملہ علمائے کرام و صوفیائے عظام نے آئندہ مرزا کو مخاطب کرنے سے منع فرمایا تھا۔ ۱۲ منہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی ارسل رسله مبشرین ومنذرین وختمهم بمن انزل فیه لکن رسول الله وخاتم النبیین نزل علیه قرآنا عربیا غیر ذی عوج بابهر آیات واظهر حجج لو اجتمعت الانس والجن علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لعجز وا عن الاتیان بمثیل اقصر سورة منه مع الخذلان واشهد ان لا اله الا هو اله العلمین واشهد ان محمدا عبده ورسوله وحبیبه و خلیله خاتم النبیین علیه وعلی آله من الصلوة اسناها عدد علمه ومن التسلیمات ازکٰها ملأ حلمه وعلی صحبه الذین اوذوا ونصروا و الذین اتبعوهم باحسان الی یوم الدین سیما مجدد دینه المتین الجازمین المتنبئ القادیانی قاطعین عن ملة الوثنین اللهم انصر من نصر دین محمد صلی الله علیه وسلم واجعلنا منهم واخذل من خذل دین محمد صلی الله علیه وسلم ولا تجعل مثلنا مثل الذین قلت فیهم {وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَکْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ ۝ وایضا اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِکَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَلَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ}

اما بعد فیقول الفقیر الملتجی الی الله الغنی به عمن سواه عبده وابن عبده

مہر[1] علی شاہ الحسنی نسباً الحنفی مذہباً الچشتی النظامی والقادری الذی هی مسلکاً ان اسنیٰ مایرغب فیه ویشرف علیه وابهی ماتمتد اعناق الهمم الیه هو علم الکتاب والسنة قال الله تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا وقال الله تعالیٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ وقال تعالیٰ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا وقال صلی الله علیه وآله وسلم الا وانی اوتیت القرآن ومثله معه. فعلمهما من اهم ماتشد رحال القصد الیه واعظم ماتناخ مطایا الطلب لدیه ومن اوکد مالاجله ترکب الحوادی والعوادی الی العمرانات والبوادی ومن اشد مایجتدی لدفع معرة العوادی من الاهاضیب الشوادی کما قال عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه والذی لا اله غیره ما نزلت آیة من کتاب الله الا وانا اعلم فیمن نزلت واین نزلت ولو اعلم احداً اعلم بکتاب الله منی تناله المطایا لاتیته. فالواجب علینا معشر المسلمین تعلمهما ممن هو اهل لذلک ویقدم تفسیر القرآن بالقرآن علیٰ حسبه للغة العربیة وعلیٰ طبق ما فسره رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تعالیٰ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ وقال الله تعالیٰ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ

---

[1] فہو رضی اللہ عنہ۔ وعن اسلافہ الکرام ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشن دین بن السید عبد الرحمٰن نوری بن السید عنایت اللہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللہ بن السید اسد اللہ بن السید فخر الدین بن السید احسان بن السید درگاہی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید محمد بن میراں سید محمد کلان بن میراں شاہ قادر قمیص السندوری فی نواحی السہارنفور ومشائخ کلیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بہاؤ الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزاق بن السید عبد القادر جیلانی الحسنی الحسینی رضی اللہ عنہ وعن اولادہ واحفادہ الیٰ یوم القیامۃ ۱۲۔ حررہ الراجی عفو ربہ محمد غازی مقیم آستانہ عالیہ

إِلَيْكَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا وَأَيْضًا
وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً
لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ وَأَيْضًا قال تعالى وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا
نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ٥ وقال صلى الله عليه وسلم الا انى اوتيت القرآن
ومثله معه. فتفسيره صلى الله عليه وسلم بكل القواعد وجه الذى واقدم
من كل شئ لا تسوغ مخالفته لمسلم قط على رغم ما زعم المتنبي القادياني وحزبه
فانهم توافق التفسير كل مضادى والضوادى فجعلوه مرجعا واصلا للتفسير
الرسول ولو بتاويل تمجه العقول كما في احاديث النزول ثم تفسير علماء الصحابة
اذ هم ادرى بذلك لما شاهدوا من القرائن والاحوال المعينة على فهم المراد
مع نيل سعادة الصحبة والتعلم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن ابن مسعود رض
قال كان الرجل منا اذا تعلم عشر آيات لم يجاوزهن حتى يعرف معانيهن والعمل
بهن. و قال ابو عبد الرحمن السلمي حدثنا الذين كانوا يقرؤننا انهم كانوا
يستقرؤن من النبي صلى الله عليه وسلم وكانوا اذا تعلموا عشر آيات لم يخلفوها
حتى يعملوا بما فيها من العمل فتعلمنا القرآن والعمل جميعا وبالجملة تفسير الصحابي
مقدم على رأى غيره لا كما زعمت المرزائية فانها طائفة اشربت في قلوبها
نبوة القادياني ورسالته تفسير القرآن برايها تفسيرا يقرر نبوته بان تجعل
هذا المطلوب متبوعا والتفسير تابعا له فترده اليه باى طريق امكن وان كان
ضعيفا او تحريفا او خرقا للاجماع فسودوا الكراريس العديدة لاثبات ان
غلام احمد القادياني نبي ورسول فمن لم يؤمن بنبوته فهو من
الكفرة الذين انكروا رسالة الرسل خارج عن الاسلام
والعياذ بالله فصرفوا جهدهم ومآل المقصود يصرف ويبذلوا انفسهم
والمطلوب يعرف ويحرف فالحمد لله على ما انصرمت عراهم اما لهم عن الفوز
بما في خيالهم واين الحضيض من السماء والثريا من الثرى

ولنعم ما قيل فى الهندية ؎ يا بدى اور كيا بدى كا ثمره يا انظر ما بال المسرورون لا في
كيف دعى المسيلمة وغيره ممن تنبى قد سحروا فى اعين عدة من الجهلة وحببهم
كحب الله فباؤا بالذل له مع الا عزان فى الآخرة والاولى، فلله در علماء الاسلام
حيث صنفوا كتبا ورسائل الحاقة للفتنة القاديانى وامته فمن هدى الله بها
كثيرا من المرزائية فى اكثر البلدان وتابوا توبة نصوحا والحمد لله على ذلك
ولما يأتى فى روعى ان اكتب كتابا يوضح سبيل المؤمنين الذين انعم
الله عليهم من السلف الصالحين ويجتنب طريق المبتدعين الذين بدلوا
الكتاب والسنة واتبعوا هواهم مقتفين بآثار اصحاب اسطاطاليس معرضين
عما عليه ارباب النواميس فحال بينى وبينه ما كنت اروم تراكم الاشتغال
وتزاحم الهموم حتى الحّ علىّ واظهر الفقر لدىّ من لا يسعنى الا اسعاف
ما سأله وانجاح ما سأله فها انا اشرع فى المقصود مجيبا عما قال المولوى محمد
احسن امروهى واخوته من المعترضين على رسالتى المسماة بشمس الهداية
ومصلحا لتفوهات القاديانى فى تحريف سورة الفاتحة ومبطلا لدعوته
اعبازه فى تفسير سورة الشافية معتصما بحبل فضل الله متشبثا بذيل رسول
الله صلى الله عليه وسلم فنعم المنيع منيعى ونعم الشفيع شفيعى بابى وامى
هو وما بين اضلعى قال فى خطبة رسالة المسماة بالشمس البازغة

شعر

واولوا العلم كلهم شهدوا	انه لا اله الا هو
ثم قال الرسول قولوا معى	انه لا اله الا هو

سلہ کلهم کلمہ کل بوجہ مضاف ہونے کے معرفہ کی طرف مجموع اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود
نہیں ہے منہ سلہ لا یصح ایرادکم فی ہذا المقام بھذا اختم لیہ لان الکلام السابق علی العموم ۱۲ منہ
سلہ وزن میں اختلال ہے۔ ۱۲ محمد غازی عفی اللہ عنہ۔

خیرٌ مما قلتہ و قال بہ قبلنا لآ الٰہ الا ھو
ما دام الانس کلھم شھدوا انہ لآ الٰہ الا ھو

صفحہ (۱) قولہ واشہد ان محمدًا خاتم النبیین لا نبی بعدہ۔ اقول یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ اور نیز قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ میں ایسی ہی شہادت کا بیان ہے۔ آپ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں تو پھر غلام احمد قادیانی دعوئے نبوت میں کاذب کیوں نہیں سمجھا جاتا۔ کیا اُس نے دعوئے نبوت کا نہیں کیا اور بذریعہ اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء کے جس کا عنوان (ایک غلطی کا ازالہ) جلی قلم سے لکھا ہوا ہے۔ للکار کر نہیں پکارا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔

سوال۔ خاتم النبیین اور ایسا ہی لا نبی بعدی میں مراد نبی سے وہ انبیا ہیں جن کی نبوت اصالتاً ہو نہ یہ کہ بسبب کامل اتباع کے ظلی طور پر اُن کو رسول اور نبی کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور غلام احمد قادیانی ظلی طور پر نبوت و رسالت کا مدعی ہے۔ نہ اصالتاً۔

جواب۔ قادیانی نے گو کہ بظاہر ظلیت و بروز اور فنا فی الرسول کے الفاظ کو سپر بنا رکھا ہے۔ مگر فی الحقیقت نبوت اصلیہ کا مدعی ہے۔ نہ بر تقدیر تسلیم فنا فی الرسول ہونے اس کے پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی و رسول کہلوانے کا جواز نہیں ہو سکتا۔ کما سنبینہ ✧

نبوت اصلیہ کے مدعی ہونے کا ثبوت اور اُسکی تردید

دیکھو اشتہار مذکور صفحہ (۱) سطر (۱۲) چنانچہ وہ مکالمات الٰہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔ ھو الذی ارسل

سلہ خمد و مجن مثل الانس وانما بین نحو النصوص القاطعۃ فتخصیص الانس بالاشتہاء لیس بصحیح ۱۲

سلہ یہاں پر بھی ماسبق کی طرح اضافہ کل میں اذہ غیر مقصود کا ہے ۱۲ محمد ندنی۔

رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔

اقول۔ یہ آیت سورۂ فتح کے رکوع اخیر میں موجود ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کے دین پاک کے غالب کر دینے کا ذکر ہے۔ کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر کسی شخص کو خواب میں یا بیداری میں آیت مذکورہ سنائی دے جیسا کہ اکثر حفاظ اور شاغلین کو کثرت استعمال و خیال کے سبب سے ایسا ہوا کرتا ہے۔ فرض کیا بذریعہ الہام ہی سہی۔ تو کیا وہ شخص بشہادت اس آیت کے رسول کہلوانے کا مجاز ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ورنہ محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم کے سننے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اور اصحاب کبار بھی ہر ایک سننے والا کیوں نہ ہو۔ جبکہ (رسولہ) کے سننے سے رسول بن گیا تو (محمد رسول اللہ) کے سننے سے محمد رسول اللہ۔ اور (والذین معہ) کے سننے سے اصحاب کبار اور (الکفار) کے سننے سے کفار کیوں نہیں بن سکتا۔ ایسا ہی (اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ) کے سننے سے کوئی دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں نبی و رسول ہوں اور نئی نماز و زکوٰۃ کا حکم میرے پر نازل ہوا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو پھر آیت اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی کے الہام ہونے سے پیرونی رسالت کو (رسولہ) کے لفظ سے کس طرح مراد لے سکتا ہے۔ بینوا و توجروا۔

الغرض بر تقدیر تسلیم الہام آیت مذکورہ کا دیانی کو استحقاق رسول کہلوانے کا ہرگز نہیں پہنچتا بفرض محال اگر آیت مذکورہ کے سننے سے (رسول) کہلوانے کے مستحق بنیں تو اُسی معنے سے رسول ہوں گے۔ جو معنے آیت مذکورہ میں مراد ہے۔ یعنی رسول اصلی۔ ورنہ دلیل دعویٰ پر منطبق نہ ہوگی۔ کیونکہ دعوٰی میں رسول ظلی اور دلیل یعنی (ارسل رسولہ) میں رسول اصلی۔

ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

اور نیز رسولہ سے رسول ظلی مراد لینے کی تقدیر پر تحریف معنوی کلام الٰہی میں لازم آویگی۔ لہٰذا استدلال بآیت مسطورہ بلند آواز سے پکار رہا ہے کہ کادیانی رسول اصلی ہونے کا مدعی ہے چنانچہ اُس کا لاالٰہ کر کر کہلوانا بھی اسپر شاہد ہے کیونکہ صرف فانی الرسول ہوتا تو اُسکا مقتضی نہیں

پھر اُسی اشتہار میں متصل عبارت منقولہ بالا کے لکھتے ہیں۔ "پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے (جری اللہ فی حلل الانبیاء) یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴"

اقول۔ یہ نئی لغت ہے جری اللہ کا ترجمہ خدا کا رسول۔

پھر اسی اشتہار میں لکھتے ہیں کہ:۔ "پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔

اقول۔ اس وحی الٰہی میں الکفار کا لفظ بھی موجود ہے جس کو آپ نے نہیں لیا۔ تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ ہل ہذا بہتان والم یخولیا فتوبۃ نصوحا واللہ واشہد اللہ یہدی او یجب الشفاء و نہی من ذی النہیۃ الا شیا کنہ من دون التصدیق بما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الشمس مصطفی لیس مما یرجی وان دکت الارض دکا وتنفطر السموات العلیٰ۔

پھر اُسی اشتہار کے صفحہ ۲، سطر ۷، پر لکھتے ہیں۔ "اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں"۔

اقول۔ بر تقدیر تسلیم امر کہ مضمون مذکور (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کا مدلول ہے۔ صرف دو ہی سوال جواب طلب معروض کئے جاتے ہیں ×

(۱) فانی الرسول ہونے کا معیار اتباع کامل ہوتا ہے۔ دیکھو سیرت صدیقی فاروقی عثمانی مرتضوی وغیرہ اصحاب کرام وسائر اہل اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ آپ سب کمالات نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو رہنے دیجئے۔ صرف زہد اور فقر و فاقہ اور تفسیر دانی کے بارہ میں اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنے ہی قلب سے للہ شہادت لیجئے انا محمدٌ و مفتریٌ کی صدا آتی ہے۔ یا انا متزیدٌ و محرفٌ کا لقب ملتا ہے چنانچہ ہر جگہ تحریف ثابت ہو رہی ہے۔ کیا ایسے ہی استنباط من القرآن کا مالک وارث النبی کہلا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے لئے صدیقی و فاروقی و عثمانی و مرتضوی ملکہ و مہارت قرآن میں چاہیئے جس سے صرف وارث النبی کہلانیکا مستحق ہوگا۔ نہ یہ کہ نبی و رسول کما قال صلی اللہ علیہ وسلم یعنی الا انہ لا نبوۃ بعدی۔ مسلم۔ وقال علیؓ لست بنبی [illegible] حیرت انگیز مقام ہے۔ کہ جس شخص کو شب و روز بذریعہ اشتہارات کے بلکہ کئی حیلوں سے حتی کہ تحلیل محرمات سے بھی زر و سیم کے مطالبہ کے بغیر اور کچھ نہ سوجھے معہذا پھر بن اک نبی افضل الانبیاء میں فانی ہونے کا دعویٰ کرے جسکی یہ شان ہے۔

وراودته الجبال الشم من ذهب ؞ عن نفسه فأراها ايما شمم
واكدت زهده فيها ضرورته ؞ ان الضرورة لا تعدو على العصم
وكيف تدعو الى الدنيا ضرورة من ؞ لولاه لم تخرج الدنيا من العدم

یہاں تو پلاؤ۔ قورمہ۔ زردہ۔ مشک۔ عنبر یا قوتیین مفرحات کے بغیر گذرتی ہی نہیں۔ اور وہاں بیت نبوت علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں یہ کیفیت تھی۔ جو احادیث مفصلہ ذیل سے پائی جاتی ہے۔ عن عائشةؓ قالت ما شبع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة ايام من خبز بر تتابعا حتى مضى بسبيله وعنها قالت كنا آل محمد صلى الله عليه وسلم يمر بنا الهلال والهلال والهلال ما نوقد نارا للطعام الا انه التمر والماء الا انه حولنا اهل دور من الانصار فيبعث اهل كل دار بغزيرة شاتهم الى رسول الله صلى الله عليه وسلم [illegible] من ذلك اللبن. [illegible] في صحيحين۔ قال انسؓ ما رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رغيفا مرققا حتى لحق بالله ولا رأى شاة سميطا بعينه قط صحيح البخاری

الحاکم فی الصحیحة عن ابن عباس عن عمر۔ شیخ الاسلام الحرانی۔ وفی الترمذی
عن انس بن مالک رض قال حج النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی رحل رث وقطیفة ولم
یکن شیئی وحدث انہ حج علی رحل وکانت زاملة۔ وعن انس بن مالک ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم لبس خشنا واکل خشنا لبس الصوف واحتذی المخصوف
قیل للحسن ما الخشن قال غلیظ الشعیر ما کان یسیغه الا بجرعة ماء۔ شیخ الاسلام الحرانی۔

خلاصہ احادیث مذکورہ کا یہ ہے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی تین دن متواتر گیہوں کی روٹی نہیں کھائی۔ اور نہ کئی ماہ تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بوجہ نہ ہونے طعام کے آگ ہی جلی۔ اکثر پانی اور کھجور پر گذر ہوتی تھی۔ فقر و فاقہ کی یہ حالت تھی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسائے انصار کھانے پینے کے لئے آپ کو دودھ یا ہریسہ دیا کرتے تھے آنحضرت صلعم نے تو پتلی روٹی تناول فرمائی تھی۔ اور نہ بکرے کا بھنا ہوا گوشت۔ اور نہ کبھی میز پر کھانا کھاتے تھے۔ اکثر چمڑے کے دسترخوان پر تناول فرمایا کرتے تھے۔ آپ کبھی چھوٹے پیالوں میں بھی کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کئی کئی دن آپ کو بھی فاقہ ہوتا رہا ہے۔ شکم مبارک میں بھوک کی وجہ سے بل پڑ جاتے تھے۔ کبھی جناب کو ردی کھجور بھی میسر نہ ہوتی تھی۔ فرش آپ کا چمڑے کا ہوتا تھا۔ اور اس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی نیند کے وقت چٹائی پر استراحت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایکدفعہ کا مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسم پر بوریہ کے نقش دیکھ کر رو پڑے۔ اس پر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رونے کا کیا باعث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ کفار جو دشمن خدا ہیں وہ تو عیش کریں اور آپ محبوب خدا ہو کر ایسے حال میں رہیں۔ پس کیوں نہ روؤں۔ اس پر جناب نے فرمایا۔ کہ کفار کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ کیا اے ابن خطاب تو اس تقسیم پر راضی نہیں۔ اس پر حضرت عمر رض خوش ہوئے۔ اور خدا کی حمد و ثنا کہہ کر مستغفر رہے۔

اسی طرح ایکدفعہ کا ذکر ہے۔ کہ عبداللہ بن مسعود بدن مبارک سے بوریا کے نقش مٹاتے

اور کہتے تھے کہ اگر اجازت ہو تو آپ کیلئے فرش بچھایا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں ایک مسافر سوار کی طرح ہوں۔ جو کہ درخت کے سایہ کے نیچے تھوڑے عرصہ کیلئے آرام لیتا ہے۔ پھر اُس کو چھوڑ کر چل جاتا ہے۔

مفخر موجودات حالانکہ بخل کی عادت سے مبرا تھے۔ تاہم آپ نے بوڑھی اور دُبلی سواری پر پُرانی چادر پہن کر حج ادا کیا۔ موٹا کپڑا پہنتے تھے۔ جو کی موٹی روٹی کھاتے تھے۔ جو کہ بغیر پانی کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ دعا یہ مانگتے تھے۔ کہ یا اللہ آل محمد کو رزق گذارہ عطا فرما۔ یعنی اتنا رزق جس سے زندگی بسر ہو سکے۔

وَلنعم ما قیل رباعی

ایشاں زکجا و عشقبازی زکجا	ہندو زکجا و زبان تازی زکجا
چوں اہل حقیقت سخن عشق کنند	بیہودۂ ایں قوم مجازی زکجا

رباعی

اے خواجہ سرائے فنا و لایز کجا	دیں نفس پرستی و فضولی زکجا
جانبازی و سردہی بتنگفتش	ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

دیگرے فرمودہ

منزل عشق از مکان دیگر است	مرد ایں راہ را نشان دیگر است

چہ گویم و چہ نویسم شان ایں بے نشاناں کہ والہان جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دالیان کمال احمدی صلی اللہ علیہ وسلم اند۔ چند رباعیات مسطور ذیل شمۂ از حال ایں عزیزان حکایت مے نمایند۔ وللہ در القائل

رباعی

مہ را بینم روئے تو ام یاد دہد — گل را بویم بوئے تو ام یاد دہد
چوں زلفِ بنفشہ را زند برہم باد — آشفتگیٔ موئے تو ام یاد دہد

حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق حق

رباعی

عشق تو کہ شاہ بود در ملکِ درون — چوں دید بہ شاہی او گشت فزون
شد ہمرہِ آبِ دیدہ دہم آہ — در پردہ سرائے سینہ زد خیمہ بروں

رباعی

فصّاد بقصد آنکہ بردارد خون — شد تیز کہ نشترے زند بر مجنون
مجنون بگریست گفت زاں می ترسم — کاید بدلِ خون غمِ لیلےٰ بیروں

رباعی

مست مَی اگر دستِ کرم جنباند — خیر بخشش دینار و درم نتواند
چوں مست محبت مرکبِ ہمت راند — بر فرقِ دو کون آستین افشاند

رباعی

ما مست و معربدیم و رند و چالاک — در عشق نہادہ پا بمیدانِ ہلاک
صد بار بہ تیغِ غم اگر کشتہ شویم — آں مایۂ عمرِ جاودانی ما را چہ باک

رباعی

بس تخت نشین کہ شد ز سودائے تو مست — در خیلِ گدایانِ تو بر خاک نشست
سر بر درِ تو نہادہ بوسہ پیوست — سگ را بہ نیاز پائے سگباں زد دست

رباعی

وے شانہ زد آں ماہ خمِ گیسو را — بر چہرہ نہاد زلف عنبر بو را
پوشیدہ بدیں حیلہ رخِ نیکو را — تا ہر کہ نہ محرم است نشناسد او را

اور علی مرتضیٰ نے باوجود بشارت (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے۔ اور سید
شباب اہل الجنۃ حسنینؓ نے جن کا نمونہ بعینہ جمال باکمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آئینہ
تھا (رسول) اور (نبی) ہونے پر جرأت نہ کی۔ اور ہزارہا اہل اللہ جنکے فانی فی الرسول ہونے پر
اُنکے سایہ کا گم جانا بھی شہادت دیتا تھا کسی نے (نبی) اور (رسول) نہیں کہلوایا۔ قطب الاقطاب
سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکالمات الٰہیہ میں سے کسی مکالمہ میں باوجود شان
(خضنا بحرا لم یقف علی ساحلہ الانبیاء) کے یعنی فنیت فی النبی الامی الذی ھو کالبحر
فی السفینۃ (نبی) اور (رسول) کے لفظ سے نہ پکارے گئے۔ یہ سب تو اسی قاعدہ مسلمہ میں محدود
رہے کہ الولی لا یبلغ درجۃ النبی اور قادیانی صاحب باوجود اوصاف منافرہ عن مقام
الفنا کے نبوت تک پہنچ گئے۔ بلکہ الوہیت مستقلہ متقابلہ الوہیۃ الباری عز اسمہ بھی العیاذ
باللہ حاصل کرلی۔ چنانچہ اپنی تالیف کتاب البریہ کے صفحہ ۷۹ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ (اور حالت
میں میں یوں کہہ رہا تھا۔ کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے
پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی
پھر میں نے منشاء حق کے موافق اسکی ترتیب و تفریق کی۔ اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق
پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح
پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کرینگے۔ پھر میری حالت کشف سے الہام
کی طرف منتقل ہوگئی الخ) اس عبارت مسطورہ میں ہم ناظرین کو صرف اسی طرف توجہ دلاتے ہیں
کہ وہ آسمان دنیا جس کو قادیانی صاحب نے پیدا کیا ہے۔ وہ کہاں ہے۔ اگر کہیں رکھا ہے
تو پتہ بتادیں۔ ورنہ کشف اپنی غیر واقعی اور محض از قبیل اضغاث احلام ہونے پر صاف شہادت

؎ حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایہا الناس من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا حسن بن علی
وانا ابن النبی انا ابن الوصی وانا ابن البشیر وانا ابن النذیر وانا ابن الداعی الی اللہ باذنہ وانا ابن السراج
المنیر وانا من اھل البیت الذی کان جبرئیل ینزل الینا ویصعد من عندنا وانا من اھل
البیت الذین اذھب اللہ عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا وانا من اھل البیت الذی افترض اللہ
مودتھم علی کل مسلم فقال تبارک وتعالیٰ ومن یقترف حسنۃ نزد لہ فیھا حسنا فاقتراف الحسنۃ مودتنا اھل البیت ازالۃ

دے رہے ہے۔ کیا ایسی ہی مکاشفات و الہامات غیر واقعیہ قادیانی صاحب کی نبوت و رسالت کے
چھت کیلئے شہتیریں بن سکتی ہیں؟ ہاں بدیں وجہ ہو سکتے ہیں کہ خیالی چھت کی شہتیریں بھی خیالی
ہونی چاہئیں۔ یہ بتانا چاہیئے کہ ولی کے منکر کو کافر نہیں کہا جاتا۔ جیسا کہ تصدیق بولایت کو
ایمان نہیں کہتے۔ ورنہ آمنت باللہ و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و اولیائہ الخ ایمانی طور پر ہر مومن کو
ماننا لازم ہوتا۔ قادیانی کا یہ کہنا کہ (میں ظلی طور پر نبی و رسول ہوں اور میرا ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے)
اس کو ایک تمثیل عام فہم کے پیرایہ میں سمجھنا چاہیئے۔ زید مثلاً کہتا ہے کہ میں فقیر مسکین ہوں۔
اور میرا نافرمان مستوجب سزا ہے قید کیا جاویگا۔ کیا زید کو بسبب دوسرے فقرہ دعویٰ کے
مدعی سلطنت و حکومت کا نہ خیال کیا جاویگا۔ اہل عقل پر ظاہر ہے کہ زید فی الحقیقت قول مذکور
سے بادشاہی کا دعویٰ کر رہا ہے اور (میں فقیر مسکین ہوں) کے فقرہ کو سپر بنا رکھا ہے ایسا ہی
قادیانی بھی فنا فی الرسول اور بروز اور ظلیت کی آڑ میں مطاعن سے بچنا چاہتا ہے اور فی الواقع
مطلب اس کا دوسرے فقرہ سے متعلق ہے جو خاصہ لازمہ انبیاء کیلئے سمجھا گیا ہے۔ اس میں کچھ شک
نہیں کہ قادیانی نے اپنے چیلوں کو غیر مقلدین کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا ہے۔ اور
ایسا ہی ناطہ وغیرہ سے بھی۔ وجہ اسکی یہ بھی ہے کہ اس نے اپنے منکرین کو کافر سمجھا ہوا ہے۔
حالانکہ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ فتوحات میں لکھتے ہیں کہ میں فلاں شخص کو
جس کا نام اب میں بھول گیا ہوں (و فتوحات میں مندرج ہے) مبغوض اور برا سمجھتا تھا بسبب
اس کے کہ وہ میرے شیخ ابو مدین مغربی قدس سرہ کو نہیں مانتا تھا۔ پس میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دیدار فیض آثار سے خواب میں مشرف ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو کس لئے تو
برا مانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ وہ ابو مدین مغربی کا منکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ کیا وہ توحید اور میری رسالت کے ساتھ ایمان نہیں رکھتا۔ شیخ فرماتے ہیں
کہ میں نے سویرے جا کر اس شخص کو کچھ دیکر بڑی عجز و منت سے خوش کیا۔ اس وقت مجھکو فتوحات
کا یہی مضمون خیال میں ہے۔ شاید کم و بیش ہو۔ واللہ اعلم۔

بڑی افسوس کی بات ہے۔ کہ ابو مدین جیسے ولی کامل سے منکر ہوتا بعد الایمان باللہ و رسولہ
کے موجب بغض و کراہت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ محی الدین بن عربی جیسے شخص کو اس پر

ناخوش ہونے کے باعث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنبیہ فرماتے ہیں۔ اور قادیانی صاحب
کے منکرین باوجود ایمان باللہ ورسولہ کے کافر سمجھے جارہے ہیں۔

ناظرین خدارا انصاف! اگر یہ نبوت مستقلہ کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے مسلمانو! بعد آں
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب (نبی) اور (رسول) کا کسی مسلمان کے لئے شرعی
طور سے جائز نہیں نہ اصلی اور نہ ظلی۔ اگر ظلی طور پر یہ لقب متبع نبی کو عطا ہو سکتا اور فنافی
الرسول کا مقام مجوزہ اس کا ہوتا۔ تو سب سے مستحق مہاجرین و انصار تھے رضوان اللہ
علیہم اجمعین جن کا ذکر خیر کتاب وسنت میں موجود ہے۔ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید کے
سورہ فتح میں اصحاب کرام علیہم الرضوان کو صرف وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ
رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سے یاد
فرمایا۔ اور رسالت کا لقب خاص سرور عالم وسید ولد آدم ہی کے لئے رکھا کما قال عز
من قائل۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ باوجودیکہ صحابہ عظام علیہم الرضوان کو اس سفر میں حدیبیہ سے
واپس ہونے کے باعث اور دخول مکہ سے مشرکین کی رکاوٹ کے سبب سے اپنی ناکامی کا
سخت رنج وملال تھا۔ جس کے دفع کرنے کے لئے ان القاب سے ان کو اطمینان
دیا گیا۔ یعنی معہ اور اشداء علی الکفار اور رحماء بینہم۔ اور رکعا سجدا۔ نہیں اگر
بمقتضائے مقام ان کے اطمینان دہی اور دفع ملالت انہیں القاب سے ضروری تھی۔
جس کے اوپر اور کوئی مرتبہ ولقب متصور نہ ہو یعنی نبوت ورسالت جس کے اوپر بجز
الوہیت ہی رہ جاتی ہے۔ تو بجائے اوصاف مذکورہ فی الآیۃ کے والذین معہ
انبیاء ورسل ہونا چاہیئے تھا۔ اس سے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں۔ کہ بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے (نبی) اور (رسول) کا لقب ظلی طور پر بھی کسی کا استحقاق نہیں
بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرام میں سے خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم جن میں اتحاد ازلی
مناسبت تشبہ بانبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوت عاقلہ وعاملہ دونوں کی جہتیں موجود تھیں۔
وہ تو (نبی) اور (رسول) کے لقب سے محروم کئے جاویں۔ اور تیرہ سو برس کے بعد ایک
شخص جس کی قوت عاقلہ کے کمال پر اسکے استدلالات بآیات قرآنی اور قوت عاملہ کے

کہلوانے کی نہیں سمجھی تھی۔ لہٰذا علی کرم اللہ وجہہ کو باوجود کمال فنا کے (الا انہ لا نبی بعدی) فرما کر محروم رکھا۔ اور اس آیۃ (فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول) کو جس طرح کادیانی صاحب نے سمجھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سمجھا۔ نعوذ باللہ من ہذیان الجاہلین۔ دوسری دقت یہ ہے۔ کہ بقول قادیانی فنا فی الرسول کے حاصل ہونے سے یہ لقب ملتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرات اور آپکے ہی طفیل یہ عنایت ہوتی ہے۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے خبر ہیں العیاذ باللہ۔ لہٰذا علی کرم اللہ وجہہ کو صرف تین ہی لقب عطا ہوئے۔ چنانچہ حاکم نے مستدرک میں بروایت اسعد بن زرارہ تخریج کیا ہے کہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی الی فی علی ثلث انہ سید المؤمنین وامام المتقین وقائد الغر المحجلین۔ اور نبی و رسول کے لقب سے مشرف نہ فرمایا۔ باوجود اسکے کہ خیبر کے دن یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ سے ان کی محبیت و محبوبیت کل اصحاب کے سامنے ظاہر ہوئی۔ پھر کادیانی صاحب اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں

"اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنی لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنی صادق آئینگے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفی کی خبر اس کو مل نہیں سکتی۔ اور یہ آیت روکتی ہے۔ لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے نبی سے انکار کیا جائے۔ تو اس سے لازم آتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ رکھا جائے۔ کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہونگے۔ بالضرورت اس پر مطابق آیۃ لا یظھر علی غیبہ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا۔ اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ **اقول** سبحان اللہ ادھر تو عربیت اور بلاغت فصاحت میں یکتائی اور اعجاز کا دعویٰ ہے اور ادھر یہ کہ نبی کا معنی لغت کی رو سے خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ نہیں صاحب نبی کا معنے لغت کی رو سے مطلق خبر دینے والا ہے۔ دیدہ ہو یا شنیدہ۔ اور نیز بذریعہ نجوم جفر۔ رمل۔ کہانت کے ہو یا بوساطت

وحی کے۔ اور اصطلاح شرعی میں خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا جس
کو خود بھی قطعی علم ہو۔ اور دوسروں پر بھی ایمان اس کے ساتھ لانا فرض ہو۔ ایسے شخص
کو از روئے شرع کے نبی و رسول کہا جاتا ہے۔ وہ ایسی نبوت و رسالت بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے کسی کو نہیں مل سکتی۔ جن کو پہلے مل چکی ہے۔ انہیں کے لئے ہے۔ اور اُن کی نبوت
گو کہ دائمی ہے۔ مگر خاتم النبیین کو منافی نہیں۔ کیونکہ آپ سے پہلے اُن کو مل چکی تھی بخلاف
نبوت قادیانی کے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کے حاصل کرنے کا مدعی ہے۔ لہٰذا
خاتم النبیین کے منافی ہے اور مکالمات و مخاطبات امت مرحومہ میں بعد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بند نہیں کئے گئے۔ مگر اس درجہ کو نہیں پہنچتے کہ ان کی ظنیت یا قطعیت حجت علی الغیر ہو
بجہت خبر دینے اُن کے اگر کوئی انکار کرے۔ تو اسکو شرعاً کافر نہیں کہا جاتا۔ گو کہ فی الواقع ظہور میں
بھی ان کی خبر دینے کے مطابق موجود ہے۔ بنا بر آں انبیاء علیہم السلام کی اخبار بالمغیبات
کے ساتھ ضروری طور پر قبل از وقوع تصدیق کرنی ہوگی۔ جس کو ایمان شرعی کہا جاتا ہے
اور ان کے انکار کو کفر شرعی بخلاف اخبارات اولیاء اللہ کے کہ ان کی تصدیق وایمان
نہیں کہا جاتا۔ اور نہ اُن کے انکار کو کفر۔ آیت مذکورہ فلا یظہر علی غیبہ احداً میں
مراد اظہار علی الغیب سے اطلاع دہی علی سبیل القطعیت ہے اور یہی اطلاع مخصوص
بالانبیاء والرسل ہے یعنی انبیاء کی وحی والہام کو قطعیت اور الزام علی الغیر کا استحقاق
ہے غیر انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع ظنی طور پر ہوگی۔ یا قطعی غیر متعدی یعنی
ولی کو اگرچہ بسبب تکرار الہام و کثرت تجربہ کے فی نفسہٖ علم قطعی بھی حاصل ہو۔ مگر الزام علی الغیر
کا مستحق نہ ہوگا۔ تاکہ اُس کے ساتھ تصدیق کرنے کو ایمان کہا جائے۔ اور اُس سے
انکار کرنے کو کفر۔ اور معلوم ہو کہ آیت میں چونکہ اظہار الشخص علی الغیب کی نفی
ماسوائے رسول سے کی گئی۔ جس کا مفاد علم قطعی ہے اور رسول کے لئے اثبات
لہٰذا غیر انبیاء سے مطلق علم بالغیب کی نفی نہ ہوئی۔ بلکہ صرف علم قطعی کی۔ ہاں اگر اظہار
الغیب علی الشخص کی نفی ہوتی۔ جس کا مفاد علم ظنی ہے تو معتزلہ کا استدلال بآیت مذکورہ
نفی اطلاع اولیاء علی الغیب پر صحیح ہو سکتا تھا۔ اور ایسے ہی نقض باخبار رمال و جفار

وکاہن ورؤیا وارد ہوتا۔ کیونکہ تجربہ سے ثابت ہے کہ بارہا رملی جفری کاہن کی خبر اور خواب دیکھنے والے کی خواب سچی نکلتی ہے۔ آیۃ مذکورہ کا مطلب یہ ہوا کہ علم قطعی بحدیکہ حجت علی الغیر ہو بغیر رسول کے کسی کو نہیں دیاجاتا۔ رہا علم ظنی یا قطعی جسکی قطعیت حجۃ علی الغیر نہیں ہوسکتی۔ سووہ ولی کو منافی الرسول ہونے کے رد سے اور رمال وجفار وغیرہ کو اپنے اپنے فنون کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔ اور قبل از وقوع اُس کے ساتھ تصدیق کرنے کے ہم مکلف بھی نہیں اور آیۃ مذکورہ ایسے علوم کو غیر انبیاء کرام سے نفی نہیں کرتی۔ تاکہ نقض بمواد مذکورہ آیۃ پر وارد ہو۔

ناظرین کو بشرط تدبر اس مقام سے کئی امور دریافت ہوسکتے ہیں (۱) رسول اور غیر رسول میں فرق بحسب العلم والظن والالزام علی الغیر وعدم الالزام (۲) دفع اُس اعتراض کا جو اہل اعتزال بآیۃ مذکورہ متمسک ہوکر کرامت ولی پر وارد کرتے ہیں۔ (۳) دفع نقض باخبار رمال وجفار وغیرہ (۴) کادیانی صاحب کے استدلال آیۃ کا فساد۔ تفریع :۔ کادیانی صاحب کا مدعی میں نبی اور رسول ہوں یعنی ظلی طور پہ مجھے نبی ورسول کہلوانے کا استحقاق ہے۔

دلیل

صغریٰ)۔ مجھ کو غیب مصفی پر اطلاع دیجاتی ہے۔ کبریٰ ہر ایک کو غیب مصفی پر اطلاع دیجائے وہ بشہادت آیۃ مذکورہ رسول ہوتا ہے۔

نتیجہ

پس میں بھی رسول ہوں وجہ فساد یہ ہے۔ دلیل مذکورہ کے پہلے مقدمہ میں مراد اطلاع سے اگر اطلاع قطعی حجۃ علی الغیر ہے تو ہم کہتے ہیں اس طرح کی اطلاع خاصہ نبی اور رسول کا ہے بحکم آیۃ فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول کیونکہ اس میں اطلاع قطعی بحد مذکور کی نفی بغیر رسول شرعی کے سب سے کی گئی ہے اور اگر مراد اطلاع سے اطلاع غیر قطعی الی الحد المذکور ہے عام اس سے کہ ظنی ہو یا قطعی غیر بالغ الی الحد المذکور تو صدا وسط مکرر نہیں یعنی پہلا مقدمہ یہ ہوا کہ مجھکو اطلاع غیر قطعی

حاصل ہے وہ ذو تمام خادم کے جس کو ذریعہ قطعی یعنی وحی سے علم حاصل ہو وہ رسول ہوتا ہے
تو اس استدلال سے قادیانی صاحب کو کیا فائدہ ملا کیونکہ قطعی علم والا رسول بنا۔ اور
اس کا علم چونکہ غیر قطعی ہے۔ لہذا رسول اور نبی کے الفاظ کا مستحق نہ ہوا (۵) یہی آیت
جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول [illegible] قطعی و واجب التسلیم ہوتا ہے۔ قادیانی کے
اس دعوے کو کہ میں مسیح موعود ہوں رد کرتی ہے۔ کیونکہ بموجب اس آیت کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئیاں دربارہ نزول مسیح ابن مریم سچی اور واجب التسلیم
ٹھہریں جن کی تصدیق کو ایمان اور نہ ماننے کو کفر کہا جائے گا۔

سوال

قادیانی صاحب [illegible] احادیث متواترہ فی نزول المسیح کا
انکار نہیں کرتے بلکہ بعد تسلیم ان کو مؤول ٹھہراتے ہیں یعنی مسیح بن مریم یا عیسیٰ بن مریم
سے مراد قادیانی ہے۔ [illegible]

جواب

تاویل بغیر قرینہ صارفہ [illegible] جائز نہیں خصوصاً جبکہ قرینہ [illegible]
عدم تاویل [illegible] دربارہ نزول اسی مسیح ابن مریم بعینہ
[illegible] کسی طرح تاویل ممکن نہیں چنانچہ
قال رسول اللہ [illegible] وانہ راجع الیکم قبل یوم القیمۃ
دیکھو علامہ سیوطی کی تفسیر درمنثور یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو مخاطب کرکے
فرمایا کہ محقق ہے یہ بات کہ عیسیٰ نہیں مرا۔ اور یہ بھی محقق ہے کہ وہ لوٹنے والا ہے
تمہاری طرف قیامت کے دن سے پہلے۔ اب یہ پیشگوئی کیسی صاف طور پر صاف صاف
لفظوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے جس میں مومن کو کسی طرح کا وسوسہ
اور شک نہیں۔ مگر افسوس کہ بحکم ؏ اے تیزی صبح تو برمن بلا شدی
امروہی صاحب یہاں بھی [illegible] فرماتے ہیں کہ (درمنثور) میں نے
ذکر حضرت عیسیٰ [illegible] دیکھو شمس بازغہ صفحہ ۷۰ سطر ۲۰ معلوم نہیں

اس تحریف سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا اور یہ خیال نہیں کیا کہ عاب کا فقرہ (وانہ راجع الیکم) کیا کہہ رہا ہے یہ تو اسی عیسیٰ کو جس کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے کیا تھا دوبارہ دنیا میں لاتا ہے۔ آپ کے قادیانی صاحب کا تو ذکر ہی نہیں۔

سوال

ممکن ہے کہ "راجع" سے مراد عیسیٰ کا رجوع بروزی طور بصورت قادیانی ہو۔

جواب

مرزا جی چونکہ بروز عیسوئی اور بروز محمدی دونوں کے مدعی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیسوی رجوع بصورت قادیانی سے احادیث متواترہ میں خبر دیتے ہیں اور اپنے رجوع بروزی یعنی دوبارہ دنیا میں بصورت قادیانی ہو کر آنے سے ایک حدیث میں بھی اشدم نہیں فرماتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع بروزی مراد نہیں بلکہ رجوع بعینہ۔ اور نیز بروز سے مراد اگر یہ ہے کہ مرزا قادیانی روح عیسوی سے مستفیض ہوتا ہے تو یہ استفاضہ قادیانی کے لئے بہتیرے لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں فرماتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم ہمارا پہلا شیخ ہے۔ اس کے ہاتھ پر ہم نے توبہ کی اور ہمارے حال پر ان کی بڑی عنایت ہے۔ کما قال وشو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا یغفل عنا ساعۃ۔ اور ان کے سوا اور بھی عیسوی المشرب صوفیہ بہتیرے گذر گئے اور موجود ہیں۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نیز اس طرح کا فیض عیسیٰ ابن مریم کا اس کے زندہ ہونے پر موقوف نہیں بلکہ بہ تقدیر مرجانے عیسیٰ ابن مریم کے بھی قادیانی کو فیض پہنچ سکتا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا (وانہ راجع الیکم) اگر بطریق بروز ہوتا تو (ان عیسیٰ لم یمت) بے ربط ٹھہرتا تھا۔ کیونکہ وہ تو موت کی تقدیر پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور نیز (راجع الیکم) سے بروز فی القادیانی جب لیا جا سکتا ہے۔ کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ (وانہ راجع الیکم) تا بازگشت ہم وہی صاحب کو شاید تحقیق ہو گیا ہو۔ کہ قادیانی صاحب یہود میں سے ہیں۔

لہٰذا یہ تاویل فرما رہے ہیں۔ الغرض راجع الیکم بمعنی بار دیگر ہ ہی صادق آئیگا کہ یہود میں سے کسی شخص کو عیسوی بروز کا مالک قرار دیا جائے۔ چنانچہ لینزلن فیکم ابن مریم کا معنی قادیانی کے نزدیک یہی ہے کہ تم مسلمانوں میں سے کسی ایک مسلمان میں عیسیٰ کا بروز ہوگا۔ اور آج تک چونکہ کوئی شخص رجوع ونزول بروزی کا مدعی نہیں بنا تاکہ اس پر یہودی ہونے کا الزام عائد ہو۔ لہٰذا یہ امر وہی تاویل کا میوہ خاص مرزا صاحب ہی کیلئے پیشکش ہو سکتا ہے۔ اور اگر مراد بروز سے یہ ہے کہ روح عیسوی قادیانی کے بدن میں آگیا۔ تو یہ تناسخ ہوا وہو باطل اور نیز بروزی احتمال کو پہلا فقرہ حدیث مذکور کا کہ (ان عیسےٰ لم یمت) مردود کرتا ہے۔ کیونکہ جب عیسیٰ ابن مریم بقول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرا نہیں زندہ ہے تو (انہ راجع) سے یہی ثابت ہوا کہ وہی عیسیٰ ابن مریم خود ہی دوبارہ دنیا میں آئے گا۔ اور امروہی صاحب کی تاویل مذکور پر اس حدیث میں پہلا فقرہ دوسرے سے بالکل بے ربط ہوا جاتا ہے۔

سوال

اس قسم کی صحیح احادیث میں تاویل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم شہادت دیتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم فوت ہو گیا ہے۔ اور جو مر جاتے ہیں دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آتے بنا بریں دفع تعارض تاویل کرنی ضروری ٹھہری۔

جواب

قرآن کریم کی آیت اسی رسالہ میں اپنی جگہ زیر شرح لکھی جائیں گی۔ البتہ یہاں یہی کہا جاتا ہے کہ اصول ثلثہ یعنی قرآن۔ حدیث۔ اجماع میں حقیقی تعارض واختلاف ہرگز ممکن نہیں پس جبکہ احادیث متواترہ اور اجماع اسی عیسیٰ ابن مریم کے رجوع پر صراحتہً ناطق ہیں کما سیظہر تو فرود آیات قرآنیہ کا معنی بھی وہی صحیح ہوگا۔ جو سنت اور اجماع کے مخالف نہ ہو۔ جیسا کہ یہی ہے مسلک سلف صالحین کا۔ اور نیز معلوم ہو کہ مأوّل یعنی تاویل کرنیوالا اگر حدیث کو صحیح الثبوت ومسلّم المراد جان کر تاویل کرتا ہے تو بیشک تحریف کے الزام سے کسی طرح بری نہیں ہو سکتا۔ (صحیح الثبوت ومسلّم المراد) کا معنی یہ ہے کہ یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا فرمان پاک ہے۔ اور آپکی مقصود مراد بھی ان الفاظ سے وہی معنی ہے جس کو چھوڑ کر تاویل کے رو سے اور معنیٰ

لیا جاتا ہے۔ قادیانی صاحب اور امروہی صاحب ان احادیث کو صحیح الثبوت و مسلّم المراد سمجھ کر مآل
ہیں اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کا جبتک کسی تالیف میں حدیث مذکور و نظائرہ کی صحت
پر معقول کلام نہ کرنا اوّل دلیل ہے۔ تسلیم صحت حدیث پر اور بلا وجہ مردود کہنا قابل اعتبار
نہیں بلکہ علامہ سیوطی جیسے محدّث کی تصحیح (جن کے پاس صحت حدیث کے لئے معیار
علاوہ اصول حدیث کے کشف صحیح بھی تھا۔ جس کو قادیانی صاحب بھی ازالہ اوہام میں تسلیم
کرتے ہیں) کافی ہے۔ حدیث مذکور کی صحت کے لئے دیکھو مقدمہ فتح البیان امروہی صاحب
کی عبارت منقولہ ذیل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ احادیث نزول و رجوع و اقوال مفسرین
میں (جن سے حیات و رجوع عیسیٰ بن مریم پر استدلال کیا گیا ہے) قائل کی مراد وہی معنے ہے۔
جس کو چھوڑ کر تاویلی معنے لیتے ہیں اور اس تاویل کرنے میں ہم مجبور ہیں کیونکہ یہ اقوال دلائل
قطعیہ کے معارض ہیں۔ دیکھو ص۸۷ س ۳ شمس بازغہ پر لکھتے ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ
تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ پس ایسی تاویل
کیونکر قبول کی جا سکتی ہے تو گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مذکورہ کی یہ توجیہ تسلیم نہیں کرتے
تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہذا محض باطل ہیں پس ہم ان کے تسلیم
کرنے میں مجبور ہیں انتہیٰ اور صفحہ ۱۰۰ سطر ۱۹ کتاب مذکور پر لکھتے ہیں۔ پس اگر آپ کو
ان معنے لفظ متوفیک کی تاویل ذیل منظور و پسند ہے کہ حضرت عیسیٰ موت سے نہیں مرے جو
ملعون ٹھہرتے بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے
ہیں آخر تک تو فبہا ہم کو یہ تاویل سب منظور ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں ورنہ خلاف
قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔ انتہیٰ۔

(۵) قادیانی صاحب کی تالیف میں مکرر لکھا ہوا ہے کہ کشف نبوی و نیز صحابہ اسلام نے دجّال
وغیرہ مکشوفات کو علی وجہ الکمال کما ہو فی الواقع ادا نہیں کیا جس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ان پیشگوئیوں میں واقعی امر کو نہیں پہنچے۔ دیکھو ص ۳۴۳ سطر ۱۰
ایام الصلح "در پیشگوئی لازم نیست کہ از تفاوت ایں نظام نبی از قبیل غلط کند الخ"
پس امروہی صاحب بتائیں تو تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے یا وہ دلائل کو آیات قرآنیہ سے

چنانچہ اوپر لکھا گیا ہے اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نبوت و رسالت کے لئے
دو رُخ ہیں یا یوں کہو بطون و ظہور ہے۔ بطون عبارت ہے اخذ کرنے فیضان سے من جانب اللہ
جس کو خدا کے ہاں مقربین میں سے ہونا لازم غیر منفک ہے اور ظہور عبارت ہے توجہ الی الخلق
سے یعنی تبلیغ شرائع و احکام کی۔ اس ظہور میں تو بسبب تغیر و تبدل شرائع کے انقلاب آ
سکتا ہے۔ نبی لاحق کی شریعت چونکہ ناسخ ٹھہری نبی سابق کی شریعت کے لئے تو نبی سابق کو
بھی بر تقدیر موجود ہونے اُسکے نبی لاحق کی شریعت کے زمانہ میں اپنا شرع چھوڑ کر شرع لاحق
کے ساتھ عملدرآمد کرتا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو
اُس کو بھی بغیر میری شریعت کے عملدرآمد کرنا جائز نہ ہوتا اور اس عملدرآمد کے تغیر و تبدل سے وہ نبوت
کا بطون جس کو قرب الٰہی و عند اللہ معزز ہونا لازم ہے ہرگز متغیر نہیں ہوتا۔ کیا یہ خیال کیا جا سکتا
ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف نماز
پڑھنے کی اجازت دی اور بعد اس کے جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو
آپ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ اس قدر و منزلت سے جو آپکو پہلے بارگاہ خداوندی
میں حاصل تھی معزول کئے گئے ہرگز نہیں۔ الحاصل بطون نبوت مع لازم اپنے کے جو قرب
ہے کبھی انبیاء و رسل سے زائل نہیں ہوتا بخلاف ظہور نبوت و تبلیغ شرائع اپنے کے کہ یہ محدود
ہے تا ظہور نبوت نبی لاحق کے اور نبوت و رسالت انبیاء سابقہ کا بطون گو کہ دائمی ہے
مگر چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے اُن کو ملا ہے۔ لہذا خاتم
النبیین کی مہر کو اگر سارے انبیاء دنیا میں آپکے بعد آجائیں تو بھی نہیں توڑ سکتے اور یہی
مطلب ہے قاضی بیضاوی کا اس قول سے کہ (مع انه آخر من نبئ) اس تشریح سے
ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ نزول مسیح کو آیۃ خاتم النبیین کے منافی سمجھنا اور کل
امت مرحومہ کو بلکہ آنحضرت صلعم کو بھی اس منافات سے بیخبر خیال کرکے اپنی قرآن دانی پر
نازاں ہونا کس حد تک جہالت مرکبہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تنازعہ اس مسئلہ میں
(کہ نزول مسیح مع وصف النبوت ہوگا یا بدوں اسکے) تنازعہ لفظی ہے یعنی جنہوں نے مع
وصف النبوۃ کہا ہے مراد ان کی بطون نبوت کا ہے اور جنہوں نے بدون النبوت

کہا ہے اُنہوں نے ظہور نبوت کا لیا ہے۔ بمضمون ہذا میں اگر جناب مولوی[1] صاحب ذرا غور
فرماویں تو شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ ذیل پر معترض نہ ہونگے۔ مسیح بن مریم دیگر
انبیاء کی نبوت اور رسالت چونکہ محدود بحد ظہور نبی پچھلے کے ہوتی ہے۔ شمس الہدایہ
صفحہ ۲۲ سطر ۲۲ اسی صفحہ کی سطر ۲ میں عبارت ہذہ (بعد نزول در رنگ آحاد اُمت
ہی اُتریں گے) پھر جناب موصوف کا دوسرا[2] اعتراض آپ فرماتے ہیں (بعد النزول) اور
پھر (اُتریں گے) یہ تکرار کیسا؟ جواباً گذارش ہے کہ عبارت مسطورہ میں (در رنگ آحاد اُمت)
ظرف لغو ہے متعلق بہ (اُتریں گے) پس (اُتریں گے) مقید ٹھہرا بہ نسبت نزول کے۔ اور ظاہر ہے
کہ تقیید بعد المطلق ہی ہوا کرتا ہے۔ وراجع بہ فرق الطلق و تقیید تکرار کچھ نہیں۔ ثانیاً معروض
ہے کہ بالفرض اگر تقیید مذکور بھی نہ ہوتی اور صرف (بعد النزول اُتریں گے) ہوتا تو بھی چونکہ
اخبار بالمشتق فرع ہے قیام مبدا کیلئے لہٰذا صدق (اُتریں گے) کا بعد تحقق النزول ہی ہوگا۔
شمس الہدایہ کے صفحہ ۲۲ میں عبارت ہذہ (اور وہ انبیاء سابقہ بھی الخ) پر جناب
کا تیسرا[3] اعتراض یعنی قولہ تعالیٰ (انہم میتون) میں مرجع ہم کا انبیاء نہیں بلکہ
مشرکین ہیں۔ بجواب اس کے گذارش ہے کہ یہاں پر قضیہ المساواۃ بسوق الکلام
علی طرز استدلال الخصم ہے۔ استدلال خصم کی تقریر (انک میت) میں مرجع ضمیر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں صراحتہً اور باقی انبیاء دلالۃً اور (انہم میتون) میں مشرکین صراحتہً باقی
کفار دلالۃً پس نبی وغیر نبی مرجع ٹھہرا بوجہ تقابل کے دلالۃ اول فریق میں نبی وغیرہ فی الموت۔
پس اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ سے باقی انبیاء کی موت منجملہ جن کے مسیح بھی ہے ثابت

(محشی خیرخواہ عفی عنہ) ملہ مولوی صاحب سے مولوی عبد اللہ صاحب مراد ذی فضل ہیں۔ کیا خوب بڑی نعمت کا
شکریہ ہے جو کہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کی جناب سے آپ لوگوں پر ہوا تھا جبکہ کادیانی نے بذریعہ اشتہار سب سجادہ نشینوں
کو مقابلہ کیلئے بلایا تھا۔ اس وقت تو سب عالم مراقبہ میں خاموش رہے یہ مناسب تھا بلکہ اگر آپکو کسی جگہ بوجہ کم
علمی کے شک پیدا ہوتا تو براہ راست گولڑوی صاحب سے زبانی یا کتابی اپنے شک کو رفع کراتے۔ تعجب ادھر تو یہ لفاظیت
جو کہ ذکر کرنے سے محروم۔ کچھ اور ادھر سجادہ نشینی در بیعت کو ہر وقت مریدوں میں بیٹھ کر دم مارے۔ کہ کچھ
دیگرے نیست۔ ... آپ خود ہی پشیمان ہونگے۔ سہ چہ کار کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۱۲

علی کرم اللہ وجہہ باوجود شان (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) کے فرماتے ہیں:۔
الا وانی لست بنبی ولا یوحیٰ الی الخ ازالۃ الخفاء ص۲۳ پھر اسی صفحہ ۱۴ کی سطر ۸ پر فرماتے
ہیں (اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس
نام سے اُس کو پکارا جائے. اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں
کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔
اقول مجھ کو اپنے اوقات عزیزہ کے تضیع پر جو ایسے جاہلانہ اشتہارات کی تردید میں ہو
رہی ہے نہایت رنج و افسوس آتا ہے۔ مگر کیا کروں بعض احباب نے مجبور کیا ہے۔ اللھم لک الحمد
والیک المشتکیٰ وانت المستعان ولا حول ولا قوۃ الا بک عن عائشۃ عن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول قد کان یکون فی الامم قبلکم محدثون
فان یکن فی امتی منھم احد فان عمر بن الخطاب منھم۔ مسلم۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ کو (جن کی ہمیت پر ایک عالم کا اتفاق ہے) اس حدیث
میں محدث کا لقب عطا فرمایا۔ شائد بزعم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو محدث کے
لفظ کا ٹھیک لغوی معنے معلوم نہیں ہوا۔ ورنہ محدث نہ فرماتے (العیاذ باللہ) اور شاہ ولی اللہ
رحمہ اللہ مقصد دوم ازالہ میں لکھتے ہیں۔ کہ واما الشبہ در زیادت قوت علمیہ پس وجہ او اند بود
کہ کسی را از امت محدث وملہم فرمائیند تا بعض بروق عجیب شعاع خود را در دل وی اندازند
تحدیث کا معنے لغت کے رُو سے چونکہ کسی کے ساتھ بات کرنے کا ہے لہذا الہام پانے والے
کو بھی مُحَدَّث کہا گیا جیسے کہ وہ شخص جس کو کوئی بات بتادی گئی ہو واقعی خبر دیتا ہے ایسا ہی یہ
ملہم بھی ٹھیک ٹھیک پتہ دیتا ہے۔
اب دیکھو عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مُحَدَّث نام فرمایا اور (نبی) کا لقب نہیں دیا۔
اس حدیث کے رو سے بھی (نبی) اور رسول کے لقب کی اجازت بعد آپ کے
کسی کو نہیں ملتی۔ جیسا کہ حدیث (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ
لا نبوۃ بعدی) اور ایسا ہی حدیث یعنی قول علیؓ کا الا وانی لست بنبی ولا یوحیٰ
الی۔ اجازت نہیں دیتے۔ یعنی میں نبی نہیں ہوں اور نہ میری طرف وحی کیا جاتا ہے

علی کرم اللہ وجہہ اور ایسا ہی عمرؓ کے مکاشفات و اخبارات تھے جن پر تاریخ اور کتب سیر شاہد ہیں وحی نہیں کیا گیا اور نہ ان کے سبب سے اُن کو (نبی) کہلوانے پر جرأت ہوئی۔ بلکہ جب دیکھا کہ ہمارے مکاشفات و اخبارات اور بیان حقائق و معارف قرآنیہ کے باعث سے لوگ ہم کو نبی اور موحیٰ الیہ سمجھیں گے۔ تو جھٹ اُن کے غیر واقعی خیال کا ازالہ فرمایا اور تنبیہاً کلمہ (الا) کیساتھ کہا کہ الا فانی لست بنبی و لا یوحیٰ الیّ۔ اور آج قادیانی صاحب اسی اشتہار کے اسی صفحہ ۱۳ اور سطر ۲۶ پر لکھتے ہیں۔ اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کے اس کھلے کھلے وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔

اقول

آپ کی صداقت اور حلفی بیان کو آپ کا کشف والہام وحی ظاہر کر رہا ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام ص ۷۶؛ س ۱۳ پر آپ لکھتے ہیں۔ اسجگہ مجھے یاد آیا ہے کہ جس روز وہ الہام مذکورہ بالا جسمیں قادیان میں نازل ہونیکا ذکر ہی ہوا تھا اس روز کشفی طور پر میں نے دیکھا کہ میرے بھائی صاحب مرحوم مرزا غلام قادر میرے قریب بیٹھ کر باآواز بلند قرآن شریف پڑھ رہے ہیں۔ اور پڑھتے پڑھتے انہوں نے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان تو میں نے سنکر بہت تعجب کیا کہ قادیان کا نام بھی قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے تب انہوں نے کہا کہ یہ دیکھو لکھا ہوا ہے تب میں نے نظر ڈال کر جو دیکھا تو معلوم ہوا فی الحقیقت قرآن شریف کی دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہی الہامی عبارت لکھی ہوئی موجود ہے تب میں نے دل میں کہا کہ ہاں واقعی طور پر قادیان کا نام قرآن شریف میں درج ہے الخ۔

اقول

ناظرین خدا را انصاف احادیث نبویہ کو کترنے والے بھلا وہ علماء اور مولوی جو مخالف قادیانی
کے ہیں ہوسکتے ہیں ہرگز نہیں کیونکہ انہوں نے تو احادیث نزول مسیح و خروج دجال و ظہور
مہدی کو بسند متصل صحیحین کے مطابق تسلیم کیا ہوا ہے اگر اس تسلیم کا نام قطع و برید اور کترنا ہو
تو چاہیئے تھا کہ قرون ماضیہ میں ہر صدی کے سر پر جو مجدد گذرے ہیں ان کو بذریعہ کشف و
الہام سمجھایا جاتا کہ تم خود بھی اور دوسروں کو بھی اس عقیدہ سے (کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ
آسمان سے اتریگا۔ یا کہ دجال ایک شخص معین ہوگا اور ایسا ہی امام مہدی فاطمی ہوگا یعنی اولاد
فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے) باز آؤ اور رد کرو اور میرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو
مت کترو۔ بلکہ غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی موعود ظاہر ہوگا۔ سو ناظرین کو معلوم
ہے کہ آج تک سب اہل اسلام اور مجددین اُمت کے عیسےٰ بن مریم کو بعینہ بغیر مثیل اُس کے
آسمان سے اترنیوالا مانتے آئے ہیں۔ اور ایسا ہی دجال شخصی اور مہدی فاطمی کو احادیث
کی مدد سے ثابت مانتے آئے ہیں اور کسی کو اس عقیدہ کے بارہ میں اختراعی الہام نہیں ہوا لہذا اس
الہامی عبارت مندرجہ بالا میں جو چوہوں سے مراد علماء مخالفین قادیانی نہیں ہوسکتے بلکہ اس سے
مراد وہی مولوی صاحبان ہیں جنہوں نے قادیان میں جا کر ڈیرے ڈالے اور جھونپڑیاں بنالیاں
میں قادیانی صاحب کے ہم پیالہ ہم نوالہ ہو کر احادیث کو کترنا شروع کیا تاکہ نیا عقیدہ درست کیا
جاوے۔ الہامی عبارت کا منشا یہ ہوا کہ قادیانی صاحب کو اللہ تعالیٰ اطلاع دیا فرماتا ہے
کہ میری عبادت گاہ یعنی یہ مسجد یا بیت الذکر یا یوں سمجھو قلب تمہارا جو ان مولویوں تمہارے
کے جمع ہونے سے بیت میری عبادت کی جگہ تھی اب بحکم فبئس القرین یا بحکم مقولہ سعدی رح

بیت۔ خیالات نادان خلوت نشین ٭ بہم بر کند عاقبت کفر و دین

عبادت کی جگہ نہیں رہی۔ بلکہ تمہارے مولویوں نے اپنا اپنا اصلی وطن چھوڑ کر اسی مسجد
کا ذیلی حصہ بنا لیا (یعنی متصل ہوگئے) اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی احادیث کو کترنا
شروع کیا یا تیرے قلب میں اپنے اصول اور اختراعات شیطانیہ گھس گئے کہ میری عبادت
کا نشان بھی نہ رہا۔ اس الہام کا یہ معنی کیسے صاف طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے بخلاف ان معنی

جو قادیانی صاحب نے لکھا ہے۔ اسی کے ذریعہ نقل الہام مذکور لکھتے ہیں (علماء زمانہ سے مراد
اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں)

اقول

یہ قادیانی صاحب کا تعصب یا جہالت ہے۔ الہام مذکور کے معنی کو نہیں سمجھے۔ کیونکہ زمانہ حال کے وہ علماء جو آپ کے مخالف ہیں وہ تو ہرگز اس الہام کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اس کا مصداق وہی ہیں جنہوں نے اپنی اوطان مالوفہ کو چھوڑ کر قادیانی کی مسجد کے پاس فرودگاہ کرکے گھر بنا لئے۔ اور قادیانی صاحب کے ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو گئے۔ انہیں کی کھوکھلیاں (دل) قادیانی کی مسجد میں ہیں۔ بخلاف ان علماء کے جو قادیان نہیں پہنچے۔ کیونکہ ان کی کھوکھلیاں (دل) اپنے اپنے گھروں میں رکھی ہوئی ہیں۔ قادیانی صاحب اگر بنظر انصاف دیکھیں تو یہ الہام نہایت وضاحت سے ان کو اور ان کے مولویوں کو احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے کترنے سے روک رہا ہے۔ مگر من یھدی اللہ فلا مضل له ومن یضلله فلا ھادی له کا حکم فی جمیع الازمنہ ہے۔

سوال

کیا گذشتہ زمانہ میں بھی ایسے لوگ گذرے ہیں جن کو ایسے الہامات و مکاشفات درپیش آئے ہوں اور انہوں نے بناء بر ان الہامات کے اپنے تئیں عیسیٰ بن مریم وغیرہ یقینی طور پر سمجھ رکھا ہو۔

الجواب

ہاں ایسے لوگ گذرے ہیں۔ مگر ان کو ساتھ عنایت الٰہیہ اپنے شیخ کے برزخ میں غالباً اور بغیر اسکے گاہے ان جاہلانہ دعاوی سے جو برخلاف ہوں کتاب و سنت کے ہٹاتی رہی الا ماشاء اللہ۔ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ فتوحات کے باب ۴۱ میں فرماتے ہیں۔

والذی نعتقده فیهم ان الشیخ عبارة عمن جمع جمیع ما یحتاج الیه المرید السالک فی حال تربیته وکشفه الی ان ینتهی الی الاهلیة للشیخوخة وجمیع ما یحتاج الیه المرید اذا مرض خاطره وقلبه بشبهة وقعت له لا یعرف خلاصه من سقمها کما وقع لسهل فی سجود القلب وکما وقع لشیخنا حین قیل له انت عیسی بن مریم فقال ویداوی الشبه بما ینبغی

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کو بھی یہ شبہ واقع ہوا تھا اور اس کو اس الہام نے کہ
(تو عیسیٰ بن مریم ہے) دھوکا دیا تھا۔

سوال

کیا قادیانی صاحب کو بھی اہل اللہ کی طرح یہ شبہ واقع ہوا ہے یا مفتری علی اللہ ہیں؟

جواب

جہاں تک ان کے دعاوی و مضامین کی اصلاح ہو سکتی ہے دریغ نہیں کیا جاتا مگر تاہم بعض
الہامات ان کے مفتری کہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ چنانچہ الہام ارادہ قتل محمد سعید کے
بارہ میں (یعنی میں ان کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں) اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان کا اپنا
اجتہاد اور استنباط (جو الہامی کلام سے کر لیتے ہیں) وہ بالکل تلبیس ابلیس اور شیطانی دھوکا
ہے۔ چنانچہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق الخ کے الہام سے اپنے
کو رسول قرار دے لیا ہے اور چند مکاشفات و الہامات مخترعات کے ذریعہ سے جو خود ہی اپنے
کاذب ہونے پر صریح شہادت دے رہے ہیں مثلاً انا انزلناه قریبا من القادیان (قادیان
کا قرآن میں لکھا ہوا دیکھنا) ان کو دھوکا ہو رہا ہے اور اس استشہاد میں آیت فلا یظهر علی
غیبه احدا الا من ارتضی من رسول سے متمسک ہو کر یہ نتیجہ نکال لیا کہ میں نبی و رسول
ہوں۔ حالانکہ ازالہ اوہام میں خود بحث دجال کی شان میں کہا ہے کہ حضرت ملہم نبی نہ تھا
نبی نہیں تھا اس کے بارہ میں اس مسئلہ الہام نے کام نہ دیا۔ شاید ان کا یہ [illegible] الہام
سے سچا ہو گا۔ الغرض اکثر الہامات ان کے تو کاذب ہونے کی وجہ سے ان کو مفتری علی اللہ
قرار دیتے ہیں اور بعض الہامات گو کہ فی نفسہا صحت رکھتے ہیں مثل آیات قرآنیہ مگر ان
سے الٹا نتیجہ نکالنے کے باعث سے ان پر پوری جہالت کا دھبہ لگاتے ہیں اور صریح
تلبیس ابلیس ہونے میں بھی کوئی شک نہیں رہتا۔ بھلا ممکن ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم علی کرم اللہ وجہہ جیسے شخص کو (جس کے مکاشفات و الہامات کے صادق ہونے پر تاریخ
شہادت دیتی ہے) (لا انه لا نبوة بعدی) فرما کر (نبی غیر مشرع) کے لقب سے بھی
مایوس فرما دیں اور آیت (فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول)
کا مطلب العیاذ باللہ سمجھ میں نہ آئے کہ اس آیت سے متمسک ہو کر علی کرم اللہ وجہہ کو

میزان شرعی کو اپنے دائیں ہاتھ سے نہ چھوڑتے اور آپ کے فرمان پاک (الا انہ لا نبوۃ بعدی)
کو زیر توجہ رکھتے تو اس مکر الٰہی اور استدراج سے محفوظ رہتے۔ اب میزان شرعی کو چھوڑ دینے
کی وجہ سے ابن صیاد کے شریک رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ہم کو بھی میزان شرعی کے محکم
پکڑنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ابن صیاد کا مادہ صرف اخبار غیبی کا تھا۔ قادیانی صاحب
استنباط و اجتہاد کے رو سے اُس سے سبقت لے گئے ہیں۔

(۴) الہامات شیطانیہ انسیہ جن کو کسی آدمی پڑھے ہوئے نے اس کے قلب میں ڈال دیا ہے

(۵) الہامات شیطانیہ جنیہ۔

(۶) الہامات شیطانیہ معنویہ جن کا ذکر فتوحات کی عبارت مسطورہ ذیل میں مندرج ہے۔
قال الشیخ الاکبر قدس سرہ فی الباب الخامس والخمسین اعلم ان الشیطان
شیطانان قسم معنوی وقسم حسی ثم ینقسم الحسی من ذلک علی قسمین شیطانی
انسی وشیطانی جنی یقول اللہ تعالیٰ شیاطین الانس والجن یوحی بعضہم الی
بعض زخرف القول غرورا ولو شاء ربک ما فعلوہ فذرہم وما یفترون فجعلہم
اثنین لافتراء علی اللہ وحدث فیما بینہما شیطان معنوی۔ یعنی شیطان
جنی اور انسی کے بیچ میں تیسرا شیطان معنوی پیدا ہو جاتا ہے وذلک ان شیاطین الجن و
الانس اذا القی من القی منہم فی قلب الانسان امرا ما یبعدہ عن ربہ فقد یلقی
امرا خاصا وہو خصوص مسئلۃ بعینہا یعنی کبھی شیطان انسان کے دل میں ایک خاص
شخصی مضمون ڈال دیتا ہے (مثلاً تو مسیح موعود ہے) او قد یلقی امرا عاما ویترک فان کان
امرا عاما فتح لہ فی ذلک طریقا الی امور لا یتفطن لہا الجنی ولا الانسی یتفطن
فیہا ویستنبط من تلک الشبہ امورا اذا تکلم بہا تعلم ابلیس منہا فتلک الوجوہ التی
تنفتح لہ فی ذلک الاسلوب العام الذی القاہ الیہ شیطان الانس او شیطان
الجن تسمی الشیاطین المعنویۃ لان کلا من شیاطین الانس والجن
یجہلون ذلک یعنی کبھی ایک امر قاعدہ کے طور پر شیطان انس کے دل میں ڈالتا
ہے۔ اور پھر کھول دیتا ہے ذہن فاسد اور استدلالات کاسدہ کا دروازہ جن کو

شیطان معنوی کہا جاتا ہے۔ مثلاً جس شخص پر امور غیبیہ منکشف ہوں تو وہ شخص نبی اور رسول
ہے گو کہ آنحضرت صلعم کے بعد ہی ہو۔ وما قصد وہ علی التعیین وانما ارادوا بالقصد
الاول فقد ھذا الباب علیہ لانہ علموا ان قوتہ وفطنتہ تزید فی التصرفیہ
فینفتح لہ من المعانی امھالکثیرہ ما لا یقدر علی ردہ بعد ذلک وسبب ذلک
القصد الاول فانہ اتخذہ اصلا صحیحا وعول علیہ فلا یزال التفرع فیہ
یسوقہ حتی تخرج بہ عن ذلک الاصل وعلی ھذا جری اھل البدع ولا شک ان
الشیاطین القت الیہم اصلا صحیحا لا یشکون فیہ ثم طرأت علیہم
التلبیسات من عدم الفھم حتی ضلوا فینسب ذلک الی الشیطان بحکم
الاصل وما علموا ان الشیطان فی تلک المسائل تلمیذھم یتعلم منہم۔

حاصل عبارت ہذا کا یہ ہے کہ جس شخص کو شیطان جنی بہکانا چاہتا ہے تو کبھی ایک مضمون خاص
شخصی اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ اور کبھی مضمون عام۔ اور یہ معاملہ اسی کے ساتھ کرتا
ہے جس کا مادہ مالیخولیا نہ ہو۔ پھر وہ شخص طرح طرح کے استنباط و آفتہ واستدلالات و براہین
نئے نکالتا ہے، جن میں مشاقی کی وجہ سے شیطان بھی اسکی شاگردی پر نازاں ہوتا ہے
مضمون خاص مثلاً (تو مسیح موعود ہے) قادیانی سے پہلے بھی یہی مضمون کئی ایک لوگوں کو
القا ہو چکا ہے۔ چنانچہ ابھی اوپر بحوالہ فتوحات ذکر کیا ہے۔ مگر ان لوگوں کو اپنے مشائخ
کی ہدایات سے اور میزان شرعی کے التزام سے اللہ جل شانہ نے محفوظ کر لیا کما قال سبحانہ
وتعالی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان۔ مضمون عام مثلاً (جسم ثقیل کا بالطبع میلان
مرکز خاک ہی کی طرف ہوتا ہے) یا مثلاً (جس شخص کو غیب کی خبریں معلوم ہو جائیں وہ نبی
اور رسول ہے گو کہ بعد آنحضرت صلعم کے ہی ہو) یا مثلاً (میں نے آسمان اور زمین نئے پیدا
کئے اور جو کوئی زمین و آسمان کو پیدا کرے وہ اللہ ہوتا ہے۔ لقولہ تعالی ھل من خالق
غیر اللہ) یا مثلاً (میں سمیع و بصیر ہوں۔ اور سمیع بصیر بجز خدا کے دوسرا نہیں لقولہ تعالی
انہ ھو السمیع البصیر۔ پس میں بھی خدا ہوں) وغیرہ وغیرہ جو قادیانی صاحب اور ہی
صاحب کی تالیفات سے بہت اور ارزاں مل سکتے ہیں نعتا [illegible] بلکہ آنحضرت صلعم کے

العق و الحزن کی امت مرحومہ کو انعام دیا جاوے کما فی ازالہ اوہام و ایام الصلح وغیرہ وغیرہ۔ اور عیسیٰ بن مریم کو مکار و فریبی اور ان کی تین دادیوں اور نانیوں کو زناکار کسبی عورتیں لکھا جاوے۔ کما فی ضمیمہ انجام آتھم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کشف غیبی شب معراج والے کو غیر واقعی اور آپکو مدت عمر شریف تک باقی علی الخطا قرار دیا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ قال اللہ تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس۔ قال ابن عباس رؤیا عین معراج کا قصہ سنکر جو لوگ اہل مکہ سے مرتد ہوئے تھے ان کے بارہ میں فتنۃ للناس فرمایا گیا۔ قادیانی مشن کے لوگ بھی بوجہ انکار معراج جسمی اور رویتہ عینی کے فتنۃ للناس کا مصداق ہیں حضرت عائشہؓ کے قول کا ذکر عنقریب اس کتاب میں آویگا۔

(سوال)

امام عبد الوہاب شعرانی اپنی کتاب میزان کبریٰ کے صفحہ ۳ میں فرماتے ہیں۔ کہ صاحب کشف مقام ایقان میں مجتہدین کے مساوی ہوتا ہے اور کبھی بعض مجتہدین سے بڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ اسی چشمہ سے چلو بھرتا ہے۔ جس سے شریعت نکلتی ہے۔ اور پھر امام صاحب اسی جگہ یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ صاحب کشف ان علوم کا محتاج نہیں ہوتا جو مجتہدین کے حق میں انکی صحت اجتہاد کے لئے شرط ٹھہرائے گئے ہیں۔ اور صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک ثبوت حدیث کی مانند ہے۔ پھر صفحہ ۴۴ میں فرماتے ہیں کہ بعض حدیثیں محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہیں مگر اہل کشف کو انکی صحت پر مطلع کیا جاتا ہے جیسا کہ اصحابی کالنجوم کی حدیث۔ پھر صفحہ ۴۶ میں فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی دلیل عقلی یا نقلی نہیں ہے کہ اہل کشف کو رد کریں کیونکہ شریعت خود کشف کی مؤید ہے۔ پھر صفحہ ۴۸ میں فرماتے ہیں کہ بہتیرے اولیاء اللہ سے مشہور ہے کہ وہ آنحضرت صلعم سے عالم ارواح میں یا بحالت کشف ہم مجلس ہوئے اور ان کے آنحضرت صلعم نے بعض حدیثوں کی صحت کو تسلیم کیا۔ پھر امام شعرانی صاحب نے ان لوگوں کے نام لئے ہیں جن میں سے ایک امام جلال الدین سیوطی بھی ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ورق جلال الدین سیوطی کا دستخطی ان کے صحبتی شیخ عبد القادر شاذلی کے پاس پایا جو کسی شخص کے نام خط تھا جس نے ان سے بادشاہ وقت کے پاس سفارش کی درخواست کی تھی سو امام صاحب نے

اس کے جواب میں لکھا تھا کہ میں آنحضرت صلعم کی خدمت میں تصحیح احادیث کے لئے جن کو محدثین ضعیف کہتے ہیں حاضر ہوا کرتا ہوں چنانچہ اس وقت تک پچھتر دفعہ حالت بیداری میں حاضر خدمت ہو چکا ہوں۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میں بادشاہ وقت کے پاس جانے کے سبب اس حضوری سے رک جاؤنگا تو قلعہ میں جاتا اور تیری سفارش کرتا۔

شیخ محی الدین عربیؒ نے جو فتوحات میں اس بارہ میں لکھا ہے اس میں سے لبطور خلاصہ یہ مضمون ہے کہ اہل ولایت بذریعہ کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام پوچھتے ہیں اور ان میں سے جب کسی کو کسی واقعہ میں حدیث کی حاجت پڑتی ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور آنحضرت صلعم جبرائیل سے وہ مسئلہ جسکی ولی کو حاجت ہوتی ہے پوچھ کر اس ولی کو دیتے ہیں یعنی ظلی طور پر وہ مسئلہ بنزول جبرائیل منکشف ہو جاتا ہے۔ پھر شیخ ابن عربی نے فرمایا ہے کہ ہم اس طریق سے آنحضرت صلعم سے احادیث کی تصدیق کرا لیتے ہیں۔ بہتیری حدیثیں ایسی ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں اور ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ اور بہتیری حدیثیں موضوع ہیں اور آنحضرت صلعم کے قول سے بذریعہ کشف صحیح ہو جاتی ہیں۔

اور فتوحات مکیہ میں ابن عربی صاحب نے فرمایا ہے کہ اہل ذکر و خلوت پر وہ علوم لدنیہ کھلتے ہیں جو اہل نظر و استدلال کو حاصل نہیں ہوتے اور یہ علوم و اسرار و معارف انبیاء و اولیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جنید بغدادیؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے تیس سال اس درجہ میں رہ کر یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ اور ابو یزید بسطامی سے نقل کیا ہے کہ علماء ظاہر نے علم مردوں سے لیا ہے اور ہم نے زندہ سے جو خدا تعالیٰ ہے۔ تم کلامہ۔ تو بموجب شہادت نقول بالا ممکن ہے کہ قادیانی صاحب نے بھی بذریعہ کشف کے آنحضرت صلعم سے پوچھ کر مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہو اور احادیث نزول کے معانی ماؤلہ حسب اجازت آنحضرت صلعم کے بیان کئے ہوں۔ اور اپنے دعوے کے اثبات میں وہ احادیث جنکو علماء ظاہر ضعاف میں سے شمار کرتے ہیں آنحضرت صلعم سے صحیح کر لی ہوں اور احادیث صحیحہ عند العلماء کو تعلیم نبوی سے غیر صحیح سمجھ لیا ہو۔

لہ سطر سے لیکر یہاں تک ازالہ اوہام کی عبارت ہے۔ ۱۲ منہ

جواب

اقول چونکہ عبارت منقولہ بالا تم کلام تک ازالہ کے صفحہ ۱۴۹ سے ۱۵۳ تک کی ہے۔ لہٰذا قادیانی
صاحب کو جلال الدین سیوطی اور شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ کے کشفی فیصلہ کے تسلیم کرنے
میں کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ سو گذارش ہے کہ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ اور علامہ
سیوطی بھی اور ایسا ہی شیخ محمد اکرم صابری صاحب کتاب اقتباس الانوار (جس کو عالم
کشف میں آنحضرت صلعم نے اور خلفاء اربعہ و سیدنا ابی محمد عبد القادر جیلانی و سیدنا خواجہ
خواجگان معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رضی اللہ عنہم نے مقبول فرمایا) نزول عیسیٰ بن مریم بعینہ
کے قائل ہیں۔ بلکہ کل اہل کشف و شہود کا اسی عیسیٰ بن مریم بعینہٖ نہ مثیلہ کے نزول پر اتفاق
ہے۔ اور ایسا ہی معراج جسمی آنحضرت صلعم پر بھی۔ حضرت محی الدین بن عربی قدس سرہٗ فتوحات
کے باب ۳۶۷ پر حدیث معراج میں فرماتے ہیں۔ فلما دخل اذا بعیسیٰ علیہ السلام
بجسدہ عینہ فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الی ھذہ السماء واسکنہ بھا
وحکمہ بھا وھو شیخنا الاول الذی رجعنا علی یدیہ ولہ بنا عنایۃ عظیمۃ لا
یغفل عنا ساعۃ واحدۃ الخ یعنی آنحضرت صلعم نے شب معراج میں عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ
بجسدہ العنصری پایا کیونکہ وہ ابتک مرا نہیں الخ۔ اور نیز فتوحات کے باب ۷۳ میں لکھتے
ہیں۔ ابقی اللہ بعد رسول اللہ من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار
الدنیا ثلثۃ وھم ادریس علیہ السلام بقی حیا بجسدہ واسکنہ اللہ فی السماء
الرابعۃ والسموات السبع ھن من عنصر الدنیا لبقائہا الی ان قال وابقی فی الارض ایضاً
الیاس و عیسیٰ وکلاھما من المرسلین الخ اور علامہ سیوطی کی تفسیر در منثور ملاحظہ ہو احادیث
سیدنا عیسیٰ بن مریم کا نزول اخیری زمانہ میں اور بعد اس کے مدفون ان کا روضہ منورہ میں علی
صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ثابت فرماتے ہیں۔ اکثر احادیث در منثور کی شمس الہدایہ میں لکھی گئی ہیں
اور حدیث برثملا وصی عیسیٰ بن مریم کی فتوحات کی جلد اول میں ملاحظہ ہو جو شمس الہدایت
میں لکھ چکا ہوں۔ اور اس رسالہ میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ کسی جگہ نقل کی جاوے گی۔ جس سے
چار ہزار صحابی کا اجماع اسی عیسیٰ بن مریم بعینہ لا مثیلہ کے نزول پر پایا جاتا ہے۔

اور شیخ محمد اکرم صابری نے اقتباس الانوار کے صفحہ ۲۵ پر بروزی نزول کی تضعیف فرماتے ہیں۔
چنانچہ لکھتے ہیں (و بعضی برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است
مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم ولیکن این مقدمہ بغایت ضعیف است)
پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۷ پر لکھتے ہیں۔ (یک فرقہ برآں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسیٰ ابن
مریم است و این روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسیٰ ابن مریم
با او اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین برایں متفق اند چنانچہ شیخ محی الدین
ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکی مفصل نوشتہ است کہ مہدی آخر الزمان از آل رسول
صلی اللہ علیہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ظاہر شود۔ انتہی۔

قادیانی صاحب نے اس مقام پر بڑی چالاکی اور دھوکہ سے کام لیا ہے۔ آپ اپنی تالیف
ایام الصلح فارسی کے صفحہ ۱۸۰ پر اپنے دعویٰ کی تائید کیلئے شیخ محمد اکرم صابری صاحب کو بایں
صفت موصوف کر کے (شیخ محمد اکرم صابری کہ از اکابر صوفیا متاخرین بودہ اند) عبارت ذیل
نقل کرتے ہیں کہ (و بعضی برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں
بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم) لیکن شیخ محمد اکرم
قدس سرہ کا قول ہذا (و این مقدمہ بغایت ضعیف است) حذف کر دیتے ہیں تاکہ
ہمارے دعوے کی تردید محمد اکرم صاحب کے ہی قول سے نہ ہو جائے۔

الغرض کل اہل کشف و شہود مطابق احادیث صحیحہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے نزول در
نیز امام مہدی کے ظہور پر صدق سے متفق ہیں۔ ایسا ہی [illegible] آنحضرت صلعم نے [illegible]
قادیانی صاحب کا مہدی ہونا بڑی روشن دلیل ہے اُس کے کاذب ہونے پر کیونکہ ان لوگوں
کو کشف [illegible] حدیث کے [illegible] معلوم ہوا ہے اور نیز معلوم ہوا کہ جو لوگ [illegible]
علی بینۃ من ربہ [illegible] اور کشف [illegible] کہ [illegible] ہیں [illegible] کشفی [illegible] ایک امر کے بارے
میں ایک ہی مطابق [illegible] متفق ہوتا ہے۔ کما قال [illegible]
ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا

رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ظاہر ہو گی اوس وقت جب پیشینگوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جاویں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے۔ اور بعض بہرے سننے لگیں گے (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸) پھر فرماتے ہیں میں حیران تھا۔ کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنیکا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیشینگوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں آجکی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اُٹھانے کیلئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھکو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کریگا ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اُس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ حوالہ مذکور) اس پیشینگوئی کا مضمون بالکل صاف ہے یعنی ڈپٹی آتھم جس نے مسیح کو خدا بنایا ہوا ہے اگر عزت کی موحد مسلم نہ ہوا تو عرصہ پندرہ ماہ میں مرجائیگا اور ہاویہ میں گرایا جاویگا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اسلام اگرچہ اپنی صداقت میں ایسے مدد کا محتاج نہیں لیکن تاہم مرزا جی سے منی لفین سے اسلام پر دھبہ لگوایا۔ اس پیشینگوئی کے متعلق مرزا جی نے جو جو حیرت انگیز تاویلیں کی ہیں اُنکی تردید اس پیشینگوئی کے الفاظ ہی سے ظاہر ہے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنے رسالہ (الہامات مرزا) میں وہ تردید لکھی ہے کہ جس سے بڑھکر متصور نہیں اور یہ پیشینگوئی مع زناٹر اُسی رسالہ سے نقل کی گئی ہے۔

چٹھی

اسجگہ پر نقل کرنا اُس چٹھی کا جو خانصاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ نے آتھم والی پیشینگوئی کے خاتمہ پر بھیجی تھی۔ ضروری ہے۔ تاکہ مسلمانوں پر صداقت پیشینگوئیوں مرزا جیو کی بخوبی ظاہر ہو جاوے اور مرزا جی کے بیعت اللہ میں حلف اُٹھانیکا دھوکا نہ کھائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولینا مکرم سلمکم اللہ تعالی ! السلام علیکم ! آج ۶ ستمبر ہے اور پیشینگوئی کی میعاد مقررہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ گو پیشینگوئی کے الفاظ کچھ ہی ہوں لیکن آپ نے جو الہام

کہ پیشینگوئی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ لڑکے کی پیشینگوئی میں تفاول کے طور سے ایک لڑکے
کا نام بشیر رکھا وہ مر گیا۔ تو اس وقت بھی غلطی ہوئی۔ اب اس معرکہ کی پیشینگوئی کے اصلی مفہوم
کے نہ سمجھنے نے تو غضب ڈھا دیا۔ اگر یہ کہا جاوے کہ اُحد میں فتح کی بشارت دی گئی تھی۔
آخر شکست ہوئی تو اس میں ایسے زور سے اور قسموں سے معرکہ کی پیشینگوئی نہ تھی۔ اور اس
میں لوگوں سے غلطی ہو گئی تھی اور آخر پھر جب مجتمع ہو گئے تو فتح ہوئی۔ کیا کوئی ایسی نظیر ہے
کہ اہل حق کو (بالمقابل کفار کے) ایسے صریح وعدے ہو کر اور معیار حق و باطل ٹھہر کر ایسی شکست
ہوئی ہو۔ مجھ کو تو اب اسلام پر شبہے پڑنے شروع ہو گئے۔ لیکن الحمد للہ کہ ابتک جہانتک غور
کرتا ہوں اسلام بالمقابل دوسرے ادیان کے اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن آپ کے دعاوی کے
متعلق تو بہت ہی شبہ ہو گیا۔ پس میں نہایت بھرے دل سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اگر سچ
سمجھے ہیں تو خدا کرے کہ میں آپ سے علیحدہ نہوں۔ اور اس زخم کیلئے کوئی مرہم عنایت فرمائیں
جس سے تسلی ہو۔ باقی جیسے کہ لوگوں نے پہلے ہی مشہور کیا تھا۔ کہ اگر یہ پیشینگوئی پوری نہ
ہوئی تو آپ یہی کہدینگے۔ کہ ہاویہ سے مراد موت نہ تھی۔ الہام کے مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی۔
براہ مہربانی بدلائل تحریر فرما دیں۔ ورنہ آپ نے مجھ کو ہلاک کر دیا ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں۔
(لوگوں کی پرواہ نہ کرو۔ خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے) میں برائے استفادہ نہایت دلی رنج سے یہ تحریر کر رہا ہوں۔

راقم [illegible]

سوال

قادیانی صاحب کی صرف ایک ہی کمائی کہ گئی ایک [illegible] تو بھی ایسے شخص کو برا نہیں کہا جا سکتا
کیونکہ اُس نے اسلام کی حقیقت پر براہین قطعیہ قائم کر کے مخالفین اسلام کو لاجواب کر دیا ہے۔

جواب

براہین قطعیہ کا نمونہ انہیں دلائل کو جن کی تردید ہو رہی ہے خیال فرمالیویں۔ کیا ایسے ہی جاہلانہ
خیالات کو براہین نام رکھا جاتا ہے ہرگز نہیں۔ اسلام کا خدا خود حافظ ہے اور خود ہی اس کی
حقیقت مخالفین کو ہر زمانہ میں لاجواب کر رہی ہے اور کریگی۔ قادیانی صاحب نے جو جو [illegible]
دوست اور بعض اسلام کے دشمن تھے) جہالت کی وجہ سے اسلام کی تکذیب کر دی تھی۔ مگر الحمد للہ
کہ علمائے اسلام نے اس کا تدارک کر دیا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے سچ کہا ہے۔ (بیت)

ترا اژدھا گر بود یار غار ⁂ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

اور مخالفین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وہ کفریات بولائے کہ خدا نہ سنائے بلکہ جریدۂ عالم پر ان کو بوجہ تحریری ہونے اُن کے ثبت کرا دیا۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اللہ جل شانہ نے بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے ہمیں اُس کو پیشینگویوں میں نا کامیابی دیتا رہا تاکہ خوہ ہیا انعام اسکو بوجہ صداقت پیشینگوئی کے کتاب و سنت کے بیان میں سچا نہ سمجھ لیں۔ بلکہ یہ جان لیں کہ یہ شخص قرآن اور سنت کا محرف ہے کیونکہ اکثر فی زماننا قرآن دانی کا معیار جاہلوں کے ہاتھ میں صرف پیشینگویوں کی صداقت ہی رہ گئی ہے۔

عیسے ابن مریم کے نزول پر اجماع

یعنی اس بات پر کل امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ عیسیٰ بن مریم بعینہ بشخصہ کما اخرجہ القادیانی آسمان سے بحسب پیشینگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُتریں گے اور ظاہر ہے کہ نزول جسمی بعینہ بغیر اس کے کہ رفع جسمی بحالت زندگی مانا جائے ممکن نہیں۔ لہذا بڑے زور سے ہم کہتے ہیں کہ کل امت کا جیسے کہ نزول مذکور پر اجماع ہے ایسا ہی حیات مسیح عند الرفع پر بھی یعنی آسمان کی طرف اُٹھایا جانے کے وقت مسیح کی حیات پر سب کا اتفاق ہے بلکہ مقدمہ مذکورہ کہ نزول فرع ہے رفع کی۔ رہا یہ کہ قبل از رفع بھی مسیح زندہ رہا کما ہو مذہب الجمہور یا وفات پا کر بعد از اں اُٹھانے کے وقت زندہ کیا گیا کما ہو مذہب النصاری او بعض اہل الاسلام مثل مالک رحمۃ اللہ سو یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اس پر اجماع نہیں کیونکہ امام مالک وفات کے قائل ہیں نصاری کا قول بحیات المسیح بعد وفاتہ تو اُن کی کتابوں سے ظاہر ہے اور مالک کا قائل ہونا بحیات المسیح عند الرفع۔ اُن کے بڑے بڑے معتبروں مقلدوں کی تصریحات سے پایا جاتا ہے ورنہ مقلدین امام مالک اپنے امام سے علیحدہ نہ ہوتے اور بر تقدیر علیحدہ ہونے کے نزول جسمی بعینہ کو جو فرع ہے رفع جسمی بعینہ کی مجمع علیہ کل امت مرحومہ کا نہ لکھتے لہذا مجمع البحار میں (قال مالک مات) کے بعد شیخ محمد طاہر یہ تاویل لکھتے ہیں ولعلہ اراد رفعہ علی السماء او حقیقۃ ویجی اخر الزمان لتواتر خبر النزول اس تقدیر سے واضح ہوا کہ مسئلہ نزول کی طرح حیات مسیح پر بھی اجماع ہے کل اہل اسلام اس پر متفق ہیں بلکہ نصاری بھی

کسی نے نزول عیسیٰ بن مریم کو نزول مثیل عیسیٰ نہیں کہا بلکہ نزول جسدہ العنصری کی تصریح کر دی ہے۔
فتوحات کی نقلیں بحوالہ ابواب ابھی گذر چکی ہیں۔ اور نیز حضرت شیخ اکبر مسئلہ نزول کے اجماعی
ہونے کو اس عبارت سے باب ۷۳ میں ظاہر فرماتے ہیں وانہ لاخلاف انہ ینزل فی
آخر الزمان الخ اور نیز حدیث بر ثملا وصی عیسیٰ فتوحات میں موجود ہے جس سے چار ہزار
صحابی کا اجماع حیات مسیح پر معلوم ہوتا ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا الغرض کل محدثین اور ائمہ
مذاہب اربعہ اور صحابہ سب روایۃً و درایۃً و صحابہ کرام چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن
عباس اور حضرت علی اور عبد اللہؓ بن مسعود اور ابوہریرہ اور عبد اللہ بن سلام اور ربیع اور انس
اور کعب اور حضرت ابوبکر صدیق اور جابر اور ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری وغیرہ اور بخاری و
مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد و بیہقی و طبرانی و عبد بن حمید و ابن ابی شیبہ و حاکم و
ابن جریر و ابن حبان و امام احمد و ابن ابی حاتم و عبد الرزاق وغیرہ وغیرہ کا اجماع ہے عیسیٰ بن
مریم کے زندہ بجسدہ عنصری اٹھائے جانے اور نزول پر چنانچہ مثلاً ... وصعود الآدمی ببدنه الی السماء قد ثبت
فان المسیح عیسی بن مریم علیه السلام قد صعد الی السماء وسوف ینزل الی الارض وهذا مما یوافق النصاری
علیه المسلمین فانهم یقولون ان المسیح صعد الی السماء ببدنه وروحه کما یقوله
المسلمون ویقولون انه سوف ینزل الی الارض ایضا کما یقوله المسلمون وکما اخبر به
النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی الاحادیث الصحیحة لکن کثیر من النصاری یقولون
انه صعد بعد ان صلب وانه قام من القبر وکثیر من الیهود یقولون انه
صلب ولم یقم من قبره اما المسلمون وکثیر من النصاری یقولون انه لم یصلب
ولکن صعد الی السماء بلا صلب والمسلمون ومن اتبعهم من النصاری یقولون انه
ینزل الی الارض قبل یوم القیامة وان نزوله من اشراط الساعة کما دل علی ذلک
الکتاب والسنة۔ اس تصریح سے ثابت ہے کہ قادیانی کا مذہب اس مسئلہ میں سب
اہل اسلام سے الگ ہے۔ اور نیز اس سے ناظرین کو یقین ہو سکتا ہے کہ
بے شک قادیانی صاحب نے دین کی پرلے درجہ کی تحریف کی ہے۔ غیر اجماعی
کو اجماعی بنا دیا اور اجماعی کو غیر اجماعی اور جہال کو کیسے کیسے دھوکے دئے ہیں۔

کہ پناہ بخدا۔ ایہا الناظرون قادیانی صاحب کا دعوے کہ مسیح موعود خود میں
ہی ہوں مقدمات ذیل پر مبنی ہے۔ ۱ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے۔ ۲ موتی
مرنے کے بعد دوبارہ دنیا میں نہیں آتے۔ ۳ الہام۔ جواباً اتنا ہی کافی معلوم
ہوتا ہے کہ قادیانی صاحب کا الہام بوجہ مذکورہ بالا حجت کے بطلان پر شاہد ہیں مفید علم
نہیں ہو سکتا۔ مگر ناظرین کے اطمینان کے لئے مقدمہ اول اور ثانیہ کی طرف بھی متوجہ ہونا
مناسب معلوم ہوتا ہے۔ پہلے مقدمہ کی تائید میں قادیانی صاحب نے لکھا ہے (کسی بشر کا آسمان
پر جانا محال ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا معراج جسمانی نہیں ہوا۔ چنانچہ ازالہ کے صفحہ ۴۷ میں
لکھ دیا۔ کہ سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھی بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔
اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی) خود صاحب تجربہ ہے۔ اور آیت او ترقی فی السماء
ولن نؤمن لرقیک حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا
رسولا کو انہوں نے ممتنع صعود فی السماء کے لئے دلیل ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ یہی آیت ثابت
کرتی ہے کہ کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں کیونکہ اس آیت میں آنحضرت سے کفار
کے موجودہ کفار نے وہ امور طلب کئے تھے جن کا وقوع بہ نسبت انبیاء سابقہ کے ان کے
مسلمات میں تھا۔ اور انہیں امور کو منجملہ دلائل دعویٰ نبوت کے خیال کرتے تھے چنانچہ انہوں نے کہا
لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا (ہم تجھ پر ایمان نہ لاویں گے جب تک تو زمین پھاڑ کر
(حضرت موسیٰ کی طرح) ہمارے لئے پانی کا چشمہ نہ نکالے) او تکون لک جنۃ من نخیل وعنب
فتفجر الانہار خلالہا تفجیرا (یا تیرے لئے ابراہیم کی طرح جس پر آتش نمرود باغ ہو گئی کھجور اور
انگور کا باغ ہو جس کے بیچ نہریں ہوں) او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا (یا ہم
پر آسمان سے ٹکڑے حسب زعم اپنے کے گرائے جیسے کہ بنی اسرائیل پر کوہ معلق کیا گیا تھا۔
او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا (یا خدا اور ملائکہ کو ہمارے سامنے لا دے
(چنانچہ حضرت موسیٰ سے بھی یہی سوال کیا گیا) او یکون لک بیت من زخرف
(یا تیرے لئے کوئی سنہرا گھر ہو چنانچہ ادریس علیہ السلام کے لئے بہشت میں ہے) او ترقی
فی السماء (یا تو آسمان پر حضرت مسیح کی طرح چڑھ جائے) ولن نؤمن لرقیک

کی طرح صعود علی السماء کے معادم ہو۔ ایہا الناظرون یہ تو ثابت شدہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا سایہ زمین پر کبھی دیکھا نہیں گیا۔ اسی لئے کہ روح کی طرح لطیف تھا جب آپکا بول اس شخص کے حق میں جس نے اندھیری رات میں پانی کے خیال سے نوش کیا تھا عنبر اور مشک کی طرح موجب تعطر اور نورانیت ہو گیا تھا۔ پس کیا ہوگا حال ذات مبارک کا اللھم صل وسلم وبارک وادم علی سیدنا محمد والہ وعترتہ وعلی جسمہ فی الاجسام وعلی روحہ فی الارواح وعلی قبرہ فی القبور وعلی مشہدہ فی المشاہد۔ قاضی عیاض شفا میں اور قاضی ثناء اللہ مالابد میں لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی نوع کی بے ادبی کا مرتکب بجناب نبوی بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کی نسبت خواہ مسلمان کہا جاوے یا نہ ہو کافر واجب القتل ہے اور بڑی حیرت انگیز گستاخی یہ ہے کہ قادیانی اپنے کو آنحضرت صلعم کا ہم پلہ اور آنحضرت صلعم کے کمالات کو اپنی کمالات تک محدود سمجھتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے کہ اور اس قسم کے کشفوں میں مؤلف (قادیانی خود صاحب تجربہ ہے) **اقول** فرض کیا کہ آپ کشفوں میں صاحب تجربہ ہیں تو کیا اس سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج آپ کے کشفی عروج و سیر سے اعلیٰ درجہ پر نہ ہو۔ آنحضرت صلعم کے نتائج میں ۱ ... کی فرضیت بھی ابد الدہر ثابت ہوئی۔ اور آپکے کشف یا خواب و خیال نکاح آسمانی کو ایک ثمرہ کبھی بھی ظہور میں نہیں لایا۔ حضرت کیا ایسے معارج مالیخولیانہ عروج نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام سے نسبت رکھتے ہیں۔ ع ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایہا الناظرون معراج جسمی آنحضرت صلعم کا بحالت بیداری آیۃ ذیل سے ثابت ہے (سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ) کیونکہ (سبحان) کا اطلاق اسی موقعہ پر ہوتا ہے جہاں کہیں کسی عظیم الشان اور مستبعد اور محال عادی کا ذکر ہو اور ظاہر ہے کہ نیند میں آسمانوں پر جانا یا اطراف السموات والارض میں سیر کرنا کوئی امر مستبعد اور ممتاز طور پر نبی کا خاصہ نہیں اور نیز (اسریٰ) کا استعمال نیند میں نہیں آتا۔ فی قرآن۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرگزشت اور انبیاء کے کشفی اور وحی نہ تھی۔

---

۱ صراحۃً یا اشارۃً۔ عمداً یا سہواً۔ منہ

بلکہ جسمی اور بحالت بیداری ہوئی ہاں بعض احادیث کے الفاظ سے مثل بینا انا نائم والیقظان یا وھو نائم اور واستیقظت معلوم ہوتا ہے کہ معراج شریف بحالت منام ہوا ہے سو اسکی نسبت قاضی عیاض اور احمد عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان الفاظ میں کوئی حجت نہیں کیونکہ محتمل ہے کہ جبرائیل کے آنے کیوقت یا اسراء کے شروع میں آنحضرت صلعم سوئے ہوئے ہوں اور ان احادیث سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ آپ تمام اسراء میں سوئے ہوں۔ ہاں ثم استیقظت کا لفظ دلالت کرتا ہے اسراء کے وقوع پر بحالت منام و تنبیہ کے لیکن اسکے معنے صبح کرنے بھی ہیں یا محتمل ہے کہ اسراء کے بعد گھر میں سو گئے ہوں۔ اور محتمل ہے کہ یقظہ بمعنے ہوشیاری و افاقہ کے ہو جو اہل اللہ کو بعد از استغراق حاصل ہوتا ہے انتہی ملخص قولہما۔ اور انہیں الفاظ مذکورہ کی طرح اختلاف روایات کا بہ نسبت تعین مکان اسراء کے موجب تشتت و اضطراب معلوم ہوتا ہے مگر مرقوہ اور لمعات میں وجہ جمع بین الروایات اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلعم شب اسراء میں ام ہانی کے گھر سوئے ہوئے تھے۔ اور ام ہانی کا گھر ابیطالب کے کوچہ میں تھا پھر اسکے گھر کی چھت کھل گئی اور آنحضرت صلعم نے بسبب اسکے کہ اسمیں رہا کرتے تھے۔ اسکو اپنا گھر کہا اور اسی سے فرشتہ اُترا اور آنحضرت صلعم کو اس گھر سے نکالکر مسجد کعبہ کی طرف لیگیا اور حالیکہ آنحضرت صلعم ام ہانی کے گھر آرام فرما رہے تھے۔ اور نیند کا اثر باقی تھا پھر حطیم سے باب مسجد میں لاکر آنحضرت صلعم کو براق پر سوار کرایا۔ اور مکہ میں ہونا اس غرض سے بیان فرمایا کہ یہ واقعہ مکہ میں ہوا نہ مدینہ میں۔

میں کہتا ہوں ان سب وجوہ تطبیق مذکورہ وغیرہا سے اطمینان بخش وہ وجہ ہے جس کو رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے فتوحات کے باب ۳۶۷ میں لکھا ہے۔ ولو كان الاسراء بروحه وتكون رؤيا رآها كما يرى النائم في نومه ما انكره احد ولا نازعه احد وانما انكروا عليه كونه اعلمهم ان الاسراء كان بجسمه في هذه المواطن كلها (یعنی بر تقدیر معراج روحی کے انکار اس کا کوئی معنی نہیں رکھتا ہاں معراج جسمی کو بعید از عقل جان کر انکار کیا گیا۔) وله صلى الله عليه وسلم اربعة وثلثون مرة الذى اسرى به منها اسراء واحد بجسمه والباقى بروحه

رویا دیکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ۳۴ معراج ہوئے جن میں سے ایک جسمی تھا۔ اور باقی روحی عالم خواب میں۔ بعد اسکے فرماتے ہیں (وبھذا ازداد علی الجماعۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسراء الجسم واختراق السموات والافلاک حسًّا وقطع مسافات حقیقۃ محسوسۃ وذالک کلہ لورثتہ معنی لاحسا من السموات فما فوقھا) یعنی معراج جسمی کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی اہل اللہ پر فوقیت اور زیادت ہے۔ مگر قادیانی صاحب ہرگز اس فضیلت وزیادت کو گوارا نہیں کرسکتے۔ اب تو اہل مکاشفہ کے اقوال کو بھی چھوڑے جاتے ہیں مع آنکہ جلد اول ازالہ میں اہل کشف خصوصاً شیخ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ ان کا قول علمائے ظاہر کے اقوال پر راجح ہوتا ہے۔ **اقول** تعدد معراج کی تقدیر پر فقرہ مذکورہ در روایات مختلفہ میں تطبیق حاصل ہے اور یہی تقدیر احوال شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسب ہے گویا رویت منامی مقدمہ اور تمہید ٹھہری معراج جسمی کیلئے چنانچہ اکثر وقائع شریفہ میں ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ پہلے آپ کو بحالت خواب امور غیبیہ دکھلائی دیتے تھے بعد ازاں مطابق خواب ظہور میں آتے تھے۔ تعدد معراج پر قادیانی کے تین اعتراضات **اوّل** انہیں احادیث سے ثابت ہے۔ کہ انبیاء کیلئے خاص خاص مقامات آسمانوں میں مقرر ہیں جن سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ چنانچہ گریہ اور بکا موسیٰ علیہ السلام کا بروقت جانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتویں آسمان سے آگے اسی پر دال ہے کیونکہ اگر حضرت موسیٰ کے اختیار میں تھا کہ کبھی پانچویں آسمان پر آجاتے اور کبھی چھٹے پر اور کبھی ساتویں پر تو یہ گریہ و بکا کیا تھا۔ جیسے پانچویں یا چھٹے سے ساتویں پر چلے گئے ایسا ہی آگے بھی جاسکتے تھے۔ **الجواب** حضرت موسیٰ کا رونا اور رونا اس لیئے نہ تھا کہ ان کو ساتویں سے آگے رفع نہ ہوا ہے بلکہ ان کا رونا بسبب فقدان کمال وعموم دعوت کے تھا۔ جس کو حضرت موسیٰ نے اپنے میں نہ پایا۔ اور آنحضرت صلعم کی ذات مبارک میں یہ کمال دیکھا۔ چنانچہ امام بخاری باب المعراج حدیث مالک بن صعصعہ میں لکھتے ہیں۔ (فلما تجاوزت بکی قیل لہ ما یبکیک قال ابکی لان غلاما بعث بعدی یدخل الجنۃ من امتہ اکثر من یدخلھا من امتی۔ بخاری۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو حضرت موسیٰ رونے لگے۔ رونے

کی علّت جب اُن سے دریافت کی گئی۔ تو کہا کہ میرا رونا اس لئے ہے کہ یہ غلام نوجوان جو
میرے بعد مبعوث ہوا اس کی اُمت میری امت سے زیادہ جنّت میں داخل ہوگی۔ گویا
اپنی امت پر رحمت کی وجہ سے یہ رونا تھا نہ یہ کہ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ حالانکہ مشکوٰۃ باب
من حضرۃ الموت میں بروایت براء بن عازب مذکور ہے کہ کل نفوس کاملہ آسمان ہفتم تک
رفع ہونے کے بعد اپنے اپنے ابدان میں بامر الٰہی لوٹائے جاتے ہیں۔ (فیشیعہ عن کل
سماء مقربوھا الی السماء التی تلیھا حتی ینتھی بہ الی السماء السابعۃ فیقول اللہ عزّ و
جل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین و عیدوہ فی الارض الخ۔ علامہ زرقانی کی شرح مواہب
پر نظر ڈالنے سے بخوبی محقق ہوجاتا ہے کہ شب معراج میں جن انبیاء نے جہاں جہاں دکھائی
دی۔ اُن کے لئے مقاماتِ سماویہ کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ اظہار تفاضل اور اُن وجوہ
اختصاص کیلئے تھا۔ جن کو علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں مفصل لکھا ہے اور
جدا جدا آسمانوں میں دکھائی دینا تعین مقام کے لئے کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ احادیث
صحیحہ سے ثابت ہے کہ ارواح کاملہ کے عروج مقامات مذکورہ تک ہی محدود نہیں اور
اسی پر دال ہے وہ حدیث ذیل جس کو احمد اور مسلم اور نسائی نے ذکر کیا ہے (ان النبی
صلی اللہ علیہ وسلم قال مررت علی موسےٰ لیلۃ اسری بی عند الکثیب
الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ
شبِ اسریٰ میں میری گذر اُس سرخ ٹیلے کے پاس سے ہوئی جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام
اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور پھر اُسی وقت بیت المقدس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب انبیاء کے امام ہوئے اور پھر اُن کو علیحدہ علیحدہ آسمانوں میں دیکھا الحکمۃ
یعلمھا الحکیم العلیم۔ اور علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ان حضرات کا جدا جدا آسمانوں میں
دکھائی دینا دراصل اُن کے واردات خاصہ کی طرف اشارہ ہے جو ان کو اپنی اپنی قوم سے
پیش آئے اور اسی کی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی درپیش آنے والے تھے الخ۔ رہا یہ
امر کہ اُن انبیاء علیہم السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کل مواطن میں روحانی
صورت میں دیکھا۔ یا بصورت عنصری جسدی۔ قرینِ قیاس ہے کہ وہ اپنے اپنے

اجساد کے ساتھ مرے ہوئے اور لمعات میں دونوں طرح دکھائی دینے کو محتمل لکھا ہے بایں طور کہ اُن کی روحیں بصورت اجساد متمثل ہوگئی ہوں مگر عیسیٰ کہ ان کا اپنے جسم کیساتھ مرفوع ہونا ثابت ہے اور فتوحات میں حضرت شیخ نے بھی حضرت عیسٰے کے بارہ میں ایسا ہی لکھا ہے۔ کما مر

قادیانی صاحب کا باتباع ابن قیم شاگرد ابن تیمیہ دوسرا اعتراض تعدد معراج کے مطابق یہ اعتقاد ہونا چاہیئے کہ ہر دفعہ اوّل پچاس نمازیں مقرر کی گئیں اور پھر پانچ رہیں۔ جس پر بیہودہ طور پر منسوخیت ماننی پڑتی ہے۔

جواب

فرضیت صلوٰۃ کا تعدد حالت خواب میں بطریق توطیہ کوئی مستبعد نہیں۔ ہاں حالت بیداری میں اس کا تعدد بیجا اور غیر مناسب سمجھا جاتا ہے کما فی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

تعدد معراج پر قادیانی صاحب کا تیسرا اعتراض ایکہ یہ حدیث جو بخاری کے ص۱۲ میں ہے خود اپنے اندر تعارض رکھتی ہے کیونکہ ایک طرف تو یہ لکھ دیا کہ بعثت کے پہلے یہ معراج ہوئی تھی۔ اور پھر اُسی حدیث میں یہ بھی لکھا ہے کہ نمازیں پانچ مقرر کر کے پھر آخر کار ہمیشہ کے لئے پانچ مقرر ہوئیں اب ظاہر ہے کہ جس حالت میں یہ معراج نبوّت سے پہلے تھی تو اس کو نمازوں کی فرضیت سے کیا تعلق تھا۔ اور قبل از وحی جبرائیل کیونکر نازل ہوگیا۔ اور جو احکام رسالت سے متعلق تھے وہ قبل از رسالت کیونکر صادر کئے گئے۔ انتہیٰ ملخصاً۔

جواب

ایہا الناظرون۔ حدیث ذیل کے الفاظ کو غور سے دیکھیں اور پھر قادیانی کی حدیث دانی و کمال فہمی کا خیال فرماویں۔ عن شریک بن عبد اللہ انہ قال سمعت انس بن مالک یقول ليلة اسری برسول اللہ صلعم من الکعبة انہ جاءہ ثلثة نفر قبل ان یوحیٰ الیہ وهو نائم فی المسجد الحرام فقال اولهم ایهم هو فقال اوسطهم هو خیرهم فقال اخرهم خذوا خیرهم فکانت تلک اللیلة فلم یرهم یہاں تک مذہب شریک بن عبداللہ کا ہے کہ انسؓ شب اسراء کا واقعہ بیان کرتے وقت کہتے ہیں۔ کہ

قبل از وحی پہلے ایک رات فقط تین فرشتے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت مسجد حرام میں سوئے ہوئے تھے اور وہ آپس میں باتیں کر کے چلے گئے اور آپ نے اُن کو نہ دیکھا پس یہاں تک تو شب اسرا کے پہلے کا ذکر بطریق تمہید تھا۔ اب شب اسرا کا ذکر شروع ہوتا ہے (حتی اتوہ لیلۃ اخری فیما یری قلبہ وتنام عینہ الخ) یعنی اُن ملائکہ کو آپ نے نہ دیکھا یہاں تک کہ پھر آئے وہ کسی اور رات میں یعنی شب اسرا میں اور آسمانوں پر لیگئے۔ اور پانچ نمازیں مقرر ہوئیں الخ اس ترجمہ سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ قادیانی صاحب نے بجائے اسکے کہ اپنی کم فہمی پر روتے اور کسی عالم سے پوچھتے اُلٹے حدیث بخاری پر حملہ کیا اور آنحضرت صلعم کے ایک کمال جداگانہ اور مخصوص پر گستاخی کی ہے چنانچہ لکھا ہے (ایک حرف تو یہ لکھ دیا الخ) گویا ایسے گستاخانہ تعبیرات سے لوگوں کو دہوکا دینا چاہا۔ تاکہ بہ نسبت احادیث کے اضطراب کی وجہ سے بے اعتباری پیدا کی جاوے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو۔ کہ جو کچھ بھی اندر رہے تا بہ مولوی اُنکے جائیں ہی کو واجب التسلیم سمجھیں۔ حضرت! کیا سارا ہی جہان تو جاہل نہیں اللہ تعالیٰ خود اپنی حبیب پاک صلعم کے قرآن اور حدیث کا حافظ ہے۔ شفاء قاضی عیاض میں ہے کہ بغیر عائشہ صدیقہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے سب کا مذہب معراج جسمی، در بحالت یقظہ ہونے کا ہے اور ان دونوں کا قول ان جمہور صحابہ کے اقوال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حضرت عائشہ واقعہ اسراء کے وقت بیاہی بھی نہیں ہوئی تھیں یا سن ضبط و تمیز کو نہیں پہنچی تھیں۔ علی اختلاف القولین بلکہ حضرت عائشہ سے (ما فقدنا جسد رسول اللہ صلعم) والی حدیث کا مروی ہونا بتصریح قاضی عیاض و علامہ زرقانی باطل اور غیر ثابت ہے پھر اُن کی روایت کو بوجہ عدم المشافہۃ والثبوت کیونکر ترجیح دیجاوے اُن مشاہیر و جماہیر صحابہ کے اقوال پر جنہوں نے بامشافہ لب نبوت سے اس معنی کا استفادہ کیا کہ معراج شریف جسمی اور بحالت یقظہ ہے۔ اور بر تقدیر صحت اس حدیث کے علامہ تفتازانی نے اس طرح یہ تاویل کی ہے کہ آنحضرت صلعم کا جسم مبارک روح سے مفقود نہ ہوا بلکہ دونوں ساتھ تھے اور یہی معنی مطابق ہے۔ حضرت عائشہ رض کی دوسری حدیث کے جس کو ازالۃ الخفا صفحہ ۲۰۵ میں شاہ ولی اللہ مرحوم نے بتخریج حاکم ذکر فرمایا ہے۔ اخرج الحاکم عن عائشۃ قالت لما اسری بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد الاقصی. صبح یحدث الناس بذلک

فارتد ناس ممن كانوا آمنوا به وصدقوه وسعوا بذلك الى ابى بكر فقالوا هل لك في صاحبك يزعم انه اسرى به الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال او قال ذلك قالوا نعم قال لئن قال ذلك لقد صدق قالوا اتصدقه انه ذهب الليلة الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال نعم انى لاصدقه بما هو ابعد من ذالك اصدقه بخبر السماء فى غدوة او روحة فلذلك سمى ابو بكر الصديق۔ فرمایا حضرت عائشہ رضؓ نے جبکہ آنحضرت صلعم کو مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی گئی۔ تو آپ نے صبح ہوتے ہی لوگوں سے اسراء شب کے واقعات بیان فرمائے پس بعض ایمان والے بھی اُسکے سُنتے ہی مرتد ہو گئے اور صدیق اکبرؓ کی طرف دوڑتے ہوئے گئے اور پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا صاحب (محمدؐ) زعم کرتا ہے کہ وہ آج کی رات کو بیت المقدس کو گیا اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آ گیا۔ ابوبکرؓ نے پوچھا کیا میرے صاحب نے کہا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہاں کہا ہے ابوبکرؓ نے کہا اگر میرے صاحب نے ایسا کہا ہے تو ضرور سچ کہا ہے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ پھر تو اس کی تصدیق کرتا ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ہاں میں اسکی تصدیق کرتا ہوں اور یہ کیا بلکہ اس سے بعید تر کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو آسمانوں کے متعلق طلوعِ شمس کے قبل یا زوال کے بعد کی خبر دے اور اسی وجہ سے ان کا نام صدیق ہوا منہاج العلوی میں ملا علی قاری حدیث معاویہ کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اسراء نبوی کے وقت ابھی ایمان بھی نہ لائے تھے لہٰذا اُن کا سائل کو یہ جواب دینا کہ (كانت رؤيا صالحة) معراج جسمی اور اسراء جسدی کے متعلق نہیں۔ جو ان کے ایمان سے اوّل اور ان کے علم سے باہر تھا معراج جسمی کے منکرین نے آیۃ (وما جعلنا الرؤيا) سے تمسک پکڑا ہے کہ یہ واقعہ منجملہ رؤیا منام سے تھا مگر اس کو قاضی عیاض نے شفا میں رد کیا ہے ساتھ آیت (سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى) کے کیونکہ (اسریٰ) نیند کے متعلق نہیں بولا جاتا۔ اور نیز آیۃ مذکورہ میں (فتنة للناس) بھی اسی کا مؤید ہے کیونکہ خواب کی صورت میں کوئی فتنہ اور امتحان نہیں اور نہ کسی کا انکار متصور ہو سکتا ہے اور نیز اس آیۃ کو بعض مفسرین نے قصہ حدیبیہ کے متعلق لکھا ہے۔ معہذا رؤیا کا استعمال کلام عرب میں حالت یقظ و بیداری کیلئے بھی آ گیا ہے شعر۔ فكبر للرؤيا وهش فؤاده ۞ وبشر نفسا كان قبل يلومها۔ اور نیز حضرت ابن عباسؓ کا

قول ہے کہ رؤیا سے مراد رؤیا عین ہے۔ کما فی البخاری۔

تنبیہہ۔ بیشک راویوں نے واقعات اسراء روحی و جسمی کو ایک دوسرے سے جداگانہ بیان کرنے میں تساہل کیا ہے مگر اس کو روایت بالمعنی ہونے کی وجہ سے معیوب اور منکرہ خیال نہیں کیا جا سکتا۔ وعن بعض التابعین قال لقیت اناسا من الصحابۃ فاجتمعوا فی المعنی واختلفوا علی فی اللفظ فقلت ذالک لبعضھم فقال لاباس بہ مالم یحیل معناہ حکاہ الشافعی وقال حذیفۃ انا قوم عرب نورد الاحادیث فنقدم ونؤخر وقال ابن سیرین کنت اسمع الحدیث من عشرۃ المعنی واحد واللفظ مختلف وممن کان یروی بالمعنی من التابعین الحسن والشعبی والنخعی بل قال ابن الصلاح انہ الذی تشھد بہ احوال الصحابۃ والسلف الاولین فکثیرا ماکانوا ینقلون معنی واحد فی امر واحد بالفاظ مختلفۃ وما ذالک الا لان معولھم کان علی المعنی دون اللفظ قال الحسن لولا المعنی ما حدثنا وقال الثوری لو اردنا ان نحدثکم بالحدیث کما سمعناہ ما حدثناکم بحرف واحد فتح المغیث۔

ناظرین کو واضح ہو چکا ہوگا کہ آیۃ (او ترقی فی السماء) سے کسی بشر مقدس کا آسمان پر جانا محال نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ آیۃ (سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ) اس کے وقوع پر دال ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کا پہلی آیت کو موید و مثبت امتناع ٹھہرانا غلط ٹھہرا پھر قادیانی صاحب فلسفی طور پر صعود بجسد العنصری کے امتناع پر ازالہ کے صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں کہ نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے۔ کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ الی ان قال۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے انتہیٰ مختصرا۔ **اقول**۔ آیت اور حدیث اور اجماع کے مقابلہ میں ایسے استدلالات سے کام لینا مسلمان کا کام نہیں اور نیز استدلال مذکور موقوف ہے امور ذیل کے ثبوت پر۔ ودونہ خرط القتاد۔ ۱ اتحاد نوعی کل طبقات ہوائیہ کا۔ ۲ لوازم طبقات ہوائیہ کا از قبیل لوازم ماہیت ہونا ۳ تبدل فصول کا موثر نہ ہونا خصوص کیفیات کے تغیر میں۔ ۴ لزوم کا ضروری ہونا نہ عادی۔ امور مذکورہ سے صرف امر چہارم ہی کا اگر خیال کیا جاوے تو

بشہادت (یانار کونی برداً وسلاماً علی ابراہیم) کے حرارت اور برودت وغیرہا بمع لذاتہا اپنے ملزومات سے واقعی معلوم ہوتا ہے۔ کیا وہ فاعل مختار اور حکیم مطلق جس نے ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کو سرد کر دیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ زمہریری کرہ کی برودت کو مثلاً معتدلہ حرارت سے بالنسبت ایک مقبول بندے اپنے کے متبدل کر دے۔

سوال۔ آیت (قُلْنَا یَانَارُ کُونِی بَرْدًا وَسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ) بھی عند الخصم ماؤل ہے

جواب۔ مشاہدہ اور تجربہ سے ثابت ہے کہ حرارت مفرطہ کا زوال آگ سے بالکل واقعی اور سچ ہے کما ذکرہ الشیخ فی الفتوحات۔ اور اس زمانہ میں بھی عوام سے خواص تک اس کو دیکھ چکے ہیں۔ لہٰذا آیت کو امتناع انفکاک الحرارت عن النار کی بناء پر ماؤل ٹھہرانا سراسر تعصب و جہالت ہے۔ الغرض جسم خاکی کے آسمان پر جانے کے استحالہ کو کوئی دلیل شرعی یا عقلی ثابت نہیں کرتی کما ذکرہ النووی فی شرح مسلم۔ ہاں صرف چند جہلائے معتزلہ میں سے اس پہلو کو اختیار کیا ہے کہ پہلے صرف عقل جزئی کو مشعل راہ بنا کر نصوص میں تاویل اور ردوبدل کیا ہے۔ اس مسلک میں ان کو تین وجہ سے دھوکا ہوا۔ ۱ ایک تو عقل جزئی کے استقرار ناقص کا نام قانون قدرت رکھا۔ اور ظاہر ہے کہ جزئیات محدودہ کے احوال پر نظر ڈالنے سے قاعدہ کلیہ استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ ۲ دوسرا مستبعدات عقلیہ کو محالات عقلیہ سے شمار کیا۔ ۳ تیسرا آیات و احادیث کو ان معانی پر محمول کیا جو بالکل برخلاف ہیں طرز محاورہ دانوں اور ان لوگوں کے جنہوں نے نور نبوت سے بالمشافہ معانی مرادہ کا استفادہ کیا۔ قادیانی صاحب اہل اعتزال پر دو قدم آگے بڑھے۔

۱ دعوی مسیحیت موعودہ و مہدویت و نبوت و رسالت ۲ اس چالاکی و دجل یا جہالت میں کہ ہمارا ایمان و غلبہ محبت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مورد ذیل کو گوارا نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلعم باں عز و شرف جس میں کل انبیاء سے فائق ہیں۔ مدینہ طیبہ کی خاک میں مدفون ہوں اور عیسیٰ ابن مریم آسمانوں پر جا بسے۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عمر شریف صرف ۶۳ سال تک عطا کی جاوے اور عیسیٰ ابن مریم دو ہزار سال پر بھی بس نہ کریں اور عیسیٰ ابن مریم کو بوجہ استغنا کھانے پینے سے حی قیوم سمجھا جاوے۔ آنحضرت صلعم کے لئے تو اور عوام کی طرح والدین ہوں اور عیسیٰ ابن مریم کیلئے باپ نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ ایہا الناظرون ان سب امور مذکورہ و نظائرہا میں قادیانی صاحب کے

پیش امام اہل اعتزال اور جہمیہ و فلاسفہ بھی ہیں یعنی صرف زعمی قانون قدرت کو مشعل راہ بنایا
ہے اور تقریر مذکور بلباس محبوبوں و دشمنوں کاموں کے دجال ہے۔ گویا لوگوں کی آنکھوں میں
اپنی نئی طرز کو در لباس عشاق دکھلاتے ہیں۔ ہاں دعویٰ نبوت و رسالت و مسیحیت موعودہ میں
الہام سے کام لیا ہے۔ پھر الہام بھی وہ جو علاوہ بطلان فی نفسہ کے تعارض و تخالف بھی رکھتا
ہے نہ صرف اپنے ہی الہامات میں بلکہ دوسرے ملہمین محدثین کے الہامات سے بھی الگ اور
مخالف ہے۔ چنانچہ رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربی اپنی الہامی کتاب میں معراج جسمی آنحضرت
صلعم کے مثبت اور قائل ہیں۔ اور مرزا جی منکر۔ ایسا ہی حضرت شیخ مسیح ابن مریم کے رفع بجسدہ
العنصری و حیات الی ما بعد النزول کے قائل ہیں اور مرزا جی مخالف۔ ایسا ہی کشف و الہام نبوی
علی صاحبہ الصلوۃ والسلام اخیر زمانہ میں اور ظہور دجال کے بعد سے عیسیٰ بن مریم بجسمہ [illegible] کے
نزول کا مثبت ہے۔ اور مرزا جی کا پچھلا الہام بروزی نزول کا پتہ دیتا ہے۔ اب [illegible]
آنحضرت صلعم کے کشف پاک اور مرزا جی کے الہام ناپاک میں تطبیق کی کوئی صورت نہیں ہے بجز اس کے
کہ یا تو آنحضرت صلعم کی وحی صادق کو (معاذ اللہ) کاذب کہا جاوے۔ اور یا کل احادیث کو بروزی
نزول پر حمل کیا جاوے۔ اور یا آنحضرت صلعم کیلئے خطاء فی التعبیر ٹھہرا کر [illegible] اعتقاد
امت تیرہ سو برس تک [illegible] جن کے وجوہ بطلان اسی کتاب میں مفصل لکھے گئے ہیں۔ بھلا [illegible]
کب متصور ہو سکتا ہے کہ وہ رسول پاک جو اعلیٰ درجہ کے امت مرحومہ کے [illegible] حریص
اور رحیم اور ہر ایک مہلکہ سے اعلام فرمانے والے ہیں) دانستہ امت مرحومہ کو بچا نہ سکے کہ [illegible]
سے بچ گئیں۔ [illegible] دھوکے میں ڈال گئے ہوں۔ یا ایک امر مہلک عظیم الشان سے بے خبر چلے گئے
ہوں یا بر تقدیر حصول علم امت مرحومہ کو نزول بروزی کا پتہ نہ دیا ہو مع [illegible] زمانہ میں
نزول ایلیا کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے بہتیرے لوگ کافر ہوئے جس سے [illegible] پایا جاتا ہے کہ اگر
نزول مسیح بروزی طور پر ہوتا تو بالضرور آنحضرت کا شان (حریص علیکم بالمؤمنین رؤف
رحیم) اور (وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین) ہرگز گوارہ نہیں کر سکتا تھا۔
کہ [illegible] اشتباہ کے زہریلے اثر سے امت مرحومہ کو نہ بچائیں اور ایک حدیث میں بھی بروزی نزول
کو ذکر نہ فرماویں۔ و نیز اہل اسلام کے نزدیک مسلم الثبوت ہے کہ شارع علیہ السلام نے ان امور [illegible]

تصریح فرمادی ہے قال اللہ تعالیٰ وما کان اللہ لیضل قوماً بعد اذ ھداھم حتی یبین لھم
ما یتقون۔ وقال تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم
الاسلام دیناً۔ آپ کی پیشگوئیاں بھی (بالخصوص وہ جن کے بیان میں نہایت اہتمام و بیان
تفصیلی و تاکیدات سے کام لیا گیا ہے) دین میں داخل ہیں۔ دین کو صرف عملیات میں محدود سمجھنا جہالت
ہے۔ دین کی علمی جزو عملی پر سبقت اور اصالت کا استحقاق رکھتی ہے۔ وقال تعالیٰ لئلا یکون
للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل۔ وقال تعالیٰ وما علی الرسول الا البلاغ المبین
وقال تعالیٰ ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم قرآن کریم کا ہادی ہونا انہیں مومنوں کی نسبت
ہے جنہوں نے بحسب بیان و تفصیل آنحضرت صلعم کے اس کے ساتھ ایمان لایا ہو۔ ورنہ کل فرق
تو قرآن ہی سے متمسک ہیں سعدی علیہ الرحمۃ سے گم آں شد کہ دنبال راعی نہ رفت
وقال تعالیٰ ولو انھم فعلوا ما یوعظون بہ لکان خیراً لھم واشد تثبیتاً واذاً لاتینا
ھم من لدنا اجراً عظیماً ولھدینا ھم صراطاً مستقیماً۔ اس آیت کے رو سے بھی
امت مرحومہ کو صراط مستقیم کی ہدایت ضروری ہے جس کا مقتضی یہ ہوا کہ نزول بروزی کی
تقدیر پر بیان بروز واجب کفایہ پیشگوئیوں میں سے ایسی پیشگوئی کہ جس میں امت مرحومہ
کو بچانے کا اہتمام کیا گیا ہو) کوئی نہیں جس کے بیان میں آپ نے دھوکہ کی وجہ سے خلاف
واقعہ بیان فرمایا ہوتا۔ کہ قادیانی بروز کیلئے نظیر بن سکے اور یاد رہے کہ بحسب قولہ تعالیٰ
(ان ھو الا وحی یوحیٰ) کے قادیانی صاحب ناکامیاب رہیں گے۔ وقال تعالیٰ قد جاءکم
من اللہ نور وکتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔ ابوذرؓ
فرماتے ہیں۔ لقد توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما طائر یقلب جناحیہ الا ذکر لنا
منہ علماً صحیح مسلم میں ہے۔ ان بعض المشرکین قالوا لسلمان لقد علمکم نبیکم کل شیء
حتی الخراءۃ قال اجل وقال صلی اللہ علیہ وسلم ترکتکم علی البیضاء لیلھا کنھارھا
لا یزیغ عنھا بعدی الا ھالک وقال ما ترکت من شیء یقربکم الی الجنۃ الا وقد حدثتکم
بہ ولا من شیء یبعدکم عن النار الا وقد حدثتکم عنہ۔ آپ فرماتے ہیں ما بعث اللہ
من نبی الا کان حقا علیہ ان یدل امتہ علی خیر ما یعلمہ خیراً لھم وینذرھم عن شر ما یعلمہ

شرالھم۔ ان آیات واحادیث کے رُو سے بر تقدیر مزعوم قادیانی صاحب آنحضرت صلعم کو نزول بروزی عیسیٰ ابن مریم کا کھلا کھلا بیان فرمانا جس میں نزول بعینہٖ کی گنجائش نہ ہو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ معاملہ بالعکس ہوا۔

سوال تعارض عقل و نقل کی صورت میں عقل ہی کو مقدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ اصل ہے نقل کیلئے۔ کیونکہ جبتک دلائل عقلیہ کے رُو سے وجود صانع نہ مانا جاوے تب تک تصدیق بالنقل وبما جاءت بہ الرسل علیہم السلام متصوّر نہیں ہو سکتی تقدیم عقل ہی کی وجہ سے نصوص قطعیہ میں تخصیص عقلی کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ کمافی ان اللّٰہ علیٰ کل شیئٍ قدیر کہ بنا بر ان ارادہ معراج روحی اور نزول بروزی بلکہ کل معجزات وخوارق کا مؤول ٹھہرانا ضروری سمجھا جاتا ہے

جواب ۔ یہ امر قابل غور ہے کہ قضیۂ ذیل (العقل اصل للنقل) میں (عقل) سے مراد کیا ہے۔ بعد تدبر معلوم کیا جا سکتا ہے کہ مراد عقل سے جوہر مدرک یا قوۃ عاقلہ نہیں کیونکہ اس معنی کی رُو سے عقل اور نقل میں تعارض نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ جوہر مدرک یا قوت عاقلہ حیات کی طرح شرط ہے عقلیات اور سمعیات کے لئے۔ اور ظاہر ہے کہ شرط کبھی منافی و معارض نہیں ہوتی مشروط کیلئے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ مراد عقل سے وہ معرفت اور ادراک ہے جو عقل کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ امر ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ واقعی بھی نہیں کہ ہر علم و ادراک عقلی اصل اور دلیل ہو سمعی اور نقلی کے لئے۔ کیونکہ سمعیات و نقلیات کی صحت کا توقف صرف انہیں عقلیات پر ہے جن کے رُو سے تصدیق بصدق الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم حاصل ہو۔ چنانچہ (الصانع موجود وھو مصدق للرسل علیہم السلام بالآیات والمعجزات وامثال ذالک۔ بس تقریر سے واضح ہو کہ قضیہ مذکورہ (العقل اصل للنقل) کلیہ نہیں بلکہ اس میں حکم نہیں بعض عقلیات پر ہے جو موجب تصدیق بصدق الرسول صلعم ہیں اور ظاہر ہے کہ محل بحث کو یعنی (الرفع والنزول الجسمی وامثالھما من المحالات) جو منجملہ عقلیات ہیں کوئی علاقہ نہیں تصدیق بصدق الرسول صلعم سے۔ نہ اس طور پر کہ واسطہ فی الثبوت کی طرح تصدیق بصدق الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ثبوت نفس الامری انپر موقوف ہو اور نہ اس طریق پر کہ واسطہ فی الاثبات کی مثل ہمارے اذہان میں تصدیق مذکورہ کا حصول انپر مترتب ہو۔ ثانیاً آنکہ محل بحث (الرفع والنزول الجسمی من المحالات) صادق

بھی نہیں کیونکہ رفع اور نزول جسمی صرف مستبعدات عقلیہ سے ہیں نہ محالات سے چنانچہ آیت
سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا سے ہم ثابت کر چکے ہیں اور امروہی صاحب نے بھی
آیت کے متعلق شمس بازغہ میں مان لیا ہے کہ رفع و نزول جسمی من اسماء ممتنعات سے نہیں اور
ہم نے کہا ہے۔ دیکھو کتاب مذکور کو متعلق آیۃ مذکورہ کے۔ رہا قادیانی صاحب کا استدلال
عقلی جنہے اور نرالے فلسفہ والا جس کو ازالہ کی جلد اول میں لکھا ہے سو اس کی تردید بھی گذر چکی
ہے۔ **فائدہ** تعارض کے مسئلہ میں احتمالات ذیل متصور ہو سکتے ہیں۔ ۱ دلیل عقلی و نقلی دونوں قطعی
ہوں۔ ۲ یا دونوں ظنی ۳ یا ایک قطعی اور دوسری ظنی۔ تیسری صورت میں قطعی کی تقدیم ظنی پر اتفاقی
ہے خواہ قطعیت عقلی کیلئے ہو یا نقلی کیلئے۔ اور دوسری صورت میں بحسب ادلہ ترجیح و تعادل
عمل کیا جائیگا۔ اور پہلی صورت صرف احتمال ہی ہے فی الواقعہ تحقق اس کا ممکن نہیں۔ کیونکہ
دلیل قطعی ایسی دلیل کا نام ہے جس کے مدلول کا ثبوت واجب اور ضروری ہو پس بر تقدیر واقعیت
اس صورت کے جمع بین النقیضین لازم آئے گا۔ جن موارد میں بظاہر ایسی صورت معلوم ہو۔
وہاں پر فی الواقعہ بالضرور ایک غیر قطعی ہوگی۔ الغرض ادلہ کی تقدیم میں قطعیت کو ملحوظ رکھا
گیا ہے نہ خصوص عقل کو۔ چنانچہ ہمارے مخاطبین نے سمجھ رکھا ہے۔ **سوال** نقلی کی قطعیت
چونکہ موقوف ہے اسکے مسائل نحویہ و معانی پر جو اکثر ظنیات سے ہیں مع احتمال اشتراک و
مجاز کے ہر جگہ یہیں ممکن نہیں۔ کسی آیت یا حدیث کو رفع و نزول جسمی میں قطعی نہیں کہہ سکتے۔
جواب جبکہ قرائن قویہ مفیدہ یقین موجود ہوں اس جگہ توقف یا احتمال مذکور قطعیت دلیل
نقلی میں مؤثر نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے دلیل نقلی کی قطعیت کی بتقلید علامہ رازی وغیرہ وجہ
مذکور کے رو سے نفی کی ہے بالکل مخالف ہے امور ذیل سے جو منجملہ سمعیات قطعیۃ الدلائل
سے ہیں۔ ۱ لم یحج ھو صلی اللہ علیہ وسلم بعد الہجرۃ الا حجۃ واحدۃ ۲ القرآن لم
یعارضہ احد ۳ لم یفرض صلوۃ الا الصلوۃ الخمس ۴ لم تؤخر صلوۃ النھار
الی اللیل و صلوۃ اللیل الی النھار ۵ لم یؤذن فی العیدین والکسوف والاستسقاء
۶ وانہ صلعم لم یاخذ الجزیۃ لکفار المشرکین و لا اھل الکتاب ۷ وانہ لم یسقط
الصلوات الخمس عن احد من العقلاء ۸ وانہ لم یقاتلہ احد من المؤمنین لا انس

کہ عزیر نبی اللہ نے بطریق استبعاد و تعجب کے کہا جب ایک شہر پر سے گذرے جسکی چھتوں پر اسکی
دیواریں گر گر پڑی تھیں کہ ایسے مرے ہوئے اور ویران شدہ شہر کو اللہ تعالی کہاں سے زندہ کریگا
پس حضرت عزیر کو سو برس تک مردہ رکھکر زندہ اُٹھایا۔ور فرمایا کہ تو کتنی دیر یہاں رہا کہا میں
نے کہ ایکدن یا کچھ کم۔ اللہ تعالی نے فرمایا نہیں بلکہ تو سو برس رہا۔ اپنا کھانا اور پینا دیکھ کہ وہ
سڑا تو نہیں اور اپنے گدھا کو دیکھ کہ کسطرح اسکی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور تجھے لوگوں میں ہم
اپنی ایک نشانی بناتے ہیں اور دیکھ ہڈیاں ہم کس طرح پہلے ان کو اُبھارتے ہیں اور پھر انپر گوشت
پہناتے ہیں جب یہ حال حضرت عزیر نے دیکھا تو کہا میں نے جان لیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے۔ قادیانی صاحب اس آیت کی تاویل یا تحریف اسطرح ازالہ میں لکھتے ہیں۔
(خدائیتعالی کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کیلئے عزیر کو زندہ کرکے دکھلایا مگر وہ دنیا میں آنا
صرف عارضی تھا اور دراصل عزیر بہشت میں ہی موجود تھا۔ ازالہ صہ ۳۶۵ انتہی) اقول یہ بالکل
تحریف ہے آیۃ مذکورہ کی کیونکہ سورہ بقر کی آیت مذکورہ کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ عزیر کی موت وحیات سے کلام ربانی کا مطلب حقیقی موت وحیات ہے نہ مجازی دیکھو حضرت
ابراہیم کے قول ذیل کو (ربی الذی یحیی ویمیت) اور ایسا ہی (ارنی کیف تحی الموتی) ایسا ہی
حضرت عزیر کے قول تعجب آمیز وہ (انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا) کو جس سے تاویل مذکور
بالکل تحریف سمجھی جاتی ہے اور نیز وہ مکالمہ جو کہ مابین حق سبحانہ و تعالی و عزیر علیہ السلام کے وقع ہوا
اُس کا تمام ہونا ایک لمحہ اور ایک چشم زدن میں مستبعد خیال کیا جاتا ہے۔ قال البیضاوی تحتہ
لما احیاہ اللہ بعد مائۃ عام املی علیھم التورٰیۃ حفظاً فتعجبوا من ذلک الخ اور
نیز تاویل مذکور موجب تطبیق مابین آیۃ او کالذی مر علی قریۃ الخ اور آیۃ (وحرام علی
قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون) کے نہیں ہو سکتی کیونکہ لمحہ بھر بھی دنیا میں آنا مرنیکے بعد کے
منافی ہے اور اسی طرح آیۃ (ثم بعثنٰکم من بعد موتکم لعلکم تشکرون) قوم موسیٰ کے جلانے سے
بعد الموت صریح طور پر خبر دے رہی ہے اور اسیطرح آیۃ (الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم
الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم) نہایت صریح الفاظ سے بتا رہی ہے کہ
اے محمد صلعم کیا تجھے معلوم نہیں وہ ہزاروں لوگ جو اپنے گھروں سے موت کے ڈر کے مارے

لئے ورکہا اللہ تعالیٰ نے ان کو مرجاؤ پھر اُن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔
جبالین میں ہے کہ یہ لوگ زندہ ہونے کے بعد مدت دراز تک زندہ رہے لیکن ان پر موت کا اثر باقی رہا۔ جو کپڑا کہ وہ پہنا کرتے تھے کفن کی طرح ہو جاتا تھا اور یہ حالت اُن کے تمام قبائل میں باقی رہی۔ اور ایسا ہی اُن چوبیس سردار قریش کو جو بدر کے کنوؤں میں پھینک دئے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا۔ ور آنحضرت صلعم کا ارشاد پاک ان کو توبیخاً وحسرتاً سنا دیا چنانچہ بخاری میں بروایت قتادہ ہے وزاد البخاری قال قتادۃ احیاھم اللّٰہ حتی اسمعھم قولہ توبیخاً وتصغیراً ونقمۃ وحسرۃً وندما۔ مشکوٰۃ۔ اور قادیانی صاحب خود بھی ازالہ میں لکھ چکے ہیں کہ (الیسع کی نعش نے بھی وہ معجزہ دکھلایا۔ کہ اس کی ہڈیوں کے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔ الخ
الحاصل ان آیات مذکورہ وغیرہا من الخوارق پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وسعہ پر کوئی قانون مخترعہ ہمارا محیط نہیں ہو سکتا۔ بالکل برخلاف نصوص و شان قدرت خداوندی ہے۔ کہ ہم کسے ایک کاملہ صفت کو اپنی ستقرانا قص کے تابع کریں یا یہاں پر باوجود نصوص قطعیہ صرف استبعاد کی وجہ سے تعارض عقل و نقل کے مسئلہ کو دخل دیویں اور آیۃ (وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لایرجعون) کا مطلب یہ ہے کہ موتی کا دوبارہ دنیا میں آنا قدرت الٰہیہ کے حور پر ان کی طبع کا مقتضی نہیں بس اور یہ منافی نہیں اس کو کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کے اعادہ اور دوبارہ لانے کو ارادہ کرے تو وہ موتی پھر دنیا میں آ سکتے ہی نہیں۔ چنانچہ آیات مذکورہ میں گذر چکا ہے احیاء و اموات کے متعلق گو کہ تاریخ پر نظر ڈالنے سے بہتیرے ثبوت بطریق تواتر و شہرت کے ملتے ہیں۔ مگر یہاں پر ہم صرف اسی قدر پہ اکتفاء کرتے ہیں جو ذکر کیا گیا ہے۔
ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ قادیانی صاحب کا ۳ یہ دعوی تینوں ٹانگوں کے ٹوٹنے کے بعد قائم نہیں رہ سکتا۔ بس حق وہی ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم سے سمجھا۔ ور امت مرحومہ کو پہنچا دیا۔

وما علینا الا البلاغ ہ

سوال

ہم نے مانا کہ بیشک نزول عیسٰی بن مریم کا لبعینہ لا بمثیلہ اجماعی مسئلہ ہے جیسا کہ علامہ سیوطی اور شیخ الاسلام حرانی اور شیخ محی الدین بن عربی وغیرہ کی تصریحات سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی مانا کہ مرزا صاحب کے استدلالات ابلہ فریب کا منشاء جہالت ہے۔ مگر تعجب ہے کہ یہ اجماع برخلاف نصوص قرآنیہ کے کیسا منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل الخ وغیرہ وغیرہ۔

جواب

نزول مسیح بعینہ کا چونکہ اجماعی ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ بموجب قولہ علیہ السلام (لن تجتمع امتی علی الضلالۃ) کے کل امت مرحومہ کا خطا پر متفق ہونا ممکن نہیں لہٰذا آیات مذکورہ کے معانی جو قادیانی صاحب نے گھڑلئے ہیں ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر نزول بعینہ پر اجماع نہ ہو۔ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مع کل امت مرحومہ کے بقا علی الخطا ممکن ہو تو البتہ ان دونوں صورتوں میں معانی مخترعہ قادیانی صاحب کے بناءً علیٰ ان القرآن یحتمل وجوھًا کسی وجہ میں درست ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت تو باطل ہے کیونکہ نزول مسیح بعینہ پر اجماع کا ثبوت مفسرین محدثین فقہاء متکلمین مکاشفین کی کلام سے دیا گیا ہے۔ اور دوسری صورت بھی ممکن نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ کل انبیاء کا بقاء علی الخطا منافی ہے ان کی عصمت کے لئے اور نیز بقاء علی الخطا خصوصاً ایسے مہتم بالشان مسئلہ میں جس کے ذریعہ سے آپ امت مرحومہ کو دھوکا کھانے سے بچانا چاہتے ہوں۔ بالکل منافی ہے شان نبوت اور (بالمؤمنین رؤف رحیم) کیونکہ بجائے ہدایت اُلٹا اُمت مرحومہ کو بڑے دھوکے میں ڈالنا ہوا کہ نزول قادیانی کی جگہ نزول عیسٰی بن مریم فرما دیا۔ حالانکہ پہلے لوگ ایلیا کے نزول بروزی سے دھوکہ کھا چکے تھے۔ اور معانی ان آیات کے بالتفصیل عنقریب اپنے اپنے محل میں انشاء اللہ تعالیٰ آجائیں گے۔

سوال

قادیانی صاحب کا سورہ فاتحہ کی عربی تفسیر بلیغ و فصیح وتیح لکھنا باوجود اُمّی ہونے کے

ور حریف مقابل کا اس پر قادر نہ ہونا بڑی زبردست دلیل ہے اس کے صدق پر۔

جواب

اُمّی ہونے کا پتہ تو مرزا جی کی کتب اور اُن کے ہمدرسوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ ضمیمہ میں مذکور ہے۔ میں صرف تفسیر اعجاز و قصیدہ ملیح کے متعلق چند غلطیوں کا اظہار و اصلاح چاہتا ہوں۔ **فاقول** قادیانی صاحب کی تفسیر عربی بھی ایک برہان ہے منجملہ اُن براہین کے جو آپ کو مسیح موعود و نبی و رسول نہیں بننے دیتے۔ کیونکہ اس تفسیر میں کہیں تو سرقہ و چوری سے کام لیا گیا ہے اور کہیں لفظی غلطی اور کہیں تحریف معنی جن پر ادنے ادنے طالب علم بھی ہنسی کر رہے ہیں۔ ایسی تفسیر کو اعجاز نام رکھنا اپنے منہ سے میاں مٹھو بننا ہے۔ البتہ بدیں خیال اس کو معجزہ کہہ سکتے ہیں کہ حریف مقابل ہرگز ایسے اغلوطات و تحریفات کو نہیں لکھ سکتا اور نیز دوسرے علماء کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے اشغال کو چھوڑ کر ایک فضول مقابلہ میں مصروف ہوتے۔ کیا اُن کو نبی و رسول بننا منظور تھا یا اپنی کلام کو قرآن کریم کے مساوی فی الاعجاز خیال کرنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہونا تھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ تو بفضل اللہ و قولہ (خاتم النبیین) اور (الا انہ لا نبوۃ بعدی) کو مانتے ہیں اور (قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ہذا القرآن) کے مطابق اعجاز فی الکلام کو خاصہ لازمہ قرآن کریم کا سمجھتے ہیں۔ اب **اعجاز المسیح کے وجوہ اعجاز کو ملاحظہ فرمائیے۔**

قادیانی صاحب اعجاز المسیح کے پہلے صفحہ پر جو صفحہ سے خالی ہے لکھتے ہیں۔ فی سبعین یوما من شہر الصیام۔ **اقول**۔ رمضان شریف ستر دن کا نہیں ہوتا ورنہ شاید یہ بھی خیالی ہوگا۔

لہ یہ نظیر ایسی ہے کہ ایک شخص کسی ندی کے کنارہ پر رہا کرتا تھا۔ اور دنوں کے شمار کا طریق اُس نے اختیار کیا تھا کہ [illegible] ہر روز ایک مینگنی کسی خاص برتن میں ڈال دیتا۔ در حقیقت وہ یکا مینگنی اس میں ڈال دیا جاتا تھا۔ جب کوئی تاریخ دریافت کرنے آتا۔ تو مینگنیوں کو گن کر تاریخ بتلا دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے [illegible] اس برتن میں اتنی مینگنیاں ڈالیں کہ وہ برتن مینگنیوں سے بھر گیا۔ جب کوئی سائل تاریخ دریافت کرنے آیا تو وہ گھبرا گیا۔ وہ چالیس تک گن کر فرمایا کہ آج چالیسویں تاریخ ہے۔ سائل نے عرض کیا مہینہ تو تیس دن کا ہوتا ہے۔ آج چالیسویں تاریخ کہاں سے ہو گئی۔ اللہ کے بندے نے جواب دیا کہ میں نے تو بہت کم کہا ہے۔ اگر ساری مینگنیاں گنتا تو شاید ستر سے زیادہ ہوتیں کیا آپ بھی شاید اُن کے شاگرد نہ ہوں۔ (م ز د ن)

ایہام معنے غیر مراد سے جو منافی ہے فصاحت و بلاغت کو۔

پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے۔ وکان (ص۲) من الہجرۃ ۱۳۱۸ سنۃ ومن شہر النصاری ۲۰ فروری ۱۹۰۱ سنۃ
اقول یہ بے ربط عبارت اور خلاف محاورہ عرب کے ہے۔ پھر لکھتے ہیں مقام الطبع (۳) قادیان
ضلع گورداسپور۔ اقول۔ (ضلع گورداسپور) بھی خلاف محاورہ عرب ہے نہ صرف اسی وجہ
سے کہ بجائے (گورداسپور) (غورداس فور) چاہیئے تھا بلکہ من جہت الترکیب والاعراب بھی۔ پھر
کہتے ہیں۔ یا ہنام الحکیم فضل دین۔ اقول بعد التعریب فضل الدین چاہیئے۔ جیسا البصروی
قال ص۲ کل ستٍ غاب صدرہ۔ او کلیلٍ فل بدرہ اقول یہ عبارت حریری کے
صفحہ ۱۲۴ سے ماخوذ ہے قال ص۲ وخلت راحتہما من جفل المسنۃ اقول ظاہر
ہے کہ من جفل خلت کا خلاف مقصود ہونے کی وجہ سے نہیں ہو سکتا اور تعلیلیہ موہم
ہے معنی غیر مراد کی طرف اس لئے یہاں لام کا محل تھا قال کاحیاء الوابل للسنۃ الجداء اقول
مقامات حریری کے ص۲۲ سے ماخوذ ہے بتغیر ما قال وعاد جرہا سبرہا اقول یہ مثل مشہور ہے قال ص۳
من کل نوع الجناح اقول کلمہ کل معرفہ پر تمام اجزاء کا افادہ دیتا ہے جو یہاں پر مقصود نہیں اسلئے نوع الجناح چاہیئے تھا
قال ص۳ حل امرہم علی التقویٰ اقول یہاں بھی کل مجموعی خلاف مراد ہے اس لئے
کل امرہم چاہیئے تھا۔ قال ص۳ فلا ایمان لہ او یضیع ایمانہ اقول لفظ ایمان کا
تکرار دو دفعہ منکرہ ہے۔ قال ص۳ وافوق بین رومن لقد س، وخضراء الدمن۔
اقول یہ عبارت مقامات حریری کی ہے قال ص۴ کالربیع الذی یمطر فی ابانہ
اقول یہ بھی حریری سے ہے۔ قال ص وعندی شہادات من ربی لقوم مستفہین
وآیات بینات للمبصرین ووجہ کوجہ الصادقین اقول ووجہ عطف ہے
شہادات پر گویا وعندی وجہ ہوا اور یہ خلاف محاورہ ہے کیونکہ جز پر عند نہیں آتا۔
قال این الخفا فافتحوا العین ایہا العقلا اقول فافتحوا پر فا کا لانا بے
محل ہے کیونکہ فا کا ماقبل اس کے مابعد کے لئے سبب ہوتا ہے۔ اور اس
جگہ بر عکس ہے عدم الخفاء سبب فتح العین کے لئے نہیں بلکہ فتح العین سبب
ہے عدم الخفاء کے لئے قال ماقبلونی من البخل والاستکبار۔

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین سے سمجھ لے کہ اس سے معلوم ہوا کہ دجال شخصی جیسا
کہ جہاں کا مزعوم ہے کوئی چیز نہیں اگر علم الٰہی میں اسکا وجود ہوتا تو یوں فرماتا کہ غیر المغضوب
علیھم ولا الدجال دیکھو صفحہ ۱۸۹۔ اسی اعجاز مزعومی کا پھر اسی اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۴۲
پر آپ لکھتے ہیں کہ مالک یوم الدین میں یوم الدین جو ہے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود یعنی قادیانی کے
زمانہ کا نام رکھا ہے۔ وسمی زمان المسیح الموعود یوم الدین لانه زمان یحیی فیه الدین

اقول لعنة الله علی الکاذبین اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں یوم الدین کی تفسیر اس طرح پر فرماتا
ہے وان الفجار لفی جحیم یصلونها یوم الدین یعنی گنہگار دوزخ میں قیامت کے دن داخل
ہونگے۔ اگر یوم الدین قادیانی کا زمانہ ہے۔ تو کیا اسی وقت دوزخ میں حساب کتاب کے بعد داخل ہونا
شروع ہوگیا۔ پھر فرماتا ہے۔ وما ادراک ما یوم الدین ثم ما ادراک ما یوم
الدین یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ لله۔ غور کرو۔ یوم الدین
اور یوم لا تملک نفس لنفس شیئا۔ دونوں کا مفاد ایک ہی ہے اور پھر صفحہ ۲۵ پر لکھتے
ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں (وله الحمد فی الاولیٰ والآخرة) دو احمدوں
کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اولیٰ سے احمد پہلا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آخرہ سے
احمد پچھلا یعنی غلام احمد قادیانی۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔ وقد استنبطت هذه
النکتة من قوله الحمد لله رب العالمین۔ **اقول** جب آپ ایسے استنباط کرسکتے
ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بے خبر تھے تو پھر پیر مہر علی بیچارہ بالمقابل آپکے کس
طرح ایسے نرالے استنباط کرسکتا ہے۔ **قال** وهم ذلك كان يخاف لسان **اقول** خائف
وہی ہوتے ہیں جن کو میدان میں سامنے آنے موت نظر آتی ہے مع آنکہ آپکے مقابلہ بھی پیر خود
ہی کی ہو۔ مامور من اللہ کو میدان میں موجود ہونا نہایت ہی ضروری تھا۔ تاکہ خلق اللہ مامور
کے غیر حاضری کے باعث اسکو مفتری علی اللہ سمجھ کر صراط مستقیم کو نہ چھوڑ دیں۔ مخالفین کو
للکارنا اور پھر گھر سے باہر نہ نکلنا گویا اپنے ہی ہاتھوں سے دین کی بیخ کنی ہے۔ مگر ایسے
ماموران ایسے دین کا عملدرآمد ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپکا دین اگر وہی محمدی دین ہوتا تو آپ
بجائے اس قول پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

اَنَا الرَّسُوْلُ لَا مِرَاءَ اَنَا ابْنُ غُلَامِ مُرْتَضٰی) کہتے ہوئے میدان میں موجود ہوتے۔ واقعی امر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بحسب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کے قرآن کریم کو تحریف سے بچانا منظور تھا۔ اور امت مرحومہ کو یہ سمجھانا کہ غلام احمد قادیانی کتاب اور سنت اور اجماع کا محرف ہے۔ اس لئے اس کے ہاتھ سے اشتہار دعوت آپ کر دو فریقہ ضرور میرا مقابلہ میرے متقابل مرزا قبلیاں ہو کہ یہ ہوگا وہ ہوگا) روئے زمین پر دلوایا جس میں خود ہی اُسنے ان تین علماء کو (جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب پروفیسر لاہوری اور جناب مولوی عبدالجبار امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) حکم قرار دیا اور انتظام پولیس وغیرہ بھی لکھدیا اور پہلے اس کے یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ واللہ یعصمک من الناس ورنہ انی مہین من اہانک اور میرے آڑ میں روں کی میں حفاظت کرونگا اور تیرا ہی گروہ قیامت تک غالب رہیگا۔ اور بعدہٗ اسی اشتہار میں اخیر پر لکھدیا کہ لعنۃ اللہ علی من تخلف و ابیٰ۔ مسلمانوں غور سے سنو یہ ایک مکر الٰہی تھا بمقابلہ مکر قادیانی صاحب کے جو اُنھوں نے سوچا تھا کہ کسی کو کیا ضرورت، جو جماعت دعوت کریگا اور ہمکو گھر میں بیٹھے بٹھائے فتح ہو جائیگی اور عقل اور دین کے غنیمت اور میاں مٹھو بغلیں بجاتے ہوئے دام میں پھنسیں گے، ورنہ تصویر فروشی اور اشتہار فروشی اور تصنیف فروشی ورفتار ہ فروشی اور کنتش ندرام بنام تجارت پھر مزید برآں بر بہانہ خسارت وغیرہ وغیرہ لو بیٹھکوں کی آسامی نکل آئینگے مگر چونکہ بحکم واللہ خیر الماکرین کے الٰہی مکر ہی غالب رہتا ہے۔ لہٰذا قادیانی صاحب کی اُس کرہ و فر سے بعد ایام جلسہ ہو ہیں قلمی اور کلمی طاقتیں سلب کردی گئیں۔ یعنی عدم حاضری کے عذر تک بھی قلم اور منہ سے نہ نکلا باوجود اس کے کہ معتقدین و مخالفین دونوں کی جانب سے سخت اصرار کشمکش بھی ہوئی تخمیناً پانچ چھ دن کے بعد جب ہمارے واپس ہونیکی خبر جناب کو پہنچی تو زرد کا غذ برید لرزاں بیفرح قلم ہاتھ لیا اور اعذار بارزہ ادہن من بیت العنکبوت شروع ہوئے کہ ہمکو سرحدی لوگوں کا خوف تھا۔ اسلئے نہیں آئے۔ اس عذر پر لوگوں نے کہا کہ کیا آپ ان الہامات کو بھول گئے جن میں آپکو خدا کی جانب سے پوری تسلی اور غالب رہنے کی بشارت دیگئی تھی یا آپکے ملہم سے بھی الہام و وعدہ کی قدرت سلب کی گئی۔ ہماری جانب سے تقریری شرط کی ترمیم اسلئے تھی کہ

تقریر بھی معیار صداقت ہونے میں تحریر سے کم نہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ غالب کرنا چاہتا
ہے اور اسکو منظور ہوتا ہے۔ کہ اسکے غالب رہنے کے ذریعہ سے لوگوں کو ہدایت کروں تو اُسکے
غلبہ کو معیار صداقت ٹھہرانے کے بعد ضرور ہی اس کو غالب کرتا ہے اور اس بیچے مامور کو فرض منصبی
کے رو سے حریف مقابل کے دبدبہ ہونا نہایت ضروری ہوتا ہے بلکہ قادیانی صاحب چونکہ
بروز و فن محمدی و عیسوی کے مدعی ہیں تو تقریری مقابلہ کی تسلیم ان پر ضروری تھی کیونکہ اپنے بارزین
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام نے بھی تبلیغ حق تقریری طور پر کی تھی۔ دوسری
وجہ ترمیم کی یہ ہے کہ صرف تحریر میں احقاق حق اچھی طرح نہیں ہوتا۔ بالفرض اگر قادیانی صاحب
جلسہ لاہور میں بھی تفسیر لکھتے تو کیا اُن کی بھولی بھالی جماعت بے تمیزی کی وجہ سے اپنی
ضلالت پر زیادہ پکی نہ ہو جاتی۔ ان کی ذاتی لیاقت اس قدر کہاں تھی کہ اس تفسیر کے مفسدین
واہیہ اور محرفہ پر اطلاع پا دیں۔ یا مرزا جی کے سرقہ کو پکڑ سکیں۔ وہ تو صرف عربی عبارت
مسروقہ کو دیکھ کر زیادہ گمراہ ہو جاتے۔ اس لئے نہایت ضروری تھا۔ کہ پہلے علماء اکرام کے سامنے
قرآن و حدیث کو نکال کر بلحاظ سیاق و سباق اثبات مدعا کیا جاتا اور علماء اسلام انصاف فرماتے
کہ کس کا مضمون یا استنباط اصول شرعیہ کے مطابق ہے۔ تاکہ اس کو قبول کر لیا جاوے اور
کس کا مخالف اور جاہلانہ چارکونسلی ہے۔ تاکہ اس سے حاضرین کو تقریراً اور غائبین کو تحریراً بچا
دیا جاوے۔ کہ اس مسلک سے بچنا مسلمانوں کو نہایت ضروری ہے۔ مرزائیوں کو اس کم توجہی پر
نہایت ہی افسوس آتا ہے کہ انہوں نے نبوت اور قرآن دانی کا معیار انشاء پردازی کو سمجھ رکھا
ہے اور پھر وہ انشاء پردازی جس کی لفظی اور معنوی کمال کی قلعی کھل رہی ہے بھلا مثلاً اگر کوئی
عربی زبان میں یہ مضمون لکھدے۔ کہ نماز عبارت صرف توجہ الی اللہ سے ہے اور اوضاع
معمولہ اہل اسلام کی کوئی حقیقت نہیں اور اپنے دعویٰ کی دلیل اس امر کو ٹھہرا دے کہ میری طرح چونکہ
کوئی شخص عربی نویس نہیں اور فی الواقع ایسا بھی ہو تو کیا کوئی عاقل ایسی واہی دلیل سے اُس کے
دعویٰ کو مان سکتا ہے ہرگز نہیں۔ **قال ص ۲۲** وکان یعلم انہ ان تخلف فلا غلبۃ ولا تجاس
اقول جب غیر مامور من اللہ حصول غلبہ کیلئے پیچھے نہ رہا تو مامور من اللہ کو وجوہ مذکورہ بالا کے
رو سے تخلف کسی طرح جائز نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معاملہ بالعکس ہے۔ **قال ص ۲۲**

نکاد کیدا **اقول** یہ کید چونکہ (انہم یکیدون کیدا) کے مقابلہ میں تھا لہٰذا اسکو واکید
کیدا کا ظہور سمجھنا چاہیئے۔ اسی لئے واللہ خیر الماکرین کے مصداق غالب رہا اور کیوں نہ ہوتا
کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی عزیز **قال** صـ۲۳ رحمکم من کان ملک
عدن واواشد بعضاً من علماء النعمان **اقول** ان کی عداوت اس وقت نہیں سوجھی تھی
جس وقت اشتہار دعوت میں آپ ہی نے ان لوگوں کو یعنی مولوی عبداللہ صاحب و مولوی
عبدالجبار صاحب و مولوی محمد حسین صاحب کو محکم لکھا تھا۔ کیا اس وقت آپ نے اجابت
دعوت کو غیر ممکن الوقوع سمجھا ہوا تھا۔ اسی لئے تینوں صاحبوں کو لکھ مارا اور جب سر پر آگئی تو اس
وقت یہ حیلہ سوجھ میں آیا۔ کہ یہ علماء میرے دشمن ہیں۔ یہ بھی ہم مسلم کر لیتے اگر انہیں ایام میں آپ
عدم تشریف آوری کی وجہ بھی لکھ دیتے تاکہ ہم ان حضرات کے سوا اور تین اہل علم مقرر کر لیتے کیا
آپ کو رجسٹری شدہ چٹھی حافظ محمد دین صاحب تاجر کتب لاہوری کی ۲۵ اگست سے پیشتر ۲۰
یا ۲۱ کو نہیں پہنچی تھی۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کو اگر کسی شرط کی ترمیم کرانی ہو تو کرا لیجیئے۔ ورنہ
آپ کا کوئی عذر وحیلہ قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اگر آپ کو اشتراط تقریر یا علماء ثلٰثہ کا حکم ہونا گوارا
نہ تھا۔ تو قطع حجت کے لئے فوراً اشتہار اور چٹھی کے پہنچتے ہی خود اپنی دستخطی جواب یا اپنے نام کے
اشتہار سے اس خاکسار کو واضح کر دیتے کہ اس قید کو اٹھا دو تب ہم آ سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں۔
اگر آپ یہ خیال فرماویں کہ ہمارے مرید امروہی نے یہ بات پہنچا دی تھی۔ تو ہماری طرف سے
ہمارے مخلص حکیم سلطان محمود نے جواب ترکی بترکی شائع کر دیا تھا۔ کہ اگر آپ تقریر کسی صورت
میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ تو بعینہ پیش کردہ شرطیں آپکی بلاکم وکاست محرر سطور منظور کر کے لاہور
آتے ہیں۔ آپ بھی تاریخ مقررہ پر لاہور آویں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ آپکے مرید کی بات ہم پہ حجت ہو
اور ہمارے مخلص کی بات قابل التفات نہ ہو۔ بھلا میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر معاملہ بالعکس
ہوتا یعنے ہماری طرف سے اشتہار دعوت شائع ہوتا اور آپ یہی جواب دیتے جو ہم نے لکھا تھا
اور پھر آپ تاریخ مقررہ پر آتے اور میں حاضر نہ ہوتا یا آپکے اشتہار دعوت کا میں جواب نہ دیتا
بلکہ آپ کی طرح بالکل خاموش ہو جاتا۔ تو میں آپ کو قسم دیتا ہوں انصاف سے کہو کہ اندریں
صورت آپ معہ اپنے چیلوں چانٹوں کے مارے خوشی کے بغلیں نہ بجاتے۔ اور اشتہاروں پر اشتہار

نزد یقے کہ دیکھو آسمانی نشان ظاہر ہو گیا۔ پس جبکہ یہی نشان علماء اسلام کے حق میں ظاہر ہوئے تو پھر کیوں نہیں عناد کو چھوڑتے **قال** ص۲۷ ومارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ **اقول** حدیث کا سرقہ ہے **قال** ص۲۷ وحجۃ بالغۃ تدمغ الباطل کالنفاذ **اقول** حریری کے ص سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۲۷ ومانا الا الخادی الوفانی **اقول** حریری صفحہ ۸ کا سرقہ ہے۔ بالزیادۃ ما **قال** ص۲۸ ومن نوادر ما اعطی لی من الکلمات **اقول** ما اعطی لی کی جگہ ما اُعْطِیْتُ چاہیئے۔ **قال** ص۲۹ فواللہ انی ارجو من حضرۃ الکبریاء ان یکون [illegible] ونحن سبلین علی الاعداء ولذالک بثثت الکتب **اقول** ارجو اور یکون مضارع نہیں چاہیئے۔ کیونکہ تحریک ما بعد ماضی کا محل ہوتا ہے الا لنکتۃ۔ اور نیز ولذالک بثثت بھی ارجو کے ساتھ مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ رجا اب ہے یا آئندہ ہوگی تو کتابوں کا پھیلانا جو ماضی میں ہوا اس امید پر کیونکر معلول ہو سکتا ہے۔ **قال** ص۳۲ ولا تزھق بالبتعۃ والمعتبۃ **اقول** حریری کے ص۲ کا سرقہ ہے۔ **قال** ص۳۲ عن مَعَرّۃ اللکن **اقول** حریری کے پہلے صفحہ کا سرقہ ہے۔ **قال** وتوفیقا قائدا الی الرشد والسداد **اقول** حریری سے لیا ہے۔ **قال** ص۳۶ ان ادی ظالعہ کالخلیع **اقول** مسروق من حریری ص۶ بتغیر ما **قال** ص۳۸ یقال عنادہ **اقول** حریری کے صفحہ ۵ سے مسروق ہے بتغیر ما **قال** ص۳۹ افتعل منا عنادا [illegible] وامتطی مطیا السلاطۃ **اقول** حریری کا سرقہ ہے **قال** ص۴۰ [illegible] کتلہ منعدم بالیت وبان **اقول** انعدم کا لفظ غیر مستعمل ہے بجائے اس کے عدم چاہیئے دیکھو قاموس **قال** ص۴۱ لا بد ان یکون لہ ھذا اعلام **اقول** ضمیر [illegible] ہے اس کا قبل متقدم ہو **قال** ص۴۲ ولو فرضنا **اقول** لو کا محل نہیں **قال** ص۴۳ [illegible] **اقول** حریری کے صفحہ ۲ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۳ [illegible] فی الروابۃ [illegible] **اقول** حریری سے ہے بتغیر ما **قال** ص۴۳ [illegible] **اقول** حریری ص۵ کا سرقہ ہے **قال** ص۴۵ وای معجزۃ **اقول** دایۃ معجزۃ چاہیئے **قال** ص۴۵ [illegible] لا یعرف ونکرۃ لا تعرف **اقول** حریری ص۵ سے مسروق ہے۔ **قال** ص۴۵ [illegible] رداء تدیۃ جمیل **اقول** ایک مشہور شعر کا سرقہ ہے قال السموأل اذا المرء لم یدنس

من نوم عرضه۔ فکل رد ایر تدبیہ جمیل حماسۃ ۱ قال ص۵۵ لاشیوخ ولاشباب ۔
اقول ایک کا جمع اور دوسرے کا مفرد لانا کیا وجہ رکھتا ہے قال ص۵۵ کنز المعارف
ومعدینھا وماء الحقائق وطینتھا اقول مقامات کی عبارت ہے قال ص۵۵ ثمایمدّ
اللہ لوالی عقد الکرب اقول مقامات بدیع کے شعر کا ثانی مصرعہ ہے بازیاد لفظ کہ
قال ص۵۹ ادرد دھنمد میلدی اقول زاد اکثر متنبی آتا ہے قال ص۶۱ القیت بہ بدانی اقول ۔۔۔۔
مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ کا سرقہ ہے۔ قال صلا کا ادراک العماد۔ لسنة جماد اقول
مقامات حریری کے صفحہ ۱۲۴ سے مسروق ہے بتغیر ما قال ص۶۱ اخر نبل من النبال اقول
خلاف محاورہ ہے قابل غور ہے قال ص۶۲ نفمار والمبیت مقبور۔ وزینت سراج احترق
ومابقی معه من النور۔ اقول دوسرا سجع پہلے سے بہت بڑا ہے جکو من الفصحاء والبلغا
عیب سمجھا گیا ہے اور دونوں مضمون مسروق ہیں قال ص۶۳ فما کان من یتحرک اقول مصدر
کا عمل ناجائز ہے اسلئے (ان) نہ چاہیئے تھا قال ولیس فیھم الا السبّ والشتم
قاعد بین ذی الجبانات اقول کس سے حال ہے قال ص۶۴ وانا جنان اقول تقدیم مسند
الیہ بے وجہ ہے قال ص۶۵ ومثلھا لمثل ناقۃ تمر کلما تحتاج الیہ وتوصل الی دیار
الحبیب من رکب علیه اقول ناقہ کی طرف مذکر ضمیر کا ارجاع غلط ہے۔ قال ص۶۵ کرا جانی ہران
اقول یہ سجع قلیل الافادہ بعد کثیر الافادہ واقع ہے ماقبل ملاحظہ ہو قال ص۶۵ وبھذا الجمع دو
الذی وعد نبیه الوعید اعنی الدجال اقول عجیب نکتہ ہے کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں
جو شیطان ہے اس سے مراد تو ابلیس ہے اور رجیم جو اس کی صفت ہے اس سے مراد دجال ہے
جسے عیسیٰ علیہ السلام قتل کرینگے۔ آجتک یہی سنا تھا کہ موصوف اور صفت کا مصداق ایک ہی ہوا
کرتا ہے مگر اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے مرزا صاحب نے کیسا ثابت کر دیا ہے کہ انکا مصداق
مغایر بھی ہوتا ہے سبحان اللہ۔ قال ص۸۲ وکم من حائل فاق العظام اقول
منصوب ہو کر پھر مکسور پڑھا گیا ہے۔ قال ص۸۲ بکفت المصطفا اضحی النعام
اقول مرفوع کو مجرور کا قافیہ کیا گیا ہے۔ قال ص۸۳ الذم للہ کافة اهل
الملة اقول کافہ کا لفظ عربی میں مضاف نہیں آتا۔ قال ص۸۴ ان الاسم
مشتق من الوسم اقول ہذا خلاف ما صرح به الثقات قال ص۸۶ ثم ان لفظ الحمد مصدر

نزوالت قال ص[۱۶۵] وان لاتوذی اخیک اقول اخاک چاہیئے قال ص[۱۶۶] فی الحاشیۃ واشارۃ الی
ان اللہ عد لھم کما اعطے الانبیاء السابقین اقول محض غلط ہے قال ص[۱۷۰] وانھم
ثمرات الجنۃ فویل للذی ترکھم اقول ترکہا چاہیئے قال ص[۱۷۱] تظن ان یکون
اصغر اقول فصیح صاحب کلمہ غیر معرف باللام نہیں ہوتا قال ص[۱۷۱] ان یبعث فی ھذہ
الامۃ اقول بعد التسلیم مفید مطلوب نہیں ہے قال ص[۱۷۴] وانہ لن یاتی احد من السماء اقول
کہاں سے معلوم ہوا۔ قال ص[۱۸۰] ینضنضون تضنضنۃ الصل ویحملقون حملقۃ البازی
المطل اقول مقامات حریری کے ص[۱۵۶] سے سرقہ ہے بتغیر ما قال ص[۱۸۷] فاشتدت الحاجۃ
اقول مستنبط نہیں ہوسکتا ہے قال ص[۱۹۰] وذکر الضالین فی مقام کان واجبا فیہ ذکر
الدجال فان کان الامر کما ھو زعم الجہال تعالی اللہ فی ھذا المقام غیر المغضوب
علیھم ولا الدجال اقول دجال کا ذکر ضالین کے ضمن میں بسبب عموم مفہوم اسکے ہوچکا ہے
اور ذکر شخصی گر ضروری سمجھا جاوے تو پہلے آپکا چاہیئے تھا کیونکہ دجال مفسر و محدث بنکر دہوکا
نہ دیگا بخلاف آپکے کہ حامیان اسلام کے لباس میں ممبر پر کھڑے ہوکر تحریف کر رہے ہیں۔
لہٰذا آپ کا ذکر نہایت ہی ضروری تھا۔

واضح ہو کہ اس تفسیر میں مرزا جی نے مطاعن اور گالیوں اور تحریف معنوی کو اس حد تک پہنچا
دیا ہے کہ کسی کے باوا سے بھی نہ ہوسکی۔ بالخصوص محرر سطور عفی عنہ رب الغفور کے حال پر بڑے
بڑے عنایت فرمائے ہیں جن کے بالمقابل میں بغیر اس مصرعہ کے کچھ نہیں عرض کرسکتا ع
بتر زانم کہ خوبی گفت آنی۔ اور سوائے اس مصرع خواجہ حافظ علیہ الرحمۃ کے کوئی معاوضہ میں نہیں
کرسکتا ع بدم گفتی وخورسندم عفاک اللہ نکو گفتی۔ میں آپکا بڑا ممنون ہونگا۔ گر آپ مجھے
منہ بھر کر گالیاں دے لیویں مگر کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجماع امت
مرحومہ میں دخل بے جا نہ کریں۔ اور نیز گالیوں کو ہماری ذات تک ہی محدود رکھیں اور ہمارے
منہ سے جو کلمات نکلتے ہیں ان کو گالیں نہ دیں کیونکہ بفضل اللہ وحولہ اکثر اوقات آپکے مخالفین
کے منہ سے آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ وتسبیحات وتہلیلات ہی نکلتی رہتی ہیں لہٰذا گذارش
ہے کہ آپ اس کہنے میں ص[۱۹۶] (فھو خبیث وخبیث ما یخرج من شفتیہ) ماخوذ نہ ہوجائیں۔

وہ خبیث ہے اور خبیث ہے جو کچھ کہ اسکے منہ سے نکلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو کتاب اور سنت اور اجماع اُمت والے صراط مستقیم پر چلائے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وبارک وادم علی سیدنا ابی القاسم وحبیبنا المظہر الاتم لاسمائک العظیم وآلہ وعترتہ ۔

سوال

ارض ذات النخل کو یمامہ خیال فرمانا جو فی الواقع مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ تھا اور ایسا ہی لتدخلن المسجد الحرام کا وقت صلح حدیبیہ والا سال سمجھ لینا کیا یہ ہر دو اور نظائر ان کے از قبیل قصور فی الکشف اور خطا فی التعبیر نہ تھے جب مکاشفات مذکورہ میں قصور اور خطا فی التعبیر واقع ہو گئے تو نزول مسیح ابن مریم والی پیشگوئی میں کیوں نہیں واقع ہو سکتے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلام احمد قادیانی کو عیسےٰ بن مریم کی صورت میں دیکھا ہو۔

جواب

ارض ذات النخل والے مکاشفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی سے پیشگوئی نہیں فرمائی کہ بضرور یمامہ ہی میں جانا ہوگا۔ صرف آپ کا خیال شریف یمامہ کی طرف گیا تھا سو وہ بھی قائم نہ رہا چنانچہ ارشاد فرمایا فذھب وھلی الی الیمامۃ اور دخول مسجد حرام کے متعلق بھی آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ضرور تم اسی سال مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ الغرض کشف ایک اجمالی ہوتا ہے اور ایک تفصیلی۔ اور اجمالی میں کبھی اجمال فی نفس المضمون ہوتا ہے یعنی واقعی امر برنگ استعارہ وتمثیل نظر آتا ہے چنانچہ مدینہ کی وبا کو آپ نے بشکل ایک عورت پراگندہ سر کے دیکھا تھا وغیرہ وغیرہ اور کبھی اجمال فی اوضاع المضمون من الزمان وغیرہ چنانچہ دخول مسجد حرام والے مکاشفہ میں نفس دخول مسجد حرام کما ہو فی الواقع صرف مکشوف ہوا۔ مسجد حرام کے داخل ہونیکا وقت معلوم نہیں ہوا تھا۔ لہٰذا آپ اس سال حدیبیہ میں تشریف لے گئے۔ بلکہ مناسب بشان نبوت یوں معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ والے سال بھی جانا آپکا قصور فی الکشف کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ حصول صلح کیلئے جو مقدمہ فتح کا تھا بحسب فرمان خداوندی واقعہ کشف اجمالی کی دونوں صورتوں میں آپ نے کبھی پیشگوئی یقینی طور پر نہیں فرمائی یعنی جس جز میں اجمال وخفا ہوتا تھا اُس کے بارہ میں اس طرح پر نہیں فرماتے تھے کہ یہ چیز بالضرور اسی طرح وجہ مخصوص پر واقع ہو گی اس قسم کی پیشگوئی میں قبل از وقوع ایمان علی حسب مراد اللہ رکھنے کے ہم مکلف ہیں نہ ایمان علی وجہ مخصوص کے

طور پر بخلاف کشف تفصیلی عینی کے۔ یعنی جس امر کو کھلا کھلا آپنے معائنہ فرمایا اور اسکے بارہ میں پیش گوئی یقینی طور پر فرمادی تو مؤمن بما جاء بہ الرسول علیہ السلام کو ہر گز تاویل سے کام لینا جائز نہیں۔ چنانچہ بعض اقسام اسکے شمس الہدائیت میں بحوالہ کتب حدیث لکھے گئے ہیں۔ جن میں سے اکثر کا وقوع بھی مطابق پیشگوئی آپکے ہو چکا ہے۔ نزول مسیح ابن مریم و ظہور دجال وغیرہ علامات قیامت والی پیشگوئیاں کشف عینی کے قبیلہ سے ہیں گو بعض کی تفصیل وقتاً فوقتاً معلوم ہوتی رہی جن میں آپ کو نہایت اہتمام سے امت مرحومہ کو متنبہ کرنا منظور تھا۔ تاکہ امت مرحومہ کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جائے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم بھی کہتے گئے کہ میرے آنے سے پہلے کئی جھوٹے مسیح آئیں گے۔ دیکھو انجیل کی کتاب اعمال اور نیز قصہ نزول ایلیا بھی عبرت کے لئے کافی نظیر وقوع میں آچکا تھا۔ جسکے لحاظ سے آپکو تفصیلی و تاکیدی بیان فرمانا ضروری تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطا پر قائم رہنا فی التعبیر ہی کیوں نہ ہو ہرگز ممکن نہیں کہاں یہ بات کہ عمر بھر یہ دھوکہ آپ کو واقع رہے اور بذریعہ وحی کے اطلاع نہ دیجائے الغرض بحکم فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان) انبیاء کا خطا پر قائم رہنا اور ایسا ہی بمقتضے (فانہ یسلک من بین یدایہ ومن خلفہ رصدا) وحی کا غلط ہونا شرعاً و عقلاً محال ہے۔ الحاصل کشف اجمالی بھی بعد تبیان الہٰی تفصیلی کی طرح واجب الایمان ہوتا ہے۔ نزول مسیح کا مسئلہ۔ چونکہ حاضرین کو محل تعجب و استبعاد معلوم ہوتا تھا معہذا نزول ایلیا والے اشتباہ سے بھی امت مرحومہ کو بچانا منظور تھا۔ لہذا آپنے اس پیشگوئی کو تاکید بالقسم و نون ثقیلہ و لام تاکید سے مؤکد کرکے بیان فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لیوشکن آخر تک تاکہ امت مرحومہ اس نزول کو بھی نزول ایلیا کی طرح خیال نہ کریں۔ اس قسم کی پیشگوئی کے ساتھ قبل از وقوع ایمان لانا ضروریات سے ہے کما قال تعالےٰ ما اتٰکم الرسول فخذوہ۔ اس مقام پر مرزا جی نے بمعہ اپنے علماء کے سب پیشگوئیوں میں ایک ہی قانون مقرر کر رکھا ہے کہ قبل از وقوع ہمکو ایمان لانا ضروری نہیں) حق یہ ہے کہ کشف اجمالی اور تفصیلی میں فرق نہ کرنیکی وجہ سے ان کو سخت دھوکہ ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ قیامت کو بھی قبل از وقوع نہ مانتے ہونگے۔ ہاں امر الزام سے یہ جواب دیتے ہیں۔ کہ قیامت تو مطابق حدیث الدنیا سبعۃ آلاف وانا فی آخرہا الفا کے سات ہزار سات سال سے پہلے نہیں آسکتی

اب گیارہ ماہ بھی قریب الاختتام ہیں۔ مگر اُن کی عصائے موسیٰ نے آپ کا سارا بنا بنایا کھیل
درہم برہم کر دیا (۱۵) پیر مہر علی شاہ صاحب کیلئے آپ ہر چند دانت پیستے رہے۔ مگر اُنکی شہرت ہی
شہرت اور عزت ہی عزت ہوتی رہی (۱۶) آپ نے عرصہ سے منارہ بنانا چاہا مگر ہنوز روز اول
(۱۷) آپ نے رسالہ انگریزی شائع کرنا چاہا مگر ابتک اقرار اور وعدہ کے مطابق آپکو ناکامی حاصل
ہے (۱۸) آپنے بجائے اتوار کے جمعہ کے دن تعطیل کرانی چاہی مگر سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل
نہ ہوا (۱۹) سینکڑوں اشخاص کیلئے آپ دعا کرتے رہے ہیں مگر کوئی اثر یا نتیجہ نہیں نکلا اور
پھر آپ کہتے ہیں کہ دعا کرنے والے کو یہ کرنا چاہیئے وہ کرنا چاہیئے دعا کرنے والے سے
تعلق پیدا کرنا چاہیئے وغیرہ مرزا جی کیا یہ دعائیں مشتے نمونہ از خروارے کافی نہیں ہیں
پھر آپکو بار بار اعلان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔
رسالہ الہامات کی عبارت ذیل بھی قابل غور ہے :۔

تیسری پیشگوئی

مرزا احمد بیگ اور اسکے داماد کی موت اور آسمانی منکوحہ کے نکاح کے متعلق :۔
اس پیشگوئی کو مرزا جی نے خاص مسلمانوں کے حق میں بتلایا ہے اسلئے ہمارا بھی حق ہے کہ
ہم بھی جی کھول کر سعی کریں اور تحقیق کر کے بال کی کھال اتاریں گو اور پیشگوئیوں میں بھی مرزا جی نے
لگایا کرتے ہیں۔ مگر اس پیشگوئی کے متعلق جو کچھ مرزا جی نے مساعی جمیلہ خرچ کئے ہیں ان کا
ذکر نہ کرنا غالباً ناشکری ہوگی۔ پہلے ہم اس پیشگوئی کا اشتہار نقل کرتے ہیں ازاں بعد مرزا
جی کی مساعی جمیلہ بتلاویں گے۔ هُوَ هٰذَا :

ایک پیشگوئی پیش از وقوع کا اشتہار

پیشگوئی کا جب انجام ہویدا ہوگا — قدرتِ حق کا عجب ایک تماشا ہوگا
جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہوگا — کوئی پا جائیگا عزت کوئی رسوا ہوگا

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جس خط کو ۱۰ اپریل ۱۸۸۶ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے

کیا گیا وہ استخارہ کیا تھا گویا آسمانی نشان کی درخواست کا وقت آپہنچا تھا جس کو خدا تعالیٰ نے اس پیرایہ میں ظاہر کر دیا۔

اس خدائے قادر حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاویگا اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائیگا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑیگی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کیلئے کئی کراہت اور غم پیش آئینگے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاویگا اور بے دینوں کو مسلمان بنائیگا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلائیگا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے۔ کذبوا بآیاتنا وکانوا بہا یستہزءون فسیکفیکہم اللہ ویردھا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید۔ انت معی وانا معک عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملیگا جس میں تیری تعریف کیجاویگی یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بدباطنی اور بدظنی کے راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہونگے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی (آخر تک تو جیسی ہوئی نمایاں ہی) خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔ اس اشتہار کے متصل ہی شرف باقی دن کے فاصلہ سے ایک اشتہار اور دیا جو بعنوان ذیل ہے:-

تتمہ اشتہار

دہم جولائی ۱۸۸۸ء

(۱) اشتہار مندرجہ عنوان کے صفحہ ۲ میں جو یہ الہام درج ہے فسیکفیکھم اللہ اس کی تفصیل مزید توجہ سے یہ کھلی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے کنبے اور قوم میں سے ایسے تمام لوگوں پر جو اپنی بددینی اور بدعتوں کی حمایت کی وجہ سے پیشگوئی کے مزاحم ہونا چاہیں گے اپنے قہری نشان نازل کریگا اور ان سے لڑیگا اور انہیں انواع و اقسام کے عذابوں میں مبتلا کریگا اور وہ مصیبتیں ان پر اتاریگا جن کی ہنوز انہیں خبر نہیں ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہوگا کہ جو اس عقوبت سے خالی رہے کیونکہ انہوں نے نہ کسی اور وجہ سے بلکہ بددینی کے راہ سے مقابلہ کیا ایک عرصہ سے یہ لوگ جو میرے کنبے سے اور میرے اقارب ہیں کیا مرد اور کیا عورت مجھے میرے الہامی دعاوی میں مکار اور دوکاندار خیال کرتے ہیں اور بعض نشانوں کو دیکھ کر بھی قائل نہیں ہوتے اور انکا اپنا حال یہ ہے کہ دین اسلام کی ایک ذرہ محبت انہیں باقی نہیں رہی اور قرآنی حکموں کو ایسا ہلکا سا سمجھ کر ٹال دیتے ہیں جیسا کوئی ایک تنکے کو اٹھا کر پھینک دیتے ہیں وہ اپنی بدعتوں اور رسموں اور ننگ و ناموس کو خدا اور رسول کے فرمودہ سے ہزار درجہ بہتر سمجھتے ہیں پس خدا تعالیٰ نے انہیں کی بھلائی کے لئے انہیں کے تقاضا سے انہیں کی درخواست سے اس الہامی پیشگوئی کو جو اشتہار میں درج ہے ظاہر فرمایا ہے تا وہ سمجھیں کہ وہ درحقیقت موجود ہے اور اسکے سوا سب کچھ ہیچ ہے کاش وہ پہلے نشانوں کو کافی سمجھتے اور یقیناً وہ ایک ساعت بھی مجھ پر بدگمانی نہ کر سکتے اگر ان میں کچھ نور ایمان اور کانشنس ہوتا ہمیں اس رشتہ کی کچھ ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا تعالیٰ نے پورا کر دیا تھا اولاد بھی عطا کی اور ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا بلکہ ایک اور لڑکا ہونیکا قریب مدت تک وعدہ دیا جس کا نام محمود احمد ہوگا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا یہ رشتہ جسکی درخواست کی گئی ہے محض بطور نشان کے ہے تا خدا تعالیٰ اس کنبہ کے منکرین کو عجوبہ قدرت دکھلاوے اگر وہ قبول کریں تو برکت اور رحمت کے نشان ان پر نازل کرے اور ان بلاؤں کو دفع کرے جو نزدیک چلی آتی ہیں لیکن اگر وہ رد کریں تو ان پر قہری نشان نازل کر کے ان کو متنبہ کرے برکت کا نشان یہ ہے کہ اس پیوند سے دین ان کا درست ہوگا اور دنیا انکی من کل الوجوہ جمعیت پذیر

ہو جائیگی اور وہ بلائیں جو عنقریب اترنے والی ہیں نہیں اتریگی اور قہر کا نشان وہی ہے جو اشتہار میں ذکر ہو چکا اور نیز وہ جو تتمہ ہذا میں درج ہے۔ والسلام علی عباد اللہ المومنین۔

(خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ پانزدہم جولائی ۱۸۸۸ء)

یہ دونوں اشتہار اپنے مضامین بتلانے میں بالکل واضح و لائح ہیں۔ کسی مزید توضیح یا تشریح کی ضرورت نہیں۔ کیسے صاف بتلائے ہیں کہ تاریخ نکاح سے تین سال تک دونوں (احمد بیگ اور اسکا داماد) فوت ہو جائیں گے۔ البتہ تاریخ معلوم کرنے کیلئے کہ نکاح کب ہوا اور کب ان دونوں کی موت کی تاریخ ہے مرزا جی کی دوسری ایک تحریر سے شہادت لینے کی ضرورت ہے۔

شہادت القرآن میں مرزا جی خود ہی اسکی میعاد بتلاتے ہیں کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریبا گیارہ مہینے باقی رہ گئی تھی (مفصل عبارت بصفحہ ۸۲ کتاب ہذا دیکھو) پس بموجب اقرار مرزا جی (۲۱ اگست ۱۸۹۴ء) کو مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کو دنیا پر رہنے کی اجازت نہ تھی مگر افسوس وہ مرزا کے سینہ پر مونگ دلتا ہوا آج یکم دسمبر ۱۹۱۰ء تک زندہ کیمپ ملتان میں ملازم ہے مگر مرزا جی کیا ایسے نرم اور کم گو تھے کہ خاموش ہو جاتے انہوں نے بڑے بڑے امور مشکلہ کو نہایت آسانی سے حل کر دیا تھا تو اس پیشگوئی کا پورا کر لینا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے آپ فرماتے ہیں:-

"اس پیشگوئی کے دو حصے تھے ایک احمد بیگ کی نسبت اور ایک اسکے داماد کی نسبت اور پیشگوئی کے بعض الہامات میں جو پہلے سے شائع ہو چکے تھے یہ شرط تھی کہ توبہ اور خوف کے وقت موت میں تاخیر ڈال دی جائیگی۔ سو افسوس کہ احمد بیگ کو اس شرط سے فائدہ اٹھانا نصیب نہ ہوا۔ کیونکہ اس وقت اس کی بدقسمتی سے اس نے اور اس کے تمام عزیزوں نے پیشگوئی کو انسانی مکر اور فریب پر حمل کیا اور ٹھٹھا اور ہنسی شروع کر دی اور وہ ہمیشہ ٹھٹھا اور ہنسی کرتے تھے۔ کہ پیشگوئی کے وقت نے مونہہ دکھلا دیا اور احمد بیگ ایک محرقہ تپ کے ایک دو دن کے حملہ سے ہی اس جہان سے رحلت کر گیا۔ تب تو انکی آنکھیں کھلیں اور داماد کی بھی فکر پڑی اور خوف اور توبہ اور نماز روزہ میں عورتیں لگ گئیں اور مارے ڈر کے انکے کلیجے کانپ اٹھے پس ضرور تھا کہ اس درجہ کے خوف کے وقت خدا اپنی شرط کے موافق عمل کرتا سو وہ لوگ سخت احمق اور نادان اور کاذب اور ظالم ہیں جو کہتے ہیں کہ داماد کی نسبت پیشگوئی پوری نہیں ہوئی"

ایک تلوار چلانے لگے ہیں اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اُسکا ہونگا تو ضرور مجھے بچا لیگا
آپکے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا
جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے اپنے بھائی کے لئے مجھے
چھوڑ دیا اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض
کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور جنکی لڑکی کیلئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد
ہو اور وہ میری وارث ہو وہی میرے خون کے پیاسے وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں
کہ خوار ہو اور اُسکا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جسکو چاہے روسیاہ کرے مگر اب تو وہ مجھے آگ
میں ڈالنا چاہتے ہیں میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو خدا تعالیٰ سے خوف کرو کسی نے جواب
نہ دیا بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپکی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی کے نام کے
لئے فضل احمد کے گھر میں ہے بیشک وہ طلاق دیدیوے ہم راضی ہیں اور ہم نہیں جانتے کہ یہ
شخص کیا بلا ہے ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری
کرا کر آپکی بیوی کے نام خط بھیجا مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی
رہ گیا ہے جو چاہے کرے ہم اسکے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے مرتا مرتا رہ
گیا کہیں مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپکی بیوی صاحبہ کی مجھے پہنچی ہیں بیشک میں ناچیز ہوں ذلیل ہوں
خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا
ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہٰذا میں نے انکی خدمت میں خط
لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اپنے ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا
کہ آپکی خود منشاء ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپکی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف
جب محمدی[1] کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپکی لڑکی کو طلاق دیدیگا۔ اگر
نہیں دیگا تو میں اسکو عاق اور لاوارث کر دونگا اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کروگے
اور یہ ارادہ بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں اور فضل احمد کو جو اب میرے قبضے میں ہے
ہر طرح سے درست کر کے آپکی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کرونگا اور میرا مال انکا مال ہوگا۔ لہٰذا آپکو
بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آجائیں اور اپنے

[1] آسمانی منکوحہ کا نام ہے۔

گھر کے لوگوں کو تاکید کر دیں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیویں ورنہ مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتے ناطے توڑ دونگا اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھیگا اور جب آپکی بیوی کی خوشی ثابت ہو ورنہ جہاں میں رخصت ہوا ایسا ہی سب رشتے ناطے بھی ٹوٹ گئے یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

دوسرا خط یہ ہے

والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک محمدی مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہیگا۔ اس لئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اسکو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نورالدین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جاوے۔ اور اپنے بعد اسکو وارث نہ سمجھا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اسکو نہ ملے۔ سو امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اسکی طرف سے طلاق نامہ لکھا جاویگا جسکا مضمون یہ ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ محمدی کو غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی وقت سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جاوے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جاوے گی سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اسکو عاق کر دونگا اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کیلئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔ یاد رہے کہ میں نے کوئی بات کچی نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ میں ایسا ہی کرونگا اور خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔

سلہ مجدد صاحب یہ بھی کوئی مسئلہ ہے یا محض تمہید ہے ۱۲۔

جس دن نکاح ہو گا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہ رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج ۴ مئی ۱۸۹۱ء

تیسرا خط مرزا جی نے اپنی بہو سے لکھ کر بھجوایا جو یہ ہے :-

از طرف عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔ مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔ اگر تم اپنے بھائی میرے ماموں کو سمجھاؤ تو سمجھا سکتے ہو اگر نہیں تو پھر طلاق ہو گی اور ہزار طرح کی رسوائی ہو گی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(اس خط پر مرزا صاحب کی طرف سے یہ ریمارک ہے)

جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے لکھا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیجو تا کہ اس کو لے جاوے۔

چوتھا خط یہ ہے :-

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند آں مکرم کی خبر سنی تھی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا لیکن بوجہ اسکے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا۔ اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزند ان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شاید اسکے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہو گا خصوصاً بچوں کی ماؤں کے لئے سخت مصیبت ہوتی ہے خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحب عمر عطا کرے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں آپکے دل میں گو اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کیلئے خیر و برکت چاہتا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا کہ میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپکی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے مسلمانوں کے ہر ایک نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم

کہا جاتا ہے۔ تو دوسرا مسلمان اُسکی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے سو ہمیں خدائے تعالیٰ
قدیر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہُوا
تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اس عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی تنبیہیں وارد
ہونگی اور آخر اسی جگہ ہوگا کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اس لئے میں نے عین خیر خواہی سے
آپکو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتے کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر
نہ کرتا اور میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپکی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں
کہ یہ آپکی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا
جو آپکے خیال میں نہیں کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اُسکا حکم ہے جسکے ہاتھ میں زمین و
آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔ اور آپ کو شاید معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیشین گوئی
اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا
کہ جو اس پیشین گوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزارہا پادری
شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا
تعالیٰ اُنکو رسوا کریگا اور اپنے دین کی مدد کریگا میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزارہا مسلمان مساجد میں
نماز کے بعد اس پیشین گوئی کے ظہور کیلئے بصدق دل دعا کرتے ہیں سو یہ اُنکی ہمدردی اور محبت ایمانی کا
تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالےٰ
کے اُن الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ
سے اس پیشین گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تاکہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔
خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے۔ زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں
سکتا۔ خدا تعالےٰ آپکو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات
ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے الہام کیا۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں
آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی ناملائم لفظ ہو تو معاف فرماویں۔

والسلام۔ خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد عفی عنہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء

بروز جمعہ (از کلمہ فضل رحمانی)

۱ جب ہی تو ذلت کی موجب ہوتی ہے ۱۲

ان لفظوں سے ظاہر ہے کہ مرزا جی اپنے اغراض نفسانی کو پورا کرنے کے لئے عموماً بقول حافظ شیرازی ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے ٭ دام تزویر مکن چون دگراں قرآں را

اسلام اور قرآن ہی کو پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا اپنے دین کا آپ حامی ہے کسی ایسے ویسے الہامی وغیرہ کی حمایت پر اُسکی امداد موقوف نہیں اسلئے ہمیشہ مرزا جی کو ناکامی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک معنی میں قطع الوتین[1] کے انتہا۔ **اقول**۔ ناظرین خدارا انصاف۔ کیا ایسی ہی پیشین گوئی کرنے والے کو مطابق (الا من ارتضٰی من رسول) کے نبی اور رسول بننے کا حق ہے۔ چنانچہ قادیانی صاحب اس اشتہار سے پہلے بھی بڑے زور سے لکھ چکے ہیں۔ دیکھو توضیح صفحہ (۱) محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے (۲) کیونکہ وہ خدا تعالٰی سے ہمکلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے (۳) امور غیبیہ اُس پر ظاہر کئے جاتے ہیں (۴) رسولوں اور نبیوں کی طرح اُس کی وحی کو بھی دخل شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے (۵) اور مغز شریعت اُس پر کھولا جاتا ہے (۶) بعینہٖ انبیا کی طرح مامور ہو کر آتا ہے (۷) انبیا کی طرح اُس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں باآواز بلند ظاہر کرے۔ (۸) اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھیرتا ہے (۹) اور نبوت کے معنی بجز اسکے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اُس میں پائے جاویں انتہٰی بعبارتہٖ۔

امروہی صاحب کیا یہ پیشین گوئیں اور دعائیں منشے نمونہ از خروارے آپکے پیغمبر کی نبوت پر اور آپ کے بیان پر خاک نہیں ڈالتیں۔ یا الفرض اگر پیشین گوئی بھی سچی نکلے اور دعا بھی مستجاب ہو تو کیا (خاتم النبیین) کے برخلاف بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی بھی ہو سکتا ہے۔

سوال

بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی یا رسول صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا کما قال الشیخ اکبر فی الباب الثلث والسبعین وھذا معنٰی قولہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی الخ اور قادیانی نبوت اور رسالت غیر تشریعیہ کا مدعی ہے۔

جواب

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہٗ کو ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دیکر

[1] آیت لقطعنا منہ الوتین کی طرف اشارہ ہے ۱۲ منہ

(الا انہ لا نبوۃ بعدی) کے ساتھ نبوت کی نفی کردی مع آنکہ ہارون کی نبوت غیر تشریعی تھی یعنی
موسوی شریعت سے الگ کوئی شرع اُن کے پاس نہیں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی غیر مشرع بھی نہیں ہو سکتا۔ رہا شیخ اکبر کا حوالہ سو وہ قادیانی کو مضر ہے
مفید نہیں کیونکہ وہ اسی باب میں عیسیٰ بن مریم کو بعینہ بغیر کسی مثیل کے زندہ بجسدہ العنصری زمین پر نازل ہونے
ہیں دیکھو اسی باب کا صفحہ ۶ جس میں لکھتے ہیں (ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
من الرسل الاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وابقی فی الارض اثنین
الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین۔ اور نیز حضرت شیخ گو کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے مقام نبوت کے تحقق کا قول فرماتے ہیں مگر نبی کہلوانے اور کہنے کو جائز نہیں رکھتے چنانچہ اسی
باب کے صفحہ ۳ پر لکھتے ہیں (فسددنا باب اطلاق النبوۃ علی ھذا المقام) نیز فتوحات کے فصل
تشہد میں فرماتے ہیں (انہ لو اعطف علیہ السلام عن نفسہ من جھۃ النبوۃ وھو باب قد سدہ
اللہ کما سد باب الرسالۃ عن کل مخلوق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی یوم
القیامۃ) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت اور رسالت کا دروازہ سب مخلوق پر بند کیا گیا۔

سوال

قادیانی کی اس قدر مغلظہ قسمیں کس طرح جھوٹی سمجھی جاویں۔

جواب

پہلے صفحوں میں مذکور ہو چکے ہیں کہ کبھی شیطان انسان کے قلب پر بہکانے کے لئے کوئی مضمون
خاص ڈالتا ہے اور کبھی الہام جس سے نتائج عجیبہ و غریبہ ہوتا ہے چنانچہ ما نحن فیہ میں قادیانی
صاحب نتائج نکال رہے ہیں۔ قال الشیخ الاکبر فی الباب الخامس والخمسین وحد
فیما بیننا فی الانسان شیطان معنوی الخ کما مر فی صفحہ ۲۷ و ۲۸ من ھذا الکتاب یعنی شیطان بعض آدمی
کو ایسا مضمون پکڑا دیتے ہیں جس سے وہ نتائج مہلکہ نکالتا ہے اور اس اخذ شیطانی کی تردید نہیں کر
سکتا اور پھر اب مشتاق ہو جاتا ہے کہ شیطان کو بھی شاگرد بنا بیٹھتا ہے کما قال الشیخ فی ھذا الباب
وھما عملوا ان الشیاطین فی تلک المراتب تلمیذ لھم یعلمونھم ناظرین کو معلوم ہو کہ مرزا غلام
ثم لولاک وما تک اعطیت علم الاولین والآخرین نے تمام امور کو جو فی مستقبل ہونے والے ہیں بطور پیشگوئی

کے بیان فرمایا ہے۔ حذیفہ بن الیمان کی حدیث صحیحین میں ملحوظ ہو چنانچہ اس ملت تیرہ سو برس (۱۳۰۰) تک صدہا امور جو احادیث میں مندرج تھے مطابق ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ظہور میں آکر حجت علی المنکرین ہوئے من جملہ اُنکے ایک پیشین گوئی یہ بھی ہے جو بروایت مقدام بن معدیکرب ابن ماجہ و دارمی و ابوداؤد میں مذکور ہے۔ ترجمہ حدیث: فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے قرآن بھی دیا گیا ہے اور قرآن کے ساتھ اسکی مثل بھی خبردار ہو قریب ہے کہ ایک پیٹ بھرا (کھاتا پیتا مغرور) شخص اپنے چھپر کٹ پر بیٹھا یہ کہیگا۔ کہ تم صرف قرآن ہی کو لو۔ اور جو اس میں حلال ہو اُسکو حلال سمجھو۔ اور جو حرام ہو اُسکو حرام خیال کرو (تحقیق یہ ہے کہ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام فرماتے ہیں وہ بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ خدا نے اسے حرام کیا ہے۔ یہ پیشینگوئی ۱۳۰۹ ہجری میں ظاہر ہوئی یعنے مرزا غلام احمد قادیانی نے احادیث کی صحت کا مدار قرآن مجید کو مطابق اجتہاد و استنباط اپنی کے ٹھہرایا یعنی پہلے قرآن کریم کا مطلب حسب مدعٰی اپنے کے ٹھہرایا جاوے گو کہ نصوص کا انکار و تحریف ہی ہو بعد ازاں احادیث کو اگرچہ مع الصحت شہرت بھی رکھتی ہوں پھینک دیا جاویگا۔ ہاں اگر حدیث کو بھی پیرایہ تحریف پہنایا جاوے۔ گو کہ صحت ہم ندارد تو البتہ مقبول ہو سکتی ہے۔ قادیانی اور اُسکے تابعین کے بارہ میں عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پیشین گوئی فرمائی ہے جو ترجمان غیب تھے عن ابن عباس قال خطبنا عمر فقال یا ایہا الناس سیکون قوم من ہذہ الامۃ یکذبون بالرجم ویکذبون بالدجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربہا الخ۔ ترجمہ کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں پیشین گوئی فرمائی کہ اے لوگو اس اُمت میں سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے جو رجم کی تکذیب کریگی اور دجال معہود کا انکار کریگی۔ اور مغرب کی طرف سے آفتاب کے طلوع ہونیکو باطل کہے گی الخ۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۱۸۱ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن تیس ۳۰ کذابوں کے وجود سے اطلاع دی۔ جو کہ اپنے کو خدا کا نبی زعم کرینگے سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ۔ رواہ ثوبان۔ ابوداؤد ترمذی مشکوٰۃ اور نیز اُن تیس دجالوں کے حدوث سے آگاہ فرمایا جو اپنے کو خدا کا رسول ہونا زعم کرینگے۔ لا تقوم الساعۃ حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلثین کلہم یزعم انہ رسول اللہ۔ ابوہریرہ۔ صحیح بخاری صحیح مسلم۔ پس اگر ان پیشین گوئیوں کو عین خارج میں مطابق کر کے دیکھا جائے تو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور حمدان بن قرمط اور محمد بن عبد الوہاب کے

سلہ اس؛

حاشیہ صفحہ ۱۵- اس میں فرقہ باغیہ وہابیہ کے متعلق تاریخی روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سرکش گروہ کے سرگروہ محمد بن عبدالوہاب
نجدی کے مسلم آزار کارنامے درج ہیں اور بتایا گیا ہے کہ اس باغی فرقہ نے حرمین شریفین انکے زائرین اور روضہ ہائے مقدسہ پر کیا کیا ستم ڈھائے ہیں
مولوی محمد حمید اللہ خان صاحب دہلوی المجددی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں:- مورخ مطرون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ
مصر کی تیسری جلد مصریہ رفاعہ بک ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور بالخصوص یمن
میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو نجد والا تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اس کے بدن سے جدا ہو کر
زمین میں پھیل گیا ہے اور جو اسکے سامنے آتا ہے اسکو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اس نے معبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے
تھے انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاویگا۔ آخرکار اس خواب کا تحقق
سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہوگیا۔ جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد ازاں ۱۲۰۶ھ میں فوت ہوگیا یعنی اسے
پچانوے (۹۵) سال کی عمر پائی۔ اور ابتداءً اس نے شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا مگر
یہ دونوں بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) ملحد ہوگا اور بظاہر اسکا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب
اور سجاح اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اس سے قبل نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا کی قدرت ہے کہ اسکو
پورے طور سے کسی مذہب میں دسترس نہ ہوئی ورنہ اس کے علماء وقت کی رد و قدح نے اسکو جواب دینے کی قدرت نہ دی جبکہ ۱۱۴۳ھ
میں اس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ مطرون لکھتا ہے کہ یہ شخص ابتدائی زمانے میں لوگوں کی نظروں میں محترم رہا
اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے ڈرتا رہا اس نے اپنے کو قریش اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ میرا نام بھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کا مثل ہے گویا آنحضرت کے ہمنام ہونیکا شرف رکھتا ہے پھر اس نے چند فصول
عقائد مرتب کئے اور مختلف فرقوں کی تبع دیکھ کے ان فروعات کی جو اس سے منتسب ہیں اور محمد اگرچہ خدا کا رسول اور دوست ہے
لیکن اس کی مدح اور تعظیم کرنا درست نہیں کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کیلئے شایان ہے لہذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم میں تعبیر شرک ہے
اور چونکہ لوگوں کا اب شرک کرنا خدا کو پسند نہیں۔ خدا نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں ان کو سیدھے رستے کی طرف راہنمائی
کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کرے وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے وہ عذاب کا مستحق ہے اور اسکا قتل واجب ہے۔
چنانچہ مورخ مطرون لکھتا ہے کہ شروع میں محمد بن عبدالوہاب نے پہلے یہی پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے معتقد ہوگئے اور پھر ملک شام
کی طرف چلا گیا لیکن وہاں اس کی کچھ بن نہ آئی۔ آخرکار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں
۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اس وقت اس کی خوب خبر لی۔ بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں
میں اسکا شہرہ ہوگیا۔ اور اسی شہر میں ایک شخص ابن مسعود مسمّی بنام محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور سردار تھا اور جس کے
عرب کے کئی قبائل اسکے خاندانی مرید و مطیع تھے۔ اس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لئے کہ اسکی حکومت عام طور پر بدستور
کسی نوع سے بڑھے وہ اس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب کا جادو چل جائیگا اور اسکے مذہب کی تائید
سے مرجع و مرید ہو جائیگا۔ اس نے محمد عبدالوہاب کا مذہب قبول کرلیا اور اس کے سارے مرید آبائی بھی اسکے ساتھ ہو لئے
اور اس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف و اکناف کے عرب اور بدوی سب کے سب اسکے مطیع ہوگئے حتی کہ ایک
ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی۔ اور محمد بن عبدالوہاب اس کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اسکے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اور مدینہ
درعیہ انہوں نے پایہ دار السلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کرکے اپنے ملک و دولت کی توسیع
میں ساعی ہوا۔ مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنی زندگی میں کامیاب کامل نہ ہوا۔ حتی کہ ابن مسعود کا بیٹا عبدالعزیز اس کا جانشین ہوا
جو بہ نسبت اس کے ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر تھا اور محمد بن عبدالوہاب کے عقائد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ
بزور شمشیر شروع کردی پس جب عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو ان میں کسی ایک کو اسکی تفہیم کیلئے بھیجتا تاکہ وہ اسکے عقائد
کے مطابق عقیدہ اہل قرآن ہونے پس اگر وہ اس کا عقیدہ قبول کرلیتا تو اسکو امن دیدیتا ورنہ اسکی بیخ و بنیاد اکھیڑ کر اسکے تمام اموال
ڈھور غارت کرتا لیکن بچوں اور عورتوں کو تعرض نہیں کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا۔
چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس و حلب اور دمشق و بغداد کے اطراف و اکناف تک پھیل گئی حتی کہ عبدالعزیز ابن سعود
سعود کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۲۰ھ مسعود بن عبدالعزیز ایک لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خونریزی کی

بغرض تحقیق حق مشتہر انعامی دو ہزار ۲۰۰۰ روپیہ بھیجا گیا تھا جس سے وہ سب عاجز ہو کر فرار ہوئے۔ وہ اشتہار بعینہٖ درج ذیل ہے:-

آخری معروض اور آسان فیصلہ

"امرتسر میں ہم لوگ بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب حاضر ہونگے اس غرض سے تیار ہیں کہ حاضرین جلسہ کے سامنے ہمارے حضرت سلمہم اللہ تعالیٰ حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کے قول ذیل مندرجہ خطبہ فتوحات مکیہ الحمد للہ الذی اوجد الاشیاء عن عدم وعدمہ کی تشریح فرما دیں گے اور بفضلہ تعالیٰ روز روشن کی طرح ثابت کر دکھائیں گے کہ معترضین نے حضرت شیخ اکبر کا مذہب و مطلب نہیں سمجھا لہٰذا اتلاف اوقات علمائے کرام مذکورہ بالا کا کرایہ وغیرہ انتظام کا بوجھ ہمارے ذمہ پر واجب ہوگا حسب مرضی جناب محدث امرتسری سب کارروائی ہوگی۔ محدث صاحب مذکور اور اُن کے معتقدین میں سے وہ حضرات جن کی تصحیح و تصویب پر رسالہ تکفیر حضرت شیخ اکبرؒ مندرجہ اقامۃ البرہان و صمصام شائع کی گئی ہے یکے بعد دیگرے نہایت ادب سے مخاطب کئے جائینگے یعنی ان حضرات سے استفسار کیا جائیگا کہ کسی آیت یا کسی حدیث کا مطلب حسب استفسار بیان فرما دیں کامیابی پر دو ہزار روپیہ (ایک ہزار بخدمت جناب مولوی عبدالجبار صاحب اور یک ہزار اُن کے معتقدین کی خدمت میں) پیش کیا جائیگا۔ درصورت ناکامیابی ہم کو اُن سے تحریری معاہدہ ذیل لینے کا استحقاق ہوگا کہ آئندہ کبھی باایں لیاقت مقبولان خدائے تعالیٰ پر ایسے الزامات ہرگز نہ لگائیں گے۔

ناظرین! اجازت نامہ کا انتظار ہم کو عرصہ ایک ماہ تک ہوگا اس عرصہ کے اندر اگر اجازت نامہ نہ پہنچا تو پھر بھی یہ ثابت ہو جائیگا کہ یہ لوگ نام کے مفسر و محدث ہیں اور بوجہ کم علمی حضرت شیخ رضی اللہ عنہ وغیرہ اہل اللہ پر بیجا حملہ کرتے ہیں۔ والسلام خیر ختام۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر نبیین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ العبد محمد غازی نزیل خانقاہ شریف گولڑہ۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ

مکرر اس اشتہار کیا تھا احباب نے بصورت مندرجہ ذیل اعلان بتعداد کثیر چھپوا کر تقسیم کیا۔

اس مہینہ بھر کی مہلت میں سے آج صرف ایک ہفتہ باقی ہے اور بظاہر کوئی انتظام تصفیہ متنازعہ کا قرار پایا نہ مشتہر دو صول کرنیکا جناب مولوی عبدالجبار صاحب محدث امرتسری اور اُن کے معتقدین کیطرف سے ہوتا ہوا نظر نہیں آتا البتہ ۲۷ ربیع الثانی کو ایک بہاڑی شاگرد کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار دیکھا گیا ہے جس میں اصل مقصد سے گریز کرتے ہوئے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ وہ دلیل سے بالکل عاجز ہیں اور باوجود دو ہزار روپیہ کا اعلان مشتہر ہونے کے بھی مولانا محمد غازی صاحب کے مقابل آنیکے مطلق قابل نہیں ہیں اسلئے ہم مکرر جناب مولوی عبدالجبار صاحب کو مولانا محمد غازی صاحب کے اعلان کا اعادہ کرتے ہوئے ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ تک یکہفتہ میعاد ختم ہونیکی طرف توجہ دلا کر بہاڑی اشتہار باز کی حق تلبیسوں سے باز رہنے کی التجا کرتے ہیں اور مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ اگر تحقیق حق کیلئے ان جالبازیوں کے علاوہ کچھ علمی لیاقت بھی ہے تو مطابق اشتہار مولانا محمد غازی صاحب دو ہزار روپیہ وصول کرنے اور احقاق حق کے لئے علمی میدان میں آئیں ورنہ آئندہ مقبولان خدا پر ایسے افتراء و بہتان باندھنے والے بشکل معترضین کے جانبدار نہ بنیں یہ سراسر ظلم اور بے انصافی اور حق سے روگردانی ہے کہ ایک شخص تحقیق حق کیلئے اپنا ثبوت آپکے پیش کرتا اور آپکے دلائل سننے کی آپ سے درخواست کرتا ہے بلکہ صرف درخواست ہی نہیں بلکہ علاوہ تکالیف سفر اور مصارف کثیرہ کا متحمل ہونے کے دو ہزار روپیہ آپکی نذر بھی کرتا ہے اور آپ بیہودہ باتیں کہ مباہلہ کر لو۔ جناب محترم اگر علمائے کرام کے مقابلہ میں صرف مباہلہ ہی سے کام چلنا ہے تو آئندہ تفسیر و حدیث کے جزدانوں میں باندھ کر طاق پر رکھ دیجئے اور ایک مباہلہ باز جماعت تیار کیجئے جسکو علمی مباحث سے مطلق سروکار نہ ہو ... (نعوذ باللہ) یہ امر آپ سے بعید ہے کہ یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ پس آپ خدارا اسلام اور مسلمانوں پر رحم کر کے مولانا مولوی صاحب کے مقابل آنیکے متعلق کوئی معقول انتظام کر کے اس قضیہ نامرضیہ کو ختم فرمائیے اور مسلمان جو پہلے ہی دل شکستہ ہو رہے ہیں انکی رہی سہی قوت کو بھی منتشر کر کے ... زدوں کی کشتی غرق کرنے کے اسباب کو ترقی نہ دیجئے اور امام الجماعت ہونیکی حیثیت سے کلکم راع ... کا خیال رکھیئے۔" والسلام خیر ختام + اسقدر لکھنے کے بعد ہم وہابیہ کے یہ کہنے سے بری الذمہ ہو گئے ہیں کہ سیف چشتیائی سے مجدد عبدالوہاب کا نام نکال ... یعنی نقد زر موجودہ عبدالوہاب کا نام نہ نکالنے سے وہ ہمیں معذور سمجھیں گے۔ محمد غازی عفی عنہ۔

بعد ہی قادیانی صاحب ہیں جنہوں نے اپنے کو نبی کہا۔ اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۷۳ میں آیہ
مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کے تحت لکھا کہ آنے والے کا نام جو احمد کہا گیا ہے۔ وہ
بھی اسی مثیل کی طرف اشارہ ہے اور اشتہار معیار الاخیار میں شائع کیا کہ مجھے الہام ہوا ہے
کہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فہل انتم مسلمون یعنی اللہ فرماتا
ہے۔ کہ اے قادیانی لوگوں سے کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں وغیرہ
وغیرہ۔ ناظرین پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ مرد ہی صاحب نے اس قول
(واشہد ان محمداً خاتم النبیین لا نبی بعدہ) میں تب ہی صادق سمجھے جاویں گے جبکہ
قادیانی صاحب کو نبوت کے دعوے میں کاذب سمجھیں اور مشاہرہ معینہ کی لالچ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ
کو مشتق رازق جانیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ قادیانی صاحب نے اپنے مسیح موعود ہونے پر حدیث
سے استدلال کیا ہے۔ خسوف اور کسوف رمضان مبارک میں جمع ہونا حدیث رسول اللہ میں
نزول مسیح کی علامت فرمائی گئی ہے۔ وہ میرے دعویٰ کے یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔ دیکھو
مکتوب عربی صفحہ ۱۰۷۔ ایسا ہی ان کے مؤمن امروہی صاحب اپنی کتاب شمس بازغہ صفحہ ۲۰ پر فرماتے
ہیں قولہ منذ اجتماع سورج گرہن و چاند گرہن کا ماہ مبارک رمضان شریف میں جو نشان صدق مہدی
علیہ السلام کتب احادیث میں مندرج تھا جبکہ ۱۳۱۱ھ میں واقع ہوا۔ تو تمام دنیا میں پیشتر وقوع ہی
سے مشہور ہو گیا تھا ہیئت دانوں اور نجوموں نے پیشتر وقوع سے ہی اس کو شائع کر دیا تھا۔ وبعد از
وقوع تو کوئی بستی بھی نہ رہی ہوگی جس میں اس کا چرچا واقع نہ ہوا ہو۔ اب کسکی مجال ہے کہ اس کو مخفی
کرے۔ **اقول** دارقطنی میں محمد بن علی سے مروی ہے کہ مہدی موعود کے ظہور کے لئے دو ایسی
علامتیں ہیں جو ابتدا پیدائش آسمان و زمین سے کبھی واقع نہیں ہوئیں اور وہ یہ ہیں کہ رمضان
کی پہلی رات کو چاند گرہن ہوگا اور نصف رمضان میں کسوف آفتاب ہوگا۔ ان لمہدینا آیتین
لم تکونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر فی اول لیلۃ من رمضان وتنکسف
الشمس فی نصف منہ۔ لفظ (فی اول لیلۃ من رمضان) کا ترجمہ لوگ کبھی جانتے ہیں کہ رمضان
کی پہلی رات یعنی پہلی رات رمضان میں خسوف ہوگا اور رمضان کے پندرہویں دن کو کسوف آفتاب
زمانہ کی وجہ سے چونکہ ہلال کو بھی قمر کی طرح خسوف عارض ہوگا۔ تو گویا ہلال قمر ہوا لہذا اس

حدیث میں قمر کا اطلاق پہلی رات کے چاند پر کیا گیا چنانچہ تغیر زمانہ کی وجہ سے قریب قیامت کے ایک دن والے کو بوڑھا کہا جائیگا سو یہ آجتک واقعہ نہیں ہوا۔ اور نیز یہ نزول مسیح کی علامت نہیں بلکہ یہ ظہور مہدی کی علامت ہے کہ برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمان رمضان کی پہلی تاریخ خسوف ہوگا اور اُسی کی پندرہویں کو کسوف ہوگا اور جیسا کہ یہ علامت ظہور مہدی کی وقوع میں نہیں آئی ایسا ہی باقی علامات بھی آجتک ظاہر نہیں ہوئیں (۱) قریب ظہور مہدی کے دریائے فرات کھل جائیگا۔ اور اس میں ایک سونیکا پہاڑ ظاہر ہوگا (۲) آسمان سے ندا ہوگی الا ان الحق فی آل محمد۔ اے لوگو حق آل محمد میں ہے

علامات ظہور مہدی

شناخت مہدی کی علامت (۱) ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ تیغ اور علم ہونگے۔ یہ نشان بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی نہ نکلا ہوگا۔ اسپر لکھا ہوا ہوگا۔ البیعۃ للّٰہ بیعت اللہ کے واسطے ہے (۲) امام مہدی کے سر پر ایک بادل سایہ کریگا۔ اس میں سے ایک پکارنیوالا پکارے گا۔ ھٰذا المھدی خلیفۃ اللّٰہ فاتبعوہ یہ مہدی خلیفہ خدا کا ہے۔ اس کا اتباع کرو (۳) ایک سوکھی شاخ خشک زمین میں گاڑینگے ہری ہوجاویگی اُس میں برگ و بار آویگا (۴) کعبہ کے خزانہ کو نکال کر تقسیم کردینگے (۵) دریا ان کیلئے یوں پھٹ جائیگا جیسا کہ بنی اسرائیل کیلئے پھٹ گیا تھا (۶) اُن کے پاس تابوت سکینہ ہوگا۔ جسے دیکھکر یہود ایمان لائیں گے مگر چند (۷) امام مہدی اہلبیت نبوی سے ہونگے

علامات شناخت مہدی

عن ابن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لا تذھب الدنیا ولا تنقضی حتی یملک رجل من اھل بیتی یواطئ اسمہ اسمی۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ دنیا ختم نہ ہوگی جب تک میری اہلبیت سے ایک شخص جس کا نام میرے نام پر محمدؐ ہوگا۔ دنیا کا مالک نہ ہوجائے۔ ابوداؤد کی دوسری روایت میں ہے۔ یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی۔ اُس کا نام میرے نام پر۔ اسکے باپ کا نام میرے باپ کے نام پر ہوگا۔ یعنی محمدؐ بن عبداللہ المھدی من عترتی من ولد فاطمۃؓ۔ ابوداؤد

سے ذہبی صاحب شیعہ مذکور میں لکھتے ہیں کہ مہدی موعود کے فاطمی ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اجی حضرت ضرورت ذاتی یہ ہوئی کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے آپ فرمائیے کہ مغل بچہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ جو فرماتے ہیں مہدی موعود بجائے فاطمی ہونے کے آپ کا بیٹا ہو یا ہم بیٹے تھے۔ کیوں حضرت! کوئی چار کونسی بدعت تو نہیں بلکہ جب کہ آپ کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذریعہ وحی معلوم ہوا اُسی طرح بیان فرمایا۔ آپ فرمائیے کہ فاطمی ہونے کی منافات کیا ہے۔ مہدویت سے بلکہ تبلیغ و احیاء دین کا زیادہ مستحق اور وارث فاطمی ہی ہے۔ ۱۲ منہ

حاکم۔ ابن ماجہ۔ عن ام سلمہ۔ مہدی میرے کنبہ میں سے فاطمہ کی اولاد سے ہونگے (۸) ان کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ رواہ ابو نعیم عن علی کرم اللہ وجہہ (۹) مہاجر یعنی جگہ ہجرت ان کی بیت المقدس ہوگی۔ (۱۰) حُلیہ ان کا یہ ہے :۔ گندم رنگ کم گوشت۔ میانہ قد۔ کشادہ پیشانی۔ بلند بینی۔ کمان ابرو۔ دونوں ابروں میں فرق۔ بزرگ اور سیاہ چشم۔ سرگیں آنکھ۔ دانت روشن اور جدا جدا دہنے رُخسار پر تل سیاہ چہرہ نورانی ایسا روشن جیسا کوکب دُری۔ ریش پرانبوہ۔ کشادہ ران عربی رنگ۔ اسرائیلی بدن۔ زبان میں لکنت۔ جب بات کرنے میں دیر ہوگی تو ران چپ پر ہاتھ ماریں گے۔ کفِ دست میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانی ہوگی۔ یہ سب احادیث مؤلفات نواب محمد صدیق حسن سے لی گئی ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ پیشین گوئی اور ایسی ہی مسیح موعود والی اور ایسی ہی دجال شخصی کی ان سب میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مفصل طور پر حلیہ کا بیان فرمایا جس میں کسی قسم کا اشتباہ نہ ہو۔ گویا یہ پیشین گوئی در پیشین گوئی ہے۔ یعنی غلام احمد قادیانی یا مثال اسکے مسیح موعود ہونے یا مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کریں گے اور بالخصوص غلام احمد قادیانی دجال شخصی کا منکر ہوگا۔ گویا آپ پہلے ہی مفصل حلیہ بیان فرمانے سے اُنکی تکذیب پر نشانہ مار گئے کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر ان جعل سازوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اور اندیشہ نہ ہوتا۔ تو بیان میں اتنے اہتمام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ضرورت کی وجہ تو یہی ہے تاکہ یہ مدعیان اور اُنکے مؤید ان جیسے مرد بی حجاب ع بد و زد طمع دیدہ ہوشمند۔ یا دیں کھو دیتا انساں یہ کہ جاہل بود شرمسار۔ کے مصداق اور دوسرے حضرت حق بین والی آنکھ سے اندھے صراط مستقیم پر چلنے والے قدم سے لنگڑے۔ عزت اسلام سے سر برہنہ۔ بیت :۔

گنجان و لنگڑان و کوران و شل ؛ ہر آنجا کہ باشد در آنجا خلل

اُمتِ مرحومہ کو دھوکا نہ دے سکیں فسبحان من جعلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احلیص علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم۔ آپ نے کمال خیر خواہی سے یہ بیان تفصیلی فرمایا۔ اب ناظرین نزول مسیح بن مریم کی احادیث کو بھی ملاحظہ فرماویں (۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور وہ تم میں نزول فرماوینگے۔ جب اُنکو دیکھو تو (اس حلیہ سے) پہچان لو۔ قد درمیانہ رنگ سُرخ و سفید لباس زردی مائل۔ گویا اُن کے سر سے باوجود تر نہ کرنے کے پانی ٹپکتا ہوگا۔ وہ دین اسلام کیلئے لوگوں سے جنگ و قتال کرینگے صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کرینگے۔ خدا تعالیٰ اُن کے زمانہ میں تمام مذاہب کو محو کر دیگا۔

صرف اسلام باقی رہیگا۔ وہ دجّال کو ہلاک کرینگے۔ اور زمین پر چالیس سال تک قیام فرمائیں گے اور
پھر وفات پائینگے اور مسلمان اُن کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیشہ میری اُمت کی ایک جماعت حق پر لڑتی رہیگی۔
اور قیامت تک غالب رہیگی۔ پس عیسیٰ بن مریم اُتریں گے۔ امیر جماعت کہیگا۔ آئیے نماز پڑھائیے
فرمائیں گے نہیں تم ایکدوسرے کے امام ہو۔ خدا نے اس اُمت کو یہ بزرگی دی ہے کہ پیغمبر بنی
اسرائیل اُمتی محمدی کے پیچھے اقتدا کرینگے۔ مسلم کی یہ حدیث جو بروایت جابر ہے واضح طور پر بیان
کرتی ہے۔ مسلم کی دوسری حدیث کو جو بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مروی ہے۔
(کیف اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم) یعنی و امامکم منکم سے دوسرا شخص عیسیٰ بن مریم
کا مغائر مراد ہے۔ نہ جیسا کہ مرزاجی نے اپنے مطلب کے لئے وہو امامکم نکال کر امام بھی وہی بن
مریم یعنی مثیل ابن مریم ٹھہرایا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں شب معراج میں ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ سے ملا۔
قیامت کے بارہ میں گفتگو ہونے لگی۔ فیصلہ حضرت ابراہیم کے سپرد ہوا۔ انہوں نے کہا مجھے کچھ خبر
نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ پر بات ڈالی گئی۔ انہوں نے کہا۔ مجھے اسکی کچھ خبر نہیں پھر حضرت عیسیٰ پر اس کا
تصفیہ رکھا گیا۔ انہوں نے کہا قیامت کے وقت کی خبر تو خدا تعالیٰ کے سو کسی کو بھی نہیں۔ ہاں
خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ یہ عہد کیا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے دجال نکلے گا اور میرے ہاتھ میں
شمشیر برندہ ہوگی۔ جب وہ مجھے دیکھیگا تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے رانگ پگھل جاتا ہے۔ ناظرین ذرا
مرزاجی سے پوچھیں۔ کہ کیا شب معراج میں آپ ہی تھے۔ اس معاہدہ کے بیان کرنے والے
اور اگر عیسیٰ بن مریم نے نزول بروزی بصورت قادیانی سے خبر دی۔ تو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نزول بروزی بصورت قادیانی سے چنانچہ آپ کا مزعوم ہے
کیوں نہ خبر دی۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے خدا پاک کی قسم ہے جسکے ہاتھ میں میری جان ہے
بیشک قریب ہے ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر اُتریں گے۔ صلیب کو توڑینگے۔ خنزیر کو قتل کرینگے
جزیہ کو اُٹھائیں گے۔ مال کی کثرت ہو جائیگی۔ اور زیدہ مال کو کوئی قبول نہ کریگا۔ یہانتک کہ تمام دنیا

اور دنیا بھر کے مال و متاع سے ایک سجدہ کرنا اچھا معلوم ہوگا۔ ابوہریرہ کہتے تھے۔ گر تم ارشاد نبوی کیساتھ قرآن سے دلیل چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ (۸) عیسٰی علیہ السلام زمین میں چوبیس سال قیام فرمادینگے۔ اگر وہ پتھر زمین سے کہدیں کہ شہد ہو کر بہہ جا وہ بہہ چلے۔ پہلی حدیث ابوداؤد۔ دوسری مسلم تیسری مسند احمد۔ چوتھی بخاری پانچویں مسند کی ہے اور مختلف صحابہ سے مروی ہیں۔ خاتم المحدثین امام شوکانی نے کتاب التوضیح میں ان احادیث کو متواتر کہا ہے۔

خصوصیات زمانہ نزول مسیح علیہ السلام

(۱) ان کے زمانہ میں جزیہ نہ لیا جائیگا۔ کیونکہ مال کی مسلمانوں کو کچھ ضرورت نہ ہوگی۔ آج کے عیسے بننے والے خود ہی چندہ کے کبھی تو بحیلہ مناظرہ اور کبھی بربہانہ تصنیف۔ کبھی بذریعہ مسافرخانہ کے محتاج ہیں (۲) مسلمان اپنے مال کی زکوٰۃ نکالینگے۔ مگر ان سے زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ ملے گا۔ سب متمول اور تونگر ہونگے۔ آج دنیا کی تمام قوم میں سب سے زیادہ مفلس اور غریب مسلمان ہیں۔ زکوٰۃ دہندگان نہایت ہی قلیل ہیں (۳) آپس کے بغض اور عداوتیں جاتی رہیں گی۔ سب میں اتحاد اور محبت قائم ہو جائیگی (۴) ہر زہریلے جانور کا زہر جاتا رہیگا۔ وحوش میں سے درندگی نکل جائیگی۔ آدمی کے بچے سانپ بچھو سے کھیلیں گے۔ اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا۔ بھیڑیا بکری کے چرائیگا (۵) زمین صلح سے بھری جاوےگی (۶) زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل پیدا کر۔ اور اپنی برکت لوٹا دے۔ اُس دن ایک انار کو ایک گروہ کھا سکے گا۔ اور انار کے چھلکے کو بنگلہ بناکر اُسکے سایہ میں بیٹھینگے۔ دودھ میں برکت ہوگی۔ یہانتک کہ ایک دودھار اونٹنی آدمیوں کے بڑے گروہ کو۔ دودھ والی گائے ایک برادری کے لوگوں کو۔ دودھ والی بکری ایک جدی شخصوں کو کفایت کریگی (۷) گھوڑے سستے بکیں گے۔ کیونکہ لڑائی نہ رہیگی۔ بیل گراں قیمت ہوجاوینگے کیونکہ تمام زمین کاشت کی جائے گی۔

سیرت مسیحؑ

(۱) عیسٰی علیہ السلام جامع مسجد دمشق میں مسلمانوں کیساتھ نماز عصر پڑھینگے۔ پھر اہل دمشق کو ساتھ

نکلیگا جب دجال ہیں نہایت گستاخی سے چھپینگے۔ زمین ان کیلئے سمٹ جاویگی۔ ان کی نظر قدموں کے
اندر گاؤں کے اندر تک اثر کریگی۔ جس کافر کو ان کے سانس کی بو پہنچیگی وہ فوراً مر جائیگا۔
(۳) بیت المقدس کو جب جاویں گے۔ دجال نے اس کا محاصرہ کیا ہوگا۔ اسوقت نماز صبح کا وقت ہوگا۔
(۴) ان کے وقت میں یاجوج ماجوج خروج کرینگے۔ تمام خشکی و تری پر پھیل جاوینگے حضرت عیسیٰ مسلمانوں
کو کوہ طور پر لیجاوینگے (۵) بہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدفون ہونگے مسلمان انکے
جنازہ کی نماز پڑھینگے (۶) دجال کو باب لُد پر قتل کرینگے۔ اس کا خون اپنے نیزہ پر لوگوں کو دکھلاوینگے۔
امروہی صاحب! دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ ثبوت دینا مشکل ہوجاتا ہے۔

ناظرین! کو بعد ملاحظہ مضمون احادیث صحیحہ مذکورہ بالا کے کالشمس فی نصف النہار واضح ہوچکا ہے
کہ مسیح موعود وہی مسیح ابن مریم ہے۔ نہ مثیل اس کا۔ بعد ان قطعی مرادوں کے جن پر نص احادیث
نزول سے غلام احمد قادیانی وغیرہ ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔ جب کسی فقرہ حدیث میں اگر بناوٹ و تغیر و
استعارہ بھی ہو۔ تو وہ دلیل اس پر نہیں ہوسکتی کہ عیسیٰ ابن مریم کے لفظ سے مجاز وغیرہ کے طور
پر قادیانی لیا جاوے۔ کیونکہ یہاں پر قرینہ صارفہ قطعیۃ الدلالۃ موجود ہے مرزا صاحب جو بتفریع
کسوف و خسوف کو جو مہدی کے ظہور کے علامات میں سے ہے اور ابھی وقوع میں نہیں آیا۔ تمامتر
اپنے مسیح موعود ہونے کے لئے دلیل ٹھہرانا مبنی ہے اسپر کہ انکے نزدیک مسیح موعود اور مہدی موعود
ایک ہی شخص ہے اور دیگر احادیث صحیحہ سے واضح ہوچکا ہے کہ مسیح موعود ابن مریم نبی ہے
جسکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اور مہدی اہل بیت نبوی
سے ہوگا۔ مرزا صاحب بمعہ اتباع کے (لا المہدی الا عیسیٰ) کے ساتھ متمسک ہیں مگر یہ استدلال
بالکل ضعیف اور واہی من بیت العنکبوت ہے کیونکہ اول تو یہ حدیث علامہ زرقانی نے ضعیف ٹھہرائی
ہے۔ دوئم یہ کہ اسکو ابن ماجہ نے اخراج کیا ہے۔ حالانکہ خود ابن ماجہ اپنی صحیح میں تصریح فرماتے
ہیں کہ عیسیٰ کے نزول کے وقت بیت المقدس میں ایک مرد صالح نماز کی جماعت کراتا ہوگا کہ اتنے میں
عیسیٰ کا نزول ہوگا۔ اور وہ امام پیچھے پاؤں ہٹ جاویگا تا کہ عیسیٰ آگے بڑھے۔ اور یہی مضمون ہے
امام بخاری کی حدیث کا جو بروایت ابی ہریرہ مذکور ہے۔ تیسرا یہ کہ بتسلیم صحت کے چونکہ یہ فقرہ ٹکڑا ہے حدیث
طویل کا جو انقلاب و تغیر زمانہ کے بارہ میں فرمائی گئی۔ وہ ما قبل کے ساتھ و من تقوم

الساعۃ الا علیٰ شرار الناس (ترجمہ ہرگز قیامت قائم نہ ہوگی مگر اوپر شریروں کے) موجود ہے لہٰذا سیاق وسباق کے لحاظ سے معنے یہ ہوا کہ اور کوئی ہدایت یافتہ نہ ہوگا بغیر عیسیٰ کے یعنی قیامت کے قریب بغیر عیسیٰ بن مریم و اتباع اُسکے سب شریر ہونگے۔ لفظ (شرار) کا جو جمع ہے شریر کی صاف بتلا رہا ہے۔ کہ (مہدی) سے مراد معنی لغوی یعنی ہدایت یافتہ ہے نہ کچھ۔ **قولہ** ثانیاً حلیہ مسیح موعود جو احادیث میں آیا تھا۔ بذریعہ ہزارہا رسائل و اشتہارات کے ایک عالم میں شائع ہو چکا حتیٰ کہ فوٹوگرافروں نے اُسکا عکس کھینچ کر ایک دنیا میں شائع کر دیا۔ اب یہ حلیہ کوئی پوشیدہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ **اقول** حلیہ مسیح موعود مع ان خصوصیات کے جو بغیر اُس نبی اللہ کے کسی پر منطبق نہیں ہو سکتا۔ بذریعہ بہتری کتب مصنفہ اہل تحقیق کے جو آجتک ہندوستان میں متداول ہیں شائع ہو چکا۔ برخلاف اسکے اگر کوئی فوٹوگرافروں سے تصویر کھچوائے تو اُس سے مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ ہاں بسبب تحلیل ما حرمہ اللہ و رسول کے ملعونیت کا تمغہ حاصل ہو سکتا ہے۔ **قولہ** ثالثاً اس جگہ پر ہم تصویر کے جواز یا عدم جواز میں کچھ گفتگو نہیں کرتے ہاں مخالفین کو اسقدر متنبہ کئے دیتے ہیں کہ یہ تو سب کو معلوم ہوگا کہ تصویر کی حرمت حرمت لغیرہ ہے۔ حرمت لذاتہ نہیں۔ جیسا کہ بتخانہ میں جانا حرمت لغیرہ حرام ہے۔ بُت پرست جو بتخانہ میں بُت پرستی کے لئے جاتا ہے اسکو بتخانہ میں جانا بھی حرام ہے۔ لیکن بُت شکن کو بھی بتخانہ میں جانیکی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اسکو بتخانہ میں جانا بڑا ثواب ہے۔

ع بہ بین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ ولنعم ما قیل۔ احمد و بوجہل در بتخانہ رفت ✦ درمیان ایں و آں فرقیست زفت۔ **اقول** الحمد للہ کہ عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد۔ آپنے مرزا صاحب کے عکس کھینچنے کو جب حرام ٹھہرا کر گو کہ لغیرہ ہی بت خانہ میں جانیکے ساتھ تشبیہ دی تو اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جیسا کہ بتخانہ میں جانا بُت شکنی کیلئے جائز اور بت پرستی یعنی بتوں کی تعظیم کرنے کے لئے حرام۔ ایسا ہی مرزا صاحب کی تصویر کی طرف جانا تصویر شکنی کیلئے جائز اور تصویر پرستی یعنی اُسکی تعظیم کرنے کیلئے حرام ہوگا۔ و ظاہر ہے کہ تصویر کا بنانا اور اُس کا رکھنا تعظیم اور برکت جوئی کیلئے ہے۔ نہ اُسکے توڑنے اور تخریب کے لئے۔ آذر و بوجہل در بتخانہ رفت ✦ ہر یکے را قصد بد آں بت پرست ✦ بُت تراشی آذر از تعظیم بود ✦ سجدۂ بوجہل از تکریم بود ✦ مولانا روم صاحب کا شعر یہاں پر بے موقعہ تھا ع بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

قولہ ص۶۶ یا مثلاً قادیان کا جانب شرقی دمشق ہونا جو علم جغرافیہ سے ہم نے ثابت کر دیا ہے۔
وہ تمام نقشہ جات میں لکھا ہوا ہے۔ کیا اب اسکو کوئی رد کر سکتا ہے کلا و حاشا وغیرہ وغیرہ۔
اقول (شرقی دمشق) چونکہ نواس بن سمعان والی حدیث کا ٹکڑا ہے۔ اور مرزا جی اس حدیث کی نسبت
لکھ چکے ہیں کہ ایسے مضامین عقل و شرع و توحید کے خلاف ہیں۔ لہٰذا مرزا صاحب کا استدلال اس
حدیث سے اور آپکی جانفشانی جسپر لڑکے بھی خچی اڑا رہے ہیں عقل و شرع و توحید کیخلاف ہوگا دوسرا جب
بولا جاوے شرقی دہلی یا شرقی لاہور تو دہلی یا لاہور کے مضافات قریبہ سے کوئی جگہ جو جانب شرق
میں واقع ہو مراد ہوتی ہے۔ نہ یہ کہ ہزارہا کوس کے فاصلہ پر جو کہ شرق میں واقع ہو وہ مراد لیجاوے۔
ولنعم ما قیل ؎ چہ عذرہائے موجہ بہر خود گفتی ✦ بچشش لعاب دہانت کہ قند میخائی ✦ تمام عرصہ قیامت مگس فرو گیرد ✦
اگر چنیں بہ قیامت شکر فروش آئی۔ اور نیز دمشق سے اگر خط مستقیم سیدھا جانب شرق کو کھینچا
جائے تو لاہور بلکہ جموں وغیرہ بھی رستہ میں نہیں پڑتا۔ دیکھو نقشہ ایشیا مرتبہ و مروجہ مدارس سرکاری
دمشق سے جانب شرق اگر ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو حسب ذیل مشہورہ مقامات سے عبور کریگا۔
تبریز۔ بحیرہ خزر۔ نیا جبیل۔ شمالی حصہ ترکستان۔ سلسلہ کوہ التائی۔ صحرائے
منگولیا۔ صوبہ منچوریا۔ اب آپ اگر چشم حق بین کو کھولکر بنظر انصاف ملاحظہ کریں تو آپکو
معلوم ہوجائیگا۔ کہ خط مذکور قادیان سے بجانب شمال ہزار میل سے بھی زیادہ فاصلہ پر گذرتا ہے
پس مرزا صاحب کو تو اس کی ہوا کا پہنچنا بھی ناممکن ہے اب انصاف فرمائیے کہ حضرت سعدی رحمۃ اللہ
علیہ کا قول آپکے دعوی کی پوری دلیل نہیں ہے ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ✦ کیں راہ کہ تو میروی
بترکستان است ✦ خط سیدھا عرفی طور پر چھوڑ دو اور کرویۃ ارض کا لحاظ کرو تو بھی دمشق اور
قادیان ایک محاذات میں واقع نہیں ہوتے بلکہ قادیان سے بجانب شمال عبور کریگا۔ قولہ ص۶۸ پھر
معہذا منکرین کیلئے کوئی دلیل تکذیب و انکار کی بھی نہیں ملسکتی۔ ہاں صرف یہ بہانہ ہے کہ مجاز و
تشبیہ و استعارہ کو ہم نہیں مانتے اور اسکو فقط ظاہر ہی پر محمول کرنا چاہتے ہیں مگر یہ طریقہ
انکار انہوں نے ایسا قبیح اختیار کیا ہے کہ مخالف ہے تمام محاورات کتب آسمانی اور محاورات قرآن
مجید و سنن صحیحہ کے بلکہ محاورات کل السنہ مروجہ دنیا کے بھی خلاف ہے الخ اقول اوپر معلوم ہو
چکا ہے اور علمائے کرام بواسطہ رسائل و اشتہارات آپکی جماعت کو بچوں کی طرح سمجھا چکے ہیں۔ کہ

قرینہ صارفہ چونکہ حقیقی معنے کے لینے سے بھی مانع ہوتا ہے تو مجازی کسطرح خلاف قیاس القرینۃ الصارفۃ
مراد ہو سکتا ہے احادیث نزول میں چونکہ مسیح ابن مریم کا متعین المراد ہونا بشہادت سیاق و سباق
و خصوصیات زمان مسیح اظہر من الشمس ہے اور اسی لئے اہل اجماع آج تک احادیث نزول سے یہی مسیح
بن مریم ہی سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تو غلام احمد قادیانی عیسیٰ بن مریم سے مجازاً کس طرح مراد ہو سکتا ہے
آپ ہی اگر مرزا جی کی طرح (یأتی من بعدی اسمہ احمد) یا دمشقی حدیث کا مجازی تاویل ٹھیک
نہیں تو خیر از قاعدہ مقررہ بالا کون روک سکتا ہے۔ اب تو آپ کی جماعت میں سے بعض لوگ
نائب ہو کر مرزا جی اور آپکے وجوہ استنباط پر تبرے بولتے ہیں۔ آپ خواہ بذریعہ اخبار اشتہار یا رسالہ
یا تصنیفات کے خلاف واقعہ اپنے متبعین کی ترقی شائع کریں مگر چڑیا و مکھی اپنے پروں سے
آفتاب کو چھپا نہیں سکتی۔ ہاں صرف اسی پر پوشیدہ ہو جاوے تو ہو جاوے۔ و نعم ما قیل شعر

واذا امت الذبابۃ للشمس ۔ غطاء امدت علیہ جناحا

قولہ ص مگر جبکہ یہ خاکسار وطن مروہہ سے ہو کر ۱۹۰۰ء میں بمقام قادیان پہنچا تو بعض ان
احباب کی زبانی جو حضرت مہر علی شاہ صاحب سے عقیدت رکھتے تھے اور سلسلہ عالیہ میں مسیح موعود و
مہدی موعود ہوئے ہیں سُنا کہ ایک رسالہ شمس الہدایت فی اثبات حیات المسیح تالیف ہوا ہے اور پنجاب
میں اس کا بڑا شور و غل ہو رہا ہے۔ جب دریافت کیا کہ وہ رسالہ کہاں ہے۔ تو قادیان میں کہیں اس کا
پتہ نہ ملا اور کیونکر مل سکتا کہ یہاں پر تو وہ آفتاب طلوع ہوا ہے جسکے سامنے تمام [illegible] شمس و قمر
آفتاب کسوف میں آگئے ہیں۔ یہ تو نام کا ہی شمس ہے۔ نہ معلوم کہ اور قادیان میں کیونکر طلوع ہو سکتا ہے

شعر۔ افلت شموس الاولین و شمسنا ۔ ابداً علیٰ افق العلیٰ لا تغرب

اقول۔ آپکا قادیان سے بھاگنا جس طرح اظہر من الشمس ہے کہ دراہم معدودہ کی وجہ سے داغی ہو
کر جانا ہوا تھا۔ اسی طرح یہ خبر آپ کا نہیں دراہم معدودہ کیلئے ہوا۔ امروہہ۔ قادیان پٹیالہ سے
لوگ بخوبی واقف ہیں۔ بعض احباب جنکی زبانی آپنے سُنا تھا انکو عقیدت اس عاجز سے
سابقہ ایسا ہی تھا جیسے آپکا مرزا جی یعنی ذنب کے سے۔ چنانچہ آجتک سردار محمد امیر خان صاحب
کا برابر وہ مستعد آپ بذریعہ میں خط و کتابت کا اتفاق موجود ہے۔ حسن عقیدت اسم با مسمیٰ صاحب
رسالہ کی وقعت سے جیسا کہ نہ طور پر ممتاز ہے کیوں نہ ہو عنداللہ و تصنیفات شمسیہ کی خیر و برکت بھی ساتھ

المتصلة بالرسول علیہ السلام فی کل امۃ فلھم حظ فی الرسالۃ وھم نقلۃ الوحی وھم ورثۃ الانبیاء الخ یہ سب کچھ تو محدثین ہیں۔ تو پھر آپ لوگ کیا ٹھہرے۔ فتدبر۔ **قولہ صـ۲۲** کے الفاظ مشہور و کنت سمعہ کی بھی صحت نقلی نہیں کر سکے **اقول** ذرا صحیح بخاری ہی کے شروع کو کھول کر دیکھو کیا بی یسمع کی روایت موجود نہیں۔ کاش! اگر آپکو فتوح الغیب سیدنا الغوث الاعظم بھی زیر نظر ہوتی تو بیجا مواخذہ نہ فرماتے دیکھو فتوح الغیب صـ۳۱ سطر ۵ وفی لفظ آخر فبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یعقل بلکہ بی یسمع کی روایت تو فحول شریعت وطریقت کی کلاموں میں بہت شہرت پذیر ہے۔ آپکی بلا جانے۔ دیکھو صحائف السلوک میں صـ۱۲۹ پر مستغرق بحر شہود حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہ لکھتے ہیں:۔ اے دوست او را جز بدو نتوان دید و نتوان شناخت۔ الاکل عطایا ہم ان مطایاہم زیرا چہ یار رستم ہمز خش رستم نکنذ بے یسمع و بے یبصر و بے یبطش الخبیث بہت شور سے سنتے تھے پہنچ میں دل تک نہ بوچھیرا تو اک قطرۂ خون نہ نکلا۔ **قولہ صـ۲۲** اور آپ نے کون کون سے گروہ اہل بدعت ہیر یا مستورین کو دیکھا۔ الی ان قال ہم نے جس گدی نشین کو دیکھا شرک وبدعت ومحرمات ومنہیات شرعیہ میں مبتلا دیکھا۔ **اقول** صرف علماء ظاہری ہی کی وجہ سے ایسے شہبازوں کا پہچاننا مشکل ہے۔ خصوصاً جبکہ عملی لیاقت کا بھی یہ حال ہو۔ جو ناظرین پر ظاہر ہو رہا ہے بے بصیرت باطن بباصرۂ ظاہر جمال ایں شاہد نتوں دید۔ سچ ہے ع محجوب را ز تیغ چراغے نصیب نیست۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ کسی صاحبدل سے سرمہ لیکر بصیرت کی آنکھ میں ڈالیں۔ شائد بینا ہو جائیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ہر ایک کو مشرک مبتدع دیکھنا آپ کا یہ بھی بجا ہے **رباعی**۔ تفارگیاں روئے خویش ؛ چوں در نگرند از کرانہا ؛ در روئے او روئے خویش بینند ؛ زینجاست تفاوت نشانہا ؛ وقتم ما قیل۔ اگر بر وصف بینی بخطر غبتے داری ؛ چو مجنوں فرد باید شدم از خویش ہم زخویشاں ؛ آپ قادیان میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریف میں مشغول ہو کر اہل اللہ کو کیسا سمجھتے ہیں۔ مصرع ہم پستہ خوری تو وہم نالۂ بی۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ بہت خوب کہا آگاہ نہ ہوسنت دیدۂ خویش را ؛ تو چہ دانی کہ چہ سود و سر مست ایشاں را

کہ یہاں پر وجوب الوجود سے مشارک ہو اور نہ وہ ولد کیا ہوا۔ لیکن ولد میں صفت وجوب الوجود ہرگز
ممکن نہیں ہو سکتی کیونکہ ولد تو والد سے مؤخر ہوتا ہے۔ فاین وجوب الوجود۔ اور نہ کوئی دوسرا الٰہ
وجوب الوجود میں اس کے ساتھ معیت رکھتا ہے کیونکہ اس صورت میں ہم دریافت کرتے ہیں کہ
ان دونوں الٰہ کا تمہارے نزدیک مختلف بالذات ہونا واجب ہے یا نہیں۔ بشق ثانی دونوں الٰہ
بالضرور کسی ذاتی میں شریک ہوں گے۔ اور دوسری ذاتی میں مختلف ہوں گے۔ پس ترکیب لازم آئی۔
اندریں صورت دونوں کی احتیاج اپنی اجزاء ذاتیہ کی طرف لازم آوے گی وھو مناف لوجوب الوجود
اور بشق اول مختلف بالذات کے افعال کا مختلف ہونا بھی ضروری ہوگا۔ واریں اقل درجہ یہ
ہے کہ نظام عالم کا فساد لازم آئیگا اور نظام و ارتباط باہمی عالم کا بالضرور بگڑ جائیگا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں
اور خاص و عام بدیہات بخوبی جانتے ہیں کہ ہر ایک اشیاء عالم کا ارتباط دوسری اشیاء عالم کے
ساتھ منضبط ہے اور تمام اشیاء عالم باہم منتظم و مرتبط ہیں۔ پس انتفاء تالی مستلزم ہے انتفاء
مقدم کو وہو المطلوب اور یہی حاصل مطلب ہے آیت وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل
الٰہ بما خلق کا۔ اور دوسری دلیل ابطال تعدد الٰہ کی بیان فرمائی گئی ہے کہ ایک الٰہ دوسرے الٰہ پر
علو کا طالب ہوگا۔ اذ لا الٰہ من لہ غایۃ الکمال ولا یکون علوا لا الحقیقۃ الا بالعلو علیہ من
دوسرا الٰہ اس طرح یہ علو کامل من کل الوجوہ کا مقتضی ہوگا۔ لیکن ہر ایک الٰہ کا علو دوسرے پر
محال ہے اور یہی معنی ہیں ولعلا بعضھم علی بعض کے۔ پس اس کی طرف
نسبت ولد و شریک کے ہرگز جائز نہیں اور اسکی ذات پاک ہے۔ ان دونوں بہتانوں
سے اور یہی معنی ہیں سبحان اللہ عما یصفون کے فبطل التعدد وثبت التوحید بانضمامہ
اگر دو استحقاق معبودیت کا تحقیقی طور پر جو صادق موجب ہے عنوان موضوعی یا محمولی سے
لیا جائے تو مستلزم نفسہ کو ضرور ہوگا۔ لما مر استدلالہ تفصیلا انتہی ص۲۲۴ و ۲۲۵، ۲۲۶ تحریر طرفہ
عن غفر رب، غفور اہل علم کی خدمت میں ملتمس ہے کہ ہم ان مقدمات خطابیہ کی طرف (جن پر
استدلال مذکور کا توقف ہے اور جن کی وجہ سے اس استدلال کو برہان نہیں کہہ سکتا)
تطویل کے خوف سے ناظرین کو توجہ نہیں دلاتے صرف اتنی ہی پوچھتے ہیں کیا یہ تحریر دوورق کی جو پانی
جیسے گزشتہ ص ۸ جو ہے جو پہلے ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے یا صرف ترجمہ آیات۔ برائے خدا!

کوئی امروہی صاحب سے پوچھے کہ کیا تجھے مرزا صاحب نے زر نقد جماعت کی چندہ کی اسی لئے عطا
فرمائی تھی۔ کہ فقط چند آیات قرآنیہ کی تفسیر لکھ دیجاوے اور وہ بھی تفسیر کبیر وغیرہ کے دلائل مجردہ کا
ترجمہ اپنے نام سے منسوب کیا ہوا ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے مزید بریاں عنایت نہیں بعد
زاری کرکے اپنی جان کو جوروں کے شکنجہ میں جکڑی ہوئی تھی نجات حاصل کرنا چاہا تھا۔ سچ کہا ہے کسی نے

سہ زدریائے شہادت چوں نہنگ لا برآرد سر ٭ تیمم فرض گردد نوح را در عین طوفانش

ادھر تو وہ بیچارہ دبکا ہوا من انصاری یا کہہ چلا رہا ہے۔ اور ادھر امروہی صاحب زر نقد لیکر
اذ تبرء الذین اتبعوا من الذین اتبعوا کا مصداق بنا۔ ظاہر ہے کہ تعدد آلہہ کی تقدیر
پر عالم کا وجود ہی متصور نہیں لما مر فی شق الاعتراض اور فساد تو بعد الوجود ہوتا ہے علماء
عصر پر عبارت مذکورہ امروہی صاحب سے ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ امروہی نے جہل مرکب کا پورا پورا
ثبوت دیا مگر اس کی چالاکی قابل آفرین ہے کہ اپنی جہالت کے اوپر پردہ ڈالنے کیلئے حاشیہ میں لکھ دیا۔
کہ واضح خاطر عاطر ناظرین ہو کہ ہم نے اس جواب میں مؤلف کا ایسا تعاقب کیا ہے کہ جو ہر
کو مؤلف کیا ہے۔ اُدھر ہی کو ہم بھی اسکے ساتھ ساتھ گئے ہیں۔ ھ حاشیہ ۲۶ میں کہتے ہیں۔
ہاں بے شک یہ کہنا آپ کا بجا اور سچ ہے۔ تو فی الحقیقت طالب علم کا یہی وتیرہ ہوتا ہے کہ معلم کے پیچھے پیچھے بچوں
کی طرح صرف لفظ بعینہا کہتا چلا جاتا ہے۔ گویا مجیب نے صاف صاف سچ کہدیا کہ میں شمس الہدایت
کے اس مقام میں بڑا خفیف ہوں۔ قولہ حاشیہ ۲۶ مدلل انکہ اس دلیل پر نقد عنوان موضوع و
محمولی لکھنا سراسر غلط ہے۔ اقول لیجئے ہم بھی پڑھاتے ہیں۔ اس عبارت کا تعلق کلمہ
لا الہ الا اللہ سے ہے اور ظاہر ہے کہ بر تقدیر ارادہ استحقاق عبادت کے معنی اس دلیل
میں بھی بوجوب التطابق یہی معنے مراد ہونگے۔ اور بنا بر مسئلہ استثنا نفی الا تعدد وجوب
استحقاق بر الہین میں مستلزم لما کان نا یا لما فسدتا کو نہیں ہو سکتا۔ بعد اس تشریح کے بھی اگر
آپ صرف سول ہی کی تقریر ہمارے سامنے بیان کریں تو بھی آپ کو آفرین کہیں گے۔ جواب
کو تو ہم نے معاف کیا۔ اور سنئیے بعد اسکے صفحہ ۲۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ ایسی مؤلف پر ضروری
نے صفات احدیت و صمدیت مسئلہ مجبولہ کو دیکھیں استیعاب صفات بعضہا کی جگہ کو دلائل
عقلیہ و نقلیہ سے اول ثابت کرے کہ صفات احدیت و صمدیت ہیں ستیں بعضہا کی جگہ ہے۔ تب ہم بھی

اس مسئلہ استثنیٰ، صفاتی بعضہا علیٰ بعض پر گفتگو کریں گے۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں۔ یہ چالاکی بھی قابل آفرین ہے۔ اپنی نافہمی کو کس پیرایہ میں چھپایا۔ صاف کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ ہم نے اس سوال کے سارے مقدمات کو نہیں سمجھا اور نہ شیخ اکبر اور تفتازانی کے جواب تک پہنچے ہیں۔ ان کے جوابات کی اصلاح کیسے کریں۔ پھر اسی صفحہ میں کودن طالب علم کی طرح شمس الہدایۃ کی عبارت کو پڑھے جاتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ دیکھنا کہ ازلیت امکان مستلزم ہے امکان ازلیت کو مادہ وجوب میں لیکن ممکنہ عامہ موجبہ جزئیہ یعنی بعض الالہ موجود بالامکان العام جو نقیض ہے ضروریہ سالبہ کلیہ کی یعنی لا الہ موجود بالضرورت اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا اس کا صدق یا کذب کلمہ توحید کے معنوں میں ہم پر کیوں وارد کیا جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں قولہ اگر صادق ہے تو کیا اور کاذب ہے تو کیا۔ صاف شہادت دے رہا ہے کہ مجیب نے اس عبارت کا مطلب نہیں سمجھا تب ہی عبارت مذکورہ شمس الہدایۃ کو بے ربط ٹھہرایا لہٰذا ہم شہادت دیتے ہیں کہ مجیب صاحب اس سارے جواب میں این رہ کہ تو میروی بترکستانست کا مصداق ہو رہے ہیں۔ ہم اس مقام کے سوال اور جواب مشرح لکھنے سے اسی صورت میں مجاز ہیں کہ قادیانی صاحب معہ اپنے مددگاروں کے صریح لفظوں میں اپنی جہالت کا تفسیر دانی سے اقرار کریں اور یہ بھی ناظرین کو معلوم ہو کہ نہ تو یہ اعتراض داخل تھا۔ اور نہ شیخ اکبر وغیرہ علماء کرام کے جواب پر اعتراض اعتقاداً کیا گیا تھا۔ بلکہ محض منعاً مدعی کا دعویٰ توڑنے کیلئے لکھ گیا۔ الحمد للہ کہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا۔ کہ جو شخص کلمہ طیبہ کے معنے ظاہری علمی طور پر نہیں کہہ سکتا وہ تفسیر نویسی میں ہمسر آمد بنا زمان کیا ہو سکتا ہے۔ بعد اسکے اسی صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں اگر کلمہ توحید کو موجہات کا لباس پہنا کر سمجھنا ہے۔ تو یوں کہئے۔ کہ لا الہ غیرہ موجود بالضرورت کیونکہ یہاں پر حرف الا موجود ہے۔ جو بمعنے غیر ہے[۱]۔ اور الہ کی صفت نحوی واقع ہوئی ہے۔

میں کہتا ہوں علماء عصر کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ کلمہ الا بمعنے غیر لا الہ الا اللہ میں کہنا کیا جہالت نہیں ہے۔ کافیہ پڑھنے والا بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ الا بمعنے غیر ہرگز نہیں۔ کیونکہ وہ مشروط ہے بدیں شرط اذا کانت تابعۃ لجمع منکور غیر محصور نحو لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا اور یہ سوچا کہ کلمات الاستثناء ھی وضعت لاحد ؟

۱؎ امروہی صاحب کی نحو دانی تو لا الہ الا اللہ میں الا بمعنی غیر کے لکھنے سے معلوم ہو گئی ہے ۱۲ منہ

مخالفة لما قبلها ثابتة لما بعدها او لاخراج ما بعدها وجعله في حكم المسكوت عنه)
تو بمراحل در کنار رہا۔ ناظرین پر واضح ہو کہ یہ سوال متعلق کلمۂ بل مع جواب کے کئی سال پہلے اس کے
مطبع مصطفائی لاہور میں جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ میں طبع کرا کر شائع کر دیا تھا۔ اور یہ جواب امروہی
صاحب کا اُسی کی نقل ہے۔ مگر علمی لیاقت کا ماشاءاللہ مجیب کو اتنا نہ رہا کہ عرصہ یک سال کامل تک
اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا۔ و نیز تاخیر جواب کا عذر یہ لکھتے ہیں کہ ہم کو کتاب شمس الہدایت نہیں بھیجی گئی۔
یہ بھی ناظرین جناب مولوی نورالدین کا خط مطبوعہ الحکم شاہد کافی ہے جس میں جناب موصوف نے
خاکسار پر ۲ سوال وارد کئے تھے۔ بل رفعہ اللہ کے متعلق امروہی صاحب نے حسب توجہ فائدہ جلیلہ
کے بزعم خود رفع روحانی کو ثابت کرنا چاہا ہے مگر ہنوز دلی دور است۔ خلاصہ مکابرہ ہے ما بعد بل یعنی
رفع جو کنایہ اعزاز و تکریم سے ہے۔ اسمیں اور ماقبل بل یعنی قتل صلیبی میں جو بحکم توراۃ مستلزم لعن ہے تنافی
اور تضاد ہے۔ کیونکہ ملعون معزز عنداللہ نہیں ہوتا۔ یہی ہے خلاصہ اُنکے جواب کا۔ اس مقام میں میں کہتا ہوں
بجواب الجواب اتنا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔ کہ کنایہ میں چونکہ تعذر معنی حقیقی کا نہیں ہوتا بخلاف مجاز کے
لہذا صورت کنایہ بھی بمقتضائے قصر قلب قتل اور رفع روحانی میں تضاد چاہیئے۔ پھر دریافت کیا جاتا ہے
کہ کہاں ہے توریت کا حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے۔ وہ ملعون عنداللہ ہوگا خواہ بے گناہ ہی ہو
کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو یا تیر سے یا تلوار سے یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے شہدا میں بموجب احکام
توریت و قرآن مجید کے داخل ہیں۔ کوئی مومن بہ کتب سماویہ اس کا انکار کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ مرزاجی کو
مع حواریوں چیلوں اپنے کے آیت توراۃ کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ صرف ۲۳ آیت (کیونکہ وہ جو پھانسی دیا
جاتا ہے خدا کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر ۲۲ آیت کو پڑھ کر تدبر فرماویں تو صاف معلوم ہوتا ہے
کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کیلئے نہیں۔ بلکہ خاص وہ شخص جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا ہو۔ بائیسویں
آیت یہ ہے (اور اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو۔ جس سے اُس کا قتل واجب ہو۔ اور وہ مارا
جاوے۔ اور تو اسے درخت میں لٹکا دے۔ ۲۳ تو اُسکی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ
تو اُسی دن اُسے گاڑ دے۔ کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے۔

ظاہر ہے کہ عیسیٰ بن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فی الواقع غیر مجرم تھے تو بنا بر واقع ماقبل بل
یعنی قتل اور مابعد اُسکے یعنی رفع اعزازی میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا۔ بلکہ مقتول غیر مجرم عنداللہ

معتبر ہو۔ اور اگر مسیح کو مجرم بزعم یہود خیال کر کے تنافی پیدا کی جاوے۔ تو بحسب زعم المتکلم بھی ضروری ہے۔ تاکہ قصر قلب کے رو سے وجود وصف مزعوم مخاطب کا مقصود نہ ہو اور کتب معانی کا بیان شروط قصر میں قاصر ہے۔ دیکھو سید شریف و دسوقی وغیرہ قال عفی عنہ ربہ فی شمس الہدایت صفحہ ۹ سطر ۱۷۔ جس کو باطل کرنا منظور ہے وہ کیا قتلوہ۔ اس پر ہمارے ایک بزرگ اور مہربان کا اعتراض۔ آپ فرماتے ہیں (بل رفعہ اللہ الیہ) کو مقولہ یہود (انا قتلنا المسیح) کے ابطال کے لئے کہنا چاہئیے نہ قتلوہ کے لئے۔ کیونکہ قتلوہ کلام الٰہی میں واقع ہے مقولہ یہود کا نہیں۔ **اقول** جواباً گذارش ہے۔ کہ علم معانی کے خبرداروں پر ظاہر ہے۔ کہ قصر قلب اعنی تخصیص (شئ مکان شئ) میں مخاطب کا معتقد بہ عکس اور برخلاف ہوتا ہے۔ اس حکم کے لئے جس کو متکلم ذکر کرتا ہے کما قالوا والمخاطب بالثانی من یعتقد العکس ای عکس الحکم الذی اثبتہ المتکلم۔ لہٰذا قتلوہ یہود کا مزعوم ہوا۔ جو برعکس اور مخالف ہے ما قتلوہ کے۔ اور قصر قلب کو بوجہ قلب حکم مخاطب کے قصر قلب کہتے ہیں۔ قال العلامۃ ویسمی ہذا القصر قصر قلب لقلب حکم المخاطب یعنی اگر مخاطب کا مزعوم حکم ایجابی ہے۔ تو متکلم تردید میں اسکے حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ذکر کریگا۔ وبالعکس **قال** ایضاً فالمخاطب بقولنا ما زید الا قائم من اعتقد اتصافہ بالقعود دون القیام پس ما زید الا قائم کو جو حکم سلبی مع اثبات وصف منافی ہے تردید وابطال مزعوم مخاطب یعنی زیدٌ قاعدٌ حکم ایجابی کے لئے کہیں گے ویسا ہی ما قتلوہ کو تردید وابطال قتلوہ کے لئے اولاً وبالذات کہیں گے اور قتلوہ چونکہ مزعوم مخاطب سے تعبیر ہے مثل انا قتلنا کے ہذا قتلوہ کا ابطال مستلزم ہوا۔ انا قتلنا کے ابطال کو۔ و اثبات وصف منافی اگرچہ سلب وصف مقابل کا افادہ دیتا ہے۔ لیکن بغیر تصریح بالسلب کے تنبیہ علی رد المخاطب نہیں ہو سکتی جس کا اظہار متکلم کو منظور ہے کما قال الفنری وفیہ انہ اذا تحقق تنافی الوصفین فی قصر القلب فاثبات احدہما یکون مشعراً بانتفاء الغیر فما فائدۃ نفی الغیر واثبات المذکور بطریق حصر قلت الفائدۃ فیہ التنبیہ علی رد المخاطب اذ المخاطب یعتقد العکس فان قولنا

زیدٌ قائمٌ وان دل علی نفی القعود لکنہ خالٍ عن الدلالۃ علی ان المخاطب اعتقد انہ قاعد۔ ان عبارات مسطورہ بالا سے واضح ہے کہ حکم سلبی کلام قصری کا تردید ہے مزعوم مخاطب یعنی حکم ایجابی کے لئے۔ چنانچہ حکم ایجابی تردید ہے حکم سلبی کے لئے۔ لہٰذا ما قتلوہ تردید ٹھہری حکم ایجابی یعنے قتلوہ کی جو تعبیر ہے مزعوم یہود سے من جانب المتکلم سبحانہ وتعالیٰ۔

اور نیز معلوم ہو کہ مزعوم مخاطب عام ہے مقولہ مخاطب سے یعنے صرف حکم ایجابی یا سلبی مخاطب کا مزعوم ہے اور خصوصیات تکلم یا غیبوبت عند التعبیر خارج ہیں ذات مزعوم سے۔ اسی مزعوم سے مخاطب بصیغہ متکلم اور متکلم مردد بصیغہ غائب تعبیر کریگا۔ گویا صیغہ متکلم اور غائب تعبیرات موارد تحقیق ہیں سے ہوئی مزعوم مخاطب کیلئے۔ لہٰذا تردید مزعوم مستلزم ہے تردید مقولہ کو چنانچہ آیت (وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ) میں حکم سلبی یعنی ما قتلوہ تردید ہے مزعوم یہود یعنے حکم ایجابی کے لئے جس کو یہود نے (انا قتلنا المسیح) سے تعبیر کیا۔ اور متکلم مردد نے بصیغہ غائب یعنے قتلوہ سے تعبیر کی۔ کما قال اللّٰہ تعالیٰ انہم یحسنون صنعا اور وہ خود تعبیر کے وقت انا احسنا صنعاً کہیں گے۔ و یقول اللّٰہ تعالیٰ فما کان لشرکائہم فلا یصل الی اللّٰہ وما کان للّٰہ فہو یصل الی شرکائہم۔ اب اس آیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے مزعوم مشرکین کا بیان بصیغہ غائب ہے یعنی شرکائہم۔ اور انکی جانب سے تعبیر لشرکائنا کے ساتھ بصیغہ متکلم ہوگی۔ پھر ساء ما یحکمون تردید ہے مزعوم مذکور کے لئے۔ ایسا ہی عدم کی عبارت اخیرہ میں مزعوم مخاطب سے تعبیر انہ قاعدٌ) کے ساتھ بالاضمار ہے اور مخاطب کا مقولہ زید قاعدٌ) بالاظہار ہے الغرض اہل معانی کی عبارت مشہورہ مثل من یعتقد العکس۔ ویسمی قصر القلب لقلب حکم المخاطب وغیرہ وغیرہ سے ثابت ہے کہ حکم قصری قلب اور تردید ہے حکم مخالف یعنی نقیض اپنی کا اولاً وبالذات اور تردید ہے مقولہ مخاطب کیلئے ثانیاً وبالعرض۔ نام کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ ما زید قائماً بل قاعد) تردید ہے زیدٌ قائمٌ کیلئے اولاً وبالذات اور مقولہ مخاطب کے لئے ثانیاً وبالعرض مثلاً صورت مسطورہ میں فرض کیا کہ قائم زید ہی ہو تو مقولہ اسکا انا قائمٌ ہوگا۔ وہ بعینہ محفوظ تھا

ہونے اسکے ہے یعنی گوکہ قتل و نسبت بزعم یہود اُن سے صادر ہوکر مسیح پر واقع ہوئی ہیں۔ مگر
(نفس قتل) اسلئے بولا گیا ہے کہ قتلوہ چونکہ بوجہ نقیض ہونے ما قتلوہ کے مع الحکم الایجابی
ملحوظ ہے کما مر تو منفی ہونیکی وصف سے مجرد بہ ضروری ٹھہریگی یعنی قتلوہ جملہ مستقلہ ہوگا۔
نہ در ضمن ما قتلوہ کے۔ چنانچہ فذلکہ جلیلہ کی سطر ۱۲ پر لکھا ہے (حرف عطف ٹھہرا ابطال کیلئے
یعنے قتلوہ کیلئے) ہاں جملہ مبنا مرکہ بعد اخذ انہ نقیض الحکم القصری) ہے الحاصل بل رفعہ اللہ الیہ
ابطال ہوا عکس ما قتلوہ کا۔ یا یوں کہیں۔ بخلاف ہوا قتلوہ کا مگر بعد اعتبار الحکم الایجابی ان دونوں
کا مطلب ایک ہی ہے۔ فتامل فلا تعجل۔ اور اسی پر دال ہے شمس الہدایت کی عبارت مسطورہ
کے بعد کہ جملہ تعلیلیہ۔ دیکھو سطر ۱۳ صفحہ مذکور پر (کیونکہ نفی حکایت نہیں ہے۔ نہ محکی عنہ میں)
محکی عنہ سے مراد اسجگہ پر مزعوم مخاطب کا ہے۔ جس سے قتلوہ جملہ مستقلہ کے ساتھ منجانب
المتکلم تعبیر کی جا سکتی ہے کما یدل علیہ ما قال العلامۃ۔ قنت الفائدۃ فیہ التنبیہ
علی رد المخاطب اذا المخاطب اعتقد العکس الخ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ما قتلوہ میں تنبیہ
ہے اور نہ تردید یہود کی۔ کیونکہ وہ عکس کے معتقد تھے یعنے قتلوہ کے اور نفی محکی عنہ یعنی مزعوم
مخاطب و حکایت یعنی قتلوہ دونوں میں نہیں۔ ہاں حکایت بنظر قصری یعنے و ما قتلوہ میں نفی ہے
گویا متکلم کی جانب سے دو حکایتیں ہوئیں جن کا محکی عنہ جدا جدا ہے ایک قتلوہ جس کا
محکی عنہ مزعوم یہود ہے۔ اس حکایت اور محکی عنہ دونوں میں نفی نہیں۔ دوسری و قتلوہ جس کا
محکی عنہ نسبۃ واقعیۃ موجودۃ بوجود المنشأ یا موضوع من حیث انہ بحیث انتزاع
النسبۃ عنہ) ہے۔ فلا یرد انہ لابد لصدق القضیۃ من المطابقۃ للمحکی عنہ فی الثبوت
والانتفاء فکیف یصح اعتبار النفی فی الحکایۃ لا فی المحکی عنہ لما عرفت ان الحکایۃ المعتبر فیہا
النفی لیست حکایۃ عن المحکی عنہ المزعومی المراد فی العبارۃ المذکورۃ۔ اور نیز معلوم ہو
کہ فذلکہ جلیلہ کی بنا تحقیق پر ہے نہ صرف ان امور پر جو محض شہرت پذیر ہیں۔ لہذا بل رفعہ اللہ
الیہ کا نفی ہونا رفع جسمی مسیح میں ایک ہی امر تحقیقی واقعی پر مبنی ہے جو کہ بہ تجدد اصطلاحات
متغیر نہیں ہو سکتا۔ یعنی تنافی بین القتل المزعومی والرفع الجسمی امر واقعی ہے پس جبکہ اثبات رفع
کا بدلے القتل کیا گیا تو یا ضرور ابطال مزعوم یہود پر علی طرز الاستدلال ہوگا۔ کیونکہ مزعوم

یہود کی تردید گو کہ صرف سالبہ شخصیہ یعنی وما قتلوہ سے ہے مگر اثبات رفع جو وصف منافی للقتل المزعوم ہے بمنزلہ اقامۃ الدلیل علیٰ خلاف مزعوم المخاطب ہوگا۔ اسلئے بل کو ابطالیہ نام رکھا گیا یعنے مابعد اُسکا دلیل ہے بطلان مزعوم مخاطب پر فانظر فیہ ما قیل وایضاً لا یظہر وجہ تسمیۃ بل بالابطالیۃ لحصول الابطال بکلمۃ ما لا ببل خواہ اثبات رفع در رنگ فعلیہ کے ہو یا اسمیہ کے یعنی وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ ہو یا بحسب الاول ماکان المسیح مقتولا بایدی الیہود یقینا بل کان مرفوعاً الیہ) کی طرف راجع ہو۔ کیونکہ معیار استدلال دونوں صورتوں میں مشترک ہے۔ وھو التنافی المذکور۔ ہاں درصورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکو عاطفہ کہنا اور بر تقدیر وقوع جملہ کے اُسکو ابطالیہ نام رکھنا مبنی علی الظاہر ہے۔ کما زعمہ ابن ہشام وغیرہ من النحاۃ وھو خلاف التحقیق کما نص علیہ بحر العلوم فی شرح مسلم الثبوت ونقلنا عبارتہ فی ھذہ الرسالۃ الی حصل فائدہ جلیلہ کا مدعیٰ یعنی بل رفعہ اللّٰہ الیہ کا نص ہونا رفع جسمی میں ہر صورت میں اور ہر تقدیر پر ثابت ہے خواہ قصر اصطلاحی یعنی تخصیص (شیئ بشیئ بطریق مخصوص) ہو یا کہ قصر غیر اصطلاحی مثل اختص الرفع الیہ بالمسیح او المسیح مقصور علی الرفع اور بر تقدیر قصر اصطلاحی کے طرق رابعہ مشہورہ میں سے ہو یا نہ کیونکہ اثبات الرفع مع سلب القتل بعد تحقق التنافی بینہما کافی ہے حصول مدعا کے لئے۔

اب ہم بنا بر مشہور بھی مدعا کو بپایہ ثبوت پہنچاتے ہیں ما کان المسیح مقتولاً یقیناً بل رفعاً (الیہ) جو مساوق ہے وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ کے لئے کلام قصری مشتمل بر قصر قلب ہے۔ اور طرق اربعہ میں سے قصر بالعطف ہوا کیونکہ درصورت وقوع مفرد بعد بل کے اسکا حرف عطف ہونا اتفاقی ہے۔ اور وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللّٰہ الیہ میں بغیر ارجاع مذکور کے بل رفعہ اللّٰہ ابطال مزعوم یہود کا افادہ دیگا لتحقق التنافی یعنے ابطال ما قتلوہ کے لئے نہیں اور نہ ابطال قتلوہ کے لئے بغیر اعتبار الحکم الایجابی بلکہ قتلوہ جو جملہ مستقلہ اور نقیض ہے ما قتلوہ کی اس کے بطلان پر دال ہوگا۔ ہاں بل رفعہ اللّٰہ الیہ تنظر بہ ما قتلوہ کے ابتدائیہ محض انتقال کے لئے ہوگا اور یہ تقدیر تا وقتیکہ ضروری نہ ارادہ ہونا اسکا امر یا

ولدا اور اتخذ الله من ولد کے عذر مذکور قابل سماع نہیں ہو سکتا۔ اور دلیل کا مفصل دعوے اور جواب کا سوال سے قرآن کریم کی طرز کے مخالف نہیں۔ دیکھو وقالوا یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون اور جگہ ہے اور جواب اس کا ما انت بنعمۃ ربک بمجنون دوسری سورت میں۔ بس بیت ؎

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم ٭ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

صـ۳۰ **قولہ**۔ اے ناظرین بہر خدا کم۔ ذرا انصاف فرمایا جاوے جس مسئلہ کی نسبت ایک شور و غل مچ رہا تھا۔ کہ خلاف اجماع ہے۔ اب اسکی نسبت مؤلف رسالہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل التحقیق رفع جسم برزخی کے بھی قائل ہیں بہتر ہوتا جناب سے عرض ہے۔ کہ ہم لوگوں کو آپ اہل تحقیق میں ہی رکھئیے اور آپ تو عوام و کافہ اہل اسلام میں شامل ہیں یہ حضرت کیا ایسے ہی مسئلہ کو ثابت بالاجماع کہا جاتا ہے۔ جس میں اہل التحقیق اسکے مخالف ہوں۔ اقول ع اگر آپ شمس الہدایت کو کسی محقق عالم سے پڑھ لیتے۔ تو اتنی رسوائی آپ کو حاصل نہ ہوتی اتنے بڑے فخر اور تعلی کے ساتھ جب جہالت در جہالت ظاہر ہو تو پھر حیا دار کیلئے زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ناظرین خدا انصاف شمس الہدایت کی عبارت یہ ہے (الا بعض اہل التحقیق) اضافت کے ساتھ ہے۔ یعنی اہل التحقیق میں سے بعض۔ مطلب یہ ہوا۔ کہ اکثر اہل التحقیق نے تو صرف رفع جسم عنصری ذکر کیا ہے۔ مگر بعض اہل التحقیق میں سے۔ قائل بہ رفع جسم عنصری برزخی کے ہیں یعنی جسم عنصری بعد سلب شہوۃ طعام و شراب اٹھایا گیا۔ امروہی صاحب نے (بعض اہل التحقیق) کو مرکب توصیفی سمجھ کر بے وقت راگنی عصبیت ہانکنی شروع کر دی۔

سوال

(بعض اہل التحقیق) ترکیب اضافی کی تقدیر پر جب مفاد یہ ٹھہرا کہ اہل التحقیق میں سے بعض قائل رفع جسم برزخی ہوتے ہیں پھر رفع جسمی پر اجماع نہ رہا۔ اور نیز یہ امر قابل تسلیم ہی نہیں کہ اہل تحقیق کے، دو ایسے متخالف مذہب ہوں۔ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ و ماذا بعد الحق الا الضلال۔ اور نیز بعد اختلاف فی رفع اتفاق فی نزول ممکن نہیں۔

بغیر تحقیق اس امر کے کہ جسم عنصری کا رفع بعد سلب الشہوت ہے۔ الغرض اس میں خوض ہی نہیں
کیا بخلاف بعض کے اہل تحقیق میں سے کہ وہ گو کہ قائل حیات و بہ نزول دوبارہ مسیح کے ہیں۔
مگر انہوں نے مسلوب الشہوت ہونے کو بھی ملحوظ رکھا اختصار صرف ذکر کرنے مسلوب الشہوت و
عدم ذکر اسکے سے ہوا۔ نہ حیات و ممات میں اور مراد نزول سے اس قول میں (مگر نزول مسیح پر سب
ہی اتفاق رکھتے ہیں) نزول جسمی ہے اور ظاہر ہے کہ کافۂ اہل اسلام اور بعض اہل تحقیق کا اتفاق فی
النزول الجسمی فرع ہے۔ الاتفاق فی الرفع الجسمی کے۔ حاصل یہ ہوا کہ بعض اہل تحقیق کی مخالفت
کافۂ اہل اسلام سے صرف تعبیر برزخی میں ہے اور یہ اس امر کی مستلزم نہیں کہ انکے نزدیک رفع اور
نزول روحانی ہو بلکہ وہ بھی رفع اور نزول جسمانی ہی کے قائل ہیں چنانچہ انکی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

سوال

بجائے برزخی کے اگر مسلوب الشہوت ہوتا۔ تو ناظرین عبارت شمس الہدائت کو دقت نہ ہوتی؟

جواب

مصنف کو نقل بعینہ منظور تھا۔ دیکھو فیوض الحرمین اور تفسیر محی الدین بن عربی رض۔

سوال

نقل بعینہ کی کیا ضرورت تھی؟

جواب

مقصود اس سے دفع وہم کا ہے جو ناظرین کو برزخی کے لفظ کو ظاہر پر حمل کرنے سے واقع ہوتا تھا۔
بنا بر عقیدہ حضرت شیخ اور حضرت مولوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی قائلین بوفات المسیح سے شمار کیا جاتا تھا۔
لہذا بعد ذکر کرنے (برزخی) کے (مگر نزول مسیح الخ) کے سانحہ دفع کیا گیا اور اتنا ہی کافی تھا کہ سب
اہل اسلام متفق ہیں رفع جسمی پر۔

سوال

شمس الہدائت کی عبارت میں کونسا قرینہ ہے جو دلالت کرتا ہے اسلاف مذکورین یعنی کافۂ اہل
اسلام اور بعض اہل تحقیق دونوں حیات کے قائل ہیں۔

جواب

کے جنازہ پر جا پہنچے فرماتے ہیں کہ جبکہ ہم نماز جنازہ ادا کر چکے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قدر سبز جانور
آسمان سے آ رہے ہیں کہ ان سے آسمان چھپ گیا۔ پس ان میں سے ایک بڑا جانور الگ نیچے اترا اور
اس نے اس ولی اللہ کو اس طرح نگل لیا۔ جیسے کہ جانور ایک دانہ نگل لیتا ہے اور آسمان کی طرف
اڑ گیا۔ شیخ عمر فرماتے ہیں کہ میں اس واقعہ سے متعجب ہوا لیکن اتنے میں ایک شخص میرے سامنے آگیا
جو وہ بھی آسمان سے اترا تھا۔ اور نماز جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ اے عمر اس واقعہ سے
تعجب مت کر کیونکہ وہ شہیدوں کی روحیں جنت میں سبز جانوروں کی حواصل میں رہتی ہیں وہ
تلوار کے شہید ہیں لیکن محبت کے شہیدوں کے بدن روح کا حکم رکھتے ہیں۔

شیخ سیوطی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے مشابہ ہے۔ وہ قصہ جس کو ابن ابی الدنیا نے ذکر موت
میں زید بن اسلم سے روایت کیا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عابد و زاہد پہاڑوں کی
غاروں میں خدا کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اور دنیا کے لوگوں سے کنارہ کش اس کے زمانہ کے
لوگ قحط کے دنوں میں اس سے دعا منگوایا کرتے تھے اور اس کی دعا کی برکت سے خدا تعالیٰ
ان پر ابر رحمت برسایا کرتا تھا۔ تقدیر سے وہ فوت ہو گیا۔ لوگ اس کے غسل کی تیاری کرنے لگے۔ کہ
ناگہاں ایک تخت آسمان کی بلندی سے اترتا ہوا نظر آیا یہاں تک کہ اس ولی کے نزدیک آپہنچا
اور ایک شخص نے کھڑے ہو کر اس تخت کو پکڑ لیا اور اس ولی کو تخت پر رکھا۔ اور وہ تخت آسمان
کی طرف اٹھایا گیا۔ اور لوگ دیکھتے رہے کہ وہ ہوا میں اڑا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے پوشیدہ
ہو گیا۔ قلت ویشبہ ہذا ما اخرجہ ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت عن زید بن اسلم قال
کان فی بنی اسرائیل رجل قد اعتزل الناس فی کہف جبل وکان اہل زمانہ اذا قحطوا
استغاثوا بہ فدعا اللہ فسقاہم فمات فاخذوا فی جہازہ فبیناہم کذلک اذا ہم
بسریر یرفرف فی عنان السماء حتی انتہی الیہ فقام رجل فاخذہ فوضعہ علی السریر
فارتفع السریر والناس ینظرون الیہ فی الہواء حتی غاب عنہم۔

عامر بن فہیرہ کا آسمان پر اٹھایا جانا۔ علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ اس کا مؤید وہ واقعہ
جس کو بیہقی اور ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عروہ نقل کیا ہے۔ کہ عامر بن فہیرہ غلام ابی بکر رض
معونہ کے دن شہید ہوا۔ عمرو بن امیہ ضمری نے بچشم خود دیکھا کہ وہ اسی وقت آسمانوں

کی طرف اُٹھایا گیا۔ چنانچہ یہی عجیب وغریب واقعہ ضحاک بن سفیان کلابی کے اسلام کا باعث
ہُوا۔ اور اس نے عامر بن فہیرہ کے قتل کا اور رفع کا چشم دید واقعہ اور اپنے اسلام لانا آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لکھا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ
نے عامر بن فہیرہ کے جسم کو چھپا لیا۔ اور اس کو علیین پر جا اُتارا۔ ویسے ہی قصہ ابن سعد اور حاکم نے
کبیر میں بطریق عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کیا۔ کہ عامر بن فہیرہ آسمان کی طرف
اُٹھایا گیا۔ اور ملائکہ نے اس کا جسم چھپا لیا۔ اور عامر بن طفیل بھی اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے
اس نے عامر بن فہیرہ کا آسمان کی طرف اُٹھایا جانا دیکھا اور اسی طرح خبیب بن عدی کی نسبت
احمد اور ابو نعیم اور بیہقی نے بروایت عمرو بن امیۃ بن الضمیری تخریج کی۔ شیخ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابو نعیم
کے نزدیک خبیب بن عدی کا آسمانوں کی طرف مرفوع ہونا قطعی ہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے جواب سوال
کی صورت میں کہا۔ کہ اگر یہ کہا جائے۔ کہ عیسےٰ علیہ السلام آسمانوں کی طرف اُٹھائے گئے ہیں۔ تو ہم
کہیں گے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک قوم آسمانوں کی طرف اُٹھائی گئی۔ اور
یہ امر عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سے بھی عجیب تر ہے۔ اور اسکے بعد عامر بن فہیرہ اور خبیب بن عدی اور
علاء بن حضرمی کا قصہ بھی بیان کیا۔ جنکے رفع کا ذکر شیخ سیوطی نے باب احوال موتیٰ فی قبورہم میں کیا۔
اس کے شیخ سیوطی رح ایک مشہور حدیث سے جس کو نسائی اور بیہقی اور طبرانی وغیرہم نے بروایت
جابر رضہ تخریج کیا ہے۔ ان واقعات رفع کے غیر محال اور ممکن الوقوع ہونے پر استدلال کر کے
کہا کہ غزوہ احد میں جبکہ حضرت طلحہؓ انگلیوں کے زخم کے درد سے کلمہ حس (جو عرب کے محاورہ
میں شدت درد کے وقت منہ سے نکلتا ہے) تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
طلحہؓ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اے طلحہؓ اگر تو بجائے کلمہ حس کے بسم اللہ کہتا۔ تو ملائکہ بالضرور تجھے
اُٹھا لے جاتے اور لوگ تیری طرف دیکھتے رہ جاتے۔ یہاں تک کہ تو وسط آسمان میں پہنچ جاتا۔

یہ ترجمہ ہے شرح الصدور کی عبارت کا صفحہ ۱۰۳ میں ملاحظہ ہو۔

امروہی صاحب! افسوس ہے کہ آپکے نبی قادیانی کہیں تو رفع مسیح کو محال عقلی اور کہیں اس پر
تمسخر اڑاتے ہیں۔ کہ آسمان پر مسیح بول و براز کس جگہ کرتا ہوگا۔ اور اتنی عمر کا ہو کر نکما ہو گیا ہوگا۔
پھر اُترنے کے بعد کس کام کا ہوگا۔ ناظرین صفحہ ۱۴۲ ازالہ اوہام کا ملاحظہ کریں۔ اور نیز ازالہ صفحہ ۸

المالکی نے فواکہ دوانی میں تصریح کر دی۔ کہ اشراط ساعت سے ہے آسمانوں سے عیسے علیہ السلام کا اُترنا آہ۔ اور جیسا کہ علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب قسطلانی میں بڑی بسط سے لکھتے ہیں جسکا نقل کرنا حسب مدعیٰ اس موقعہ پر ضروری کہا جاتا ہے۔ فاذا نزل سیدنا عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام فانہ یحکم بشریعۃ نبینا صلے اللہ علیہ وسلم بالھام او اطلاع علی الروح المحمدی او بما شاء اللہ من استنباط لھا من الکتاب والسنۃ ونحو ذالک تاویل نزول کو جو علامہ زرقانی مالکی المذہب کی عبارت (فاذا نزل سیدنا عیسٰے) سے مفہوم ہوتا ہے۔ حسب العادت ماؤل کئے ہوئے یعنی نزول بروزی تو اس تحریر کو یہ عبارت جو اسکے بعد لکھے ہیں۔ (فھو علیہ السلام وان کان خلیفۃ فی الامۃ المحمدیۃ فھو رسول ونبی کریم علی حالہ لا کما یظن بعض الناس انہ یاتی واحدا من ھذہ الامۃ بدون نبوۃ ورسالۃ وجھل انھما لا یزولان بالموت کما تقدم فکیف بمن ھو حی نعم ھو واحد من ھذہ الامۃ مع بقائہ علی نبوتہ ورسالتہ) خاک میں ملاتی ہے۔ علامہ سیوطی کتاب اعلام میں لکھتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اللہ جو بعد از نزول آسمانوں سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطابق حکم کریگا۔ یہ اجماع ہے۔ عبارت یہ ہے انہ یحکم بشرع نبینا وردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع۔ فتح البیان میں ہے۔ کہ وقد تواترت الاحادیث بنزول عیسیٰ جسما اوضح ذالک الشوکانی فی مؤلف مستقل یتضمن ذکر ما ورد فی المنتظر والدجال والمسیح وغیرہ فی غیرہ وصحح الطبری ھذا القول ووردت بذالک الاحادیث المتواترۃ۔ فتح البیان ص۳۴۳ ج۲۔ آئمہ اربعہ کے مسانید اور ایسے ہی ان کے مقلدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے تصانیف میں احادیث نزول مسیح موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے لفظ عیسٰے سے وہی مریم کا بیٹا علی نبینا وعلیہ السلام سمجھا ہوا تھا۔ نہ مثیل اسکا۔ الغرض تالیفات آئمہ اربعہ وسائر علماء اسلام محدثین ومفسرین کی (الیٰ یومنا ہذا) کے اوپر نظر ڈالنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ کل محدثین اور آئمہ مذاہب اربعہ اور اصحاب روایت ودرایت اور صحابہ کرام جیسے حضرت عمرؓ اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ اور عبداللہ بن سلامؓ اور ربیعؓ اور انسؓ اور کعبؓ اور حضرت ابوبکر

صدیق۲ چنانچہ ان کے اور حضرت عمرؓ کی کلام بالتصریح اپنے مقام پر آئیگی۔ اور جابر اور ثوبان اور عائشہ اور تمیم داری وغیرہ اور بخاری و مسلم اور ترمذی اور نسائی اور ابوداؤد اور بیہقی اور طبرانی اور عبد بن حمید اور ابن ابی شیبہ اور حاکم اور ابن جریر اور ابن حبان اور امام احمد اور ابن ابی حاتم اور عبد الرزاق اور قتادہ اور سعید بن منصور اور ابن عساکر اور اسحٰق بن بشیر اور ابن ماجہ اور ابن مردویہ اور بزاز اور شرح زالة اور نعیم اور شیخ سیوطی اور علامہ ذہبی اور ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی اور امام ابوحنیفہ اور کل آئمہ شافعیہ اور مالکیہ اور حنبلیہ اور شیخ اکبر صاحب فتوحات و مجدد وقت حضرت امام ربانی و سائر صوفیہ[۱] کرام اور تابعین جیسے ابن سیرین اور امام شوکانی اور ابن قیم و ابن تیمیہ وغیرہ کا اس پر اجماع ہے کہ عیسٰی نبی علیہ السلام زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے۔ اور قبل از قیامت آسمانوں سے اتریں گے۔

قادیانی صاحب نے اس افترا اور ناپاک جھوٹ مسطورہ مکتوب عربی سے سفید کاغذوں کا منہ سیاہ کر دیا۔ کہ اکثر اکابر امت اور آئمہ مسیح کے مر جانے کے قائل ہیں اور اسکی حیات پر اجماع نہیں بلکہ اسکی موت پر اجماع ہے اور صحابہ اور تابعین اور آئمہ و تبع تابعین اسکی موت کے قائل ہیں۔ اور یہی مذہب مالک اور ابن حزم اور امام بخاری وغیرہ اکابر محدثین کا ہے۔ اور اسی پر اتفاق اکابر معتزلہ اور بعض اولیائے کرام کا ہے۔ اور رجوع کا لفظ کسی حدیث نبوی میں نہیں اور آسمان سے نزول کا لفظ بھی نہ کسی حدیث میں آیا اور نہ متقدمین کے ملفوظات و کلمات میں۔ کیا تم ان الفاظ کو خاتون کی طرح تراشتے ہو۔ اور تم ہرگز ان الفاظ کو رسول کریم اور متقدمین کی کلام یا توفی کے

---

[۱] مرزا صاحب نے جو نزول مہدی کو صوفیہ کا مذہب لکھا ہے۔ لہٰذا الصلح خیر[؟] یہ امر وہی صاحب نے محض بانفعہ میں۔ ان دونوں نے نقل میں دھوکے اور دجل سے کام لیا ہے۔ شیخ محمد اکرم صابری کی کتاب اقتباس الانوار سے نقل کرتے ہیں:۔ و بعضے برانند کہ روح عیسٰی در مہدی بروز کند و نزول عبارت ازیں بروز است مطابق این حدیث لا مہدی الا عیسٰی ابن مریم۔ بس صرف اسکے بعد اسی کتاب میں لکھا ہوا ہے:۔ و این مقدمہ بغایت ضعیف است۔ "اقتباس الانوار صفحہ ۵۲"۔ اور دوسری جگہ اسی کتاب اقتباس الانوار کے صفحہ میں لکھتے ہیں:۔ یک فرقہ بر آں رفتہ اند کہ مہدی آخر الزمان عیسٰی بن مریم است و این روایت بغایت ضعیف است زیرا کہ اکثر احادیث صحیحہ و متواترہ از حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورود یافتہ کہ مہدی از بنی فاطمہ خواہد بود و عیسٰی با او اقتدا کردہ نماز خواہد گذارد و جمیع عارفان صاحب تمکین برین متفق اند۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ در فتوحات مکیہ مفصل نوشتہ است کہ مہدی خواہد آمد از آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من اولاد فاطمہ زہرا ظاہر شود۔ و اسم او اسم رسول اللہ باشد الخ ۱۲ منہ۔

السماء روی ابن جریر وابن حاتم عن ربیع قال ان النصاریٰ اتوا النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
الی ان قال الستم تعلمون ربنا حی لا یموت وان عیسیٰ یاتی علیہ الفناء (کیا تم نہیں جانتے
کہ ہمارا رب زندہ ہے جس پر موت نہیں آئے گی۔ اور عیسیٰ پر موت آئیگی۔ درۃ الدرانی تجارتی
کا مذہب اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ
بن مریم مع رسول اللہ وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً (رجوع کا لفظ) قال الحسن
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم
القیامۃ۔ درمنثور۔ مرزا صاحب اس (لم یمت) کی تاویل فرماتے ہیں (کہ حضرت عیسیٰ سولی پر نہیں مرے)
دیکھو شمس بازغہ صفحہ سطر ۲۰۔ مگر آگے جاکر (وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ) پر سکتہ
طاری ہوجاتا ہے۔ شاید اس لئے کہ کیا کروں اگر (انہ راجع) میں انہ کی ضمیر عیسیٰ کی طرف عائد
کرتا ہوں۔ تو خود عیسیٰ کا دوبارہ دنیا میں آنا ثابت ہوجاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو روح بجسدہ
کا میرے پاس بجسدہ العنصری پہنچایا گیا تھا وہی بعینہٖ دوبارہ لوٹ کر جس جگہ سے آیا تھا
وہاں پر ہی نازل ہوگا۔ اور اگر (انہ) کا مرجع قادیانی ٹھہراتا ہوں تو آیت میں اس کا ذکر ہی
نہیں۔ اب ذرا دم کھا جانا مصلحت وقت معلوم ہوتا ہے نزول و رجوع بروزی کی تاویل اور
اسکی تردید ابتدا کتاب میں مفصل گذرچکی ہے ملاحظہ ہو۔ اور حاکم نے اس حدیث معاہدہ کے اخیر
میں جس کو امام احمد نے اخراج کیا ہے اپنی مستدرک میں کہا ہے (فذکر من خروج الدجال فاھبط
فاقتلہ) لا اترککم یتامی انی اتی الیکم بعد قلیل واما انتم فترونی الی انا حی انجیل مطبوعہ بیروت
۱۸۷۲ء کے صحاح (۱۴) خیر الدین افندی جواب فصیح میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا یہ قول اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول کہ ابن مریم تم میں حکم و عادل ہوکر نزول کریگا (انی الیکم) اور (حی)
اور (بل رفعہ اللہ الیہ) کو ملاحظہ فرمادیں اور ہبوط کا لفظ لیھبطن عیسیٰ بن مریم حکماً
عدلاً الخ۔ ابوہریرۃ ابن عساکر کی حدیث کے اخیر میں (حاجاً او معتمرا ولیقفن علی قبری و
یسلمن علیّ ولاردن علیہ موجود ہے۔ اور ہم پیشین گوئی کرتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً
میں حاضر ہوکر سلام عرض کرنا۔ اور جواب سلام سے مشرف ہونا۔ یہ نعمت قادیانی کو کبھی نصیب
نہ ہوئی۔ شمس الہدایت میں حدیث بن برملا دھن عیسیٰ والی حدیث مذکور ہے جسکو ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں

وان کان الذکر الذی فی الانبیاء فان الیکم لم یمت پھر یہ آیت پڑھی۔ وما محمد
الا رسول قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم الخ
اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کا خیال تشویش کے باعث اسی طرف تھا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات نہیں پائی۔ بلکہ عیسیٰ بن مریم کی طرح زندہ ہیں۔ اسکی تردید حضرت
صدیقؓ نے فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد مات سے فرمائی اور پھر اس وہم کو (کہ
موت منافی نبوت کے ہے) اس آیت انک میت وانہم میتون ونظائرہا سے دور فرمایا۔
یعنی موت منافی نبوت کے نہیں اور یہی ہے ماسیقت لاجلہ الآیات یعنی آیات کا سوق صرف
اتنے ہی مضمون کیلئے ہے۔ کہ یہ خیال (تمہارا کہ انبیاء بھلا کب مرتے ہیں) غلط ہے پیغمبری اور موت
باہم متنافی نہیں۔ باقی امر کہ سب انبیاء مر چکے نہ تو مفاد آیات کا ہے اور نہ اس پر عموم مخاطبین
کی تردید موقوف ہے اسکا ثبوت ظاہر ہے۔ کہ کتنی موت کا فائدہ نہیں دیتا۔ ورنہ لازم آتا ہے
کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بوقت نزول اس آیت کے وفات پا چکے ہوں اور ایسا ہی وما
جعلنا لبشر من قبلک الخلد کیونکہ مفاد اس کا خلود کی نفی ہے اور مسیح بھی چونکہ اپنی ہستی کے
لئے ابتدا اور انتہا رکھتا ہے۔ لہذا خلود سے بے بہرہ ہے اور قد خلت من قبله الرسل نہ
دال ہو لکل انبیاء کی موت پر موقوف ہے خلت کے معنے ماتت اور لام (الرسل) میں استغراق
ہونا یہ دونوں ممنوع ہیں بلکہ خلت کا معنے مضت ہونا اور لام کا جنسی ہونا متعین ہے
بدلیل لغت و شہادت نظائر سے ثابت ہے مثل قد خلت من قبلکم سنن یا ایام الخالیۃ وغیرہا
اور لام کے استغراقی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قد خلت من قبله الرسل عیسیٰ بن مریم کے بارہ
میں بھی نازل ہوا ہے۔ قال تعالیٰ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل
پس بتقدیر استغراق معنے یہ ہوں۔ کہ مسیح سے پہلے سارے رسول مر چکے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے۔ لہذا وما محمد الا رسول
قد خلت من قبله الرسل میں بھی لام استغراق نہ ہوا۔ تاکہ مسیح کی وفات پر دلالت
کرے۔ الغرض اس آیت کا مسیح کی وفات پر دال ہونا دو امر پر موقوف ہے۔ جو
دونوں ہی ثابت نہیں کما عرفت۔ بنا علیہ صدیقؓ خطبہ میں محمل استشہاد نہ

(افإن مات) اور (إنك ميت) سے نہ نکلنا (قد خلت من قبله الرسل) تو معلوم ہوا کہ
نزول آیات مذکورہ کے وقت مسیح بن مریم کا زندہ رہنا آیات مذکورہ کے لئے منافی نہیں
ہاں دائمی حیات بے شک منافی ہے۔ آیات مذکورہ کو۔ سو مسیح بن مریم کو بلکہ کسی کو مخلوق میں سے
ہم بھی حی قیوم نہیں جانتے ہم بھی قائل ہیں کہ بعد النزول مریں گے اور یہی مطلب ہے۔ امام ہمام محمد
بن عبد الکریم شہرستانی صاحب کتاب الملل والنحل کا اس عبارت سے وقال عمر بن الخطاب
من قال ان محمدا قد مات قتلته بسیفی هذا وانما رفع کما رفع عیسیٰ بن مریم وقال
ابوبکر بن ابی قحافة من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات [illegible] نہایت افسوس اور تعجب کا مقام
ہے کہ مرزا جی اپنی خلیفہ صاحب کو اپنی ایام الصلح وغیرہ اور مرزا جی قسطاس میں دلیل ٹھہراتے ہیں
اجماع کے اس امر پر کہ مسیح بن مریم مر گیا۔ دیکھو قسطاس کے [illegible] (کہیں تم اس اپنے خیالی عقیدہ
کو حضرت ابوبکر صدیق یا حضرت عمر یا حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ہی ثابت کر دو
جو دعویٰ اجماع صحابہ وغیرہم کا کرتے ہو کہ حضرت عیسیٰ اس جسد خاکی کے ساتھ باجماع
آسمانوں پر چڑھائے گئے اور دوبارہ اسی جسد خاکی کے ساتھ آسمانوں پر سے نزول فرماویں گے۔
اگر صادق ہو تو کوئی ایک ہی روایت ان خلفائے اربعہ سے پیش کرو۔ (اس بیچارہ لایعقل کو اتنی
بھی خبر نہیں کہ اگر کسی صحابی کا یہ خیال ثابت بھی ہو۔ تو وہ فہم صحابہ بمقابل نصوص بینہ قرآنیہ
کب حجت ہو سکتا ہے) علاوہ بریں۔ (وفات رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خیال
سے سب حاضرین صحابہ نے رجوع کیا ہے۔ چنانچہ امام ہمام محمد بن عبد الکریم شہرستانی اپنی کتاب
ملل ونحل میں لکھتے ہیں۔ وقال عمر بن الخطاب الخ انتہیٰ سبحان اللہ قرآن حدیث میں مہارت
ہو تو ایسی ہو۔ کہ بوجہ جہالت الٹا مضمون سمجھ کر امر اجماعی کو غیر اجماعی و بالعکس قرار دیا۔ بتلایئے کب یہ
مستفاد ہے کہ آیات قرآنیہ کے برخلاف حیات مسیح الی الآن پر اجماع ہو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم برخلاف
آیات قرآنیہ کے ایک مضمون مخالف کو نہایت اہتمام سے کرات مرات ارشاد فرماویں ہرگز نہیں۔
بلکہ خطبہ صدیقی کا مطلب وہی ہے جو بیان کیا گیا۔ قادیانی مع اتباعہ بجمیع ہمنے الرسل کے لام
کو استغراقی خیال کرتے ہیں۔ ناظرین یاد رکھیں کہ لام استغراقی بوجوہ مذکورہ بالا ہرگز نہیں
ہو سکتا بصیغہ جمع ہو کر استغراقی ہونا بذات خود ضروری بھی نہیں۔ قال تعالیٰ واذ

گو کہ منافی نہیں۔ شانِ نبوت کو مگر ابقاء علی الخطاء بالکل نارَوا اور ناجائز ہے بحکم فینسخ اللہ مایلقی الشیطان، اور نیز اس وجہ سے کہ ابقاء علی الخطاء مصادم ہے عصمت کو جس پر رسالت و اتباع کے کارخانہ کا دارومدار ہے۔ اس اجماع کے بارہ میں مرزا صاحب کبھی تو اجماع کو مانہ لکھتے ہیں۔ دیکھو ازالہ جلد اول جس سے رفع جسمی کے اجماعی ہونے پر انکا اقرار پایا جاتا ہے اور جب اجماع امت کے کو رانہ ٹھہرانے پہ چاروں طرف سے لعن طعن نظر آتے ہیں تو جھٹ کروٹ بدل کر اس طرف منہ کر لیتے ہیں کہ رفع نزول جسمی اُس مسیح پر اُمت کا اجماع ہی نہیں بلکہ اسکی موت پر اجماع ہے دیکھو مکتوب عربی وغیرہ وغیرہ۔ رہا یہ دعویٰ کہ کل اکابر معتزلہ عیسیٰ کے مرنے پر بیٹھے وہ مرگیا اتفاق سے ناظرین علامہ زمخشری معتزلی کا قول کشاف میں ملاحظہ فرماویں انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان تقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک ومیتک حتف انفک لا قتلا بایدیہم ورافعک الی سمائی ومقر ملائکتی رکذا فی متوفیک کے معنی میں اتنا طول ذکر ہیں تیری اجل پوری کرونگا یعنی میں تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچا دونگا اور تجھ کو اس اجل اور زمانہ تک مہلت اور وقفہ دونگا جو تیرے لئے میں نے لکھ دیا ہے الخ) اور اس کے معنے ممیتک نہیں جیسا کہ بعد اسکے قبل ممیتک بصیغہ تمریض لکھا ہے اس لئے تو ہے کہ احادیث متواترہ و عقیدہ اجماعی و نصوص قطعی (بل رفعہ اللہ الیہ) کا متوفیک کے مطابق بلا تکلف تقدیم و تاخیر کے ہو۔ امام بخاری کی طرف یہ نسبت کہ ان کا مذہب عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف تھا۔ بالکل افترا و جہالت ہے کیونکہ امام بخاری نے کتاب انبیاء میں ایک باب بعنوان باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام منعقد کیا جس میں ایک حدیث ابی ہریرہؓ کی روایت سے نقل کی ہے والذی نفسی بیدہ الخ جس کے اخیر میں ابو ہریرہؓ آیت وان من اہل الکتاب استشہاد کے طور پر ذکر فرماتے ہیں اور دوسری حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم اس باب کا عنوان اور مضمون صاف بتلاتے ہیں کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے جس پر اجماع امت کا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ امام بخاری نے کتاب التفسیر میں سورہ آل عمران کے لفظ متوفیک کی تفسیر لفظ ممیتک سے کر دی ہے۔ (وقال ابن عباس متوفیک ممیتک) مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ امام بخاری کا مذہب یہی ہے کہ اس آیت میں توفی کے

اتنا ہی ہے۔ کہ یا اللہ تو شرک سے پاک ہے۔ جو بات مجھے لائق نہیں وہ میں نے کیونکر کہی تھی۔ بعد اس کے مسیح کو اس سے بیزاری کا اظہار بھی مقصود ہے۔ چنانچہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ شہیدا تک اسپر دال ہے اور ان کیلئے سفارش بھی کرنی منظور ہے۔ جیسا کہ ضمناً (ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم) سے مفہوم ہوتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سفارش کے مقام میں مشفوع لہ کے جرائم کی تصریح مقتضی مقام کے برخلاف ہے مع ہذا ان کے شرک کرنے ذکر کرنے سے سوال ہی نہ تھا۔ بلکہ سوال صرف اتنا ہی تھا۔ کہ تونے ان کو کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنالو۔ پس جبکہ سوال ہی اس سے نہیں اور مسیح کا بالتصریح ذکر کرنا مقتضی مقام شفاعت کے برخلاف بھی ہے۔ تو مسیح کو کیا ضرورت ہے کہ اس کا ذکر کرتے۔ الغرض قادیانی و امروہی صاحبان کا سب آیات واحادیث کے متعلق جار کونسلی خیال ہے۔ علمی لیاقت سے بالکل بے بہرہ ہیں اور اسی بنا فاسد سے انہوں نے امام بخاری کی حدیث ابن عباس میں قال کے ماضی ہونے سے یہ اعتقاد کر لیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسٰی بن مریم دونوں توفی کے اثر سے متاثر ہو گئے ہیں۔ چنانچہ خطبۂ صدیقی مذکورہ بالا سے ساری امت سے الگ بوجہ جہالت الٹا مضمون سمجھ لیا۔ اور اس اعتقاد دیرینہ جہالت کا منشا توفی کا اطلاق مشترک طور پر بھی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ یہ خیال میں نہیں آیا۔ کہ جیسا کہ سورہ زمر کی آیت (اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسک التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی) الفس کے اوپر ایک ہی طور پر اطلاق توفی کا ہوا ہے۔ لیکن نفوس مائتہ یعنی مرنے والوں کے توفی اور ہے اور نفوس نائمہ کی توفی اور ہے۔ اسی طرح اس حدیث میں بھی تنویع ہے۔ کیونکہ حالات خاصہ ہر ایک کے تنویع کو تقاضا کرتے ہیں۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ مکتوب عربی وغیرہ تصانیف میں قادیانی صاحب فرماتے ہیں کہ تم اگر حسرت سے مر بھی جاؤ تب بھی توفی کا معنی بغیر موت کے نہ بتا سکو گے۔ لیجئے صاحب توفی کے معانی کتب لغت سے (۱) ایک چیز کو بالتمام پکڑنا لسان العرب میں ہے توفیت المال منہ واستوفیتہ اذا اخذتہ کلہ (۲) پوری گنتی کرنا لسان العرب میں ہے۔ توفیت عدد القوم اذا عددتہم کلہم ومن ذلک قولہ عزوجل اللہ یتوفی الانفس حین موتہا ای یستوفی مدد

أجالهم فی الدنیا وقیل یستوفی تمام عددهم الی یوم القیامة واما توفی النائم فهو
استیفاء وقت عقله وتمییزه الی ان نام اور صاحب تاج العروس نے اس کی شہادت
میں لکھا ہے۔ وانشد ابو عبیدة المنظور الوبری او لغیری ؎

ان بنی الادرد لیسوا من احد ٭ ولا توفاهم قریش فی العدد

ای لاتجعلهم قریش تمام عددهم ولا تستوفی بهم عددهم (۳) سوال کرنا لسان
العرب میں ہے۔ قال الزجاج فی قوله تعالیٰ حتی اذا جاءتهم رسلنا یتوفونهم ای سألوهم
ملائکة الموت عند معاینة فیعترفون عند ذلك بانهم کانوا کافرین (۴) عذاب دینا۔
قال الزجاج ویجوز ان یکون حتی اذا جاءتهم ملائکة العذاب یتوفونهم عذاباً وهذا
کما تقول قد قتلت فلانا بالعذاب وان لم یمت ودلیل هذا القول قوله تعالیٰ
ویاتیه الموت من کل مکان وما هو بمیت (۵) نیند۔ جیسے کہ ابو نواس نے کہا ؎

فلما توفاه رسول الکری ٭ ودبت العینان فی الجفن

اور اسی معنی میں ہے هوالذی یتوفیکم باللیل مجمع البحار میں ہے۔ ای ینیمکم اس آیت کریمہ
میں بجنسہ مرزا صاحب کے سوال کا جواب موجود ہے کیونکہ فاعل اللہ ہے اور مفعول ذی الروح
انسان حالانکہ موت کا معنے مراد نہیں اسی طرح اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت
فی منامها الخ میں بھی بمعنے قبض کے ہے اس آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ توفی اور چیز ہے اور
موت اور چیز اور نیند اور چیز (۶) مجازاً میت پر بعد تحقق موت کے بولا جاتا ہے۔ تاج العروس
ومن المجاز ادرکته الوفاة ای الموت والمنیة وتوفی فلان اذا مات وتوفاه اللہ عزوجل اذا قبض
نفسه وفی الصحاح روحه مجمع البحار میں ہے وقد یکون الوفاة قبضا لیس بموت اگر کل
لغات توفی پر بمعنی شخصی ونوعی نظر ڈالی جاوے۔ تو صاف واضح ہو جاتا ہے کہ موت توفی
کیلئے معنے حقیقی نہیں۔ اس تحقیق سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہے کہ قال کو بمعنے یقول کے لینا
امام بخاری کا مسلک ہے جس سے ان کو اجماعی عقیدہ اور احادیث نزول سے تطبیق دینی منظور
ہے۔ ورنہ بنا بر تحقیق مذکور متوفیک بمعنے توفی قال اگر اپنے معنے حقیقی پر ہی لیا جاوے۔ اور
تفریع ذوقت اس حدیث میں بھی مثل آیت اللہ یتوفی الانفس الخ کی ملحوظ ہو تو بھی حدیث

قطعی طور پر قرینہ ہے۔ عیسیٰ بن مریم کے جسم عنصری لینے کے لئے **قولہ** ص۲۱ مثلاً مصنف مفردات
راغب اصفہانی وغیرہ نے معنے رفع کے انتقریب لکھے ہیں **اقول** یہ معنے وہی معنے ہے جس کو
قاموس نے لکھا۔ اور یہاں پر بھی وہی غرض ہے جو قاموس کی عبارت میں آپ لوگوں نے کھائی
یعنے تقریب اعزاز کا معنے وہاں ہی ہوگا جہاں رفع کا صلہ الیٰ ہو۔ لفظاً یا تقدیراً نہ یہ کہ جہاں
صلہ رفع کا الیٰ ہو وہاں پر بلا تخلف معنے اعزاز ہی کا لیا جاوے اگرچہ قرینہ تمام شرعی موجود ہو۔
قولہ ص۲۷ لفظ رفع کو بھی مخالفین نے جو بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی سمجھ رکھا ہے اسی قبیل
سے ہے جو بیان کر چکا ہوں۔ یعنی یہ بڑی جہالت ہے کہ جو بعض جگہ پر معنی رفع کے رفع جسمی لئے
گئے ہیں۔ تو ان کو غلط موجبہ اسبات کا قرار دیں کہ رفعہ اللہ الیہ میں بھی رفع جسمی ہی مراد ہے
اقول جناب من کیا مانگے جاتے ہو کس جگہ شمس الہدایت کے مصنف رحمۃ اللہ نے رفع جسمی
لینے کے لئے صرف یہی وجہ لکھی ہے کہ بعض مواقع میں رفع سے رفع جسمی کا مراد ہے۔ عند التدبر ہے
رفع جسمی ہی کے لینے کیلئے ہر محل میں شک نہیں سمجھے کہ رفع جسمی لینے کے لئے تو قبل اور ما بعد
اس کے تقید کا ہونا جو دیر با تفصیل شمس الہدایت میں لکھ دیا گیا ہے قطعی دلیل اور برہان قاطع ہے
آپ نے بحوالہ توراۃ جو تقیاد کہ تحقیق رفع اعزاز و تکریم کی صورت میں نکھا تھا اسکا تار و پود کس
طرح پبلک کے سامنے کھول کر رکھا گیا ہے بلکہ منقول و معقول دونوں کی قلعی کھل گئی ہے الغرض جو کچھ
آپ نے تغیر و تبدل شمس الہدایت کے جواب میں بحسب زعم خود شانا شمہ یا تردیداً ملفوظ کیا اس میں
آپ کی غلطی و جہالت روز روشن کی طرح ناظرین پر ظاہر ہو چکی ہے۔ **قولہ** ص۲۸ منہیہ میں آپ لکھتے
ہیں یہ سب محاورات جو مولف نے اس جگہ پر ذکر کئے ہیں کسی میں رفع جسمی نہیں ہے بلکہ
رفع روحانی ہے فهذہ المحاورات دلیل لنا لا لکم و علیکم لا علینا ۱۲ منہ۔ **اقول** من جملہ
اُن محاورات کے جو شمس الہدایت میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ ہے فرفعہ الی یدہ ای
رفعہ الی غایۃ طول یدہ لیراہ الناس فیفطر ومن مجمع البحار یعنی اُس پانی کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر اٹھایا تاکہ لوگ دیکھ کر افطار کریں۔ حضرت جی اب فرمائیے کہ اُس پانی
کے روح کو آپ نے اٹھا کر لوگوں کے سامنے دکھلا دیا۔ یا خود اُس پانی کو دوسرا محاورہ یہ ہے فرفع الحدث
الی عثمان ثم رفع الیہ فرفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔ دوسرا یہ ہے فرفعہ الیہ عثمان دلیل قبل

عمل النہار الی خزائنہ لیضبط الی یوم الجزاء مجمع البحار۔ مطلق اعمال انسان کیلئے عام ہے۔ اس سے کہ ذکر و تسبیح ہوں یا غیر انکے حق سبحانہ و تعالیٰ بحسب تفاوت مراتب نیتہ العامل صورتیں اور شکلیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور ان اشکال کیلئے ایک جسم ہوتا ہے اور ایک روح۔ چنانچہ حضرت شیخ قدس سرہ تلویحات و اسرار افتاب کے بیان میں فرماتے ہیں۔ واما الحروف اللفظیۃ فانہا تتشکل فی الھواء و لھذا تتصل بسمع علی صورت ما نطق متکلم فاذا تشکلت فی الھواء قامت بھا ارواحھا اسکے بعد فرماتے ہیں ثم بعد ذالک تلتحق باسائر الامم فیکون شغلھا تسبیح ربھا و یصعد علوا الیہ یصعد الکلم الطیب و ھو عین شکل الکلمۃ من حیث ما ھی شکل مسیح للہ تعالیٰ شانہٗ آپ نے جسم کو خاص انسان ہی کیلئے سمجھ رکھا ہے لہٰذا منہیہ میں لکھ دیا کہ (ان محاورات میں رفع جسمی نہیں بلکہ رفع روحانی ہے) رہا حدیث کا رفع الی عثمان یا الی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو اس مقام پر مرفوع چونکہ حدیث ہے اور اس کے لئے حسب بیان مذکورہ حضرت شیخ کے جسم بھی ہے۔ لہٰذا رفع جسمانی متحقق ہے صرف رفع درجہ یا انتساب ہوگا۔ الغرض بہرکیف رفع جسمانی ہی ہوا۔ اور ایسا ہی اعمال کے لئے جسم حسن یا قبیح مع الروح ہونا بحسب اختلاف النیۃ والہمۃ۔ چنانچہ حضرت شیخ فتوحات میں لکھتے ہیں ثابت ہے۔ اگر آپ کتاب سبقاً پڑھ لیتے تو اتنی تکلیف تم کو کبھی ہر ہر فقرہ میں نہ اٹھانا پڑتا۔ **قولہ ص۲۸** کہ وہ توجیہ ایسی ہو ہی نہیں سکتا **اقول** ہو سکتا ہے چنانچہ اوپر لکھ دیا گیا ہے **قولہ ص۲۳** کیونکہ ایسے معنے (رفع جسمی) کرنے میں نہ اصل واقعہ کو خیال کیا گیا ہے۔ ورنہ مابہ النزاع کا لحاظ ہوا ہے ورنہ رفع الی اللہ کی طرف التفات کیا گیا ہے۔ اور نہ اس طول کلام کی طرف توجہ کی گئی ہے کہ یہ طوالت کیوں ہے جو ما قتلوہ و ما صلبوہ سے شروع ہو کر و یکون علیہم شہیدا پر بحث ختم ہوئی۔ **اقول** رفع جسمی کے معنے لینے میں سب امور مذکورہ ملحوظ ہیں۔ سنیئے دونوں فریق یہود و نصاریٰ مسیح کے مقتول ہونے پر متفق تھے گو ان کے اغراض مختلف تھے یہود کی غرض تو بموجب تعلیم توریت اثبات ملعونیت تھی۔ اور عیسائیوں کی کفارۂ گناہ جس کا بیان ذکر نہیں اصل واقعہ صلیبی اگر واقعی ہے۔ تو یہ نتائج زعمی ہر ایک نکال سکتا ہے اور اگر سرے سے قتل صلیبی ہی متحقق نہیں ہوئی۔ تو اس کی عدم وقوع کے بیان سے ان نتائج و اغراض کی انتفاء و اثر جاتا خود

ہی ظاہر ہے۔ واضح ہو کہ اگر قتل صلیبی فی الواقع پایا جاتا تو قتل کی نفی ماقتلوہ سے ہرگز
صحیح نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کذب لازم آتا ہے۔ بلکہ تردید میں اغراض کی طرف توجہ ضروری تھی
ما کان لہ ان یقتل ملعونا وکفارۃ کما زعموا ونحوہ کہنا چاہیئے تھا۔ ایسا ہی اگر صلیب پر چڑھانا
بغیر قتل کے وقعی ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب خیال کرتے ہیں اور ماصلبوہ کی تاویل اس طور
پر لکھتے ہیں۔ کہ چونکہ صلیب پر چڑھانے کی غرض یعنی قتل حاصل نہ ہوئی۔ تو گویا صلیب پر چڑھانا
ہی نہ ہوا۔ تو اس صورت میں صدر کلام یعنی (وقولہم) کے داخذ ہم ورفعہم المسیح علی التصلیب
کہنا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ بہ نسبت غلط بیانی کے ایذا رسانی خصوصا جو اپنی طرف سے گویا ماری
ذات ہو بڑا جرم سنگین اور بمقتضائے مقام واجب الذکر ہے۔ صدر کلام کو بھی رہنے دیجئے یہ
تاویل صریح آیت یعنی (واذ کففت بنی اسرائیل عنک) کے برخلاف ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ من
جملہ ان انعامات کے جو مسیح پر کئے گئے ہیں اور اس آیت کے مقابل کو رہیں ایک یہ انعام بھی بیان فرماتا ہے
کہ ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روک رکھا۔ اور تمکو انکی ایذا سے بچا لیا۔ بموجب زعم مرزا صاحب کے انعام یہ ہوا
کہ تمکو گلی کوچہ میں مخالفوں کے ہاتھ میں خوب پٹوا کر اور رسوا کر کے صلیب پر چڑھا دیا۔ واہ رے مرزا صاحب
واہ اگر مسیح قادیانی انہیں حقائق و اسرار قرآنی کو اپنے ساتھ لایا ہے۔ تو اسی کو مبارک ہوں خدا کسی مسلمان
کے نصیب نہ کرے۔ پھر ہم آیت کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کی غلط بیانی
کی تردید فرماتا ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم (یعنی) نہ انہوں نے اسکو قتل کیا اور نہ
سولی دیا۔ لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا کہ وہ مقتول مسیح کا شبیہ سمجھا گیا۔ چنانچہ یہ دونوں وہ
قاموس میں موجود ہیں وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ ما لہم بہ من علم الا اتباع
الظن جو لوگ اس امر میں قرآن کے بیان سے مخالف ہیں وہ اس واقع سے بے خبری میں ہیں اس
دعوی کی انکے پاس کوئی دلیل نہیں۔ ہاں ٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں (وما قتلوہ یقینا بل رفعہ
اللہ الیہ) انہوں نے ہرگز اسکو قتل نہیں کیا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاس اسکو اٹھا لیا اور اس
ہمارے اٹھانے کو کوئی شخص مشکل اور بعید از قدرت ہماری کے نہ سمجھے (وکان اللہ
عزیزا حکیما) اور خدا غالب ہے حکمت والا۔

ناظرین کے خیال میں آگیا ہوگا۔ کہ یہ معنے جو آج تک اہل اسلام کا عقیدہ اسی پر ہے اور مفسرین نے

بھی بغیر مرزا صاحب کے یہی سمجھا اور لکھا ہے۔ کس طرح قرآن مجید کی نظم سے صداقت ثابت
اور سب آیات ایک دوسرے سے چسپاں ہو جاتی ہیں۔ بخلاف اس معنے کے جو مرزا صاحب
واتباعہ نے لیا ہے یعنے (رفعہ اللہ الیہ) میں رفع سے مراد رفع درجات ہے
کیونکہ آیت کے تمام الفاظ بھی اس تقدیر پر درست اور چسپاں نہیں ہوتے اس لئے
کہ (وکان اللہ عزیزا) تمام الفاظ کا بولنا تو اس جگہ پر مناسب ہوتا ہے جہاں کہیں
مشکل امر کو سہل بتلانا منظور ہو اور رفع درجات نیک آدمی خصوصاً انبیاء کیلئے مشکل
اور ناممکن ہونا نہیں سمجھا جاتا۔ بخلاف رفع جسم بجسدہ العنصری کے کہ یہ ایک انوکھا واقعہ ہے
اور نیز (رفعہ اللہ الیہ) پر اُس وعدہ کا تحقق ہے۔ جو یعیسے انی متوفیک و رافعک الی
میں کیا گیا تھا۔ اس کو مرزا صاحب بھی مانتے ہیں۔ دیکھو مباحثہ دہلی تو بالضرور
یہ رفع درجات مغائر ہو گا۔ اس رفع درجات سے جو مسیح کو یوم ولادت سے لے
کر عمر بھر شامل رہا تھا کہ وعدہ مذکور کے وقت بھی کیونکہ وعدہ اسی امر کا دیا جاتا ہے
جو کہ موعود لہ کو حاصل نہ ہو۔ لہٰذا ماضویت رفعہ اللہ الیہ کی بہ نسبت قتل زعمی کے نہ ٹھہری ظہر
بطلان ما زعم الامر دہی اور جب ہم نے محاورات قرآنیہ وغیرہ کو تنقیح کیا۔ تو ایسا کہیں نہ ملا۔
جو تحقق مضمون اس جملہ کا جو بصورت ماضی مابعد بل کے واقع ہو۔ متاخر ہو اُس جملہ کے تحقق
سے جو ما قبل بل کے واقع ہوا ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ مسیح کی موت طبعی کا تحقق مع لزوم
اپنے رفع درجات کے بعد از واقع قتل صلیبی جیسا کہ مزعوم مرزا صاحب کا ہے مخالف ہے
بیان قرآن سے اور نیز یہ معنی مخالف ہے ارجاع ضمیر (موتہ) کو لیؤمنن بہ قبل موتہ
میں مسیح کی طرف حالانکہ مرزا صاحب کے پیر و مرشد مولوی نورالدین صاحب نے (موتہ) کی ضمیر کو
مسیح کی طرف باقی ضمائر کی طرح راجع کیا ہے دیکھو (فصل الکتاب لمقدمۃ اہل الکتاب
جلد ۲ صفحہ ترجمہ مابعد کی آیت و ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ)
کا جو مولوی نورالدین صاحب نے کیا ہے اور مطابق ہے ہماری رفع جسمی کی تقدیر کو یہ ہے
اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاویگا ساتھ اُس کے پہلے موت اس کی کے اور
دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔ یہ ترجمہ صراحۃً بتا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا مذہب فوتم

انا قتلنا المسیح سے لیکر شہیدا تک سارا ہی غلط ہے۔ کیونکہ مولوی نورالدین صاحب نے
تمام ضمیریں مسیح کی طرف ہی پھیری ہیں۔ جو شخص قیامت میں گواہ ہوگا اسی کے ساتھ اس
کی موت سے پہلے اہل کتاب ایمان لاویں۔ در غیب یعنی پر قیامت کے دن مسیح گواہ ہوں گے
پس گویا مرزا صاحب ہی کی کلام سے ثابت ہو گیا۔ کہ مسیح علیہ السلام فوت نہیں ہوئے کیونکہ
مولوی صاحب اور مرزا صاحب فنا در کامل کے باعث جو مولوی صاحب کو مرزا صاحب
سے حاصل ہے۔ یا بالعکس گویا ایک ہی ہیں۔ جناب امروہی صاحب فرمایئے اس طوالت
کا وما قتلوہ سے لیکر شہیدا تک کچھ پتہ ملا اور مابہ النزاع اور اصل آیتہ اور رفع الی اللہ
کا لحاظ ہے یا نہیں۔ **قولہ** تو پھر اثر ابن عباس وغیرہ درباره مرفوع ہونے جسم مسیح کے
جو روایات اسرائیلیات سے ہے بمقابلہ ادلہ مذکورہ و وجوہ مزبورہ کے کیونکر قابل قبول ہو
سکتا ہے **اقول** کیوں نہیں ہو سکتا جب آپکے دلائل مذکورہ و وجوہ مزبورہ ہباءً منثورا
ہو کر اُڑ گئیں۔ رہا یہ امر کہ اثر ابن عباس کو جو آپ نے اسرائیلیات سے ٹھہرایا ہے اس پہ
سنیئے قبل از واقعہ صلیب مسیح کے زندہ بجسدہ العنصری اُٹھائے جانے کا کوئی اہل کتاب
میں سے قائل نہیں۔ تو بالضرور ابن عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہوگا۔
کیونکہ کئی دفعہ ابن عباس وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قرآن مجید من اولہ الی
آخرہ سنایا اور فرماتے ہیں۔ کہ ہر دفعہ ہر ایک آیت میں استفسار کیا کرتے تھے بغیر تحقیق
کے آگے نہیں جاتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر اور چونکہ یہ مضمون اجتہادی بھی
نہیں۔ یعنے ابن عباس اپنے قیاس سے یہ خبر نہیں دے سکتے تو لامحالہ حدیث مرفوع کے حکم
میں ہوگا۔ دیکھو مولوی صاحب کی تصنیف مسک العارف ص ۲۷ جس میں مخالفت
قیاس کو دلیل مرفوعیت حدیث کی بدلائل اصول مسلم کرتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے
کہ ابن عباسؓ کے اثر کا مضمون بالکل مطابق ہے آیات مذکورہ کے بلکہ بغیر مضمون اس
اثر کے کوئی مضمون آپ کی نرالی تفسیر کا مطابق ہی نہیں ہوتا۔ اور نیز واضح ہو کہ جسم عنصری
کا اٹھایا جانا کوئی محال امر نہیں۔ ایسے وقعات ہماری اسی کتاب میں جا بجا گذر چکے
ہیں کہ الم نشرح لک صدرک سے شق صدر اور معراج جسمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

پر خوش ہو رہے ہیں حالانکہ جب تک عرفیہ عامہ ہونا اسکا مع کلیت اور پھر بعد ازاں حد اوسط کا تکرار
کسی دلیل قابل اعتبار سے ثابت نہ کریں صرف کلیت انکیلئے مفید نہیں ہوسکتی اور یا مدعی کو بھی مطلقہ
عامہ ٹھہرا کر مراد وقت من اوقات انسان سے بالخصوص وہی وقت اتصاف لیا جاوے اور
پھر صغریٰ میں بھی تحقق اتصاف دلیل معقول سے ثابت کر دیا جاوے تو بھی انکا مدعی حاصل ہو سکتا ہے،
الغرض قضیہ کو خواہ مطلقہ عامہ بنا دیں یا عرفیہ عامہ بہرکیف پھر بھی بغیر اسکے کہ اتصاف کا تحقق
صغریٰ میں ثابت کر دیا جاوے قیاس مذکور ان کے مدعا کیلئے منتج نہ ہوگا اور ناظرین پر ظاہر ہو چکا ہے،
کہ تحقق اتصاف کے لئے جتنی کارروائی امروہی صاحب نے کی تھی وہ سب نصوص قاطعہ اور براہین ساطعہ سے
ہباءً منثورا ہو گئی واقعی بیان اس میں شک نہیں کہ شمس الہدایت متفرق رونوں میں مختلف اوقات
میں لکھی گئی اور چونکہ بعض اوقات میں کاپی نویس کو لکھے ہوئے خطوط پر مضامین لکھ دئے جاتے تھے لہٰذا
کاتب کو بعض کلمات میں اشتباہ ہو جاتا تھا۔ کیونکہ لکھے ہوئے کاغذوں پر لکھنا ہی ظاہر ہے کہ موجب
اشتباہ ہوتا ہے خصوصاً جبکہ کاپی نویس علم بھی نہ رکھتا ہو مصنف علیہ الرحمۃ کے مسودہ میں پہلی عبارت
اس طرح پر ہے (مطلقہ عامہ کو دائمہ مطلقہ اور مہملہ کو محصورہ کلیہ سمجھ لیا ہے) کاپی نویس چونکہ منطق کے
مصطلحات سے واقف نہ تھا اور کاغذ بھی موجب اشتباہ تھا لہٰذا نقل کرنے کے وقت اس نے عبارت مذکورہ سے
صرف مطلقہ عامہ اور محصورہ کلیہ لکھا اور لفظ مہملہ ایسا ہی دائمہ مطلقہ کا دونوں نقل میں رہ گئے قولہ صفحہ ۱۰ اور
مؤلف رسالہ کی یہ بڑی غلطی ہے کہ رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی کی مجدل ہے حالانکہ ان دونوں
میں اگر ہم رعایت مؤلف کی کریں تو عام خاص من وجہ کی نسبت ان میں ہو سکتی ہے مگر یہاں پر تو بوجہ مذکورہ
سوا رفع بحسب القدر کے رفع جسمی ہو ہی نہیں سکتا اقول اے خدا کے بندے کبھی تو سمجھ بوجھ کر کہو تم نے کس جگہ رفع
جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں نسبت تساوی لکھی ہے بلکہ صرف استلزام رفع بحسب المرتبہ کا یا اجتماع دونوں کا
مانحن فیہ یعنی مادہ مسیح میں لکھا ہے کیا آپکے نزدیک استلزام اور اجتماع میں تساوی ہے شمس الہدایت کی عبارت
یہ ہے (حالانکہ مانحن فیہ میں تو رفع جسمی کی صورت میں رفع بحسب القدر بالاولی و بالاحسن معلوم ہوتا ہے)
صفحہ ۱۰ اور آپ نے جو ہماری رعایت فرما کر عموم و خصوص من وجہ کہا ہے بالکل لغو ہے کیونکہ رفع جسمی سے
مراد یہ وہ رفع ہے جو مدلول ہے (رفعہ اللہ الیہ) کا یعنی رفع جسم مسیح کا بذریعہ ملائکہ کے آسمان کی طرف اور
ظاہر ہے کہ اس رفع جسمی اور رفع بحسب الدرجہ میں عموم و خصوص مطلق ہے نہ من وجہ قولہ صفحہ ۲۳ و ۱۹ و ۲۰ میں

آپ لکھ چکے ہیں کہ بل رفعہ اللہ الیہ کو قیاس یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ) پر کر نا
بیجا ہے اور اب ان دونوں کو متساوق فی المعنے فرماتے ہیں ھذا شیٔ عجیب ولنعم ما قیل دروغگو را حافظہ نباشد
اقول ہم نے تو الی اللہ اور الی الرب ایسا ہی علی السماء کو متساوق فی المعنی قرار دیا ہے کو دن طالب علم بھی اس مضمون
کو شمس الہدایت کی عبارت سے سمجھ سکتا ہے عبارت یہ ہے (خدا کی طرف مرفوع ہونا یا رجوع ہونا یا چڑھ جانا
اسکی صورت یہی ہے کہ آسمان کو جو محل عباد مکرمین کا ہے قرارگاہ انکی بنائی جائے) لفظ (خدا کی طرف) کا عبارت
مذکورہ میں مطمح نظر ہے او معنی حرفی چونکہ بغیر انضمام متعلق کے مستفاد صرف حرف سے نہیں ہو سکتا لہذا رفع
اور رجوع اور صعود کا ذکر بھی ضروری کیا گیا ہے کاش آپ نحو صرف کی تعریف ہی بخوبی سمجھے ہوتے تو آپ ایسے
رکیک اعتراضات فرماتے نہ ہمکو انکی تردید میں تضیع اوقات کرنی پڑتی اور بل رفعہ اللہ الیہ کا قیاس یا ایتہا النفس الخ
پر بیجا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ متعلق رفع کا یعنے مرفوع جسم عیسوی ہے بدلیل سباق اور وما قتلوہ یقینا اور یا ایتہا النفس
میں کہ منادی نفس ہے اور ارجعی کی ضمیر سے یہی مراد و ہی انسب ہے کہ اور کوئی قرینہ جسم کی مراد لینے پر نہیں۔
الحاصل (یا ایتہا النفس الخ میں محل بحث نفس ہے اور بل رفعہ اللہ الیہ) میں جسم اور یہ مطلب نہیں کہ (الی ربک
اور الیہ) کا ایک دوسرے پر قیاس مع الفارق ہے تاکہ مخالفت بین اقوالنا کا الزام عائد ہو الی ھل الی سنداد
الی الرب اور علی السماء کو متساوق ٹھہرایا گیا ہے جنکے عدم تساوق کا ذکر کہیں نہیں اور رفع اور رجوع کو متنافی
ٹھہرایا گیا ہے جنکے تساوق کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ولنعم ما قیل شکوت حائب قولا صحیحا وآفتہ من الفہم
السقیم بیت مسیح کو ایسا ہی عالم چاہیئے ف قولہ مؤلف کو یہ بڑی غلطی ہوئی ہے کہ رفع جسمی کو رفع الی اللہ
سمجھ لیا۔ اقول رفع الی اللہ سے رفع جسمی کا مستفاد ہونا مدلل ہو چکا ہے دیکھو آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے متعلق
فائدہ جلیلہ اور نیز محاورہ حدیث شریف اور عام عرب کا بھی ثبوت دیا گیا ہے شیخ اکبر ذیل لسان نے
رفع جسمی ہی لیا ہے اور چند عجمیوں کی مخالفت قابل اعتبار نہیں دیکھو اصول عشرہ آپنے تو کہ شمس الہدایت
سبقا کسی عالم سے نہیں پڑھی تھی۔ لہذا چند عبارات ظاہر کرنے میں معذور تھے اب اس تشریح کو ملاحظہ فرمائیے
قولہ اور پھر دیکھو اللہ تعالی ایک بت پرست کی نسبت جو اللہ تعالی کے ساتھ ظن بد رکھتا ہے فرماتا ہے
کہ من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ فی الدنیا والاخرۃ فلیمدد بسبب الی السماء ثم لیقطع فلینظر ھل
یذھبن کیدہ ما یغیظ اس آیت میں لفظ الی السماء کا موجود ہے تو وہ کافر سو اللہ تعالی کے
ساتھ کینہ رکھنے والا اس وجہ سے کہ سماء کی طرف بحکم فلیمدد بسبب الی السماء مرفوع ہوا آپکے نزدیک

کیا مرفوع الی السماء ہو سکتا ہے کلا وحاشا **اقول** شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب تو یہ ہے کہ
مقرب، اور عبد صالح کے بارہ میں رفع جسمی مستلزم رفع درجات کو ہے جیسا کہ آیت محل بحث میں عیسیٰ علی
نبینا وعلیہ السلام کا ذکر ہے۔ صحیح بخاری میں عامر بن فہیرہ کا بیر معونہ کے دن مقتول ہونے کے
بعد بجسدہ العنصری مرفوع السماء ہونا ملاحظہ فرماویں۔ جسکے بارہ میں عائشہؓ فرماتی ہیں رفع عامر
بن فہیرہ الی السماء فلم توجد جثتہ یرون ان الملائکۃ واریتہ۔ ایسا ہی خبیب بن عدیؓ کا من
جانب الملائکہ ہونا وغیرہ وغیرہ دیکھو شرح الصدور صفحہ ۱۴۱ الغرض استلزام رفع جسمی علی السماء، اور رفع درجات میں
در بارہ عبد صالح مراد ہے جس پر سیاق آیت رفع صراحۃ دال ہے تو کبریٰ آیت من کان یظن ان لن ینصرہ اللہ الخ
مادہ نقض کس طرح ہو سکتی ہے واہ رے مولوی امروہی صاحب کہاں کی کہاں لگادی **قولہ** بلکہ صعود
علی السماء اور نیز بندہ کا آسمان سے قرآن مجید میں فی محل الذم بیان فرمایا گیا ہے قال اللہ تعالیٰ ومن یرد ان
یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء الخ اور قال تعالیٰ ومن یشرک باللہ فکانما
خر من السماء الخ اگر الی اللہ کو الی السماء بھی آپکی خاطر سے مان لیا جائے تو اس تحریف سے رفع بحسب
الدرجات کب حاصل ہو سکتا ہے کما مر **اقول** یہ آیت بھی کسی مقرب اور صالح بندہ کے حق میں نہیں۔
قولہ تعالیٰ ومن یرد ان یضلہ سے صاف ظاہر ہے کہ یہ آیت گمراہ شخص کے بارہ میں جیسے کہ آیت ثالثہ
یعنی ومن یشرک الخ مشرک کے بارہ میں ہے اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ بشرطیکہ موضوع اسکا زیر لحاظ رکھا جاوے
اور شہادت سیاق وسباق لیجاوے اور اصل واقعہ بھی جسکا ثبوت اثر صحیح ابن عباسؓ سے ہو چکا ہے ملحوظ رہے تو
تو ایسے مواد میں رفع الی السماء بیشک رفع درجات کو مستلزم ہوتا ہے رہی وہ استنباطات جن سے نئے
مفسرین نے ماشاء اللہ نظر بد دور اسلام کو برغم خود ممنون فرمایا ہے چونکہ قرآن کریم کے معارض
ہیں لہذا بنا بر مذہب محققین اصولیوں کے جن کا مسلک تقدیم الکتاب علی السنۃ کا ہے بلکہ بموجب
مسلک کل اہل اسلام کے جنکا مشرب تقدیم الکتاب والسنۃ علی آراء الفلاسفہ کا ہے مردود ٹھہریں گے
جس مسلمان کا ایمان ذلک الکتاب لاریب فیہ پر ہے وہ کب نرالے مفسرین کے دام میں پھنس سکتا ہے
اور بچا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یک فرمان یمرقون من الدین کما یمرق الخ اہل اسلام کو
وہ غیر اور اشتباہ مقبول ہو سکتے ہیں جو مطابق ہوں کلام باری کے بعد رعایت قواعد عربیہ واصول
ادبیہ کیونکہ اہل اسلام کلام الٰہی کو بعد اسکے کہ تحقیق آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کا

کہ بیگناہ بھی اگر بذریعہ صلیب قتل کیا جاوے تو ملعون ہوگا بلکہ بائیسویں ۲۲ آیت میں صراحۃً
مجرم کا ذکر ہے۔ اور مسیح بن مریمؑ کا بحسب زعم یہود مجرم ہونا تحقق تضاد میں مفید نہیں۔ کیونکہ تضاد
کا وجود حسب علم المتکلم بھی ہونا چاہیئے جس کی کلام میں بل کا کلمہ واقع ہے تاکہ قصر قلب کے رو سے
تحقق وصف مزعوم مخاطب کا متصور ہو اور ظاہر ہے کہ مسیح خدائے عزوجل کے ہاں بے گناہ ہے
ناظرین عبارت توریت کی جو پہلے نقل کی گئی ہے ملاحظہ فرماویں۔ سبحان اللہ نقل اور استنباط
دونوں ماشاءاللہ صداقت اور لیاقت سے مالا مال ہیں۔ **قولہ ص۲۴** نبی کا رفع بحسب الدرجات
اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے بلکہ اس
کے یوم ولادت سے ہی کمالات و درجات کی ترقی شروع ہو جاتی ہے۔ اس رفع کا منتہا یوم الحشر
متصور ہوتا ہے۔ لہذا مضویت رفع کی بہ نسبت قبل کلمہ بل کے بخوبی ثابت ہے الخ اقول اخفا بھی
نہیں کہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ میں ذکر تحقق اس رفع کا ہے جس کا پہلے وعدہ دیا گیا تھا
بقولہ تعالیٰ یعیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی الخ اور ظاہر ہے کہ وعدہ دینے کے وقت جیسا
توفی کا تحقق نہیں تھا ایسا ہی رفع موعود کا بھی ہونا چاہیئے۔ وعدہ اسی چیز کا دیا جاتا
ہے جو کہ وعدہ دینے والے کے پاس موجود نہ ہو جیسا کہ توفی جو بعد ہونے کے ساتھ وقت وعدہ دینے کے
متحقق نہ تھا ہو۔ کہاں یہ رفع موعود بہ اور کہاں مطلق رفع درجات۔ چہ خوش گفت سعدی
در زرادی۔ الایا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا۔ اور جب رفع بحسب الدرجۃ موعود بہ خاص یعنی
بعد نبوت مراد لیا جاوے تو مضویت رفع کی بہ نسبت ماقبل بل یعنی قتل کے کیسے ہوگی کیونکہ آپ کے
خانہ زاد مذہب میں تو مسیح بعد واقعہ صلیبی کے مرا ہے **قولہ ص۲۵** تعجب ہے کہ مؤلف صاحب
اپنے مقابلہ میں تو حضرت عیسیٰ کے کمالات و معجزات بڑے زور و شور سے رب تپش بیان
کرتے ہیں۔ لیکن اس مقام میں تمام رفع درجات عیسوی کو جو وقت ولادت سے بتدریج تا آخر
عمر اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں یکبارگی منسیاً کردیئے مثلاً اذ ایدتک بروح
القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا و اذ علمتک الکتاب والحکمۃ
والتوراۃ والانجیل و اذ تخلق من الطین کہیئۃ الطیر باذنی فتنفخ
فیہ فتکون طیرا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی و اذ تخرج

الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتہم بالبینات . الی قولہ
یہ نہیں کہ بعد وفات کے ہی رفع درجات ہوتا ہو جیسا کہ ذہن کو دھوکا ہوا ہے۔ نہ ہی اقول آپ
کی بھولی بھالی جماعت ورنہ نبی اگر جاہل ہیں تو سا بھان جاہل نہیں کہی اوپر ثابت
ہو چکا ہے کہ رفع موعود کا تحقق بر وقت ایعاد ممکن نہیں کیونکہ نعمت موعود کا وعدہ
دینا قول بالتضادین ہے۔ اب معلوم ہوا کہ بل رفعہ اللہ الیہ میں جس رفع کا تحقق مذکور ہے
وہ رفع مغائر ہے اس رفع درجات سے جسکا ذکر آیت اذ ایدتک بروح القدس الخ
میں کیا گیا ہے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بغیر رفع جسمی کے کوئی فرد رفع کا مغائر افراد رفع مدرجہ مذکورہ
فی الآیات المسطورہ کے نہیں جس کے لینے سے ماثبوت بھی محفوظ رہے پس ثابت ہوا کہ مراد
رفع سے بل رفعہ اللہ الیہ میں رفع جسمی ہے نہ رفع بحسب المرتبہ کے۔ رہا انکار
معجزات مذکورہ فی الآیات المسطورہ کا سو ناظرین پر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ
بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع بحسب المرتبت مراد نہ ہونے سے باقی معجزات و درجات
مذکورہ فی الآیات المسطورہ کا انکار نہیں آتا بلکہ خود رفع جسمی بعد الموت بھی مستلزم ہے
رفع مرتبہ کو جیسا کہ عامر بن فہیرہ و خبیب بن عدی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے بر ورود آیات
واذ ایدتک بروح القدس الخ اثبات معجزات اور رفع درجات پر دال ہیں اور اب
اہل اسلام کے ذمہ جواب [illegible] بلکہ بخلاف مرزا صاحب و متبعین ان کے جو انہی سے انکار
ہے مرزا صاحب ان آیات [illegible] وغیرہ وغیرہ ضروری ہوئی ہیں۔
کسی معجزہ کو مسمریزم اور کسی کو [illegible] جیسا کہ تحیی الموتی میں اور کسی سے
صاف انکار مثلاً مسیح بن مریم کو یوسف نجار کا بیٹا کہنا وغیرہ وغیرہ۔ پس ثابت ہوا کہ معجزات
کے منکر آپ ہی کے نئے پیغمبر مرزا صاحب ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ ان سے بھی
منکر ہیں مقام میں آپ سے (کلمۃ حق ارید بہا الباطل) کے طور پر اقرار با معجزات صادر ہو گیا
ہے ورنہ آپ دل سے منکر ہیں قولہ صفحہ ۲۶ آگے [illegible] اثر ابن عباس [illegible] چونکہ وہ معارض ہے کلام
الٰہی کے مضمون مراد سے لہذا حسب حکم قانون تعدیل و ترجیح ادلہ کے قابل قبول نہیں اقول اثر
ابن عباس چونکہ بہ اسناد صحیح حافظ ابن کثیر [illegible] اس حدیث ملحق کیا گیا ہے الخ.

نیز مؤید ہے مضمون مراد من الآیۃ یعنے بل رفعہ اللہ الیہ کو جیسا کہ ابھی ثابت ہو چکا ہے
کہ رفع موعود بہ جس کو مغائرت باقی رفع الدرجات سے بوجہ تحقق و وجود ان کے اور نہ موجود ہونے
اس کے بروقت ایعاد یعنی وعدہ دینے کے ضروری ہے وہ بغیر رفع جسمی کے ممکن ہی نہیں
اور رفع خاص بحسب الدرجہ بعد الموت کے احتمال کو ہونا ماضویت کا بہ نسبت ما قبل
بل کے مانع ہے۔ کیونکہ مستلزم ہے عدم تأخر رفع کو واقعہ صلیبی سے اور یہ خلاف
ہے مذہب قادیانی کے۔ ناظرین پر ظاہر ہو گیا ہے کہ اس نرالے نبی اور نئے مفسر کا کوئی
فقرہ بسبب جہالت یا افتراء کے قابل قبول نہیں **قولہ** صـ۲۶ علاوہ یہ کہ اسکے متن میں بھی
خود ایک قسم کا اضطراب ہے کما سیجیٔ **اقول** نہیں بلکہ آپ کی ادراک میں فساد ہے کما
سیظہر انشاء اللہ تعالیٰ۔ **قولہ** صـ۲۶ سـ۱۸ اور نیز معارض ہے خود ابن عباس کے اس
اثر کے جو صحیح البخاری میں ہے جس میں متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں **اقول** معارض
جب ہو کہ ابن عباس قائل بہ تقدیم و تاخیر متوفیک و رافعک میں نہ ہو۔ یا کہ شواہد تقدیم و تاخیر
کے قرآن کریم میں بکثرت موجود نہ ہوں اور یا متوفیک دال ہو تحقق وفات پر۔
و ذا لیس فلیس کما مر مفصلا لہذا امام ہمام بخاری باوجود ضم اس اثر کے اسی
مسیح بن مریم کے نزول کا قائل ہے بشہادت تراجم فتدبر بلکہ مع عدم معارضہ مذکورہ اثر مذکور
معاضد ہے۔ ابن عباس کے ان آثار کو جن کو محدثین نے نزول مسیح کے بارہ میں نقل
کیا ہے اور شمس الہدایت میں مذکور ہیں **قولہ** صـ۲۶ اور نیز مخالف ہے ان احادیث صحیح
بخاری کے جن میں کما قال العبد الصالح فرمایا گیا ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ
تعالیٰ آوے گی۔ پس بمقابلہ ان اربعہ متن سبعہ کے اثر ابن عباس کا مؤلف
کو کیونکر مفید ہو سکتا ہے شعر وہذا لحن لیس بہ خفاء فدعنی عن بنیات الطریق
انتہی۔ **اقول**۔ اور نیز موافق ہے ان احادیث صحیح بخاری کے جن میں کما قال العبد
الصالح فرمایا گیا ہے کما عرفت فی بیان الاجماع علی الرفع و النزول
الجسمیین و ستعرف پس باوجود ان اربعہ متعاضدہ کے استبعاد عقلی
رفع جسمی میں مؤلف کو کس طرح مذبذب بقول اللہ تعالیٰ و قال الرسول صلعم کر سکتا ہے۔

قولہ ص۷۴ اب کہاں ہے فقدان محکی عنہا جس کو مستلزم وقوع کذب کا آیۃ میں آپ نے فرمایا تھا والعیاذ باللہ اقول اب وہاں ہی رہا فقدان محکی عنہا کا جو برتقدیر تقدم رفع روحانی کے واقعہ صلیبی پر لازم تھا خلاصہ یہ ہے۔ کہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ سے رفع بحسب الدرجہ والعزت تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ خود مؤلف ابھی اقرار کر چکا ہے کہ نبی کا رفع بحسب الدرجات اسی وقت سے شروع ہو جاتا ہے جس وقت سے کہ وہ درجات نبوت پر مشرف ہوتا ہے الخ۔ تو بحسب اقرار اسکے رفع بحسب الدرجات چونکہ مسیح بن مریمؑ میں درروقت وعدہ اور اطمینان فرمانے کے بقولہ تعالےٰ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی موجود ہے۔ لہٰذا وہ رفع لینا چاہیئے جو بروقت ایعاد مذکور کے موجود نہ ہو۔ وہ کون ہے رفع جسمی اور نیز تضاد ماقبل اور مابعد بل میں جو مقتضی ہے قصر قلب کا رفع جسمی ہی کی صورت میں متحقق ہے لہٰذا رفع جسمی کا مراد ہونا ضروری ہے اور جب مضمونیت رفع کے بہ نسبت قتل کے آپکو مسلم ہے۔ تو رفع روحانی کا واقعہ قتل سے پہلے ہونا آیۃ کا مفاد ٹھہرا اور ظاہر ہے کہ کوئی بشر اسکا قائل نہیں تو محکی عنہ کے انتفاء میں آپکو کیا کلام ہے سال کے بعد آپکے امام ہمام کا معہ اپنی ساری ذریت کے یہ جواب دینا کہ بشہادت تئیسویں ۲۳ آیت کتاب استثناء کے مقتول صلیبی ملعون ہوتا ہے۔ پس تضاد در صورت رفع روحانی کے بھی متحقق ہے) طالب علموں نے بھی ہباءً منثوراً کی طرح اڑا دیا کیونکہ وہ آیت مجرم کے بارہ میں ہے۔ جس کا صریح ذکر بائیسویں آیت میں موجود ہے۔ اور مسیح گو بحسب زعم یہود مجرم تھا مگر تضاد کا تحقق چونکہ در علم متکلم بکلام قصری بھی ہونا چاہیئے۔ یہ تصور عکس مایزعمہ المخاطب اور مانحن فیہ میں وہ کون ہے حق سبحانہ و تعالیٰ کیونکہ وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ سے تردید فرما رہا ہے۔ یہود کے اس قول کی جو پہلے مذکور ہو چکا ہے یعنی انا قتلنا المسیح الخ اور خدائے عزوجل کے ہاں چونکہ مسیح مجرم نہیں لہٰذا تضاد بھی فی علم الباری متحقق نہ ہوا۔ الحاصل برتقدیر ارادہ رفع روحانی کے بل رفعہ اللہ الیہ سے تحقق رفع روحانی کا یا تو قبل از واقعہ صلیبی ہوگا یا عین صلیب پر یا بعد اسکے۔ پہلے شق کا قائل چونکہ کوئی بشر اہل اسلام وغیرہ سے نہیں تو ظاہر ہے

فرمایا گیا یہ جادوگروں کے مقولہ کا بیان ہے اور ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک طور
پر کہا ہوگا۔ یا تو پہلے موسیٰ اور بعد اس کے ہارون یا بالعکس بحسب قول مرزا صاحب
ضرور ہے کہ ایک آیت کو ان دونوں میں سے کاذب ٹھہرایا جاوے۔ والعیاذ باللہ علاوہ اس کے
کئی ایک مقام پر پہلے انبیاؤں کا ذکر پیچھے ہوا ہے۔ اور پچھیلوں کا پہلے چنانچہ کذلک یوحی
الیک والی الذین من قبلک اللہ ان آیات سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ قادیانی کا زعم بالکل
غلط اور دھوکا بازی ہے تو جب واو کا ترتیب کے لئے ہونا ضروری نہ ٹھہرا بلکہ محض معیت
یعنے دو امروں کے متحقق ہونے پر دلالت کرتی ہے تو متوفیک کے مقدم رافعک سے پیچھے موجود ہونے
میں کون سی قباحت اور تحریف ہوگی۔ پس تقریر ہماری کے مطابق معنی آیت کے یہ ہونگے۔ کہ اے
عیسیٰ میں ہی تجھ سے یہ سب معاملات قیامت تک کرونگا۔ رہا یہ کہ پہلے کون ہوگا اور پیچھے کون
اس کا ذکر نہیں۔ اسکو دوسری آیت نے بیان کر دیا کہ رفع ہو چکا ہے۔ اور توفی آئندہ ہوگی۔ رہا
یہ سوال کہ کلام خداوند جل کی نہایت فصیح و بلیغ ہے اس کا کیا سبب ہے کہ متوفی کو پہلے لائے ہیں؟
آخر بلا وجہ تو نہیں۔ جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت مسیح کو بمقتضائے بشریت یہود سے ہر وقت
خوف رہتا تھا۔ ان کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے فرمایا یعنے اے عیسیٰ میں ہی تجھے موت
طبعی سے مارونگا۔ یہ نہ ہوگا کہ تیرے دشمن تجھے کچھ تکلیف پہنچا سکیں۔ محاورہ ہے کہ تسلی کا حرف
کلام میں پہلے بولا جاتا ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کیلئے عفی اللہ عنک پہلے لا کر لم اذنت
لہم کو پیچھے فرمایا۔ قولہ ص [illegible] بل کی نسبت جو آپنے قواعد نحویہ کو بیان فرمایا انہیں
قواعد سے محقق نے یہ ثابت کر دیا رفع مسیح کے مسئلہ کی تمام پیچوں اور بلوں کو سیدھا
کر دیا۔ اقول۔ سب پر روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ کہ آپ نے بل رفعہ اللہ
الیہ سے رفع روحانی لینے میں دس سال بھر ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد تحقق تضاد کے
لئے ثبوتیہ ہونا حرف کو [illegible] اور منع استلزام رفع جسمی رفع قدر کے لئے
رفع جسمی کو مادہ نقض ٹھہرایا۔ جس پر ایسا خوش خورن طالب علم نے ایک خفیف اڑائے
خفیفہ اس موقعہ پر ایک صاحب کی بات یاد آئی۔ انسان اور حمار کے درمیان نسبت تباین جو
ایک مشہور بات ہے۔ اس پر ان نے اعتراض کیا کہ انسان اور حمار کے درمیان نسبت

عموم وخصوص من وجہ کی ہے۔ مادہ اجتماع کا یہ ہے جبکہ زید گدھے پر سوار ہو آپ کا
نرالا منطق بھی اُسی طالب علم کی منطق کی طرح موجزن ہے۔ سبحان اللہ پہاڑ کے اوپر گذر
کی بارادہ حرکت وسکون کجا اور ملائکہ کا اکٹھا کرنے بیان آسمان پر جو رفعہ اللہ الیہ سے
مدلول کی کیفیت ہے یہ کہاں بیت۔ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا۔
حضرت مرزا جی کی جماعت کو نہ بلکہ تمام ہندوستان کو بدنام کر دیا۔ مگر سچ کہا ہے شعر۔

ہر چہ بر آدمی رسد زِ زیاں ❊ ہمہ از آفت زبان باشد

اگر منجر بن علما ملک نزاہیں ہرزہ سرائی نہ کرتے تو اتنی رسوائی کیوں اٹھاتے اس رسالہ نے
کاروانی کا تاروپود اکھیڑ دیا۔ جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔
قولہ ص۲۲ اور بیشک حضرت مسیح جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو
قتل یا صلیب سے نجات دی اقول آپ در آپکے پیغمبر مسیح کو صلیب پر چڑھاتے ہیں
اور اللہ تعالیٰ وما صلبوہ فرماتا ہے ذرا آنکھ کھول کر آیت واذ کففت بنی اسرائیل
عنک کو اور ایسا ہی وقولہم انا قتلنا المسیح الی آخرہا کو ملاحظہ کر دیں اب تو
روپیہ ہضم کرنے کیلئے یا صرف اتنی ہی لیاقت علمی کی بنا پر جو کچھ جی میں آتا ہے لکھے جاتے ہو۔
اور کم علموں اردو خوانوں کو نہ بلکہ مضامین سے جو با اصل کتاب وسنت اور اولئے سلف صالحین
اور خوش اہل سے در معلوم آپ کے برخلاف ہیں دھوکا دیتے ہو مگر حشر کو کیا جواب دوگے شعر

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ❊ کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

قولہ بعد سیر وسیاحت کے کشمیر خاص سرینگر میں دفن کئے گئے دیکھو اظہار حقیقت اور ایام الصلح انتہی
اقول۔ اے بندے خدا کے ایام الصلح کا مؤلف یعنی مرزا صاحب تو خود ہی مدفن
مسیح میں مذبذب ہے۔ کسی کتاب میں بیت المقدس اور کسی میں سرینگر لکھتا ہے
دیکھو ازالہ اوہام ص۴۷۳ میں مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔ اور ادھر
ایام الصلح میں لکھتا ہے کہ کشمیر خاص سرینگر میں فوت ہوا۔ دوسرا ایک کتاب
کے حامی ہونے کا مدعی ہے۔ کیسے کیسے حیلے کئے گئے ہیں۔ مخدومی عزیز جیو
مہر گر کشمیری جو ایک بڑا نامی اور نہایت متدین آدمی ہے۔ اس کا بیان۔ کشمیر میں

مرزا صاحب کے بھیجے ہوئے کئی آدمی جب مرزائیت کے تبادلین کو روپیہ جمع دے کر تحفظ
کرنا چاہتے تھے کہ ہم ناحق جب سنتے ہیں کہ یہ مرزائیت غیبیہ سلسلہ کا ہے تو مجبوراً
سے تحقیقات کو منظور نہ کیا۔ بلکہ ان کو بے عزت کرکے نکالا۔ جب مؤلف راز حقیقت
میرا ایام الصلح کا ایسے حیلہ سازی پر ہو۔ تو بغیر راز شرارت کے اُس سے کیا ظاہر ہو۔
اور اُس کے ایام ایام المشرکین نہ کہلائیں گے۔ آپ لوگوں کی حدیث دانی کہاں
گئی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلسان وحی ترجمان سے نہیں فرمایا۔ قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور
انبیاءهم مساجد۔ کہ یہود و نصاریٰ کو اللہ لعنت کرے۔ کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی
کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا ہے۔ جب تم وفات مسیح اور پھر سری نگر کشمیر میں
کے مدفون ہونے کے قائل ہو۔ تو بموجب حدیث مذکور چاہیئے تھا۔ کہ یوز آسف کا
مزار مسجود نصاریٰ ہو۔ ورنہ آپ کے پاک فرمان کا کذب۔ نعوذ باللہ لازم آوے گا۔ اور
ظاہر ہے کہ آج تک کسی نصرانی وغیرہ کو اس نرالی مزار کا علم ہی نہیں۔ قولہ ص۲۸ اس
صفحہ کی بیسویں سطر سے لیکر صفحہ ۶۱ تک مؤلف شمس کا سفہ نے فائدہ جمیلہ کے ایک
جملہ کو بھی نہیں توڑا۔ صرف تفریعات اور انتاجات نرالے بیان کئے۔ متعلق بعض
آیات کے تفسیر لکھنے میں کمال دکھایا۔ جس پہ لسان الوقت یہ شعر پڑھ رہی ہے ؎

هذی شکوك من غشاوة لیلها ٭ تصفی لقلوب ذی نسر بی لاشوه

قولہ ص۲۹ فائدہ جمیلہ بمقابلہ فائدہ ذلیلہ اقول فائدہ ذلیلہ کہنے کا آپ کو جب
استحقاق تھا۔ کہ اُس کے کسی ایک جملہ کو بھی توڑتے۔ ایسا ہی (مقابلہ) کہنا اُس
وقت درست ہوتا کہ بالمقابل کوئی قواعد بیان فرماتے۔ بغیر ان دونوں صورتوں
کے ذلیل کہنا ذلیل ہے اپنی ذلت و رسوائی پر۔ قولہ کما قال تعالیٰ فی شان
الآیۃ ما قتلوہ وما صلبوہ ۔ پس قرآن مجید سے ہی ثابت ہوا۔ کہ یہود حضرت مسیح
کے قتل یا صلیب کے قائل تھے ورنہ ما قتلوہ وما صلبوہ بما شیءٍ لغو ٹھیرتے۔ اقول آیۃ
مجیدہ سے ہی ثابت ہوا۔ کہ فرقہ مرزائیہ بھی یہود کی طرح کاذب مردود ہوگئے ہیں۔

کیونکہ جس طرح قرآن مجید ماقتلوہ سے قتل کی نفی فرما رہا ہے ویسا ہی ماصلبوہ سے صلیب پر چڑھانے کو بھی خلاف واقع ٹھہرا رہا ہے۔ اور واضح ہو کہ صلب۔ خوذ ہے صلیب سے کما فی مجمع البحار ولسان العرب جس کا معنے خون اور چربی کا ہے اور سولی پر چڑھانے اور چار میخ کرنے سے بھی۔ چونکہ خون اور چربی بہتی ہے لہذا اس شخص کو جو سولی پر چڑھایا جاوے) مصلوب کہا جاتا ہے۔ اور یہ نہیں کہ مصلوب کا اطلاق قبل از مقتولیت نہیں ہو سکتا۔ ہاں سولی پر چڑھانا بھی چونکہ منجملہ اسباب قتل کے ہے اس وجہ سے صلب کا طلاق مسبب یعنی قتل پر مجاز مرسل کے طور پر ہو سکتا ہے چنانچہ لسان العرب میں ہے الصلب القتلة المعروفة۔ اور روایت میں چونکہ قتل مسیح کی نفی پہلے وماقتلوہ سے ہو چکی ہے۔ لہذا وماصلبوہ سے معنے قتل کا مجازی طور پر نہیں لے سکتے۔ ورنہ کلام الہی لغو ہو جاتا ہے۔ الغرض اگر کل تشریحات صلب پر نظر ڈالی جاوے۔ اور ایسا ہی صلب کے ماخذ یعنے صلیب کو جو بمعنے چربی یا بمعنے سولی کے ہے ملحوظ رکھا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ صلب کا معنے سولی پر چڑھانا اور چار میخ کرنا ہے۔ اور مرزا صاحب خود بھی ازالہ میں مسیح پر باوجود زندہ اُتار لیا جانے کے اطلاق مصلوب کا کرتے ہیں۔ کما سیجئ قولہ اس کے علاوہ مؤلف خود جب قایل ہو دقتل بالصلیب کا قائل ہے **اقول** معاذ اللہ دروغ گوئم بروئے تو کا معاملہ کیسے شروع کر دیا۔ ہمارا عقیدہ وہی ہے جسکے سب اہل اسلام قائل ہیں یعنی مسیح علی نبینا وعلیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ صلیب پر دئے گئے۔ اصلاح بجائے عبارت مذکورہ کے یوں کہو (اسکے علاوہ مؤلف خود قتل بالصلیب کو یہود کا مزعوم ٹھہراتا ہے۔

قولہ پس اگر مخن فیہ میں ایک ذرہ بھر بھی غور کرتا تو مقصود ہمارا مندرجہ آیت اس کے پاس موجود تھا۔ اور مقتضائے کلمہ بل جس کو مؤلف نے بقواعد نحویہ ثابت کیا ہے اس سے ہمارا ہی مطلب ثابت ہوتا ہے لا غیر۔ ولنعم ماقیل شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا والسبب المطلوب فی الراحل۔ **اقول** دعوے بے دلیل گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ کوئی اہل تحقیق ایسا نہ ہوگا۔ جو آپ کے لاف آمودہ تقریرات پر دور سے

نہ ہونا چاہئے۔ آپ کو چاہئے تھا۔ کہ رفع روحانی کی تقریر کے شقوق ثلثہ پر جو جو اعتراضات
وارد کئے گئے ہیں اُن کا دفعیہ کرنے کے بعد ثابت کرتے (اس سے ہمارا بھی مطلب ثابت
ہوتا ہے) ایسا ہی رفع روحانی اور مقتولیت میں جو دو افتراق کو ثابت فرما کر بعد
ازاں بالغرض یہ اصلاح (مندرجہ آیت) بلفظ مندرجہ میں تانیث کیسے موصوف اس کا
تو مذکر ہے یعنی (مقصود) پس بجائے (مندرجہ) کے مندرج چاہئے۔ شعر

کبھی خزاں بانک مقیم بلدۃ ۞ ولاحسن یا خبرۃ مالک الیہ وصول

قولہ پس مقصود یہود کا قتل بالصلیب سے حضرت عیسیٰ کی ملعونیت ثابت کرنی ہے
لا غیر۔ پس جس طرح پر نفی علت سے نفی معلول کی جاتی ہے۔ اسی طرح پر حضرت عیسیٰ کی
ملعونیت کو جو معلول قتل بالصلیب کی ہے نفی علت کر کے جو قتل بالصلیب ہے نفی فرمایا
اقول بائیسویں و تیسویں ہر دو آیات سے جو پہلے ہم کتاب استفسار سے نقل کر چکے ہیں
روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ جس شخص سے جرم صادر ہو اور وہ شخص بذریعہ
صلیب قتل کیا جاوے۔ خدا کے ہاں ملعون ہوتا ہے۔ بنا بر آں قتل صلیبی مجرم کی ملعونیت
کے لئے علت ٹھہریگی۔ نہ غیر مجرم کی۔ بلکہ وہ شہادت کی طرح موجب رفع درجات عند اللہ
ہوگی۔ اس مضمون سے صاف ثابت ہوا۔ کہ آپ کا یہ زعم (یعنی جس طرح پر نفی علت سے نفی
معلول الخ) بالکل خلاف وقوعہ اور یہود کی زعم سے رنگین ہے۔ خدارا قرآن کریم کی تفسیر
ایسے بیہودہ زعمات پر مبنی نہ کریں۔ خدا کے بندے اگر اللہ تعالے کو نفی علت سے صور
پر نفی معلول کرنی منظور ہوتی۔ تو ما قتلوہ و ما صلبوہ سے ہرگز یہ مضمون ادا
نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نظم مذکور مدعا ادا کرنے تو معنے مراد کے موہم ہو جاتی ہے مضمون
غیر مراد کی طرف یعنے غیر مجرم کے قتل اور صلیب کو علت لعن ٹھہرایا بلکہ اس تقدیر پر یوں
فرمانا ضروری تھا۔ وما کان عیسےٰ مجرما حتی یکون قتلہ بالصلیب سبب لعنہ
او ما یؤدی معناہ۔ بہ سنئے حق سبحانہ و تعالے کو چونکہ رفع خلاف بین الیہود و النصارے
بل بینہم و المسلمین منظور تھا۔ تو اس اختلاف کو اصل واقعہ کے بیان کے ضمن میں رفع فرمایا
ما قتلوہ یعنے یہود نے مسیح کو قتل نہیں کیا یہ کہنا ان کا کہ انا قتلنا المسیح غلط ہے

بن مریم رسول اللہ ہم نے قتل کر ڈالا مسیح کو خود واقعہ ہے۔ رہا یہ احتمال کہ صلیب پر
چڑھایا گیا تو بغیر قتل کے جیسا کہ قادیانی اور اس کی ذریت کا عقیدہ ہے۔ تو اس
احتمال کی تردید فرمائی۔ وما صلبوہ اور نہ سولی دیا اس کو۔ معلوم ہوا کہ جس طرح ما قتلوہ
مستقل طور پر یہود کے اس زعم کی تردید و تکذیب ہے کہ ہم نے مسیح کو قتل کیا۔ اسی طرح
ما صلبوہ بھی بطور مستقل تکذیب ہے یہود کے اس زعم کی کہ مصلوب یعنی سولی دیا گیا وہ
مسیح ہی تھا۔ الحاصل اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا۔ اب بالطبع یہ
وہم پیدا ہوا کہ یہود و نصاریٰ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک شخص سولی پر دیا گیا اور اسی
طرح سے وہ مر بھی گیا جس کو وہ دونوں اپنے زعم میں مسیح خیال کرتے تھے۔ وہ شخص اگر
مسیح نہیں تھا تو کون تھا۔ اس وہم کے دفع کے لئے اللہ جل شانہ فرماتا ہے ولکن شبہ
لھم یعنی وہ مقتول و مصلوب مسیح کا ہم شکل بنایا گیا۔ اور ان کے سامنے توفی بینہ سے
یہ معلوم ہو گیا کہ نفس قتل و صلب میں کوئی نزاع نہیں نہ تو یہود کی آرزو مسیح کے بغیر کسی اور
شخص کے قتل کرنے کی تھی۔ اور نہ اللہ جل شانہ نفس قتل و صلب کی نفی فرماتے ہیں بلکہ
جو امر کہ یہود کی نظر میں شان تھا یعنی مسیح کا قتل اسی امر کی تردید اللہ جل شانہ نے فرمائی آیۃ
کے شروع اس کا یہ ہے کہ یہود نے اپنے مقولہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ میں
مقتول کو بیان کرنے کا اہتمام و تکرار سے کیا۔ یعنی مسیح اور عیسیٰ اور رسول اللہ جس سے
مطلب ان کا یہ تھا کہ لوجی ہماری مراد پوری ہو گئی جس کے اتمام و پورا کرنے کے لئے
چار چیزوں کا ہونا ضروری تھا۔ ایک علت فاعلیہ یعنی یہود دوسری علت مادیہ یعنی مسیح تیسری
علت صوریہ یعنی ہیئت اور تمام قتل۔ چوتھی علت غائیہ جو باعث علی القتل تھی وہ کیا تھا
یہ امر کہ مسیح اپنی نبوت کے دعوے میں کاذب تھا اور بذریعہ صلیب مقتول نہ ہو تا کیونکہ
مقتول بذریعہ صلیب خدا کا ملعون ہوتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی تردید کا محل بھی وہی
ہونا چاہیے جو یہود کے ہاں مہتم بالشان تھا۔ لہذا وما قتلوہ وما صلبوہ بضمیر منصوب متصل
فرمایا۔ نہ صرف وما قتلوا وما صلبوا یعنی مسیح کو تو انہوں نے نہ قتل کیا اور نہ سولی دیا یہ ان کی غلط بیانی
ہے کہ قتلنا المسیح کہتے ہیں الخ اس لئے حق سبحانہ و تعالیٰ نے یہود کی سلک جرائم میں وقولھم

اتفاقات اگر فی الواقع مسیح مقتول بذریعہ صلیب ہوتا۔ یا صرف سولی پر ہی دیا جاتا تو بیان سلکھا
جرائم میں یہود کے یوں چاہئیے تھا۔ قتلہم و صلبہم المسیح الخ کیونکہ غلط بیانی سے ابدا
بھاری جرم ہے تو مقتضائے مقام اس جرم کا ذکر ضروری تھا باقی تفسیر متعلق آیات آئندہ
کے عنقریب آئے گی۔ ناظرین انصاف فرماویں۔ کہ قرآن کریم کا محرف کون ہے قولہ صدا
چونکہ ہم نے یہ التزام کیا ہے کہ جہاں تک مؤلف ہی کی عبارت اور اس کے مسلمات سے اس کا
تعاقب کر کر رد کرتے ہیں اور اکثر بالمعارضہ جواب دیتے ہیں اور اسی کی عبارت کا رنگ
ہماری عبارت میں کہیں کہیں فی الاثناء ہو جاتا ہے اقول اس التزام کی وجہ گو کہ امروہی صاحب قصدا
مارے شرم کے بیان نہیں فرماتے۔ مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں جس وجہ کا ثبوت
بھی ہم کو ان کے مصاحبوں سے حلفی بیان کے ساتھ پہنچ چکا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امروہی
صاحب نے کلمہ طیبہ کے سوال اور ایسا ہی نزول جبرئیل اور رفع الیہ کی تشریح میں چونکہ شمس الہدایت
کی عبارت سمجھنے پر قدرت نہیں پائی۔ لہذا طوطی کی طرح وہی الفاظ بعینہا ہانکے
جا رہے ہیں۔ کلمہ طیبہ کی بحث میں تو صاف طور پر ان کی اپنی کلام سے ثابت ہو
چکا ہے۔ کہ مطلب کلام کو نہیں پہنچے۔ قولہ خواہ مؤلف کی عبارات اور الفاظ بے محاورہ
اور غیر لائقہ ہی ہوں۔ ہم بھی وہی الفاظ اور عبارات نقل کر دیتے ہیں تاکہ طریق معارضہ
بالقلب سے جو جواب دندان شکن ہوتا ہے۔ مؤلف پر حجت ہو جاوے اقول امروہی صاحب
کے الفاظ و عبارات بے محاورہ بلکہ دالہ بر معنی غیر مراد جن کی اصلاح اس کتاب میں کی
جاتی ہے پبلک پر ظاہر ہو گئی ہیں اور ہوتی جائیں گی۔ آپکے مضامین کی غلطی اس قدر
تھوڑی نہیں کہ ہم کو ایک جگہ بھی دم لینے دے تاکہ ہم آپکی عبارات کی اصلاح کرتے چلیں
خود غلط املا غلط انشا غلط) کا معاملہ ہے۔ جواب دندان شکن تو بجائے خود رہا کبھی تک تو دندان لگن
بھی عطا نہیں فرمایا۔ اور یاد رکھو کہ ہرگز نہ دے سکو گے۔ قولہ صـ۱۵ چنانچہ اس جگہ پہ ناظرین
ملاحظہ فرماویں کہ لفظ متکلم بلیغ کا شان میں اللہ تعالیٰ کے کیسا ایک لفظ رکیک اور ستاخ
ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکثر عبارات بالکل بے محاورہ اور قواعد زبان اردو کے محض خلاف
ہیں ہم کہاں تک اسکی اصلاح کرتے۔ کتاب و سنت میں اللہ تعالیٰ کے لئے متکلم بلیغ مذاق

کبیر نہیں آیۃ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا وذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون **اقول** امروہی صاحب ذرا یہ تو فرماویں۔ کہ آپ نے جو واجب الوجود مذنہ کا اطلاق اپنی کتاب شمس بازغہ کے صفحہ ۲۲ سطر گیارہویں میں کیا ہے ایسا ہی اسی کتاب کا صفحہ ۱۲ سطر ۱۶ ملاحظہ ہو آپ ملحد کیوں بن گئے کہیں کتاب وسنت میں اس کا پتہ بتلاویں۔ پھر معروض ہے کہ اگر متکلم بلیغ کے اطلاق سے انسان ملحد ہو جاتا ہے تو آپ نے اسی صفحہ کی پہلی سطر میں کیوں دانستہ الحاد اختیار کیا۔ آپ کا یہ کہنا کہ "نقل کفر کفر نباشد" اس جگہ مفید نہیں ہو سکتا کیونکہ مجیب ہیں اور بعنوان عبارت مذکور جواب دے رہے ہیں اس کو محض نقل نہیں کہہ سکتے۔ سہ بارہ عرض کرتا ہوں۔ کہ اسماء الٰہیہ کا توقیفی یا غیر توقیفی ہونا ایک مسئلہ مختلف فیہا بین المسلمین چلا آتا ہے۔ یعنے دونو فریق اسلام سے خارج نہیں۔ تو پھر آپ نے بے موقعہ آیۃ مذکورہ مسلمانوں کو ملحد بنانے کے لئے کیوں پڑھ دی۔ کیا آپ کے عندیہ میں غیر توقیفی کے قائلین سب ملحد ہیں۔ چوتھی دفعہ مکلف ہوں۔ کہ آپ اسماء حسنی کو نہیں نو نہ نام میں منحصر سمجھتے ہیں یہ آپ کا زعم غلط ہے۔ حدیث صحیح جو بروایت عبداللہ بن مسعود مسند امام احمد میں مذکور ہے جس میں اسئلك بکل اسم ھو لك سمیت بہ نفسك وانزلتہ فی کتابك او علمتہ احدا من خلقك او استاثرت بہ فی علم الغیب عندك الخ موجود ہے ملاحظہ ہو۔ ترمذی کی شرح احوذی پر بھی نظر ڈالیں۔ اور نہ سہی تو شرح مواقف عبارت مسطورہ ذیل پر نظر ڈالی ہوتی۔ اذ الاتفاق فی المشھور اذ فلن ورد التوقیف فیہا۔ پانچویں مرتبہ معروض ہے کہ آیۃ کے معنے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں یلحدون فی اسمائہ اشتقوا اللات من اللہ والعزی من العزیز تفسیر ابن کثیر وجلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ ملاحظہ ہوں۔ چھٹی دفعہ معروض ہے کہ متکلم کے لفظ کا جواز اطلاق سید محقق شرح مواقف کے حاشیہ پر لکھتے ہیں اذ شاع فی عبارات العلماء المتکلم الموجود بالذات الخ یہ جواز بھی مبنی ہے عدم انحصار فی تسعۃ وتسعین پر قولہ صفحہ اب اصل کلام کی طرف رجوع کی جاتی ہے۔ کہ اول فرمایا کہ وما قتلوہ

وما صلبوہ اب سامع کو یہ وہم پیدا ہوا۔ کہ حضرت عیسےؑ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ کے صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے۔ پھر ما صلبوہ کہنا کیونکر درست ہؤا۔ کیونکہ صلیب پر چڑھایا جانا اُن کا ایک ایسا تاریخی واقعہ تھا جس سے اکثر اہل اسلام بھی انکار نہ کر سکے۔ ہاں ان لوگوں نے اس تاریخی واقعہ کی یہ تاویل کی کہ حضرت عیسےؑ کی شبیہ کَانَّہٗ جو صلیب پر چڑھائی گئی تھی نہ حضرت عیسیٰ چونکہ قرآن مجید رفع اختلاف بین الیہود والنصاریٰ و نیز بنا بر رفع نزاعات واقعہ بین المسلمین الیٰ یوم القیامہ نازل ہؤا ہے لہٰذا اس اختلاف کو بھی کلام الٰہی نے خود ہی رفع فرمایا و لکن شبہ لہم ظاہر ہے۔ کہ حرف لکن واسطے استدراک کے آتا ہے یعنی واسطے دفع کرنے اس وہم کے جو کلام سابق سے سامع کو پیدا ہوتا ہے۔ قاموس میں لکھا ہے ولکن ساکنۃ النون ضربان مخففۃ من الثقیلۃ وھی حرف ابتداء لا یعمل خلافا للاخفش و یونس فان ولیھا کلام فھی حرف ابتداء لمجرد افادۃ الاستدراک ولیست عاطفۃ

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ کلام سابق سے کیا وہم پیدا ہؤا جس کو لکن کے ساتھ دفع کیا گیا۔ جب ہم کلام سابق پر نظر کرتے ہیں۔ تو کوئی اور وہم پیدا ہی نہیں ہوتا۔ بجز اس کے کہ حضرت عیسےؑ سولی سے ضرور قتل کئے گئے تھے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ ابتداءً سے لے کر آج تک اسی امر پر متفق ہیں۔ کہ حضرت عیسےؑ سولی پر قتل کئے گئے اب اس وہم کے دفع کے واسطے جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہؤا۔ بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا **اقول**: (اس وہم کے دفع کے واسطے) بول کر پھر (بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا) کہنا کیسی فصاحت ہے۔ سبحان اللہ اصلاح اب اس وہم کو جو کلام سابق ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہؤا۔ بحرف استدراک لاکن کے دفع کیا گیا۔ **قولہ** کہ ہاں حضرت عیسےؑ صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور یہ صلیب پر چڑھایا جانا مشابہ قتل بالصلیب کے ہے اسی واسطے بحرف لاکن فرمایا گیا۔ یعنے و لکن حضرت عیسےؑ مشابہ یا مشبہ مقتول الصلیب یہود کے لئے کئے گئے۔ **اقول** ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ نئی تفسیر بالکل تحریف اور غلط اور مخالف ہے آیات قرآنیہ سے۔ اول تو ان جہلاء نے صلیب پر چڑھانا حضرت عیسےؑ کا مسلم رکھا باوجود اسکے کہ اللہ جل شانہ مستقل طور پر وما صلبوہ فرماتا ہے۔

یعنی مسیح کو صلیب پر یہود نے نہیں چڑھایا۔ دوسرا اگر مسیح کو یہود نے صلیب پر چڑھایا
تو اللہ تعالیٰ پہلے سلک جرائم یہود کے بیان میں کما قال فبما نقضھم میثاقھم وکفرھم
بایات اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر حق وقولھم قلوبنا غلف الخ وبکفرھم وقولھم علی مریم
بہتانا عظیما وقولھم انا قتلنا المسیح الخ صرف وقولھم فرما کر غلط بیانی ہی کو منجملہ جرائم شمار
کرتا ہے بمقتضی مقام کا یہ تھا کہ ان کی ایذا رسانی کو بھی ضروری ذکر کیا بانا یعنی وصلبھم
المسیح تا کہ یہود کے مردود و ملعون ہونے کے اسباب کا سلسلہ نامکمل نہ رہتا اور
سبب قوی واجب الذکر کو ترک کرنا خلاف بلاغت ہے تیسرا صلیبی اعتقاد صرف
وما صلبوہ کے ہی مخالف نہیں۔ بلکہ صریح آیت دوسرے مقام میں اس عقیدہ کی تردید
فرما رہی ہے۔ دیکھو سورہ مائدہ میں اللہ تعالےٰ درضمن ذکر نعماء اپنے کے جو مسیح اور اُس
کی والدہ پر عطا کی تھیں فرماتا ہے واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم
بالبینات یعنی من جملہ میری نعمتوں کے جو تیرے پر فیضان کی ہیں ایک یہ بھی نعمت ہے
یاد کر جبکہ روک رکھا تھا ہم نے بنی اسرائیل کو تجھ سے یعنی تم کو ان کی ایذا سے بچا لیا تھا
اگر واقعہ صلیبی مزعومہ مرزائیہ بہ تقلید یہود و نصارےٰ واقعی تھا۔ تو پھر کففت فرمانا
کاذب ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اسی آیت کے ابتدا میں اذ قال اللہ یٰعیسیٰ ابن مریم
اذکر نعمتی علیک فرمانا بے جا ہوگا۔ چوتھا بنا بر تقدیر مذکور مسیح کو بروقت مشورہ
کرنے یہود کے ایذا رسانی کے بارہ میں اللہ جل شانہ کی اطمینان دہی کما قال اذ قال
اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الخ العیاذ باللہ دھوکہ بازی ہو جاتی ہے
کیونکہ اس کا ثمرہ یہی تھا۔ کہ یہود کے ہاتھ پکڑوا کر صلیب پر دلا دینے کے بعد تیرا دم
نکلنے نہ دوں گا۔ اور تجھے مشابہ بالمقتول بناؤں گا۔ کیا اطمینان دہی اسی کا نام ہے
پانچواں وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ۔ بعد ملاحظہ فائدہ جلیلہ شمس الہدایت
کے نص قطعی ہے۔ رفع جسمی پر جو منافی ہے صلیبی اعتقاد کو۔ چھٹا آج تک کسی حدیث یا
قول صحابی یا تابعی سے تسلیم صلیبی واقعہ کی ثابت نہیں۔ بلکہ سب اہل اسلام اور اعتقاد سے
علیحدہ ہی رہے ہیں۔ وجہ اس کی بغیر اس کے کوئی نہیں کہ آنحضرت صلعم و صحابہ و سائر اہل اسلام

اہل اسلام نے الی یومنا ھذا قرآن کریم کی شہادت کو یعنی وما صلبوہ ایسا ہی بل رفع اللہ الیہ کو پیش نظر رکھکر یہود و نصاریٰ کی روایات کو پس پشت پھینکدیا تھا۔ آنحضرت صلعم باوجود اسکے کہ بلغ ما انزل الیک اور ایسا ہی انا انزلنا الیک الکتٰب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما اور نیز وما انزلنا علیک الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدی و رحمۃ لقوم یؤمنون ایضا قال تعالیٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم ایہ و قال تعالیٰ ان علینا جمعہ وقرآنہ اور ثم ان علینا بیانہ کے ساتھ مامور و مبشر ہوکر پھر ان معانی سے بیخبر رہے ہوں ہرگز ممکن نہیں اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ تفسیر بالکل تحریف اور خلاف محاورہ عرب ہے اہل عرب کا قول الصلب للقتلۃ المعروفۃ معنی مجازی کا بیان ہے چونکہ صلیب پر چڑھانا اور خون و چربی وغیرہ نکلنا من جملہ سبب قتل کے ہے۔ لہٰذا صلب کا اطلاق قتل پہ مجاز استعارہ کے طور پر ہوا کیونکہ صلب کا ماخذ سبب ہے بمعنے خون و چربی کے یا بمعنے سولی کے نہ قتل قولہ ص۱۵۳ اور جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے لہٰذا یہ وہم پیدا ہوا کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے اقول یہ کیسا خبط ہے اور (لہٰذا یہ وہم پیدا ہوا الخ کیا بے ربط ہے ماقبل سے بتلا یہ کہنا کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ سولی پر قتل کئے گئے تھے) یہ مضمون کس طرح منشاء وہم ہو سکتا ہے اس کیلئے کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے بندہ خدا کے اس منشاء کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوئے) کلام سابق ہے یعنی وما قتلوہ وما صلبوہ کیونکہ جب حضرت عیسےٰ باتفاق فریقین یہود و نصاریٰ صلیب پر تو چڑھائے گئے تھے بلکہ بزعم ان کے مقتول بھی ہوئے تو پھر نفی قتل و صلب کی کیسے صحیح ہو سکتی ہے اس وہم کو اللہ تعالیٰ نے ولکن شبہ لھم سے دفع فرمایا یعنے واقعہ صلیبی جو ایک واقعات مشاہیر میں سے ہے اسکی نفی نہیں کی گئی قتل اور صلب تو متحقق ہوا مگر وہ مقتول و مصلوب مسیح نہ تھا۔ بلکہ اسکا شبیہ تھا۔ قولہ مگر اس صورت میں استدراک جو مقتضائے حرف لکن کا ہے کب ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ لکن کے سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئی جس سے یہ وہم پیدا ہوتا کہ خود حضرت عیسےٰ مقتول بالصلیب ہوگئے ہوں پھر لکن کیا تھا کونسا وہم ناشی عن الکلام دفع کیا گیا اقول دماغ کے فساد کا معالجہ کرلو۔ بعد ازاں تفسیر لکھیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ سابق میں کہاں مذکور ہے کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے۔ خدا کے بندے یہ مضمون کہ حضرت عیسےٰ کے شبیہ مقتول بالصلیب ہوئے یہ تو مدخول حرف لکن کا ہے جس سے دفع وہم ناشی عن الکلام السابق کا کیا گیا ہے

اگر یہ دفعیہ پہلے ہی مذکور ہو تو پھر وہم بھی قبل از لکن مدفوع ہو جاوے ہدایۃ النحو پڑھنے والے بھی جانتے
ہیں کہ لکن کے استعمال میں چار چیز کا ہونا ضروری ہے ایک کلام سابق دوسرا وہم ناشی عنہ تیسرا دفع وہم
جو مدلول ہے لکن کا۔ چوتھا وہ مضمون جس سے وہم سابق دفع کیا جائے جو دائما لکن کے بعد ہی ہوا کرتا
ہے ولکن شبہ لہم میں ایک تو کلام سابق ہے وہ کیا ما قتلوہ وما صلبوہ دوسرا وہم ناشی جو اوپر بیان کیا گیا ہے
تیسرا لکن چوتھا مابعد دفع وہم یعنی شبہ لہم کا مضمون۔ ناظرین پر واضح ہو گیا ہوگا کہ امروہی صاحب بازغہ
کے لکھنے کے ایام میں بوجہ اسکے کہ حق کے مقابلہ میں کھڑے ہو کر تحریف کر رہے ہیں بہوش وحواس زائل العقل ہو
گئے ہیں یا کمال غلطی ہی کچھ ہے جو نئے نئے رنگ دکھلا رہا ہے۔ کاش اگر کسی محقق عالم سے شمس الہدایت
کو پڑھ لیتے تو اس رسوائی سے محفوظ رہتے قولہ معہذا نشاء وہم تو پھر لکن کے بعد بھی ذکر کیا گیا جس سے
وہم اور قوی ہو گیا۔ [illegible] صورت حرف لکن جو دفع وہم ناشی من الکلام السابق کے واسطے آتا ہے محض لغو
اور حشو ہو جاتا ہے۔ [illegible] اس صورت میں عبارت یوں ہونی چاہیئے
تھی کہ وما قتلوہ وما [illegible] فقد صلبوا شبیہ عیسیٰ فانھم [illegible] وان [illegible]
من ذالک اقول منشاء وہم تو ما قتلوہ وما صلبوہ ہے جو لکن کے ماقبل مذکور ہے لہذا آپ کی نسبت
[illegible] ہوا جاتا ہے [illegible] لغو و حشو ہے [illegible] اس لیاقت سے اللہ کو [illegible] رہے
ہیں۔ فیض صاحب (ولکن شبہ لہم) کے جملہ سے وہی مضمون ادا کیا ہے جس پر آپ یہ سطریں ڈال
رہے ہیں یعنی ولکن شبہ لہم المقتول بالمسیح۔ قرآن کریم اگر آپ کی اصطلاح کے مطابق ہوتا تو معجز کس طرح ہو سکتا
تھا۔ قولہ ہاں جو معنی آیت کے ہم لیتے ہیں اُس میں یہ سب امور یعنی استدراک اور پیدا ہونا وہم کا
کلام سابق سے اور دفع کرنا اس کا لکن سے وغیرہ وغیرہ سب متحقق ہو جاتے ہیں یعنی ما صلبوہ
سے یہ وہم پیدا ہوا کہ حضرت عیسیٰ کا مقتول بالصلیب ہونا تو یہود و نصاریٰ کا آج تک
اتفاقی مسئلہ ہے پھر ما صلبوہ کیونکر درست ہو سکتا ہے جواب دیا گیا ولکن شبہ لہم
یعنی ولکن حضرت عیسیٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ و مشابہ کئے گئے یعنی صلیب پر چڑھائے
گئے۔ اور پھر جلد تر زندہ اتار لئے گئے۔ اس شبہ سے کہ مقتول بالصلیب ہو چکے۔ اقول سب
اہل اسلام وہم ناشی عن الکلام السابق یہی ٹھہراتے ہیں۔ جو ما قتلوہ وما صلبوہ سے پیدا ہوتا ہے
آپ کا اور سب اہل اسلام کا تخالف ولکن شبہ لہم کی تفسیر میں ہے جب تفسیر آپ کے وما صلبوہ

کاذب ہوگیا۔ الغرض آپکی تفسیر ما صلبوہ کو کاذب یا محرف ٹھہراتی ہے اور نیز اس تقدیر پر وما صلبوہ جو مستقل طور پر نفی سولی چڑھانے کی کر رہا ہے لغو ٹھہرتا ہے۔ علاوہ اس کے حضرت عیسےٰ صلبوہ کے مضمون سے مشبہ کئے گئے ہیں۔ یہ اور نرالی تفسیر ہے۔ کیا حضرت عیسےٰ مشبہ بالمقتول و المصلوب معاً ٹھہرائے جائینگے۔ یا صرف مقتول سے یا فقط مصلوب سے پہلی اور تیسری تقدیر پر لازم آتا ہے کہ مسیح مصلوب ہوا ہو۔ جبکہ مقتول نہیں مگر مشبہ ان دونوں سے ہو اور یہ خلاف ہے مزعوم تمہارے کے کیونکہ تم مصلوب ہونے مسیح کو یہود و نصارےٰ کی طرح واقعی سمجھتے ہو۔ اور بر تقدیر ثانی علاوہ مخل ہونے فہم مراد میں ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ اور نیز صلبوہ کے مضمون کو مشبہ بہ کہنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ تشبیہ عبارت ہے تشریک امر بامر فی وصف سے ایک امر تو حضرت عیسےٰ ہوا۔ اور دوسرا صلبوہ کا مضمون یعنی صلب الیہود المسیح۔ اب فرمائیے کیا عیسےٰ علیہ السلام وصف صلب کے ساتھ جو معنی مصدری ہے تشبیہ دئے گئے تو پھر حضرت عیسےٰ اور وصف مذکور کس وصف میں شریک ہوئے بینوا توجروا۔ **قولہ** ان معنوں میں علاوہ محاسن مذکورہ کے معنی تشبیہ جو باب تفعیل سے ہے وہ بھی ٹھیک ہوگئے۔ اور مرجع ضمیر شبہ کا بھی کلام سابق میں عیسیٰ مذکور ہے اور مشبہ بہ یعنی مضمون قتلوہ و صلبوہ بھی مذکور ہے الحمدللہ کہ الفاظ قرآن مجید سے ہی سب امور کا فیصلہ ہوگیا۔ **اقول** ان معنوں میں علاوہ مفاسد مذکورہ کے معنی شبہ کے بھی ٹھیک نہیں ہوتے۔ کیونکہ الحمد سے والناس تک بلکہ محاورہ عرب وغیرہ میں کبھی کوئی جملہ یا مضمون اس کا مشبہ بہ کسی شخص کیلئے نہیں ٹھہرایا گیا۔ اور نہ معنی تشبیہ کا صادق آتا ہے چنانچہ ابھی اوپر ثابت ہوچکا ہے الحمدللہ کہ نظم قرآن مجید سے ہی تمہاری تفسیر کا تحریف ہونا ظاہر ہوگیا اور اہل اسلام کی تفسیر پر مشبہ بہ یعنی عیسےٰ کا مذکور ہونا تو ظاہر ہے اور مشبہ یعنی مصلوب بھی مذکور ہے حکماً کیونکہ جب ما قتلوہ وما صلبوہ سے یہ وہم پیدا ہوا کہ مصلوب اگر مسیح نہیں تو اور کون تھا۔ نظر بخبر متواتر کوئی شخص تو مصلوب ضروری ہی ہوگا۔ لہٰذا مصلوب کالمذکور ٹھہرا ۵۴ سے ۵۶ تک **سوال حل طلب کا حاصل** وہ شخص جس پر عیسےٰ کی شبیہ ڈالی گئی) اس پر چند سوال (۱) وہ کون تھا؟ اس کا نام کیا تھا۔ اس کا خاندان دنیا میں موجود تھا یا نہیں بشق اول اُسکا ماتم کیا یا نہیں یہ کچھ جستجو بھی اُس کی کی گئی یا نہیں بصورت ثانی نہایت بعید از عقل ہے۔ کہ ایک شخص تو سولی سے بچ جاوے اور ایسے سنگین مقدمہ میں دوسرا شخص غیر مجرم سولی

دیا جاوے۔ ایک حواری کا ذکر نہ انجیل نہ کسی تاریخی کتاب میں لکھا جاوے۔ اور مریم علیہا السلام صلیب کے نیچے
بیٹھ کر ماتم کرے اور اللہ تعالیٰ اس کو بذریعہ الہام یا کسی حواری کے مسیح کے آسمان پر لے جانے سے
مطلع نہ کرے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو لا تخافی ولا تحزنی سے تسلی بخشی تھی اور مریم علیہا السلام
کو والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا بھی بھول گیا۔ جو عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو
طفولیت میں پڑھا دیا تھا۔ اور کیا یہ شخص حضرت عیسیٰ کا کفارہ بن گیا تھا جیسا کہ عیسائی اُن کو مقتول
بالصلیب ٹھہرا کر سب عیسائیوں کا کفارہ دیتے ہیں جواب پہلے آپ اور آپکے پیغمبر جی کا فرضی منصب
ہے شبہات کا نکالنا ذرا یہ تو فرماویں۔ کہ بحسب عقیدہ آپ لوگوں کے مسیح سولی پر بھی دیا گیا۔ اور
اُن کو تازیانے بھی لگائے گئے اور جسقدر گالیاں سُننا اور طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اُڑائے
جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب اُس نے دیکھا دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۸۰ سے صفحہ ۳۹۵ تک اور پلاطوس
کی عورت کو بذریعہ خواب سمجھایا گیا۔ کہ یہ شخص راستباز ہے اور اس کا قتل کرنا موجب تباہی پلاطوس کا
ہے دیکھو ازالہ صفحہ مذکورہ اور مسیح کا ایلی ایلی لما سبقتنی چلا چلا کر پکارنا بھی انجیلوں میں مندرج ہے
سو گذارش ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ تو سب کچھ ہوا کہ مسیح کو روح القدس سے تائید فرمائی اور احیاء موتیٰ
اور ابراء اکمہ وغیرہ وغیرہ معجزات مزید برآں پہلے سے مسیح کو تسلی و دلاسا بھی فرمایا تھا کہ قال عزّ من
قائل یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی لیکن اسقدر نہ ہو سکا۔ کہ حسب وعدہ اپنے کے مسیح کو یہودیوں
کے تازیانے لگانے اور کوچہ بکوچہ رسوا کرنے اور سولی پر دینے سے بچا سکے اور مریم صلیب کے نیچے ماتم کرے
جیسا کہ آپکی انجیلوں میں موجود ہے حضرت مریم کو تو یہ بھی یاد نہ رہا جو حضرت عیسیٰ نے طفولیت میں
اُسکو پڑھا دیا تھا کہ والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا اور پھر بڑی تعجب کی بات ہے
کہ پلاطوس کی عورت کو بذریعہ کشف منامی اطلاع دیجاوے اور مریم علیہا السلام محروم رہ جاویں۔
موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ہم پلہ ہونیکی شائستہ نہ سہی مگر پلاطوس یہودی کی بیوی جیسی بھی نہ ہو پھر
گذارش ہے کہ پلاطوس کی بیوی نے حضرت مریم کو آگاہ نہ کیا اور نہ سمجھایا۔ کہ تم کیوں روتی ہو حضرت
عیسیٰ کو تو اللہ تعالیٰ نے مرنے نہیں دیا کیونکہ پلاطوس کو میں نے آگاہ کر دیا تھا کہ تمہاری ہلاکت مسیح
کے مقتول ہونے میں ہے سو وہ حسب ہدایت میری کے سپاہیوں کو سمجھا کر ضرور زندہ ہی مسیح کو اتروا دینگا
بعد اسکے گذارش ہے کہ مسیح کو باوجود اسکے کہ انبیاء اولوالعزم میں سے تھے اور پہلے سے اطمینان بھی دیا گیا تھا

پھر کیوں چلا چلا کر ایلی ایلی لما سبقتنی پکارتے رہے ہاں شاید اسلئے کہ میرے خدا نے العیاذ باللہ میرے ساتھ دھوکا کیا۔ پھر گذارش ہے کہ سب سے حیرت انگیز تو یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کو وعدہ اپنا بھول گیا تھا یا قدرت خداوندی العیاذ باللہ ختم ہو چکی تھی۔ پھر گذارش ہے کہ یہ بھی معلوم نہ ہوا پلاطوس کی بیوی کا نام کیا تھا یا اُسکے سپاہیوں کے نام معہ آباو امہات کیا تھے۔ اگر معلوم النسب والاسم تھے تو کسی انجیل یا کسی تاریخی کتاب نے کیوں نہیں لکھے اور اگر مجہول النسب والاسم تھے تو اس صورت یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد۔ بلکہ یہ لوگ تو حضرت عیسےٰ سے بھی بڑھ گئے کیونکہ حضرت عیسےٰ کے اگر باپ نہیں تھے والدہ تو تھیں اور ان اشخاص کے نہ ماں نہ باپ ان ہذا لشئ عجاب عیسائی تو ایک مسیح کو بدرجہ الوہیت پہنچاتے ہیں اور ان روایات اسرائیلیہ پر ایمان لانے والے تو بہتیروں کو خدا مانتے ہونگے۔ ہم حیران ہیں کہ ان دونوں میں سے کس کو کاذب اور کس کو صادق سمجھیں مصرع شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا۔ اگر حضرت امروہی صاحب کہیں کہ روایات مسطورہ اسرائیلیات میں سے ہیں۔ تو جواباً عرض ہے کہ اگر آپکے نزدیک یہ روایات قابل اعتبار نہیں تو آپ نے اور آپ کے پیغمبر نے کس واسطے اپنی تصانیف انہیں روایات سے بھر دئے اور انہیں پر اعتماد کر کے نصوص صریحہ کو سلام کہا اور سب صحابہ و علماء اسلام سے الگ ہوئے۔ تحقیقی جواب مسیح کے مصلوب و مقتول ہونے کو چونکہ قرآن شریف نے صریح لفظوں میں رد کر دیا ہے اسی لئے آج تک ذٰلک الکتاب لاریب فیہ کے ساتھ ایمان رکھنے والے اخبار نصاریٰ و یہود کو بدلیل وما قتلوہ وما صلبوہ کے خلاف واقعہ خیال کرتے چلے آئے ہیں اس زمانہ میں مرزا صاحب نے بہ تقلید یہود و نصاریٰ کے واقعہ صلیبی کو واقعی خیال کر کے قرآن کریم کے صریح آیات کو رد و بدل کر دیا۔ یہود کا (انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ) میں مفعول کو ذکر بدیں اصرار و تکرار کرنا اور پھر تردید میں بقولہ تعالیٰ (وما قتلوہ وما صلبوہ) بھی اُسی مفعول پر وقوع قتل و صلب سے نفی کرنی صاف دلالت کر رہے ہیں اس پر کہ مقصود تردید اور مردود دونوں میں سلب یا ایجاب نسبت وقوعیہ کا ہے یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا یا نہ ہونا محل بحث ہے نہ نسبت صدوریہ یعنی صرف صدور قتل و صلب میں کلام نہیں یعنی یہ نہیں کہ یہود کا مطلب صرف یہی ہو کہ ہم سے قتل و صلب صادر ہو گیا ہے خواہ کسی شخص

کے برخلاف نہیں۔ مسلمانو! خوب یاد رکھو اور غور کرو کہ مسیح کا مقتول بالصلیب ہونا یا صرف مصلوب ہی ہونا یہود و نصاریٰ و اتباعہا کا عقیدہ ہے اور برخلاف ہے صریح آیت وما قتلوہ وما صلبوہ کے۔ آجتک سب مفسرین نے یہی لکھا ہے۔ مرزا صاحب نے آیات قرآنیہ کو اناجیل کے مطابق کرنا چاہا۔ یہ ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہو سکتا۔ وما علینا الا البلاغ ؏

اب ہم ناظرین کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ امروہی صاحب نے صنہ تک جو کچھ لکھا ہے خلاصہ اُس کا دو ہی باتیں ہیں ایک تو جواب اس سوال کا جو کلمہ طیبہ کے متعلق ہے دوسرا بل رفعہ اللہ الیہ سے بلحاظ ہمارے فائدہ جلیلہ کے وفات طبعی مسیح کی ثابت کرنا سو جواب کا حال تو عرصہ سے چار ورق میں شائع ہو چکا تھا۔ جس کا اثر یہ ہوا۔ کہ تمام علماء منتجرین نے جن کو اس چار ورق کے دیکھنے کا اتفاق ہوا یہی کلمہ کہا۔ کہ واقعی امروہی نے اس جواب میں جہل مرکب اپنا خوب ثابت کر دکھایا ہے۔ دوسرے کے متعلق گذارش ہے کہ اس میں امروہی صاحب نے بل کے ماقبل یعنی قتل صلیبی اور مابعد یعنی رفع اعزازی میں تضاد حسب قواعد مرقومہ فائدہ جلیلہ کے ثابت کیا ہے اس پر یہ تردید کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ توراۃ کے حکم کے مطابق مقتول بالصلیب کی ملعونیت ثابت ہے جو کہ مجرم ہو۔ اور مسیح علم باری میں بیگناہ ہے۔ لہٰذا بل کے ماقبل اور مابعد میں بعد تقریر مذکور تضاد فی علم باری نہیں۔ در رفع جسمی کی تقدیر پر تضاد فی الواقعہ و فی علم الباری متحقق ہے بناءً علیہ جو کچھ امروہی صاحب نے صنہ میں لکھا ہے۔ اس کے مستحق ہم ٹھہرے یعنی جب آیت بل رفعہ اللہ الیہ کی نص قطعی ٹھہری حیوۃ مسیح میں تو ہم نے جو کچھ فائدہ جلیلہ کے آخر میں تفریعات لکھی تھیں وہی درست رہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ لا کے شکنجہ اور بل کے بلوں نے مخالفین کے تمام بل اور کجیوں کو سیدھا کر دیا۔ لکن من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ؏

اسی صنہ میں اور یہی آیت قرینہ ہے حدیث لو کان موسیٰ و عیسیٰ حیین الخ جس کی صحت صاحب فتوحات کو مسلم ہے حیات سے حیات فی الارض مراد لینے پر۔ **اقول** صاحب فتوحات نے چونکہ فتوحات ہی میں حیات مسیح کی تصریح کئی مقامات پر کر دی۔ چنانچہ اس تکملہ میں مذکور ہو چکا ہے لہٰذا یہ حدیث صاحب فتوحات وغیرہ اہل اسلام کو جو متفق ہیں۔ حیات مسیح پر مضر نہیں۔

ناظرین! اسجگہ امروہی صاحب کی علمی لیاقت کا خیال فرمویں۔ قول میں آپنے بل رفعہ اللہ الیہ

کو مطابق مزعوم اپنے کے قرینہ ٹھہرایا ہے۔ حیوٰۃ سے حیوٰۃ فی الارض مراد لینے کے لئے اور ظاہر ہے
کہ حدیث مذکور میں لفظ حیین کو مقید بحیوٰۃ فی الارض ٹھہرایا۔ تو بمقتضے کلمہ لو کے اتباع موسیٰ
و عیسیٰ کا شرع محمدی کے لئے منتفی ہوا۔ اس لئے کہ موسیٰ و عیسےٰ زندہ فی الارض نہیں تو حدیث
مذکور سے صرف یہی مفہوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام بوقت بولنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث
کو زندہ زمین پر موجود نہ تھے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ آسمان پر بھی زندہ نہ ہوں (فی الارض) کی قید
تو اس حدیث میں قائلین بحیوٰۃ المسیح لگاتے ہیں جیسا کہ فند جلیلہ میں شمس الہدایت کے مصنف علیہ الرحمۃ
کا یہی مقصود ہے قائلین بوفات المسیح تو اس حدیث میں (حیین) کو مطلق چھوڑتے ہیں تاکہ مطلق حیوٰۃ کا
انتفا ہو جاوے۔ سبحان اللہ ماشاء اللہ نظر بد دور سی حت میں جسم کثیف کے اٹھایا جانے کو بعید سمجھا منجملہ مؤیدات
اپنی سے شمار کرتے ہیں **اقول** رفع جسمی کے کئی ایک واقعات پہلے علامہ سیوطی کی کتاب سے نقل کئے گئے ہیں عقل اگر
بعید جانتا ہے تو جسم کثیف کے بالطبع جانے کو بلندی کی طرف نہ یہ کہ اگر جسم ثقیل کو کوئی بالقسر یعنی بغیر حرکت طبعی
والا ذی کے اوپر لیجائے۔ تو نہیں جا سکتا۔ یہ استبعاد صرف قادیان ہی میں محصور ہے معراج جسمانی آنحضرت صلعم
کا اس استبعاد کو وہاں تک پہنچانے کیلئے کافی ہے **قولہ** ص۱۶ اس تفسیر و تقریر سے جو صراحۃً **اقول** قولہ تعالےٰ
وما صلبوہ صراحۃً یہود و نصاریٰ کے مع اتباعہما کذب ہے کیونکہ صراحۃً مسیح کے مصلوب ہونے کی نفی کر رہا ہے لہذا
مضمون اناجیل سے مطابقت نہیں **قولہ** ص۱۶ اور حضرت قدس نے ص۲۸ سے ص۸۲ کہیں تحریر نہیں فرمایا کہ معنی صلب کے
ہڈی توڑنی ہے صرف مضمون ہڈی نہ توڑے جانے کا نقل کیا ہے **اقول** سید احمد صاحب و مرزا صاحب و مصنف تفسیر
شاہی تینوں اس پر متفق ہیں کہ مسیح سولی دیا گیا ہے لہذا ان کو وما صلبوہ کے معنے میں گڑبڑ کرنا ضروری ہوا۔ سواہ
معنی صلب کے لغۃً ہڈی توڑنا کہیں یا نہ۔ مرزا صاحب نے تو وہی راستہ لیا جو مولوی صاحب نے ذکر کیا ہے مرزا صاحب ازالہ اوہام کے
ص۲۷۸ سطر چوتھی میں لکھتے ہیں منشاء ما صلبوہ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا
بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا اور
مصنف تفسیر شاہی نے تو معنے صلب کا ہڈی توڑنے کا کیا ہے اس تفسیر کا ص۱۹ ملاحظہ ہو و نیز سید احمد صاحب کی
تفسیر بھی سنیئے۔ شمس الہدایت کی عبارت کا مطلب عبارت اسکی یہ ہے:- اس تفسیر سے جو نظم قرآنی
سے سمجھی جاتی ہے ظاہر ہو گیا کہ سید احمد صاحب و مرزا صاحب اور مصنف تفسیر شاہی کو ما صلبوہ کے معنے میں جو
ان صاحبوں نے روایات انجیل کے ملاحظہ سے لیا ہے سخت دھوکا ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ

تھی کہ حضرت عیسٰے کے قتل یا صلیب میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کچھ کچھ
رسوا کیا الخ۔ **اقول**۔ ناظرین خدا را دیکھئے شمس الہدایت صاحب اس بات کو کہ قتل کرنا یا
صلیب پر چڑھانا اُن کا واقعی ہوتا تو اللہ تعالیٰ جہاں یہود کے ملعون ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہاں ہی قتل
کرنے کو ذکر فرماتا۔ جب ایسا نہیں کیا بلکہ بجائے وقولہم انا قتلنا ۔ وقتلہم وصلبہم نہیں
فرمایا۔ اور قولہم کو زیادہ کر دیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہود کا جرم اس مقام پر صرف غلط بیانی
ہی تھی۔ اس کے جواب میں امروہی صاحب فرماتے ہیں " ان کے قول کا صرف یہی ذکر کرنا ہے۔
کیا یہود کے قول اور ان کے انا قتلنا المسیح کہنے کی وجہ آپ لوگوں سے دریافت کی گئی ہے
ہرگز نہیں۔ بلکہ دریافت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قولہم کو کیوں بڑھایا اور وصلبہم نہ فرمایا۔
باوجودیکہ حسب زعم تمہارے صلیب پر چڑھائے گئے تھے۔ اس سنگین جرم کو کیوں ذکر
نہیں فرمایا۔ اور صرف (قولہم) غلط بیانی پر کفایت کی۔ اب ماشاء اللہ امروہی صاحب کو شمس الہدایت
کا بڑا زور ہوتا جاتا ہے۔ ابھی تو صفحہ ۲ شمس الہدایت تک پہنچے ہیں۔ صفحہ ۸۰ کے ... آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ تدبیر کی کہ غار ثور کے منہ پر ... اور آفت مکڑی وغیرہ
وغیرہ وغیرہ ان پر وارد ان کے بچانے پر نازل فرمائی۔ اور حضرت عیسٰے کے لئے ایک شخص مجہول
کو پکڑا کر ایک دیکھی بھی نہیں۔ گویا مولوی صاحب کی زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا ہے۔
شعر۔ فسبحان الذی خص المسیح برحمۃ ۔ لیغیظ الذین الذی ھو افضل

اقول۔ یہ دھوکا تم نے کھایا ہے جیسا کہ مثلاً کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام
اور اس کے تابعین کو تو دریا کو چیر کر پار چڑھا دیا۔ اور اس کے مخالفین کو دریا میں غرق کر دیا اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی غزوہ میں ایسی تدبیر نہ کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع
اصحاب کرام کو کوئی صدمہ نہ پہنچتا۔ اور مخالفین کو بجائے دریا کے زمین میں ہی خسف کر دیتا۔
بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو کفار کے ہاتھ سے بڑے بڑے صدمات پہنچے۔
بس جو شخص کہ ان آیات قرآنیہ کے مقابل میں آل فرعون کے غرق کرنے اور موسیٰ علیہ السلام
کی نجات پانے کو دریا سے ذکر بیان کرتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ فرقنا بکم البحر
فانجینٰکم واغرقنا آل فرعون وانتم تنظرون ۔ شخص زبان حال سے

یہ شعر پڑھ رہے ہیں۔ شعر

فسبحان اللہ من خص موسیٰ براحتہ ؛ لیغبطہ فیہا من ھو افضل

بھلا امروہی صاحب ہم تو ذٰلک الکتاب لاریب فیہ پڑھتے جائیں اور آپ بظاہر محبوں کی صورت میں ہو کر در پردہ تحریف کرتے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے جاؤ۔ مگر تاڑنے والے تاڑ چکے ہیں۔ امروہی صاحب ص۶۵ میں بڑی طیش میں آکر لکھتے ہیں۔ (ہاں مجھے یاد آگیا کیوں کر یہ فرق نہ ہوتا کہاں حضرت عیسیٰ خدا کے اکلوتے بیٹے کی صفات بشریت سے مبرا اور کجا محمد رسول اللہ عبدہٗ و رسولہٗ ایک خاکی نژاد انسان ونعوذ باللہ من ھذا القول مثل البول تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ان دعوا للرحمٰن ولدا کلا و حاشا۔

اے مؤلف تم عیسائیوں کے شریک ہو کر وہ شعر پڑھتے جاؤ۔ ہم تو یہ شعر پڑھتے ہیں۔ الخ

اقول۔ لعنت اللہ علے الکاذبین کہاں شمس الہدایت میں عیسےٰ بن مریم خدا کا اکلوتا بیٹا لکھا ہوا ہے۔ بلکہ آپ نے خود ہی مسیح کے آسمان پر چڑھایا جانے اور سکونت فی السماء کو موجب اُلوہیت ٹھہرا کر یہ نتیجہ نکالا۔ اور آپ کے عندیہ کو لازم طبعی ہے کہ سب ملائکہ العیاذ باللہ اللہ کے ابن جائیں یا تو اس عندیہ سے توبہ کرو اور یا الوہیۃ من فی السمٰوات من المخلوق کا العیاذ باللہ اقرار کرو جو مقتضے بالطبع ہے تمہارے عندیہ کا۔ اب فرمائیے کہ آپ کے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ خدا کے اکلوتے بیٹے بنے یا نہ ؟ شعر :۔

وفی کفتے میزاننا لک عبرۃ ؛ وانت لسان فیہ ان کنت تعقل

اذا رجحت احدھما طاش اختہا ؛ وانت لما فیہا تمیل وتسفل

آپ نے ہمارے اس مضمون پر جو ایک منصوص امر اور اجماعی عقیدہ ہے حاشیہ لگایا۔ اور مسیح کو بوجہ سکونت علی السماء کے حی و قیوم ٹھہرایا۔ اور سب لوگوں پر جن کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ملائکہ کی قرارگاہ آسمان ہے۔ الزام لگایا۔ پس تمہارے عندیہ کے مطابق سب ملائکہ حی و قیوم ٹھہریں گے جس کا طبعی مقتضے یہ ہے کہ ملائکہ بنات اللہ

او ابناء اللہ واقعی ٹھہرے اب فرمائیے ان دعوا للرحمٰن ولدا کے قائل آپ ہوئے یا کوئی اور۔ اور المسیح ابن اللہ اور ایسا ہی عزیر ابن اللہ کے قائلین کا ہم نوالہ کون ہُوا۔
شمس الہدایت کی عبارت صـ۱۵ میں دیکھو جس سے ثابت ہے مسیح کا بارگاہ الٰہی میں رونا اس دولت کے لئے کہ میں سرور عالم خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدام میں سے ہو جاؤں۔ کیا اس سے بجائے اس کے کہ افضیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثابت ہے آپ نے الٹا نتیجہ نکال لیا۔ اور مسیح کے لئے تشبیہ بالملائکہ کہنے پر صـ۶۶ میں کیا کیا ہرزہ سرائی کی۔ کیا فتوحات کا باب ۵۵۷ تمہاری نظر سے نہیں گذرا جس میں (من کرامۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی ربہ ان جعل من امتہ رسولا اثرانہ اختص من لرسل من بعد نسبتہ من البشر فکان نصفہ الاخر روحا مطہرۃ الخ) لکھا ہُوا ہے۔ حضرت شیخ تو مسیح کے لئے تشبہ بالملائکہ جداگانہ ہونے سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ شان عالی ہے کہ آپ کی اُمت سے ہوگا وہ پیغمبر جو ملائکہ کے ساتھ جداگانہ تشبیہ رکھتا ہے پھر اسی صـ۶۶ میں (نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں) اس پر طعن کیا ہے۔ پھر لکھتا ہے۔ ہاں ہدیۃ لرسول کے رد میں انشاء اللہ تعالیٰ ان غلطی کی خبر لی جاوے گی۔ اجی اپنے ہی مُنہ سے میاں مٹھو صاحب چونکہ آپ کی خبر پہلے ہی سے لی گئی ہے تو پھر آپ کیا خبر لے سکیں گے خاک۔

ناظرین کو معلوم ہو نفخ روح القدس والے مسئلہ میں اسکے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ مصنف شمس الہدایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نفخ روح القدس مریم کے گریبان میں جو لکھا ہے یہ خلاف ہے اس آیت سے (ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا) جس سے نفخ روح القدس کا گریبان میں معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ فی الفرج مفہوم ہوتا ہے۔

جواب

قرآن مجید سے نفخ فی الفرج بھی معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت مذکورہ سے اور

(نفخ فی مریم کبھی جیب کہ فنفخنا فیھا من روحنا) سے اب مجھے اندیشہ ہے کہ امروہی صاحب دونوں آیتوں میں تنازع قطعی ٹھہرا کر جھٹ اذا تعارضا تساقطا کا حکم حسب العادت نہ لگا دیویں اور اگر فرماویں کہ نفخ فی مریم اور نفخ فی الفرج کا مآل ایک ہی ہے یعنی نفخ فی فرج مریم ایک صورت ہے نفخ فی مریم کے لئے تو جواب میں گذارش ہے کہ نفخ فی جیب مریم بھی ایک صورت ہے۔ نفخ فی فرج مریم کے لئے یعنی روح القدس کا نفخ گریبان میں ہوا۔ جس کا اثر فرج سے شکم میں پہنچا۔ دیکھو واخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید و ابن المنذر عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ فنفخنا فیہ من روحنا قال فی جیبھا (در منثور) امروہی صاحب کے صفحہ ۶۷ سے لے کر صفحہ ۷۹ تک چند سوالات (۱) اثر ابن عباس کے رو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اولاً حضرت عیسٰی کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا بعد اس کے حضرت عیسٰی کی شبیہ ایک حواری پر ڈالی گئی۔ اقول لعنت اللہ علی الکاذبین ذرا کے [illegible] میں سوچو (فالقی علیہ شبہ عیسٰی و رفع عیسٰی من روزنۃ فی البیت) جس سے بحسب قاعدہ تمہارے کے ذکرہ وجود خارجی مطابق وجود ذکری کے ہوا کرتا ہے جیسا کہ متوفیک و رافعک میں) حواری پر شبیہ کا ڈالا جانا پہلے ہوا۔ بعد ازاں اٹھایا جانا عیسٰی کا۔ قولہ صفحہ ۶۸ اور پھر یہود نے پکڑ کر اس شبیہ کو سولی دی تو ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ بعد اٹھائے جانے حضرت عیسٰی کے آسمان پر اب اللہ تعالیٰ کو کون سی ضرورت پیش آئی کہ دوسرے شخص پر شبیہ عیسٰی کی ڈال کر اس کو سولی پر قتل کرایا کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حکیم مطلق ہے اس کا تو کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اقول [1] اس حکیم کے تو ایسے ہی کام ہوتے ہیں کہ توریت کا کیا ذکر ہے پیغمبر کو باوجود اس کے دشمنوں سے بچانے کا وعدہ فرمایا اور منجملہ نعمہ کے بھی لفظ واذ کففت بنی اسرائیل عنک کی بشارت دی پھر انہیں دشمنوں کے ہاتھ دیکر خوب ذلیل کرا کر آخیر میں بچانے کے لئے ان کے دلوں میں شبہ ڈال دیا۔ کہ اب یہ مر گیا ہوگا۔ سولی سے اتار لینا

---

[1] یہ الزامی جواب ہے ۱۲ منہ

چاہیئے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول متعلق وما صلبوہ کے اور اپنے شمس کا سفہ کو اب ہم
دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالے کو جب آخر میں شبہ ڈالنے کی تدبیر سوجھی تو اول ہی سے کیوں نہ
مسیح کو اُن کی ایذا سے بچا لیا تاکہ ایفائے وعدہ اور واذ کففت بنی اسرائیل عنک دونوں
متحقق ہو جاتے یعنی اخیر کا سوجھا ہوا شبہ پہلے ہی سے اُن کے دلوں میں ڈال دیتا۔ یا فانسیتهم
کی طرح ان کو نظر نہ آتا تو اس حکیم مطلق پر صادق "یا حکیم" کہلوانے میں کوئی نقص عائد نہ ہوتا۔
مگر امروہی صاحب سے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ پھر بھی حسب لے تیزیٔ طبع تو برمن بلا شدی۔
کے مطابق اعتراض کرنے سے باز نہ آتے۔ **قولہ ص۶۹ بفرض محال اگر اس القاء شبیہ**
کے قصہ کو تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر نہیں
چڑھائے گئے اور اسی زمین پر یہود سے پوشیدہ کئے گئے اور احتیاط کی گئی کہ ایک
حواری پر شبیہ کر دیا گیا تھا تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب کر کر حضرت عیسےٰ کے قتل کا
خیال چھوڑ دیویں۔ مگر درصورتیکہ حضرت عیسےٰ آسمان پر چڑھائے جاتے تو کیا
مؤلف صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسمان سے آسکتے تھے۔ بدیں[1]
خیال اللہ تعالی نے ایک حواری کو ان کے لئے کفارہ کر کر یہود کے منصوبہ قتل کو دفع کیا۔
اقول بفرض محال[2] سولی پر چڑھانے والے قصہ کو جیسا کہ مرزا صاحب مع اتباع کہتے
ہیں کہ اخیر میں اُن کے دلوں میں شبہ ڈالا گیا کہ مسیح مرگیا ہے حالانکہ وہ فی الواقعہ زندہ تھا۔
تسلیم کیا جاوے۔ تو پھر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسےٰ سولی پر نہیں چڑھائے گئے۔
اور نہ اخیر میں یہود کے دلوں میں شبہ ڈالا کہ اُن کو بچایا گیا بلکہ اُن کو آسمان پر چڑھایا گیا ہے
اور یہ احتیاط کی گئی کہ ایک حواری پر شبہ کر دیا گیا تھا تاکہ یہود اس شبیہ کو قتل بالصلیب
کر کر ندامت بعد حسرت اٹھائیں۔ مگر درصورتے کہ حضرت عیسےٰ پہلے ہی سے
دشمنوں کے ہاتھ میں نہ دئے جاتے اور جو شبہ اخیر میں دشمنوں کے دلوں میں اُن کے

---

[1] فقد لله زید بن خیال اللہ تعالی نے) امروہی صاحب کی احمد پر بھی خیال کنندہ کا اطلاق جائز ہے۔ ۱۲ منہ۔

[2] کیونکہ مخالف ہے صریح آیت وما صلبوہ سے۔ ۱۲ منہ۔

بچانے کے لئے ڈالا گیا تھا۔ اسی قسم کا پہلے ہی سے ڈالا جاتا کیونکہ فاغشیناھم فھم لایبصرون۔ سنت اللہ کے برخلاف نہیں) تو کیا مروہی صاحب کے نزدیک تب بھی یہود کے ہاتھوں میں آسکتے تھے۔ بدیں سبب اللہ تعالےٰ نے مسیح کو سولی دلا کر بعد ازاں اُن کے دلوں میں شبہ موت ڈال کر مسیح کو پوشیدہ کر دیا۔ **قولہ ص۶۸** اور پھر دوسرا سوال یہ ہے کہ بعد قتل بالصلیب ہونے کے اس شبیہ کی نعش کہاں دفن کی گئی۔ **اقول** ابھی[1] تو مسیح کی نعش کی تلاش میں ہیں۔ چونکہ باوجود نبی ہونے کے اس کے انبیاء اولوالعزم میں سے ابتک اُس کا پختہ پتہ نہیں ملا۔ وہ شبیہ بیچارہ کس گنتی میں ہے۔ ہاں مسیح کی نعش کا الہامی پتہ پہلے گلیل[2] میں ملا تھا۔ مگر اس الہام کو دوسرے الہام نے منسوخ کر دیا۔ جس سے کشمیر خاص سرینگر میں یوزاسف کے نام سے پتہ لگا ہے[3]۔ پھر بھی دقت یہ ہے کہ وہاں بھی مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھوکے نے سب اہل کشمیر سے لکھوا لیا ہے کہ ہم ابا عن جد سنتے چلے آئے ہیں کہ یہ کوئی اور شخص تھا۔ اور اس مضمون کو انہوں نے مزین بالمواہیر بھی کروالیا ہے۔ غالباً چھپوا کر شائع بھی کردیویں گے۔ قال اللہ تعالیٰ قتل الخراصون الذین ھم فی غمرۃ ساھون یعنی اٹکل کے تکے چلانے والے قتل کئے جاویں جو غفلت میں بھولے ہوئے ہیں۔ جناب من خدائی فیصلہ جو صریح لفظوں میں ہے وما صلبوہ الخ۔ اس کے چھوڑنے سے ہی تو یہ سرگردانی پیش آئی۔ **قولہ ص۶۸** اگر آپ کے نزدیک وہ کسی قبر میں دفن کئے گئے جس میں سے عیسائیوں نے تیسرے روز نکالے تو سوال یہ ہے کہ حضرت شبیہ کا رفع آسمان پر اور القاء شبہ حواریوں تو دونوں نے بچشم خود دیکھا تھا تو باوجود معائنہ ان تماشہائے عجیب وغریب کے پھر اس نعش شبیہ کو کس غرض سے قبر میں سے نکال لیا۔ **اقول**۔ روایات اناجیل کے مطابق جو ایک واقعہ ہوا ہے۔ اس میں موئے تنگ فی یا دریافت ان لوگوں سے کرنی چاہئے جو کہ برخلاف

---

[1] یہ کلام الزامی ہے ۱۲ منہ

[2] دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳

[3] دیکھو ایام الصلح اور انگریزی اشتہار ۲۴ جولائی ۱۸۹۹ء ۱۲ منہ

آیات قرآن کریم کے انہیں روایات کو پیش نظر رکھتے ہیں ہم کو تو قرآن کریم سے اتنا ہی پتہ ملا کہ مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوا کوئی اور شخص تھا۔ رہا یہ کہ وہ شخص کون تھا کیا نام رکھتا تھا۔ لاش اس کی کہاں ہے۔ اور کس غرض سے نکالی گئی۔ سوان امور کے متعلق قرآن کریم اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے کوئی بحث نہیں کی بجز اثر ابن عباس کے سو وہ بھی مجمل۔ لہٰذا ہم کو بھی ان امور سے کوئی غرض نہیں۔ ناظرین صفحہ سابقہ کا بھی تحقیقی جواب اسی کو خیال کریں۔ جس کو پہلے بھی ہم ایک دو مرتبہ لکھ چکے ہیں پھر گذارش ہے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ شبیہ کی لاش کو انہیں حواریین نے نکالا جو بروقت القاء شبیہ اور اُٹھایا جانے مسیح کے موجود تھے۔ مسیح کو جنہوں نے نکالا تھا وہ تو وہی ہونگے جو باتباع یہود اس کو مسیح کی نعش تصور کرتے تھے۔ ورنہ یہ ظاہر ہے کہ جو حواری اُسکو اور شخص کی نعش خیال کرتے تھے۔ اُن کو کیا غرض تھی اس کے نکالنے کی اگر کہا جاوے دوسروں کو انہوں نے چشم دید واقعہ القاء شبیہ و رفع عیسےٰ سے اطلاع دی ہوگی اسکے جواب میں گذارش ہے کہ ایسی گڑبڑ میں جب تم لوگوں نے قرآنی فیصلہ چھوڑ دیا اور یہود کی خبروں کو معتبر سمجھا تو اتنا جم غفیر نصاریٰ کا جو باتباع یہود کے مصلوبیت کے قائل تھے۔ اگر دس پندرہ آدمی کی بات بمقابلہ ہزاروں کے نہ سُنیں تو جائے تعجب و محل شکایت نہیں۔ قولہ کے آخری سوال کا حاصل ابن عباس کے اثر میں تین مذہب ہیں۔ (۱) نصاریٰ یعقوبیہ کا جو الوہیت مسیح کے قائل ہیں (۲) مذہب نسطوریہ کا جو ابنیت کے قائل ہیں (۳) مذہب مسلمانوں کا جن کا یہ اعتقاد تھا کہ مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔ جب تک اللہ نے چاہا ہمارے میں رہا۔ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھا لیا۔ امروہی صاحب اب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ شمس الہدایت کے مؤلف عفی عنہ کا مذہب مذاہب ثلثہ میں کونسا مذہب ہے۔ اگر نسطوریہ یا یعقوبیہ کا ہے تو مسیح بوجہ الوہیت یا ابنیت آسمان پر اُٹھایا جا سکتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرح اس کو بندہ سمجھتا ہے۔ تو پھر باقی مرسلین و مقربین کی طرح مسیح کا بھی رفع درجات ہی ہوگا۔ **جواب** ہمارا مذہب تو وہی مذہب ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے لے کر آج تک مسلمانوں میں چلا آیا۔ یعنے مسیح خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے جس کو بعد چندے آسمان کی طرف

اٹھالیا اور پھر دوبارہ حسب ہدایات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں اُتر کر فوت ہوگا۔
یعقوبیہ اور نسطوریہ والا مذہب نہیں اور ایسا ہی مؤلف رضؔ سب اہل اسلام کی طرح
ان لوگوں کے مذہب سے بھی بیزار ہے جو لوگ آسمان پر چڑھنے کو بھی موجب الوہیت
یا ابنیت کا ٹھہراتے ہیں جس کا مقتضٰے بالبفج یہ ہے کہ سب فرشتے العیاذ باللہ یا خدا ہوں
یا خدا کے لڑکے یا لڑکیاں چونکہ اس مذہب والے لوگ یعقوبیہ و نسطوریہ سے بھی بہت ہی
بڑھ گئے ہیں۔ لہٰذا موحدین اہل اسلام ان سے بیزار ہیں۔ توحید میں تو ایک آدھ شریک کی
گنجائش بھی نہیں ہو سکتی نکھو کھا شرکاء کیسے سما سکتے ہیں۔ اسی صفحہ ۶۹ میں امروہی صاحب
بل رفعہ اللہ میں رفع روحانی ثابت کرنے کے لئے من تواضع للہ رفعہ اللہ اور ایسا ہی
اللّٰھم اغفر لی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی کو پیش کرتے ہیں۔
ناظرین خیال فرما سکتے ہیں کہ ہم نے کب کہا ہے کہ ہر جگہ رفع سے رفع جسمانی ہی ہوگا۔
ہمارا اور سب اہل اسلام بلکہ سب اہل محاورہ کا بل رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمی لینے پر سیاق و
سباق اور قتل و صلب مد نظر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور فائدہ جلیلہ کے قوانین کے
مطابق امروہی صاحب نے رفع روحانی کی تقدیر پر تضاد ثابت کیا تھا۔ سو وہ بھی ناظرین
معلوم کر چکے ہیں کہ ہباءً منثوراً ہو گیا اب ہم بار بار انہیں مضامین کا ذکر مناسب نہیں
سمجھتے۔ اسی صفحہ ۶۹ میں فرماتے ہیں۔ بعد وضع تعارضات و اضطرابات ہم اس اثر کا
جواب کافی و شافی دیوینگے انشاء اللہ تعالٰے! **اقول** اس سے صاف ظاہر ہے کہ امروہی
صاحب نے ابھی تک اس اثر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کو انہوں نے بھی اپنی دانست
میں کما ھو فی الواقع ایسا کافی و شافی نہیں سمجھا۔ رہا اضطراب و تعارض سو ان کی تقریر
مع التردید ناظرین کو معلوم ہو چکی ہے۔ امروہی صاحب کا اضطراب اور تعارض بلکہ
قادیانی مشن کا آیات قرآنیہ میں کبھی آج تک مندفع نہیں ہوا۔ اگر ہوا تو اپنی من گھڑت
وجوہات سے جن کو تحریفات کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ و لنعم ما قیل بیت

اگر غفلت سے باز آیا جفا کی ؛؛ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی

سلہ قادیانی و امروہی ۱۲ منہ۔

قولہ صفحہ ۶۹ اور تلبیساً حوالہ ابن جریر کا دیا ہے جو ہرگز مؤلف کے پاس نہیں ہے۔
اقول۔ تلبیساً یہ تلبیساً کیسے لکھ مارا۔ اسی دہوکہ دینے کے لئے کہ ناظرین سمجھ چکے ہیں کہ جواب ندارد۔ تو اسی آڑ میں ذرا دم لے لیویں کہ یہ کتاب مؤلف کے پاس ہے یا نہیں۔ بھلا صاحب آپ فرماویں کہ یہ الہام آپ کو کیسے مفید تعین ہوا کہ مؤلف کے پاس نہیں۔ بالفرض ابن جریر اگر مؤلف عفی عنہ کے پاس نہ بھی ہو تو ابن کثیر میں چونکہ ابن جریر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ تو کیا آپ حافظ ابن کثیر سے بھی دریافت فرماویں گے۔ کہ آپ کے پاس ابن جریر ہے یا نہیں۔ پہلی صورت میں بسبب رفع ہو جانے اعتماد کے بہ نسبت ثقہ کے یہ تسلسل شائد اللہ جل شانہ تک پہنچے۔ اور دوسری صورت میں آپ کو بغیر جواب دینے کے نجات نہ ہوئی۔ ایسا ہی مؤلف عفی عنہ کی نسبت کبھی نہ خیال فرماویں اور جواب کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔ ہاں اگر آپ نے ابن جریر خرید کرنے کے لئے دریافت فرمائی ہے۔ تو وہ اور بات ہے۔ قولہ صفحہ مؤلف صاحب نے متعدد جگہ نزول کو بعث وخروج کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۲۲ اور صفحہ ۱۳۴ سطر ۲ وغیرہ کو کما مر سابقاً۔ اقول معلوم نہیں اس آڑ میں آپ نے کیوں چھپا لی جب قرآن کریم میں رفع علی السماء بحسب سیاق وسباق ومحاورہ کی فرما رہا ہے۔ اور احادیث متواترہ فی نزول المسیح بھی ظاہر کر رہی ہیں تو پھر بعث اور خروج اور ظہور سب سے مراد نزول ہی ہوگا۔ اور عنقریب احادیث سے ہی یہ محاورہ ثابت کیا جاوے گا۔ قولہ صفحہ کتب نحویہ میں یہ مسئلہ مسلمہ واتفاقیہ لکھا ہوا ہے۔ کہ نون التاکید لا یؤکد الا مطلوبا او المطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں نون تاکید موجود ہے پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیومنن جملہ خبریہ نہ ہوا۔ بلکہ انشائیہ ہوا۔ تو پھر یہ آیت پیشین گوئی یعنی خبر مستقبل کیونکر ہو سکتی ہے کجا جملہ انشائیہ اور کجا جملہ خبریہ۔

ع بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

پس آپ نے جس قدر ایسے بتاریہ اقوال مفسرین (جن میں آیت کو پیشین گوئی قرار دیا گیا ہے) یہاں پر وارد کئے ہیں۔ وہ سب بناء فاسد علی الفاسد ہیں۔ اقول کتب نحویہ میں یہ

مسئلہ مسلمہ اتفاقیہ لکھا ہوا ہے۔ کہ نون التاکید یؤکد مستقبلاً فیہ معنی الطلب
رضی بمضمونہ واما فی المستقبل الذی ھو خبر محض فلا یدخل الا بعد ان
یدخل علی اول الفعل ما یدل علی التوکید ایضا کلام القسم نحو واللہ
لاضربن رضی ص ۳۴۱۔ اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ میں چونکہ لام توکید لیؤمنن
کے اوّل موجود ہے۔ لہٰذا آیت میں نون تاکید مستقبل میں جو خبر محض ہے یعنی (یؤمنن)
لایا گیا۔ بلکہ جواب قسم کا مثبت ہونے کی صورت میں نون تاکید کبھی منفک نہیں ہوتا۔
ولزمت فی مثبت القسم۔ کافیہ پس بموجب اس قاعدہ اتفاقیہ کے لیؤمنن جملہ
خبریہ جواب ہوا قسم مقدر کے لئے۔ چنانچہ شہاب حاشیہ بیضاوی صفحہ ۱۹۹
میں تحت اسی آیت کے لکھتا ہے والتقدیر وما احد من اھل الکتاب
الا واللہ لیؤمنن بہ اور قاضی بیضاوی فرماتے ہیں فقولہ لیؤمنن جملۃ
قسمیۃ وقعت صفۃ لاحد یعنی لیؤمنن جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے مؤکدہ
بالقسمیۃ انشائیۃ اس کا صفت واقع ہونا بلا تاویل صحیح ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الحکیم
(جملۃ قسمیۃ) پر لکھتے ہیں یعنی انھا جملۃ خبریۃ موکدۃ بالقسمیۃ
الانشائیۃ فیصح وقوعھا صفۃ بلا تاویل بالخبریۃ والموصوف
المقدر مبتداء مقدم الخبر اسی احتمال (مقدم الخبر) کو قاضی بیضاوی اور صاحب
کشاف نے اختیار کیا۔ گویا یہ آیت (وما منا الا لہ مقام معلوم) کی نظیر ٹھہرے اور
آیت میں دوسرا احتمال بھی ہے کہ جار مجرور صفت ہو مبتداء محذوف کے لئے اور
قسم مع الجواب خبر ہو مبتداء کی۔ اگر کہا جاوے کہ قسم انشاء ہے پس خبر کیسے ہوگی۔ تو
جواباً معروض ہے کہ قسم میں جملہ قسمیہ یعنی اقسم باللہ مثلاً انشاء ہے۔ اور جواب
قسم خبریہ چنانچہ ابھی مولانا عبد الحکیم صاحب کی عبارت بیضاوی کے حاشیہ سے
نقل کی گئی (انھا جملۃ خبریۃ مؤکدۃ بالقسمیۃ الانشائیۃ) اور اسی
طرح شہاب حاشیہ بیضاوی بھی لکھتا ہے احد ھنا انہ صفۃ مبتداء
محذوف والقسم مع جوابہ خبر ولا یرد علیہ ان القسم انشاء لان

المقصود بالخبر جوابه وھو خبر موکد بالقسم شہاب جلد ثالث ۱۹۹ یعنی جواب قسم کا جملہ خبریہ ہے مؤکدہ بالانشائیہ۔ امروہی صاحب لیؤمنن کو انشائیہ کہنا نہ صرف جہالت ہی ہے بلکہ علاوہ جہالت کے گناہ کبیرہ بھی ہے۔ کیونکہ لیؤمنن در صورت طلب کے استعطاف ہوگا۔ اور تمنیٰ وعرض و استعطاف جو موہم ہیں نقص و ناتوانی کے لہذا جناب باری کے شایان نہیں۔ ان لعنۃ جواب القسم وقیل جواب بالطلب ویسمے استعطافا ویختص بالباء وبالخبر وھو القسم المتعارف منتن منین۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قسم متعارف خبر محض ہے۔ اسی لئے تکملہ میں (واما فی دلالۃ القسم علی الطلب ففیہ تامل) لکھتے ہیں۔ شرح مائۃ عامل کے دوسرے نمونہ یا قسمیہ کی مثال میں لڑکوں کو ترکیب پڑھانے کے وقت سمجھایا جاتا ہے کہ فعل قسم یعنے اقسم باللہ جملہ انشائیہ ہے اور جواب قسم خبریہ ہے۔ موکدہ بالانشائیہ قیامت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ظہور میں آئے گا۔ کہ اس لیاقت والے لوگ جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے یا جواب قسم بھی نرالے حقائق و معارف قرآنیہ بیان کرنے لگیں گے۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ اصل مسئلہ نحویہ تو یہ ہے جو لکھا گیا۔

امروہی صاحب کو دھوکہ لگنے کا منشاء اب سنئیے۔ ایک تو شرح مائۃ عامل وغیرہ کتب نحویہ آپ نے سرسری پڑھی ہیں۔ اور دوسرا عبارت منقولہ کہ النون التاکید لا یوکد الا طلوبا والمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا کو نہیں سمجھے۔ یہ عبارت بھی مولانا عبد الحکیم صاحب نے تکملہ میں بیان فرمائی ہے۔ جنہوں نے بیضاوی کے حاشیہ میں جواب قسم کو جملہ خبریہ موکدہ بالانشائیہ لکھا ہے۔ اب امروہی صاحب اس عبارت کو لاہور میں جلسۂ فضلا میں آکر پڑھ بھی جاویں اور آئندہ تفسیر نویسی سے توبہ کریں۔ اسی صفحہ ۷۰ میں اس کے بعد امروہی صاحب لکھتے ہیں۔ ورلیؤمنن کا جملہ انشائیہ ہونا نہ خبریہ تفاسیر ادبیہ مثل کشاف و بیضاوی وغیرہ کے یہی لکھا ہوا ہے۔ جملہ تفاسیر ادبیہ میں جملہ قسمیہ لکھا ہے جو انشائیہ ہوتا ہے اقول نامہ صاحب مسلم کہ قسمیہ لکھا ہے۔ مگر اس کے بعد کا فقرہ (جو انشائیہ ہوتا ہے) یہ آپکا حاشیہ

ہے۔ جناب عالی فعل قسم انشائیہ ہوتا ہے نہ جواب قسم جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ اب ناظرین انصاف فرماویں کہ جملہ تفاسیر ادبیہ کی طرف یہ منسوب کرنا (کہ انشائیہ ہے نہ خبریہ) کیسا ناپاک جھوٹ ہے یا کس درجہ کی جہالت ہے۔ میں بڑا متعجب ہوں کہ امروہی صاحب نے لیؤمنن کو انشائیہ بننے سے بغیر اظہار جہالت مذکورہ کے کون سا فائدہ اُٹھایا۔ بالفرض اگر انشائیہ ہو تو قائلین بنزول المسیح کو کیا ضرر دیتا ہے۔ بر تقدیر ارجاع ضمیر (قبل موتہ) کے مسیح کی طرف پھر بھی ہمارا ہی مطلب ثابت ہے۔ قولہ ۔ پس اگر آپ کو ان عیسےٰ لم یمت الٰہ کی تاویل ذیل منظور اور پسند ہے کہ حضرت عیسےٰ سولی سے نہیں مرے جو ملعون ٹھہرتے۔ بلکہ مرفوع الدرجات ہوئے اور بروزی طور پر قبل قیامت کے مبعوث ہونے والے ہیں آخر تک فبہا ہم کو یہ تاویل کب مضر ہے ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ کے آیت کے معنے مزعوم آپ کیونکر کر سکتے ہیں۔ اقول جب مطابق کتاب اللہ کے ان عیسےٰ لم یمت الٰہ حدیث بھی حیات مسیح پر شاہد ہے تو پھر ہم کو کون چیز باعث ہے تاویل یا یوں کہو تحریف مذکور پر اور آیت لیؤمنن بہ قبل موتہ کے انشائیہ یا خبریہ ہونے کو اس تاویل میں کیا دخل ہے فیتامل (ورنہ خلاف قواعد مسلمہ نحویہ الخ) یہ عبارت بالکل لغو اور غلط ہے لانتفاء الاستلزام المزعوم فتدبر۔ بہر حال دو بلاؤں میں سے آپ ایک بلا میں تو ضرور بمتلا ہونگے یا تو علماء کرام کی مجلس میں حاضر ہو کر (والمطلوب لایکون ماضیا ولاحالا خبرا مستقبلا) کا مطلب پوچھ لیں اور یا تفسیر نویسی اور لاف زنی سے توبہ کریں۔

شعر

وفی کفتے میزا ننالک اسوۃ　　　ومن خلاقلت ممن لایعقل

اذا رجحت احدھما طاش اختہا　　　وانت لما فیہا تمیل وتسفل

قولہ صفحہ کا حاصل۔ علماء اہل اسلام نے مرزا صاحب کے بارہ میں جو کچھ فتوے دیا ہے یہ علامت ہے مماثلہ تامہ کی مابین مرزا صاحب اور مسیح اسرائیلی کی۔ اقول صرف ایک ہی وجہ کو بیان فرما کر آپ مماثلہ تامہ کس طرح ثابت کر سکتے ہو۔ آپ بقیہ وجوہات

مماثلہ تامہ کیوں نہیں بیان فرماتے۔ یوں کہنا چاہیئے (۱) تکفیر و تکذیب علماء اسلام کی۔ (۲) وصف حلم میں اس حد تک ہونا کہ گھر بیٹھے علماء کو موٹی قلم سے لکھنا اے بد ذات فرقہ مولویاں، (۳) اپنے مماثل یعنی مسیح اسرائیلی کو مکار و فریبی اور زناکار اور کسبی عورتوں کی اولاد میں سے کہنا دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صے (۴) فقر و فاقہ و زہد میں یہ کمال کہ بغیر مشک و عنبر و یاقوتیں و پلاؤ و زردا قورمہ کے نصیب نہیں۔ اسی طور اعلےٰ درجہ کے زیورات و لباس گھر میں کبھی مستعمل ہو رہے ہیں (۵) ترک دنیا کا یہ حال کہ طرح طرح کے حیلوں سے چندہ جمع کرانا (۶) بجائے وصف خانہ بدوشی مسیح اسرائیلی کے گھر سے قدم باہر نہ رکھنا (۷) بجائے تجرید کے کئی نکاح کرنے یہاں تک کہ آسمانوں پر بھی آپ کے نکاح کی دہوم دھام ہوئی (۸) حقائق و معارف قرآن کریم میں یہ حال ہے جو آپ کے فاضل اجل کی تحریر سے ظاہر ہوتا جارہا ہے۔

اب ناظرین کو پہلی وجہ مماثلۃ تامہ کی طرف توجہ دلاتا ہوں یعنی علماء کی تکفیر و تکذیب سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح اسرائیلی کی طرح ان تیروں کا نشانہ ہیں۔ میں کہتا ہوں کیا ابن صیاد و مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہ وغیرہ مدعیان کذابین کو تکفیر و تکذیب نہیں کی گئی۔ تاریخ پر نظر ڈالو۔ لازمہ عام کو مماثلۃ تامہ کا معیار بنانا آپ جیسے حواریوں کا کام ہے۔ ہاں مگر آپ معذور ہیں (جس کا نمک کھائیے اُس کا گیت گائیے) **قولہ** صلا کے اخیر سے صلا کے اوّل تک کا حاصل:۔ ابن عباسؓ کے اثر میں اضطراب ہے۔ بدو وجہ (۱) جب حضرت عیسےٰ آسمان پر چڑھائے گئے تو پھر حواری کو بذریعہ صلیب کے قتل کروانے کی کیا ضرورت رہی (۲) چاہیئے تو یہ تھا کہ نہ حضرت عیسےٰ کو ضرر پہنچتا اور نہ اُن کے یاروں میں سے کسی کو۔ کیا ایسے ہی قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے کہ ایک مومن خالص جو خدا کے دوست کا متبع ہو وہ بذریعہ صلیب قتل کروا کر ملعون ٹھہرایا جاوے۔ **اقول** بجواب سے پہلے اضطراب کے گذارش ہے۔ کہ آپ نے پوری نقل کیوں نہیں کی۔ تاکہ ہماری طرف

سے اثر ابن عباسؓ پر امروہی کے جاہلانہ اعتراضات اور گستاخی ۱۲ منہ

سے ابن عباسؓ کی جانب سے امروہی کو جواب ۱۲ منہ۔

التجاہی نہ رہتی۔ تفسیر کبیر سے آپ شک واضطراب کو نقل فرماتے ہیں، مگر جواب کے وقت ذہل سے کام لیتے ہیں۔ اسی اضطراب کو امام رازی اس عبارت سے بیان فرماتے ہیں۔
والاشکال الثالث انہ تعالیٰ کان قادرا علی تخلیصہ من اولئک الاعداء بان یرفعہ الی السمآء فما الفائدۃ فی القاء شبہہ علی غیرہ وھل فیہ الا القاء مسکین فی القتل من غیر فائدۃ الیہ تفسیر کبیر۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بذریعہ جبرئیل علیہ السلام یا خود ہی حضرت عیسیٰ کے کمانات ؟ کے مطابق بلا واسطہ القاء شبہ کے اُن کو بچا لیتا تو یہ معجزہ حد ایجاز تک پہنچ جاتا جس سے ایمان بالغیب جاتا رہتا یعنی ان کو مجبوری ایمان لانا پڑتا جبکہ کھلا کھلا نشان دیکھ لیتے۔ رہا یہ کہ القاء شبہ امکان وقوعی بھی رکھتا ہے یا نہیں اور برتقدیر وقوع منافی ہے حکمت الٰہیہ کو یا نہ۔ سو معروض ہے کہ تعینات و تشکلات جو عارض ہیں حقیقت جامعہ کو بمنزلہ لباسوں کے ہوتے ہیں وہی حقیقت ایک لباس کو اُتار کر دوسرے کو پہن سکتی ہے بحول اللہ وقوتہ۔ اس کی تشریح شیخ عبدالوہاب شعرانی کی بعض تصانیف اور ایسے ہی فتوحات وغیرہ سے بخوبی معلوم ہو سکتی ہے۔ قطب العالم سلطان المتقین وبرہان العشوقین حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ آپ کے ایک خادم بارگاہ کو جب ہندو نے ایک ہندو کے مکان میں جس میں لغرض ملاقات محبوبہ جا گھسا تھا) اس کے پکڑنے کا ارادہ کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اندر میں اس محبوبہ کا شوہر ہے وہ شاد ہے نہیں۔ بعد اس کے ایک روز قطب العالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کو فرمایا کہ فلانے میں تمہارے لئے کب تک فلاں ہندو بنوں گا میرے سفید بالوں سے حیا کر۔ الغرض ایک شکل کا متشکل باشکال مختلفہ ہو جانا یا ایک ہی شخص کا ایک وقت میں متعدد مکانوں میں موجود ہونا نہ صرف امکان ہی رکھتا ہے بلکہ واقعات مشہودہ میں سے ہے۔ معہذا منافی حکمت الٰہیہ کے بھی نہیں۔ کیونکہ ایسے موقعہ میں جبکہ اعداء اپنے ذہن میں بھی خیال کر بیٹھے ہوں۔ کہ گویا ہم کامیاب ہو گئے یعنے مدعا ہمارا قریب بحصول ہے اب کوئی مانع فی مابین نہیں تو اچانک ہی مدعا کا ہاتھ سے چلا جانا کس قدر موجب رسوائی وذلت وندامت کا ہوتا ہے

خصوصاً جبکہ ساتھ اس ناکامیابی کے دھوکہ بھی کھا بیٹھے ہوں کیونکہ اس صورت میں علاوہ ناکامیابی کے سفاہت اور جہالت کا تمغہ بھی ملتا ہے۔ باقی رہا ایک مومن بے گناہ کا قتل ہونا سو یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں۔ قدیم سے اہلِ حق اولیاء کے دوست بھی جن کا مقدر میں ہی حصہ ہوتا ہے شہادت پا کر جنت کو سدھارتے جا رہے ہیں۔ للہ در حق کہ جنگ احد یا بدر یا خیبر وغیرہ میں اپنے عدیم النظیر دوست صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شان عالی سے اشعار ذیل کچھ پتہ دیتے ہیں بغیر اس کے کہ کوئی مومن بھی متبع قتل کیا جاوے فتح عطا فرما دیتا۔ مگر ان غزوات میں کئی مومن دم شہید ہوئے۔ اشعار یہ ہیں :—

فهو الذي تم معناه وصورته	ثم اصطفاه حبيباً بارئ النسم
منزه عن شريك في محاسنه	فجوهر الحسن فيه غير منقسم
دع ما ادعته النصارى في نبيهم	واحكم بما شئت مدحاً فيه واحتكم
فانسب الى ذاته ما شئت من شرف	وانسب الى قدره ما شئت من عظم
فان فضل رسول الله ليس له	حد فيعرب عنه ناطق بفم
فمبلغ العلم فيه انه بشر	وانه خير خلق الله كلهم
وكل آيٍ اتى الرسل الكرام بها	فانما اتصلت من نوره بهم
اكرم بخلق نبيٍ زانه خلق	بالحسن مشتمل بالبشر متسم
كالزهر في ترف والبدر في شرف	والبحر في كرم والدهر في همم

اور قتل بذریعہ صلیب بھی مثل سائر اسباب قتل کے مومن بے گناہ کے لئے موجب قرب وعزت ہے خدا کے ہاں۔ اس کا موجب لعنت ہونا صرف مجرم ہی کے لئے ہے۔ دیکھو آیت ۲۲۔ و ۲۳۔ کتاب استثناء میں۔ قادیانی مشن میں مطلق قتل صلیبی کو خواہ

بے گناہ مومن کیلئے ہو موجب ملعونیت ٹھہراکر نتائج فاسدہ لا تعد و لا تحصے نکل رہے ہیں اسلام غریب کا خدا حافظ۔ دوسرے اضطراب کا تحقیقی جواب تو پہلے ہی جواب سے سمجھ لینا چاہیئے صرف الزامی طور پر معروض ہے کہ چاہیئے تو یہ تھا کہ حضرت عیسےٰ کو بحسب وعدہ الٰہیہ کے کوئی ضرر نہ پہنچتا کہ پہلے سے تو دلاسا کا سلوک ہو چکا تھا۔ اور امتنانا واذ کففت بنی اسرائیل عنک بھی فرمایا گیا تھا یہ کیسے مدد الٰہی پہنچی کہ ایک پیارے دوست کو صلیب پر چڑھا کر ملعونیت کو باکثر الاجزاء ثابت کر دیا۔ صرف سر موئے سے بھی کم فرق رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ صلیبی قتل ملعونیت کا معیار جو ٹھہرے کمی بیشی اسکے مطابق معیار کے ہونی چاہیئے۔ کیا اسی پر امتنانا یہ بھی فرمایا گیا۔ ومکروا ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین۔ کیا ایسے قادر مطلق کو حامی و ناصر کہا جاتا ہے۔ کہ جو کسی ایسے دوست قدیم کو سولی سے قریب بقتل کراوے۔ بلکہ مسیح کے صلیب پر چڑھانے سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہودی خیر الماکرین تھے کہ ان کی تدبیر حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور اس کے خدا دونوں پر غالب رہی۔ ناظرین رسالہ کے لئے ایک ضروری التماس ہے کہ وقت پڑھنے ہمارے رسالہ کے امروہی کے شمس کا نسخہ کو بھی پاس رکھیں۔ مگر خبردار ایسی تحریف کو قیمتاً نہ لیویں۔ اُلٹا فما ربحت تجارۃ والا النقصان نہ ہو۔ ہم بھی چھپوا کر مفت شائع کریں گے۔ حسبۃ للّٰہ وکفی باللّٰہ شہیدا۔ مسلمان بھائیو! جو کچھ جواب ترکی بہ ترکی لکھا جاتا ہے۔ بمقابلہ اُن کے اُن بے تہذیبوں کے ہے جو علماء کرام کے حق میں انہوں نے عرصہ سے شائع کرا دی ہیں۔ ورنہ ہمارے لوگ اس طریق کو بالکل ناخوش رکھتے ہیں مگر کیا کیا جاوے۔ سُنتے سُنتے جی جل رہا ہے۔ اگر صرف دُشنام بازی پر ہی صبر فرماتے تو بھی ہرگز بالمقابل کچھ نہ کہا جاتا۔ لیکن کتاب اللّٰہ اور احادیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی تحریف کا صدمہ نہیں اُٹھایا جاتا۔ ہاں اگر عوام کالانعام ان پر اعتبار کر کے دھوکا نہ کھاتے تو بھی

لہ ہمارے رسالہ میں مضامین لاف آموز نفرت و شعار کثر امروہی صاحب کے عنایت کئے ہوئے ہیں ان پر بالمقابل بعد اظہار جہالت ان کے ورد کئے جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

کچھ ضرورت نہ تھی۔ مگر سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ آنسو ٹپکتے ہوئے رونی شکلیں
بنائی ہوئی مسجدوں میں جب تبلیغی اُصول سناتے ہیں اور علاوہ بریں حسن اخلاق و معاملات و
خطبات میں جس کو ترک الدین للدنیا کہئے یا ترک الدنیا و اشاعۃ تحریف کتاب اللہ و سنت
رسولہ سمجھئے) تو جھٹ بے تمیز لوگ دام میں پھنس جاتے ہیں۔ مثلاً جب کہتے ہیں۔ کہ بھلا
مومنو بڑا غضب ہے۔ کہ ہمارے مولانا و بالفضل اولینا پیارے حبیب فخر الاولین
والآخرین کو تو ۶۳ سال عمر شریف ملے اور مسیح اسرائیلی کو دو ہزار سال اور ابھی معلوم نہیں
کہ کب تک زندہ رہے۔ کاش! ہم محمدیوں کو بڑا افسوس ہے۔ اور مارے اس تمنا کے کہ
(معاملہ بالعکس ہوتا کلیجے پھٹ رہے ہیں ہمارا ایمان اور اخلاص یہ تقسیم کب گوارا کر سکتا ہے تو
سُننے والے بودے اُن کو کامل محب خیال کرتے ہیں۔ ناظرین آپ صرف اتنا ہی خیال رکھیں
کہ درازی عمر کی اور ایسے ہی سکونت آسمانوں کی اور ایسے ہی بے پدر پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ
ہرگز موجب فضیلت کا اوپر افضل الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں اس کے
وجوہ مفصلہ فتوحات وغیرہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ ہمارا یہ کہنا کہ عیسٰی بن مریم کا بے پدر پیدا
ہونا ہے یا یہ کہنا مثلاً کہ اُن کی والدہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور وانّہ من بیعنہ
کا اُس نے شرف پایا ہے وغیرہ وغیرہ یہ اس لئے نہیں کہ ہم کسی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے افضل یا محبوب تر خیال کرتے ہیں۔ یا انہیں امور کو باعث فضیلت کلیہ کا سمجھتے
ہیں۔ بلکہ محض خیال یہی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اسی طور پر فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کو مان کر ہم کو بھی فرمایا۔ کہ اسکے ساتھ ایمان لاؤ۔ اب ہم اگر یہ کہیں کہ ہم آپکے محب ہیں۔
ہم یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ مسیح اسرائیلی کی والدہ کا نام قرآن میں بڑے زور سے لیا جاوے
اور آپ کی والدہ ماجدہ کا کہیں خالی نام بھی نہ ہو تو اس خیال کا نتیجہ بجز کفر کے العیاذ باللہ
اور کیا ہوگا۔ مومن کو نہایت توجہ اس کی طرف ہونی چاہیئے کہ اللہ جل جلالہ اور رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں۔ اگر کتاب اللہ اور کتاب الرسول کی مراد سمجھنے میں بسبب
اختلاف محدث کے فتور ہو جاوے تو سلف صالحین کے اجماعی عقیدہ کو نہ چھوڑنا چاہیئے
دعا عینیہ البلاغ دیئے بھی لکھ چکا ہوں اب پھر یاد دلاتا ہوں کہ ہمارا ایمان ما ثبت

بکتاب اللہ و سنت رسولہ کے ساتھ ضروری ہے کیونکہ اسی کے ساتھ ہم مکلف کئے گئے ہیں جب
معلوم ہو کہ در صورت وقوع اختلاف کے خصوصیات موردنیں یا تعارض معلوم ہونے
کے بین الروایات ہمارا مومن بہ قطعی طور پر قدر مشترک اور صرف ماثبت بالنص ٹھہریگا اور
خصوصیات متعارضہ کا مفاد ہمارا مومن بہ علی سبیل القطعیت نہیں۔ ہاں بعد ملاحظہ ادلہ
ترجیح و تعادل کے ایک روایت کو من بین الروایات المختلفۃ علی سبیل الظنیۃ لے سکتے ہیں
مانحن فیہ میں کتاب اللہ سے صرف اتنا ہی یہود کی تردید میں ثابت ہوتا ہے کہ مسیح نہ صرف
یہ کہ مقتول ہی نہیں ہوا بلکہ علاوہ اسکے سولی بھی نہیں دیا گیا یہ مضمون ماقتلوہ اور ماصلبوہ
کے علیحدہ علیحدہ نازل ہونے سے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ حسب زعم مصلوب ہونے مسیح کے یہ کافی
تھا کہ وماقتلوہ بالصلیب یا وماتوفی او مافات بالصلیب اور اگر غرض یہود کی
اور ان کے نتیجہ نکالنے کی نفی منظور ہوتی تو وماکان لمسیح ملعونا او کفارۃ الی غیر
ذلک ہوتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی شخص تو سولی دیا گیا تھا کیونکہ اگر مطلق قتل و صلب
وقوع میں نہ آتے تو صرف وما قتلوا وما صلبوا بغیر ضمیر منصوب متصل کے چاہیئے تھا۔
ماقتلوہ وما صلبوہ مع الضمیر کہنے سے معلوم ہوا۔ جیسا کہ یہود کو انا قتلنا المسیح
عیسے ابن مریم رسول اللہ میں مفعول فعل یعنی مسیح کا قتل کرنا مطمح نظر اور مہتم
بالشان ہو رہا ہے۔ ایسا ہی اس کی تردید میں بھی ضمیر منصوب متصل جو راجع ہے مسیح کی
طرف اس سے قتل اور صلب کی نفی مقصود ہے۔ اب رہی تشریح اس کی کہ وہ مصلوب
اور مقتول کون تھا وغیرہ وغیرہ اس کی طرف کتاب اللہ کی بسبب اجنبی ہونے اس کے ماسیق
لاجلہ بکلام سے توجہ تو یہ نہیں۔ لہذا ہم بھی مکلف بالایمان علی سبیل القطعیت والخصوصیت
نہیں ہیں۔ گر کسی اثر وغیرہ سے ہم کو کچھ پتہ ملا تو ہم بخیال اس کے کہ عبداللہ بن عباس نے جس
کو افقہ الناس اور حبر ہذہ الامۃ کا لقب ہے اس اثر کو بلا نکار روایت فرمایا ہے اور
کوئی مضمون اس کا مذاد نص سے برخلاف بھی نہیں اس اثر کو مؤید ٹھہرا سکتے ہیں بخلاف
بیان یہود و نصاریٰ کے کہ وہ بیان اناجیل کا صریح ماصلبوہ کے اور ایسا ہی دوسری آیت
و اذ کففت الخ کے برخلاف ہے۔ باقی رہا مسیح کا بحفاظت اٹھایا جانا سو وہ نص قطعی اور

اجماع سے ثابت ہے۔ دیکھو تفسیر فتح البیان وغیرہ جو اسی رسالہ کے اول مفصل گذر چکا ہے
روایات متنوعہ فی نزول المسیح کی ہر ایک خصوصیت کو ہم قطعی خیال نہیں کرتے تاکہ
ہمارے پر ثبوت اس کا لازم ہو۔ ہماری غرض آیت کے قطعی مفاد اور روایات متعارضہ
کے مشترک قرار دادہ سے ہے۔ یعنی اسی مسیح اسرائیلی کا نزول نہ مثیل اس کے کا۔ اب
اگر تعارض فیما بین الخصوصیات کسی خصوصیت کو بالفرض ساقط بھی کرے تو ہمارا کیا نقصان
کیونکہ وہ امر مشترک تو ثابت ہے اور سب احادیث کو صرف اسی قدر مشترک میں تواتر
ہے۔ مع ہذا ہم کہتے ہیں کہ ان حدیث میں کوئی ایسا تعارض نہیں جس کو علامہ سیوطی وغیرہ
نے دفع نہ کیا ہو۔ چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے محل پر معلوم ہو جائیگا۔ **قولہ** [illegible] ثالثاً کلام
الٰہی جو اس قصہ مسیح کو تفصیلات بیان فرماتے ہیں اس کی نظم عبارت یہ ہے فلما احس عیسیٰ
منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ۔ اس آیت میں القاء شبیہ کا کہیں نام و نشان نہیں
کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال رجل منہم انا ابعثنی علیہ شبہی۔ **اقول** ایسا ہی سولی
چڑھانے کا بھی نام و نشان کہیں نہیں۔ کیونکہ یوں نہیں فرمایا گیا کہ قال لا تصلبوا بنفسہ
ایکم بصلیب مکانی پھر کیا وجہ ہے کہ جگہ قصہ شبہ کا ذکر نہ کرنا تو ابن عباس سے اثر کو
مصنوعی و جعلی بنادے اور سولی چڑھانے کا عدم ذکر قصہ صلیب کو جھوٹا نہ بنادے۔ رہا
ذکر نفی شبہ کا تو یہ نفی ثبات قدرت سے ہے سو اس کا ذکر اجمالی و لیکن شبہ لہم میں آگیا۔
قولہ [illegible] رابعاً حواریوں کا جواب بھی اس قصہ کی نفی کرتا ہے۔ اگر کاش! حواری لوگ
جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن مستعدون لالقاء شبہک علینا
لئلا نقتل بالصلیب و نحن نقتل عوضک کہہ دیتے تو بھی اس قصہ کی کچھ اصل
معلوم یا مفہوم ہو جاتی۔ پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس قصہ حضرت عیسیٰ کو آغاز سے
آخر تک بیان فرمایا اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں القاء شبہ کا کہیں پتہ اور نشان
نہیں بلکہ نفی القاء شبہ کی مدلول ہے۔ **اقول** حواریوں کا جواب بھی سولی پر چڑھانے کی
نفی کرتا ہے۔ کاش! اگر حواری لوگ جواب میں بجائے نحن انصار اللہ کے نحن

[illegible] اصح عبارت کی طرف اشارہ ہے یعنی مرزا صاحب نے اگر کاش کہا ہے اس جگہ کاش اگر چاہیئے ۱۲ منہ

مستعدون لكف اليهود عنك حين يريدون صلبك وليتصرن الله لذا قال الله يعيسى انى متوفيك من غير ان يأخذك اليهود فيصلبوك وايضاً بشرنا بقوله (وجاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة کہہ دیتے تو بھی اس واقعہ صلیبی کی کچھ اصل معلوم یا مفہوم ہو جاتی پھر کیا وجہ کہ اللہ تعالےٰ نے اس قصہ حضرت عیسےٰ کو آغاز سے آخر تک بیان فرمایا۔ اور وہ طرز بیان اختیار کیا جس میں واقع صلیبی کے وقوع کا کہیں پتہ و نشان نہیں بلکہ وما صلبوہ سے نفی صلیب پر چڑھانے کی ہوتی ہے واقعی تفسیر سنئیے (فلما احس عیسیٰ منهم الکفر) استشعر منهم التصميم على الكفر (قال من انصارى الى الله) قال مجاهد اى من يتبعنى الى الله والظاهر انه اراد من انصارى فى الدعوة الى الله كما كان النبى صلى الله عليه وسلم يقول فى مواسم الحج قبل ان يهاجر الامن رجل يؤوينى حتى ابلغ كلام ربى فان قريشاً قد منعونى ان ابلغ كلام ربى حتى وجد الانصار فآووه ونصروه وهكذا عيسىٰ بن مريم عليه السلام انتدب له طائفة من بنى اسرائيل فامنوا به وازروه ونصروه واتبعوا النور الذى نزل معه ولهذا قال الله تعالےٰ مخبراً عنهم (قال الحواريون نحن انصار الله امنا بالله واشهد بانا مسلمون ربنا امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاكتبنا مع الشاهدين) ابن کثیر مختصراً یہ ہی تفسیر مجاہد کی جو ابن عباس کا شاگرد ہے۔ جس نے تین مرتبہ قرآن مجید الحمد سے والناس تک ابن عباس سے پڑھا۔ اور ہر آیت میں نہایت غور و تحقیق فرماتے تھے۔ دیکھو مقدمہ تفسیر ابن کثیر۔ اس مقام میں صفحہ ۵۰ پر مرزا ہی صاحب نے وہی خیالات اپنے جو کئی دفعہ لکھ کر ان کی تردید کی گئی ہے عبارت عربی میں لکھے ہیں۔ جو بالکل برخلاف ہیں ابن عباس کی تفسیر سے اور علاوہ اس مخالفت کے آیات صریحہ بھی اس کی تکذیب بیان فرما رہے ہیں بعد اس کے لکھتے ہیں۔ الحاصل اس قصہ میں جو کچھ مفسرین نے بلا تحقیق و تنقیح تفاسیر میں لکھا ہے اس میں اس قدر مفاسد بھرے ہوئے ہیں اُن کے شمار کے لئے ایک بڑا دفتر درکار ہے

اقول مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے صحابہ سے باسنادِ صحیح لکھا ہے اور کوئی مضمون برخلاف آیات کریمہ کے نہیں بخلاف تمہارے مضامین کے جو آیات صریحہ کے برخلاف ہیں۔

"من جملہ ان مفاسد کے جو اثر ابن عباسؓ کے مضمون پر مرزا صاحب نے شمار کئے ہیں"۔ ایک یہ بھی لکھا ہے جس کو خاتمہ کرکے صفحہ ۱۹۰ کے اخیر میں کہتے ہیں۔ پس اگر حواریوں میں سے کوئی حواری صادق مقتول بالصلیب کیا جاتا تو وہ بھی ملعون قرار دیا جاتا الخ

اقول اس کا ملعون قرار دیا جانا صرف اگر بحسب زعم آپ کے اور یہود کے ہے۔ تو کچھ مضر نہیں۔ اور بحکم تورات اس مقتول صلیبی کا ملعون ہونا ثابت ہے جو مجرم ہو۔ اور یہ حواری چونکہ غیر مجرم تھا لہٰذا ملعون نہ ہوگا۔ اور (وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ) اس کا مقتضیٰ یہ نہیں کہ کوئی اہل حق متبعین عیسےٰ میں سے کفار کے ہاتھ سے مقتول نہ ہوگا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ اہل حق بہ حیثیت مجموعی غالب رہیں گے ورنہ آیت میں کذب آئے گا۔ کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کئی ایک مسیح کو بندہ و بندہ و رسول ماننے والے اس کو خدا سمجھنے والوں کے ہاتھ سے ذلیل ہو جاتے ہیں۔

قولہ ہاں ہم نے تسلیم کیا کہ ضمیر قبل موتہٖ کی حضرت عیسےٰ کی طرف ہے۔ **اقول** آپ کی یہ تسلیم از قبیل رخصت ہی ہے از بے چادری ہے کیونکہ تسلیم نہ کریں۔ حصہ دوم اعلام الناس کے صفحہ ۰ سطر ۱۰ میں آپ لکھ چکے ہیں۔ مگر دقت تو یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کا خدا یہ فرماتا ہے کہ ضمیر (قبل موتہٖ) کی اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ دیکھو ازالہ متعلق اس آیت کے۔ **قولہ** لیکن اس آیت سے پیشین گوئی ہونا سابق میں ہم باطل کر چکے ہیں۔ **اقول** ہم بھی اسی جگہ آپ کی جہالت اور ضلالت کا اظہار کر چکے ہیں۔ **قولہ** بلکہ مقصود اس آیت سے اثبات ایمان کا ہے۔ حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر۔

اقول۔ ناظرین ذرا اس مضمون میں غور کرنا کیا (وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہٖ قبل موتہٖ) سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اہل کتاب حضرت عیسےٰ کے مقتول بالصلیب ہونے پر ایمان لائیں کیا اللہ تعالیٰ نے پہلی کلام وما قتلوہ کو جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے مسیح کو قتل بالصلیب نہیں کیا بھول گیا۔ اب برخلاف

اس کے وان من اھل الکتاب الخ سے یہ قصد کرتا ہے کہ یہود ایمان لاویں۔ حضرت
عیسٰے کے مقتول بالصلیب ہونے کے ساتھ۔ ناظرین کیسی تحریف یا جہالت ہے۔ یہاں
پر امروہی صاحب اپنے مدعا کو بھی بھول گئے **قولہ** اور آئت جملہ انشائیہ ہے نہ خبریہ ھکذا
فی البیضاوی والکشاف **اقول** خدا کے بندے سُنا نہیں کہ جھوٹ بولنے سے ایمان کا
نقصان ہوتا ہے۔ بیضاوی اور کشاف نے لیؤمنن کو جواب قسم ٹھیرایا ہے جس سے مطلب یہ
ہے کہ لیؤمنن جملہ خبریہ مؤکدہ بالانشائیہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ہم مولانا عبدالحکیم حاشیہ
بیضاوی اور ایسا ہی شہاب حاشیہ بیضاوی سے نقل کر چکے ہیں۔ **قولہ** پس معنے آیت کے
یہ ہوئے۔ کہ تمام اہل کتاب یہود و نصارے مسیح کی موت صلیبی واقع ہونے میں شک اور
متردد چلے آتے ہیں۔ اور اس بارہ میں اپنے شک و متردد ہونے پر ان کو یقین اور ایمان
حاصل ہے۔ **اقول**۔ ناظرین خدارا انصاف (اُن کو یقین اور ایمان حاصل ہے) اس
ترجمہ کو کوئی طالب العلم انشا کہہ سکتا ہے۔ لیؤمنن کو بڑے دعوے اور شور سے
انشائیہ کہتے کہتے ترجمہ کے وقت خبریہ بنا دیا۔ دروغگو را حافظہ نباشد مثل مشہور ہے
ہم جاتے جاتے شاماں سے نگیں پڑیں **قولہ** اور حسن کا یہ قول واللہ انہ
لحی الان عند اللہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ حیات حضرت عیسٰے کی جسمانی نہیں
بلکہ حیات ان کی روحانی ہے۔ جو عند اللہ ہے۔ کیونکہ محاورہ قرآن مجید میں حیات
عند اللہ سے حیات روحانی ہی مراد ہوتی ہے۔ جو جسمانی حیات سے علاوہ ہے۔
کما قال اللہ تعالیٰ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء
عند ربھم دیکھو دونوں جگہ پر لفظ عند ربھم اور عند اللہ کا موجود ہے۔ **اقول** خدا
سے ڈرو حسن کا یہ قول واللہ انہ لحی الان عند اللہ اور دوسرا قول جو درمنثور
نے نقل کیا ہے قال الحسن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
للیھود ان عیسٰے لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ ان دونوں سے مراد
حیات جسمانی ہی ہے شاید آپ (لم یمت) کی یہ تاویل کرینگے کہ عیسٰے قتل صلیبی سے نہیں
مرا۔ مگر مشکل تو یہ ہوگا۔ کہ (وانہ راجع الیکم) پھر اسی عیسٰے کو دوبارہ دوسرا

ہے۔ رہا لفظ (عنداللہ) کا سو معنی اس کا یہ ہے۔ کہ عیسےٰ کی حیات جسمانی کو لوگ تو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر خدا پاک دیکھتا ہے کہ عیسےٰ آسمان پر زندہ ہے۔ چنانچہ (ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل آدم) کا یہی مطلب ہے کہ عیسےٰ کا بے پدر ہونا نصاریٰ کی دید و دانست سے تو باہر ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ کہ وہ آدم کی طرح لوگوں سے جداگانہ طور پر رب کے امر سے ہے۔ ایسا ہی جو لوگ کہ خدا کے راستہ میں مقتول ہو چکے ہیں اُن کی حیات کو بھی خدا ہی جانتا ہے۔ الغرض (عنداللہ) اور (عند ربہم) کا معنے صرف اتنا ہی ہے کہ یہ چیز خدا کے ہاں ہے بندوں کی دید یا دانست اُس کو محیط نہیں۔ رہا یہ امر کہ وہ کیا چیز ہے سو خصوصیت اس کی (عنداللہ) اور یا (عند ربہم) کے مفہوم سے باہر ہے اب اگر ایک جگہ وہ امر (بے پدری) کی وصف ہے تو یہ ضرور نہیں کہ جس جگہ (عند ربہم یا عنداللہ) ہوگا۔ اس کلام میں یہی وصف مراد ہوگی۔ دیکھو کہ (عند ربہم) بل احیاء عند ربہم میں اس پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ اُن شہداء میں وصف بے پدری کی موجود ہو۔ جیسا کہ (ان مثل عیسیٰ عنداللہ) میں ایسا ہی (احیاء عند ربہم) میں حیات روحانی کا مراد ہونا اس کی دلیل نہیں کہ (واللہ انہ لحی الآن عنداللہ) روحانی ہو اور کیسے ہو سکتی ہے کہ بعد سکے (راجع الیکم) واقعہ ہے اور نیز حیات روحانی مقربین کی کوئی جائے تعجب نہیں تا کہ اس پر قسم کھائی جاوے۔ تعجب تو یہی ہیں ہے کہ اتنی مدت تک انسان زندہ رہے اور (الآن) کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے حیات جسمانی پر یعنی جیسا کہ مسیح دنیا میں بحیات جسمانی زندہ تھا۔ اب بھی اسی طرح زندہ ہے۔ الغرض (راجع) کا لفظ اور (قسم) اور (الآن) سب قرائن ہیں حیات جسمانی پر اور آپ کی تاویل کا بطلان مفصل طور پر پہلے گذر چکا ہے **قولہ** اور جب کہ اس قول سے حیات جسمانی ثابت نہ ہوئی تو نزول مسیح بھی بروزی طور پر متعین رہا۔ **اقول**۔ جب کہ حسن کے قول سے بشہادت دوسرے قول اس کے کہ حیات جسمانی ثابت ہوئی تو نزول مسیح بھی جسمانی طور پر ہوگا۔ نزول بروزی کو حضرت محمد اکرم صاحب صابری اقتباس الانوار میں مخالف اجماع و احادیث متواترہ کی وجہ سے مردود کہتے ہیں۔ چنانچہ پہلے لکھ چکا ہوں **قولہ** ۔ اس اقوال میں لفظ (بعثہ) موجود ہے پھر نزول من السماء

بجسدہ العنصری کب ثابت وقائم رہا۔ اقول ناظرین کو معلوم ہو کہ یہ قول بھی حسن کا ہے۔ اور حسن سے کسی نے (وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ) دریافت کیا۔ بجواب اس کے حسن نے کہا (قبل موت عیسےٰ۔ ان اللہ رفع الیہ عیسےٰ وھو باعثہ قبل یوم القیامۃ مقاماً یؤمن بہ البر والفاجر) اور وہی صاحب اس میں اس طرح پر ٹال مٹول کر کے عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ اس قول میں (باعثہ) کا لفظ موجود ہے جو دلالت کرتا ہے (احیاء بعد الموت پر پھر نزول من السماء بجسدہ العنصری) جو فرع ہے حیات کا کب ثابت وقائم رہا۔ جواب اس کی گذارش ہے کہ حسن کے اس قول سے بھی حیات مسیح ثابت ہے۔ کیونکہ حسن کا بھی مذہب یہی ٹھہرا کہ مسیح بحیات جسمانی زندہ ہے چنانچہ اوپر درّ منثور سے نقل کیا گیا۔ کہ قال الحسن قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم للیہود ان عیسےٰ لم یمت وانہ راجعٌ الیکم قبل یوم القیامۃ) اور نیز اس (باعثہ) والے قول میں (قبل موتہ) کی تفسیر (قبل موت عیسےٰ) حسن رحؒ سے موجود ہے۔ تو پھر بعد وجود ان قرائن کے کس احمق کو حسن رضؓ کے قول کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک فرمان کہ (عیسےٰ نہیں مرا اور وہ تمہاری طرف قیامت سے پہلے لوٹ آوے گا۔ صراحتہً دلالت نہیں کرتا حیات جسمانی پر یا (قبل موت عیسےٰ) کی تفسیر سے ظاہر نہیں کہ عیسےٰ ابھی نہیں مرا۔ اس قدر دھوکا بازی خصوصاً قرآن اور حدیث میں مسلمان کے شان سے بعید ہے۔ رہا لفظ بعث کا سو وہ ارسال کے معنے میں بھی بکثرت مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے افراد میں سے ایک نزول بھی ہے وفی حدیث علی یصفہ صلی اللہ علیہ وسلم بعیثک نعمۃ ای مبعوثک الذی بعثتہ الی الخلق ای ارسلتہ وھو فی عمرو بن سعید یبعث المبعوث ای یرسل الجیش ح ثم یبعث اللہ ملکا۔ فیبعث اللہ عیسےٰ ای ینزلہ من السماء حاکماً بشرعنا۔ مجمع البحار مختصراً۔ اے خدا کے بندے صاف یوں کیوں نہیں کہہ دیتے۔ کہ بیشک حسن رضؓ کا اور حدیث صحیحہ متواترہ اور اقوال ائمہ وتابعین و تبع تابعین وکل علماء اسلام کا مطلب یہی حیات جسمانی ہے۔ مگر ہم اُس کو

بعید از عقل خیال کر کے تسلیم نہیں کرتے سادہ لوحوں کو دھوکا کس لئے دیتے ہو وجہ اس کی
بغیر اس کے اور کچھ نہیں تاکہ لوگ (بخیال اس کے کہ یہ مرزا و مرزائی سب اہل اسلام سے الگ
ہیں) چھوڑ نہ جاویں۔ **قولہ** ۸۵۔ اگر کہا جاوے کہ تمہاری تاویل ان اقوال میں توجیہ
القول بما لا یرضے بہ قائلہ کی مصداق ہے۔ پس ایسی تاویل کیونکر قبول کی جا سکتی
ہے۔ **اقول** ناظرین آئی وہی بات سامنے یعنی امروہی صاحب خود بھی جانتے ہیں
کہ بے شک ہم برخلاف غرض قائل کے ہانکے جا رہے ہیں یعنے احادیث و آثار میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین وغیرہم نے جن معنوں کو لیا ہے ان کے
برخلاف ہم اور معانی لیتے ہیں۔ **قولہ** تو گذارش یہ ہے کہ اگر آپ ان اقوال مردودہ کی یہ
تاویل تسلیم نہیں کرتے تو چونکہ یہ اقوال دلائل قطعیہ مذکورہ کے معارض ہیں لہٰذا محض
باطل ہیں۔ پس ہم ان کے نہ تسلیم کرنے میں مجبور ہیں **اقول** کیوں حضرات ناظرین اب تو امروہی
صاحب دل کی بتلا رہے ہیں۔ ارے تمہارا ستیاناس پہلے سے ہی اس عقیدہ کو ظاہر
کر دیتے سب احادیث و اقوال ائمہ وغیرہم کی تحریف کیوں کی۔ ہمارے وقت کا نقصان
تمہارے ایمان کا زیان۔ مرزائیوں کی عقل حیران **قولہ** خصوصاً جبکہ اسی لفظ نزول کی جگہ
پر لفظ بعث و نیز لفظ خروج بھی وارد ہے۔ **اقول** بعث کا استعمال نزول میں تو اوپر
ثابت ہو چکا ہے۔ خروج کا استعمال بھی نزول من السماء میں آگیا ہے دیکھو حدیث شریف
(یخرج من صنفہ النھران) وبہ خروج النیل والفرات من اصل السدرہ ان ینزلا
من اسماء مجمع البحار **قولہ** ۸۶۔ اور خود بھی یہ اقوال باہم متعارض ہیں۔ دیکھو اسی مقام
پر اول میں لکھا ہوا ہے۔ قال ابن جریر اختلف اہل التاویل فی معنی ذالک
پھر اسی کی چند سطروں کے بعد اپنے معنے کی تائید میں تحریر کیا گیا و ہذا القول ہو
الحق کما سنبینہ بدلیل قاطع اب ناظرین سے انصاف طلب ہے کہ جب
مفسرین کسی آیت کی تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر کیا اپنے معنے کو قطعی الثبوت کہہ
سکتا ہے یا جو معنی کسی آیت کی دلیل قاطع سے ثابت ہوں ان معنی کی نسبت یہ کہہ سکتے
ہیں کہ اختلف اہل التاویل فی معنے ذالک **اقول** جب مفسرین کسی آیت کی

تفسیر میں مختلف ہوں تو دوسرا مفسر بعد ظہور دلیل قطعی کے اپنے معنے کو قطعی الثبوت کہہ سکتا ہے۔ یا جو معنی کسی آیت کے دلیل قاطع سے ثابت ہوں اُن کے معنے کی نسبت قبل از ظہور دلیل قطعی کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اختلف اھل التاویل فی معنی ذلک **قولہ** مثلاً دیکھو اسی آیت مانحن فیہ میں اللہ تعالیٰ قول یہود کو جو بزعم خود انہوں نے محقق قرار دے کر قول کیا تھا۔ کہ انا قتلنا المسیح اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اختلاف کو ثابت کر کر کیا کہ وان الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ **اقول** یہود کا قبل از ظہور دلیل قطعی عین وقت اختلاف کے یہ کہنا کہ مسیح کی مقتولیت ہم کو محقق ہو چکی ہے۔ کاذب اور مردود ہے بالفرض اگر واقعہ قتل مسیح بذریعہ صلیب واقعی ہوتا اور کسی کو یہود میں سے بدلائل قطعیہ اس کا ثبوت مل جاتا تو انا قتلنا بھی بولنا صحیح ہو جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اختلاف فی تفسیر معنے ایۃ وان من اھل الکتاب الخ کو اختلاف یہود پر قیاس کرنا بالکل لغو اور قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ یہاں پر تو جس کو یہود نے محقق کہا ہے اس پر کوئی دلیل قطعی نہیں نہ فی الواقع اور نہ یہود کے نزدیک بلکہ اسکے نقیض کے ثبوت پر دلیل قطعی موجود ہے۔ وما قتلوہ وما صلبوہ بخلاف ہ ہذا القول ھو الحق کے کہ اس میں قائل کے نزدیک دلیل قاطع موجود ہے **قولہ** بہر حال دلیل قاطع آپکی طرف سے جب بیان کی جاوے گی۔ تب ہماری طرف سے بھی اُس پر نظر کی جاویگی۔ **اقول** دلیل قاطع تو بیان کی گئی کہ لانہ المقصود من سیاق الایۃ فی تقریر بطلان ما ادعتہ الیھود من قتل عیسےٰ علیہ السلام وصلبہ والتاویل الاخر ھو بیان الواقع لا تعلق لہ بالمقام **قولہ** بالفعل اسی سوال کا جواب دیجیا وے۔ کہ نون التاکید لا یوکد مطلوبا فالمطلوب لا یکون ماضیا ولا حالا ولا خبرا مستقبلا **اقول** جواب اس کا تو پہلے بخوبی ہو چکا ہے۔ ہاں اس عبارت کا کھا نا جس سے آپ نے لغزش کھائی ہے ظہور میں بمحضر علماء کرام ہو سکتا ہے تاکہ آیندہ تحریف کتاب و سنت سے باز آئیں۔ **قولہ** اسی لئے بیضاوی و کشاف وغیرہ نے جملہ لیؤمنن بہ قبل موتہ کو جملہ انشائیہ لکھا ہے **اقول** لعنت اللہ علی الکاذبین

خالی نہیں کیونکہ استبعاد عقلی کو استحالہ عقلی سمجھ کر نصوص بلیغہ کا انکار مثل سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا الخ اور ما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ و سائر آیات بینات کر دیتے ہیں۔ **قولہ** صـ۹ اس قول میں بھی مثل سابق کے کلام ہے۔ **اقول** ہماری جناب سے بھی مثل سابق ہی کے سلام ہے **قولہ** صـ۹ اور نیز اس عبارت میں یہ جملہ کہ فیقتل مسیح الضلالۃ قابل غور ہے **اقول** جناب عالی حسب ارشاد غور تو کریں گے۔ مگر آخر میں وہی آش در کاسہ نظر آرہی ہے۔ **قولہ** کیونکر مؤلف صاحب اور ان کے ہم مشرب دجال کے شخص واحد قرار دینے میں بڑا زور لگاتے **اقول** کیوں نہ لگائیں آخر امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون اور الا انی اوتیت القران ومثلہ معہ کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مع صحابہ کرام ابن صیاد کے دجال ہونیکے بارہ میں کچھ عرصہ مترددرہے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال شریف اور صحابہ کرام کے فہم مبارک میں دجال شخص معین ہی تھا۔ تو پھر مؤلف مع اپنے ہم مشربوں یعنی کل اہل اسلام کے کیوں نہ زور لگائیں **قولہ** اگر ہم تسلیم بھی کرلیں۔ کہ دجال شخص واحد ہی ہے۔ لیکن اُس کی جماعت اور ذریات کا کثیر ہونا منافی اُس کی وحدت شخصی تو نہیں۔ **اقول** ہم کب کہتے ہیں کہ منافی ہے ہم تو صرف اتنا معروض کرتے ہیں۔ کہ وہ شخص واحد جس کو آپ نے تسلیم کر لیا ہے ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ **قولہ** کہ کثیر ہونا اُس کا اس عبارت سے بھی ثابت ہے **اقول** عبارت تو یہ ہے (فیقتل مسیح الضلالۃ) یعنی مسیح ابن مریم بعد النزول گمراہوں کے مسیح کو جو عبارت ہے دجال سے) قتل کریگا اس عبارت سے تو کثیر ہونا اس مسیح الضلالۃ کا یعنی دجال ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابعین کو جو گمراہ ہونگے کثیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اس دجال کے تابعین بہت لوگ ہونگے۔ الغرض دجال واحد شخص ہی رہا اور تابعین اُس کے بہت ہونے سو اس کے ہم بھی قائل ہیں۔ میں نے پہلے ہی گذارش کر دی تھی کہ حسب ارشاد (مسیح الضلالۃ) میں غور تو کریں گے۔ مگر آخیر میں وہی آش در کاسہ ہو گی۔ آگے چلیئے۔ **قولہ** صـ۹

من ۱۳ سے تیرہ صفحہ تک بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور ثمنہ سے نصف رنے کا مراد ہونا
بشہادت تفسیر و اقوال تابعین کے اقول یہ سب واہیات ہیں کیونکہ قرآن کریم میں تو مفسرین
نے ضالین سے مراد نصاریٰ لی۔ مگر اس سے یہ تو نہیں لازم آتا کہ اضلال یا ضلالت گمراہ
ہونا جہاں میں خبر نصاریٰ کے دوسروں کو نہ ہاجوے۔ بحسب حدیث شریف
(لن تضلوا بعدی ما تمسکتم بامرین کتاب اللہ و سنت رسولہ) کے تم میں
سے اگر کوئی شخص تمسک بالکتاب والسنۃ کو ترک کردے۔ تو ضال اور گمراہ ہوگا
بلکہ (حدیث مسلمہ) کی تفسیر تو بشہادت باقی الفاظ حدیث کے صاف ظاہر ہے (وانہ
سأصفہ لکم صفۃ لم یصفہا ایاہ نبی قبلی انہ یبدء فیقول انا نبی فلا نبی بعدی
ثم یثنی فیقول انا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتوا وانہ اعور وان ربکم عز وجل
لیس باعور وانہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہ کل مومن کاتب وغیر کاتب
بعد ایسے تصریحات کے جو احادیث میں آچکی ہیں پھر (مسیح نصاریٰ) سے مراد نصاریٰ کے
پادری کیسے ہوسکتے ہیں۔ قولہ ص اور جملہ (یکسر الصلیب) بھی اسی پر دال ہے
کیونکہ اس جملہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں صلیب
پرستی کا غلبہ ہوگا۔ جس کو مسیح موعود توڑے گا۔ لیکن درصورت ہونے دجال کے
یہود میں سے یکسر الصلیب کیونکر صادق آسکتا ہے۔ اقول مسیح موعود کے زمانہ میں
بحسب قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہتیرے فتنوں کا ہونا ثابت ہے منجملہ ان کے
صلیب پرستی بھی ہوگی اور سارے فتنوں کو ایک ملت اسلام ہی کردیگا۔ اس پر (وتکون
الملل کلہا ملۃ واحدۃ) شاہد ہے۔ یکسر الصلیب کی تصریح بہ نسبت مسیح ابن مریم
کے ہے یعنی اس امر کا ظاہر مقصود ہے کہ جو لوگ مسیح کو معبود اور واقعہ صلیبی کو صحیح مان کر
صلیب پرستی کرتے ہیں ان کو مسیح ہی بذات خود درست کریگا۔ اور دجال کا یہود سے
ہونا اس کا مقتضے نہیں کہ غیر دین یہودیت کے کوئی دین نہ رہے۔ الغرض دجال معہود کا
ظہور اس امر کا مقتضی ہے کہ تینوں فرقے ایسے خوارق دیکھ کر اس کی الوہیت کے
معتقد ہوجاویں۔ اب آپ فرماویں کہ مرزا جی نے آج تک کونسی صلیب توڑی یا

کتنے پادریوں نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی۔ بلکہ ان کا مالیخولیا تو موجب اصرار علی النصرانیۃ کا ہوا ہے
قولہ ص۲۰۶ علاوہ یہ کہ فرقہ یہود توحسب پیشین گوئی مسلمہ فریقین کے جو کتاب و سنت
میں مذکور ہے۔ قیامت تک ذلیل وخوار رہیں گے۔ پھر دجال صاحب شوکت و اقبال
یہود میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ **اقول** یہود کا ذلیل وخوار ہونا جو کتاب و سنت میں
مذکور ہے اُسکے ظہور کے اسباب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دجال تھوڑے روز تک
کر دفر خدائی دعوی کر کر مسیح بن مریم کے ہاتھ سے مقتول ہوگا اس کا چند روزہ شان و
شوکت کتاب و سنت کی پیشین گوئی کو مضر نہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ
میری امت میں سے ایک جماعت حق پر ہوگی اور غالب رہے گی قیامت تک اس کا یہ معنی
نہیں کہ کوئی بالمقابل ان کے سر نہ اُٹھائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ بعد تقابل کے غلبہ اہل حق
ہی کو ہوگا۔ ایسا ہی دجال بھی مسیح بن مریم کے ہاتھ سے ہلاک ہوگا۔ جس سے اس کے تابعین
کو بڑی ذلت ہوگی **قولہ ص۲۰۶** اور یضع الجزیہ کی یہ تفسیر کہ لایقبل الا الاسلام او السیف
مخالف ہے نصوص قطعیہ قرآنیہ کے کما قال اللہ تعالیٰ لا اکراہ فی الدین ایضاً
قال اللہ تعالیٰ لا ینہاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم
یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین
ایضاً قال تعالیٰ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید و ھم صاغرون و غیر
ذالک من الایات الکثیرۃ **اقول** جزیہ کا حکم کوئی استمراری نہیں۔ بلکہ یہ
حکم نزول عیسیٰ کے ماقبل تک محدود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت بیان
فرمادیا۔ کہ عیسےٰ جزیہ اُٹھا دے گا۔ پس اس وقت جزیہ کا قبول نہ کیا جانا ہمارے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہے۔ کما فی النووی شرح صحیح مسلم۔ رہا یہ کہ حکمت اس
میں کیا ہے۔ ابوالحسن علی شرح بخاری میں کہتے ہیں۔ کہ اس وقت ہم نے جزیہ اس لئے
قبول کیا ہے کہ ہم مال کے محتاج ہیں۔ اور نزول عیسےٰ کے وقت احتیاج نہ رہیگی
اور شیخ ولی الدین عراقی نے نہ قبول کرنے جزیہ کے وجہ اس طرح پہ بیان فرمائی ہے۔ کہ
اس وقت یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں سے جزیہ اس لئے قبول کیا گیا ہے کہ ان کے ہاتھوں ٹینا ثا ثبت

دانیل کے ہونے اور اُن کے زعم میں شرع قدیم کے ساتھ متمسک ہونے کا شبہ ہے۔ پس جس وقت کہ عیسےٰ علیہ السلام اُترے گا اس وقت حصول معائنہ سے یہ شبہ دور ہو جائیگا۔ اور ان کی حالت بُت پرستوں کی طرح ہو جائیگی اور انہیں کی طرح اُن کیساتھ معاملہ بھی کیا جاویگا اور بجز اسلام کے ان سے کوئی شئے قبول نہ کی جائیگی۔ اور حکم کا زوال اُسکی علت کے زوال سے ہوتا ہے۔ قولہ ص۸۰ اور نیز مخالف ہے تمہارے مسلمات کے دیکھو ص۳۲ س۷ قیل یارسول اللہ وما یرخص الفرس قال لا یرکب لحرب ابداً اور دیکھو ص۳۲ س۹ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ دونکم و ان یخرج ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسہ معنی حجیج کے باتفاق لغت حجت سے غالب آنا خصم پر ہے۔ ان جملوں سے معلوم ہوا کہ مقابلہ دجال کا مسیح سے بحجت ہوگا۔ کہ اُس کے شبہات و شکوک کو مسیح موعود حجت با ہرہ سے نیست و نابود کرے گا نہ بجنگ و جدال۔

اقول نزول مسیح کے وقت جنگ و جدال دجال سے ہوگا اور ایسا ہی کسی غیر ملت اسلام والے سے بغیر اسلام کے کچھ نہ قبول کیا جائے گا۔ الا الاسلام او السیف دیکھو شمس الہدایت کا ص۳۱ س۹ وینطلق ھاربا فیقول عیسےٰ ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بہا فیدرکہ عند باب الشرقی فیقتلہ و یھزم اللہ الیھود الخ بعد اس کے اُس وقت ایک کلمہ ہو جائے گا۔ اور بغیر حق سبحانہ و تعالےٰ کے کسی کی عبادت نہ کی جائے گی۔ اس وقت جنگ و جدال موقوف ہو جائیں گے اور گھوڑوں پر لڑائی کے لئے سواری ترک کردی جاوے گی دیکھو ص۳۲ س۱ شمس الہدایت و تکون الکلمۃ واحدۃ فلا یعبد الا اللہ و تضع الحرب اوزارھا الی قال لا یرکب لحرب ابداً الغرض احادیث نزول مسیح و خروج دجال میں صرف ایک ہی حالت اور وقت کا ذکر نہیں۔ ابتدائی حالت میں کچھ اور ہی دکھلائی دیگا۔ اور انتہا و وسط میں کچھ اور ہی رنگ ہوگا قبل النزول آسمان سے بارش کا نہ ہونا اور پھر بعد النزول حبکہ وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ کا ظہور ہوگا۔ اُس وقت تکون الارض لھا نور الفضۃ وتنبت نباتہا کعہد آدم نظر آئے گا۔ مختلف واقعات کے چونکہ اوقات بھی مختلف ہونگے۔ لہٰذا

احادیث کے مضامین میں کوئی تعارض و تمانع نہیں الا امروہی صاحب کو اضطراب کے
پہاڑ نظر آرہے ہیں۔ پنجاب میں مثل مشہور ہے۔ دل حرامزادہ بہانوں کے ڈھیر۔ دل میں چونکہ
مرزاجی کو مسیح موعود بنانے کی سخت لوگی ہوئی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جس کا کھائیے اُس کا گیت
گائیے۔ لہٰذا احادیث صحیحہ متواترہ کو جو اس مطلب عظیم الشان کے لئے سخت مانع اور سدِ راہ
نظر آرہے ہیں کاٹنا شروع کیا۔ کسی جگہ کا جملہ لے کر بغیر اس کے کہ اول آخر کو سوچیں
دوسرے جملہ سے متعارض ٹھہرا کر اُردو خوانوں بیچاروں کو دہوکہ دیتے ہیں۔ خدا حافظ ہو۔
مجمع البحار کی عبارت مسطورہ ذیل کو غور فرمائیے جس میں آپ کے دہوکے اور فریب کا
جواب موجود ہے۔ ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجہ ای محاجہ و مغالبہ باظہار
الحجۃ علیہ والحجۃ الدلیل والبرھان حاججتہ حجاجاً و محاجۃ فانا محاج
و حجیجہ دونکم اشارۃ الی انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کاف فیہ غیر
محتاج الی معاونۃ من امتہ فان قیل اولیس قد ثبت فی الصحیح انہ
یخرج بعد خروج المہدی وان عیسیٰ یقتلہ وغیرھا من الوقائع الدالۃ
علی انہ لا یخرج فی زمنہ قلت ھو توریۃ للتخویف لیلجئوا الی اللّٰہ من
شرہ و بیانہا قتلہ او یرید عدم علمہ بوقت خروجہ کما انہ لا
یدری متی الساعۃ ۔ مجمع البحار۔ قلت ھو توریۃ کے جواب سے معلوم ہوا
کہ فانا حجیجہ فرمانا باوجود اس کے قاتل اس کا مسیح ابن مریم ہے۔ (چنانچہ انہیں احادیث میں
مذکور ہے) توریہ کے طریق پر ہے۔ اور نیز ممکن ہے کہ قبل از قتل دجال کو برہان و
دلیل توحید سے مغلوب و ذلیل کیا جاوے۔ اور جب باوجود مغلوبیت کے اپنے دعوے
سے باز نہ ہو تو قتل کیا جائے۔ الحاصل غلبہ باظہار الحجۃ جنگ و جدال کو منافی نہیں۔
قولہ دن^ ایضاً دیکھو ص ۲۷ س ۳ فاذا راٰہ عدو اللّٰہ ذاب کما یذوب
الملح فی الماء فلو ترکہ لذاب حتی یہلک اس کا مفہوم یہی ہے کہ دجال حضرت
ثابت سے اس کا بطلان ہووے گا۔ اقول اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ دجال ہلاک
نہ ہوگا۔ چنانچہ اس پر دال ہے کلمہ ولو (فلو ترکہ لذاب) میں واقعہ ہے کیونکہ دجال

کرتا ہے اتفاق دونوں پر بہ سبب اتفاق ترک کے اور اتفاق ترک کی صورت یہ ہوگی۔ کہ
ینطلق ھاربا فیقول عیسیٰ ان لی فیک ضربۃ لن تسبقنی بھا فیدرکہ
عند باب لد الشرقی فیقتلہ و یھزم اللہ الیھود ۔ شمس الہدایت ص۳۰
امروہی صاحب کو ملکہ زور کر گیا ہے ایک ٹکڑی حدیث کی من گھڑت علم لدنی سے شرح
کر دیتے ہیں مگر جب آنکھ کھلتی ہے تو اسی حدیث کی دوسری ٹکڑی اس شرح کو مردود کر
دیتی ہے سبحان اللہ مسیح اور حواری اس لیاقت کے مالک غیبہ بظہر الحجۃ پائیں گے۔
قولہ ص۸۱ ایضاً دیکھو ص۲۴ س۳ لا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات اس جملہ
کا مفہوم بھی یہی ہے کہ مسیح موعود کے کلمات حجت آیات سے اس کے مخالف ہلاک
ہووینگے۔ پھر فرمائیے کہ اندریں صورت جنگ وجدال سننے کی کیا ضرورت باقی
رہے گی۔ اقول الامات بمعنے قرب الی الموت کے ہے ہمیں حتی یدرکہ بباب
لد فیقتلہ پہلے کافر مسیح کے دم کی ہوا سے قریب الی الموت ہوگا۔ بعد اسکے جس کے مقدر
میں قتل ہوگی وہ قتل کیا جائے گا۔ جیسا کہ دجال پگھلنے کے قریب ہوگا۔ وہ بھاگے گا اور
عیسیٰ علیہ السلام کہیگا کہ مقدر میں میری ضرب کا واقع ہونا تیرے پر ہے بغیر اسکے تو میرے سے آگے بڑھ
نہیں سکتا۔ دیکھو شمس الہدایت ص۲۱ س۹ الحاصل باوجہ مہلک ہونے دم عیسوی کے کفار کے
حق میں جن کا مقدر میں اس کے ہاتھ سے مقتول ہونا ہے وہ بہر کیف ہونگے۔ رہا یہ کہ پھر
قتل کی کیا حاجت رہی۔ سو یہ اللہ جل شانہٗ سے پوچھنا چاہئیے یا مسیح ابن مریم سے ہم کو ایمان
بما جاء بہ الرسول علیہ السلام ضروری ہے ان لمیات تک ہم نہیں پہنچے۔ امروہی صاحب
کا یہ سوال بڑا لاحل ہے جس کو ہم ایسے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ تمام اہل فہم بھی بلکہ ناخواندہ
بھی اس کے جواب پر قادر ہو جائے۔ گویا امروہی صاحب پوچھتے ہیں۔ کہ معرکہ جنگ میں زید کے
ہاتھ میں بندوق وتیر وتلوار سب کچھ موجود تھا۔ تو پھر اس کو تلوار سے مارنے کی کیا ضرورت
تھی دور سے ہی بندوق یا تیر سے مار دیتا۔ جواب مقدر میں جس کا قتل ہونا تلوار
سے ہے وہ اسی سے قتل ہوگا۔ اور جس کا بندوق یا تیر سے وہ انہیں سے
مقتول ہوگا۔ پھر یہ لاحاصل شبہ خدا کی طرف عائد ہوگا۔ کہ مقدر میں یہ

تخصیص کیوں ہوئی۔ جواب ملیگا کہ جیسا ظہور میں ہوا اُسی طرح علم بھی ہوتا ہے کہ علم تابع
معلوم کے ہو کرتا ہے۔ مگر پھر بھی امید نہیں کہ امروہی صاحب بس کریں کیونکہ علم کا
ماشاءاللہ بڑا زور ہے۔ احادیث نبویہ کی اصلاح یا کمی بیشی ہو رہی ہے۔ اے بندے خدا کے
بندے بات تو وہی ہے جس کا پہلے اقرار کر چکے ہو۔ نہ توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ
پھر خلاف مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیوں ہانکے جارہے ہو۔
قولہ ۸۱ ایضاً دیکھو ص۳۴ س۷ اذا اوحی اللہ عزوجل الی عیسٰے انی قد اخرجت
عبادا لی لا ید ان لاحد بقتالھم ایضاً دیکھو ص۳۵ س۸ و یبعث اللہ فی ایام
یاجوج وماجوج فیھلکھم اللہ تعالیٰ ببرکتہ دعائہ اس سے ثابت ہوا
کہ ہلاکت یاجوج ماجوج کی مسیح موعود کی برکات ادعیہ سے ہوگی نہ حرب وجہاد سے
اقول یہ تو باحادیث متواترہ جن میں علامات وخصوصیات مسیح موعود کے مذکور ہیں)
ثابت ہوگیا کہ بغیر اس نبی مریم کے بیٹے کی کوئی اور شخص مسیح موعود نہیں تو یاجوج ماجوج کا بغیر
مقاتلہ اسکی دعا سے ہلاک ہونا ہم کو کیا ضرر۔ ورآپ کو کیا فائدہ دیتا ہے اور بالخصوص یاجوج
ماجوج کا دعا سے ہلاک ہونا دلیل ہے اس پر کہ باقی مخالفین حرب وقتل سے ہلاک ہونگے ورنہ
خصوصیت یاجوج ماجوج کی دعا کے ساتھ بے وجہ اور لغو ہو جاتی ہے اور نیز اجتماع دعا وجنگ
ظاہری کا اُن کی ہلاکت کے لئے مستبعد نہیں **قولہ** ص۸۱ ضمیر انہ کا مرجع جو اس قول ابن
عباسؓ میں نزول عیسیٰ قرار دیا گیا ہے وہ مبنی ہے صرف اس خیال غلط پر کہ حضرت عیسٰے
آسمان پر سے بجسدہ العنصری نازل ہوں گے **اقول** ع ہموں نقش درون بیروں برآمد۔
اس عبارت سے امروہی صاحب کا اقرار پایا گیا (۱) کہ ابن عباسؓ کا مذہب بھی نزول عیسیٰ
بجسدہ العنصری ہے (۲) دوسرا یہ کہ ابن عباسؓ کا یہ خیال غلط ہے۔
ناظرین کو پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام وائمہ
عظام ومحدثین وفقہاء وکل اُمت مرحومہ اسی رفع اور نزول بجسدہ العنصری کے قائل
ہیں یعنی اُسی مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کے نہ مثیل اُس کے۔ اب امروہی صاحب
کے نزدیک ان سب کا خیال غلط ہوا۔ یہ وہ ابن عباسؓ ہے جس کو قال ابن عباس

منو فيك مميتك) کے وقت افقه الناس اور حبر هذه الامة کا لقب دیا جاتا تھا۔
ایہا الناظرین یہ فرقہ منبروں پر کھڑے ہوکر آنسو ٹپکاتے ہوئے شعر ذیل بیت

زعشاق قرآن وپیغمبریم ٭ بدین آمدیم وبدین بگذریم

پڑھا کرتے تھے۔ تاڑنے والے تو تاڑ چکے تھے کہ مخالف حال کہہ رہے ہیں کیونکہ لسان حال
کا وظیفہ تو یہ تھا۔ بیت:۔ زنساخ قرآن وپیغمبریم ٭ بدین آمدیم وبدین بگذریم
قولہ ص۱۸ ورنہ سابق میں کسی جگہ یہ مرجع نہ حکماً مذکور ہے اور نہ حقیقۃً۔ اقول سابق
میں عیسےٰ مذکور ہے قال اللہ تعالیٰ ولما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومك منه
یصدون ٥ وقالوا ءالهتنا خیر ام هو ط ما ضربوه لك الا جدلا ط بل هم
قوم خصمون ٥ ان هو الا عبد انعمنا علیه وجعلناه مثلا لبنی اسرائیل ٥
ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکة فی الارض یخلفون ٥ وانه لعلم للساعة
امرهو. ان هو جعلناه۔ یہ سب ضمائر عیسےٰ کی طرف راجع ہیں۔ وانہ
لعلم للساعۃ میں مرجع عیسےٰ ہی ہے مگر من حیث النزول کما فی
الجلالین وانه ای عیسے لعلم للساعة ای تعلم بنزوله ٭ جلالین
اور یہی مراد ابن عباس کی نزول عیسےٰ سے ای عیسےٰ من حیث النزول۔
قولہ ص۱۸ علاوہ یہ کہ نزول عیسےٰ سے قیامت کا علم حاصل ہو جانا نصوص قطعیہ
کے مخالف ہے۔ کیونکہ قبل قیامت کے تو علم قیامت کا کسی کو دیا ہی نہیں گیا۔
سوائے اللہ تعالےٰ کے کما قال اللہ تعالیٰ الیه یرد علم الساعة ایضاً وعنده
علم الساعة ایضاً لا تاتیکم الا بغتةً اور غیر ذالک من الآیات الکثیرة
اقول نزول عیسےٰ سے مثل سائر علامات قیامت کے علم تقرب قیامت حاصل
ہو جائیگا نہ علم خاص دن قیامت کا جو مخصوص باللہ ہے فی خمس لا یعلمهن
الا اللہ اسی لئے اس جگہ لعلم للساعة باظہار لرابطہ بین العلم والساعة
فرمایا اور علم مخصوص میں الیه یرد علم الساعة - وعنده علم الساعة بغیر
فاصل کے۔ تاکہ حذف رابطہ علم الساعۃ میں کمال اتصال پر دلالت کرے یعنی علم

خاص اُسی دن کا کہ فلاں وقت میں ہوگی یہ مخصوص بالباری ہے اور علم للساعۃ میں
لام کو درمیان علم اور ساعت کے فاصل لانے سے یہ مطلب ہے کہ عیسیٰ من حیث
النزول علم زمان قریب بقیامت کا پتہ دے گا۔ نہ خاص اُسی دن کا۔ امروہی صاحب
کے اجتہاد کے مطابق جتنے اشراط الساعۃ صحاح ستہ میں مذکور ہیں یہ سب نصوص
قطعیہ کے برخلاف ہونگے۔ افسوس کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اور سائر مفسرین
و محدثین کے وقت امروہی صاحب اگر موجود ہوتے تو اس مخالفت کا پتہ دید یتے وہ
لوگ کل بے خبر ہی چلے گئے۔ قولہ اور پھر کیسی بے معنی بات ہے کہ نزول عیسےٰ تو مثلاً دو
ہزار برس کے بعد ہو۔ اور قبل از دو ہزار برس کے حاضرین سے خطاب کیا جاوے۔ کہ
فلا تمترن بہا یعنی دلیل تو دو ہزار برس کے بعد بجاوے گی اور مدلول کو تم اسی وقت
تسلیم کر لو اور کچھ شک و شبہ مت کرو۔ اقول پھر کیسی پُر معنے بات ہے کیونکہ مومنین کی
وصف یؤمنون بالغیب بیان کی گئی ہے۔ یعنے بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور بعد معائنہ
تو ایمان مقبول ہی نہیں ہوتا۔ لہٰذا قبل از وقوع قیامت مکلف ہیں۔ کہ قیامت
کے ساتھ بن دیکھے ایمان لاؤ۔ ہاں بعض علامات جن کا ظہور قریب قیامت کے
ہوگا۔ وہ ہم بیان کر دیتے ہیں۔ خصوصاً وہ علامت جو بنی اسرائیل کے لئے نمونہ قدرت
کر کر دکھلائی گئی تھی۔ کما قال عزمن قائل وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل
کیا ہم نے عیسےٰ کو نمونہ قدرت اپنی کا (بن باپ کے پیدا کیا) بنی اسرائیل کے لئے
تو ایسی علامت جو من حیث البدء والظہور بنی اسرائیل کے یقین اور دفع امتراء
کے لئے دلیل ٹہرائی گئی ہے۔ وہی من حیث النزول اس کی شایان اور استحقاق رکھتی ہے
کہ تم بھی وقوع قیامت میں شک نہ کرو۔ الحاصل ایمان مخاطبین کا مدار گو کہ صرف اتنے
ہی امر پر ہے کہ قرآن کریم کو کلام الٰہی اور حق سبحانہ وتعالیٰ کو صادق مانیں مگر بحسب
معتاد بین الناس اثناء گفتگو میں علامات قریبہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ امر جو
ابعد عن الذہن ہے قریب بذہن اور متمکن فی الذہن ہو جاوے۔ امروہی صاحب کے
نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا علامات قیامت کو اتنے عرصہ پہلے قیامت

سے بیان فرمانا عیاذاً باللہ بڑی بے معنے بات ہے چہ ربط عقل و دانش بباید گریست۔
قولہ ص۸۲ اور اگر کہا جاوے کہ بعض قرأت میں علم للساعۃ بھی بفتح لام آیا ہے جس
کے معنے یہ ہوئے کہ قیامت کی علامت میں سے نزول عیسےٰ ایک علامت ہے
تو کہیں گے ہم کہ نزول عیسےٰ بجسدہ العنصری تب مانا جاوے گا جبکہ صعود ان کا بجسدہ
العنصری ثابت کیا جاوے۔ وھو کما ترے ما ثبت الی الان۔ اقول۔ اے
خدا کے بندے یہ جب اور تب کیا؟ ناظرین خدارا انصاف۔ جب مرزا صاحب
انہ لعلم للساعۃ کی قرأۃ کے مطابق نزول عیسےٰ کو قیامت کے علامات سے مان چکے
تو ضرور ہے کہ بموجب اس آیت کے صعود بجسدہ العنصری کو ماننا پڑیگا۔ کیونکہ نزول بجسدہ
العنصری فرع ہے صعود بجسدہ العنصری کی۔ نفس بعد تسلیم اس قرأت کے جب اور تب
باطل بے محل اور لغو ہے۔ ہاں سرے سے یوں کہہ دیتا کہ ہم اس قرأت کو نہیں مانتے
قولہ ص۸۲ یہاں سے ناظرین صفحہ ۸۳ تک اقول تردید اس کی پہلے ہو چکی ہے۔
قولہ ص۸۳ اس جگہ پر مخالفین یہ شبہ پیش کرتے ہیں کہ "امام بخاری نے باب ذکر الانبیاء
میں نزول عیسےٰ کو بیان کیا ہے پس نزول سے وہی عیسیٰ مراد ہیں۔ جو بنی اسرائیلی نبی تھے" الخ
تو جواب اس کا اول یہ ہے کہ مؤلف کا یہ کہنا کہ ذکر الانبیاء میں کسی اور ولی یا
محدث یا امام کا ذکر ہی نہیں سرتاپا غلط ہے۔ کیونکہ اسی کتاب میں حضرت یوسف
کے بھائیوں کا بھی ذکر ہے جن کی نبوت میں اختلاف ہے۔ اسی کتاب الانبیاء میں
جیسے مومن آل فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھا۔ حضرت خضر کا بھی ذکر ہے جو
بقول صحیح نبی نہیں تھے اور امرأۃ فرعون کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھیں۔ حضرت
عیسےٰ کے حواریوں کا بھی ذکر ہے جو نبی نہیں تھے۔ حضرت مریم کا بھی ذکر ہے جو نبی
نہیں تھی وغیرہ وغیرہ۔ اقول۔ مخالفین نے کب کہا ہے کہ کتاب الانبیاء میں غیر انبیاء کا
ذکر نہیں کیا۔ ان کو اس خبر واقعی امر کے کہنے کی حاجت ہی کیا ہے۔ خدا کے بندے
کسی جگہ تو تو ان کی غرض سمجھ کر ہاتھ شروع کیا ہوتا۔ ان کا مطلب تو یہ ہے کہ کتاب الانبیاء
میں جن جن انبیاء کا ذکر ہے صلوات اللہ علیہم اجمعین علیحدہ ان اور معنون ہیں

خارج وصح قنیبات از درمنثور۔ احمد بیہقی۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن کثیر۔ سعید بن منصور۔
ترمذی وحسنه عن محمد بن یوسف بن عبد الله بن سلام عن
ابیه عن جده قال مکتوب فی التوراة صفته محمد و عیسی بن مریم
یدفن معه و قال ابو مودود وقد بقی فی البیت موضع قبر۔ درمنثور۔
ص۲۴۵ عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه
وسلم ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث
خمساً و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری ای فی
مقبرتی و عبر عنه بالقبر لقرب قبره بقبره فکانما فی قبر واحد۔ مرقاۃ)
فاقوم انا وعیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر۔ رواه ابن جوزی
فی کتاب الوفاء۔ مشکوٰۃ۔ روی اسحٰق بن بشر و ابن عساکر عن ابن عباس
قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فعند ذلک ینزل اخی عیسی بن
مریم من السماء۔ حدیث۔ زریب بن برثملا وصی عیسیٰ نے جواب تک کوہ حلوان
میں زندہ موجود ہیں۔ نضلہ بن معاویہ کو آسمان سے اترنے عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی یہ
حدیث شمس الہدایت میں موجود ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ نے
جلد اول میں اس کے اسناد کو کشفی طور پر صحیح کہا ہے۔ و ازالۃ الخفاء میں بھی مکاشفات
امیرالمومنین عمر بن الخطاب میں موجود ہے۔ ترجمہ اس کا ناظرین کے فائدہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔

بروایت ابن عباس مروی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سعد بن ابی وقاص کو جو قادسیہ میں
حاکم تھے لکھا کہ نضلہ بن معاویہ انصاری کو حلوان عراق کی طرف روانہ کرو۔ تا
کہ اطراف سے اموال غنیمت حاصل کریں۔ چنانچہ سعد نے نضلہ کو تین سو سوار دے کر
بھیجا یہاں تک کہ حلوان عراق میں آگئے اور اس کی اطرافیں لوٹ لیں۔ بہت سی
غنیمت اور قیدی لا رہے تھے کہ ان کو عصر کے وقت نے تنگی کی۔ اور قریب تھا کہ
آفتاب غروب ہو جاوے۔ اس وقت نضلہ نے قیدیوں اور غنیمت کو کوہ حلوان
کی ایک طرف پناہ دی۔ اور کھڑے ہو کر اذان کہنی شروع کی۔ جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا

تو ناگہاں ایک جواب دینے والے نے پہاڑ میں سے اجابت کے ساتھ کہا کہ اے نضلہ تو نے خداوند
بزرگ کی طرف نسبت کبریا اور بڑائی کی کی ہے۔ پھر نضلہ نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ
تو مجیب نے جواب دیا کہ اے نضلہ یہ کلمہ توحید اور اخلاص کا ہے۔ پھر نضلہ نے کہا
اشہد ان محمداً رسول اللہ تو مجیب نے کہا کہ یہ وہی ہے کہ جس کی بشارت ہم کو
عیسےٰ ابن مریم نے دی ہے اور جس کی امت کے سر پر قیامت قائم ہوگی۔ پھر نضلہ
نے کہا حی علی الصلوٰۃ تو مجیب نے کہا اُس کے لئے خوشی ہے جو نماز کی طرف قدم
اُٹھائے اور اس پر مواظبت کرے۔ پھر نضلہ نے کہا حی علی الفلاح تو مجیب نے کہا اس
کے لئے نجات اور فلاح ہے جو اس کی اجابت کرے پھر نضلہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ تو مجیب نے جواب دیا کلمہ اخلاص اچھی طرح کہا۔ اللہ نے تیرے جسم کو آگ پر حرام کر دیا۔ پس جبکہ
نضلہ اذان کہنے سے فارغ ہوگیا۔ تو سب لوگ کھڑے ہوکر کہنے لگے خدا تجھ پر رحم کرے تو کون
ہے۔ کیا فرشتہ ہے یا جن یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے تو ہم نے اپنی آواز سنائی
ہے پس ہم کو اپنی صورت بھی دکھا۔ کیونکہ یہ لشکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عمر ابن
الخطاب کا بھیجا ہوا ہے۔ پس اُسی وقت چکی کے پاٹ کی طرح اُس شخص کا سر پہاڑ کے
شگاف سے ظاہر ہوگیا جس کے سر اور ریش کے بال سفید اور اس پر پشم کے دو پرانے کپڑے
تھے اور اُس نے ہم کو خطاب کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور ہم نے اُس کا جواب
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہکر پوچھا خدا تجھ پر رحم کرے تو کون ہے اُس نے جواب دیا کہ میں زریب بن
برثملا خدا کے عبد صالح عیسےٰ بن مریم کا وصی ہوں اس نے مجھے اس پہاڑ میں ساکن کیا ہے اور آسمان
سے نزول کے وقت تک طول البقا کی دعا میرے لئے کی ہے۔ پس میری طرف سے عمرؓ کو سلام کہنا
اور کہو کہ اے عمرؓ سنوار اور قریب ہوجا کیونکہ امر معہود نزدیک ہوگیا ہے اور ان سب خصائل
کی اطلاع دینے کے لئے امر کیا (جو اس حدیث میں مذکور ہیں) بعد اس کے غائب ہوگیا اور
وہ اس کو نہ دیکھ سکے۔ پھر نضلہ نے یہ سارا واقعہ سعد بن ابی وقاص کی طرف لکھا۔ اور اُس نے
عمرؓ کی طرف لکھا اور حضرت عمرؓ نے بجواب اسکے سعد کو لکھا کہ تو اپنے ساتھ کے مہاجرین اور
انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر جا اور اگر زریب بن برثملا سے ملے تو میری طرف سے

اس کو سلام کہہ دے۔ چنانچہ سعد نے حکم کے مطابق چار ہزار مہاجرین اور انصار کی معیت میں اُس پہاڑ پر گیا اور چالیس دن تک وہاں نماز کی ندا کرتا رہا۔ لیکن اُن کو کوئی جواب یا خطاب نہ سُنائی دیا۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ ابن عباسؓ کی اس حدیث نے کئی امور سے اطلاع دیدی (۱) اوّل وصی عیسیٰ کا اسقدر زمانہ دراز تک بغیر کھانے و پینے کے زندہ رہنا (۲) دوم عیسیٰ صلوات اللہ علیہ کے نزول کی بشارت دینا (۳) حضرت عمرؓ کے علاوہ چار ہزار صحابہ مہاجرین و انصار کا عیسیٰ نبی اللہ کے نزول کے ساتھ ایمان رکھنا حتےٰ کہ نضلہ اور تین سو سوار کی روائیت وصی عیسیٰ کو تسلیم کر کے اپنا سلام وصی عیسیٰ کی طرف بھیجنا۔ ان احادیث سے صاف طور پر واضح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور کل امت مرحومہ اُسی عیسیٰ بن مریم اسرائیلی کے نزول سے خبر دے رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابن عباسؓ (متوفیک و رافعک الی) میں تقدیم و تاخیر کہتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ما جعل اللہ من بحیرۃ میں اذ قال اللہ کو بمعنے یقول کے کہتے ہیں اور اذ کو صلہ یعنی زائد ٹھہراتے ہیں گویا صاف اپنے مذہب کو بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس کی حدیث (فاقول کما قال العبد الصالح) سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ عبد صالح یعنے عیسیٰ بن مریم کا جواب پہلے ہو چکا ہے اور فلما توفیتنی اُسے خبر دیتا ہے کہ مسیح مر چکا بلکہ واذ قال اللہ میں قال بمعنی یقول کے ہے اور یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا جس کا ثمرہ یہ ہوا کہ فلما توفیتنی موت بعد النزول سے خبر دے رہا ہے تفصیل اس آیت کی بمعہ متوفیک کے پہلے گذر چکی ہے یہاں پر صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ امام بخاری کا مذہب بھی کل امت مرحومہ کی طرح نزول اسی مسیح اسرائیلی کا ہے چنانچہ امام بخاری اپنی تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں اور ذکر کیا اُس کو علامہ سیوطی نے درمنثور میں اخرج البخاری فی تاریخہ والطبرانی عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصاحبیہ فیکون قبرہ رابعاً۔ اب ناظرین کو امید ہے کہ دو امر محقق ہو چکے ہونگے (۱) ایک تو یہ کہ قادیانی و امروہی نے آنحضرت صلعم اور صحابہ اور ائمہ اور محدثین و فقہاء پر افترا باندھا (۲) دوسرا یہ کہ چونکہ نصوص بینہ قرآنیہ نزول مسیح اسرائیلی کے بزعم ان کے اجازت نہیں دیتے تو جن لوگوں نے احادیث نزول سے

دوسرے اعتراض کا جواب

مسیح کے نزول کے زمانہ میں اہل کتاب میں سے کوئی جہاد سے اور کوئی ایک مسیح کی دعا سے اور کوئی وبا سے بحالت کفر مرجائیں گے۔ اور کوئی ایک ایمان بالمسیح لائینگے یہانتک کہ کوئی ملت بغیر ملت اسلام کے باقی نہ رہے گی اب اگر کہا جاوے کل اہل کتاب نزول مسیح کے وقت ایمان بالمسیح لائینگے۔ تب تو یہ صحیح نہیں اور اگر کہا جاوے کل اہل کتاب قبل از موت مسیح ایمان بالمسیح لائیں گے تو یہ بالکل صحیح اور درست ہو سکتا ہے۔ اور آیت کا مفاد بھی یہی ہے نزول کیونکہ (و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته) نازل ہوا ہے نہ یہ کہ (و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به فی عین وقت النزول)

تیسرے اعتراض کا جواب

درصورت معدوم ہوجانے کفار کے فوقیت اور غلبہ متبعین کا جو مفاد ہے (و جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامة) کا باقوئے وجوہ متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ تحقق غلبہ کا اپنے کمال کو پہنچنا اسی طریق سے ہے کہ فریق مقابل اصلاً معدوم ہوجاوے چنانچہ (لیظهره علی الدین کله) کا تحقق یعنی دین محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا غالب ہونا خطۂ عرب میں اپنے کمال کو پہنچا کہ کوئی مخالف نہ رہا اور (واغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة) میں (الی یوم القیامة) تعبیر ہے طول زمان سے چنانچہ (ما دامت السموات والارض) میں مفسرین نے لکھا ہے قرینہ اسپر یہی احادیث صحیحہ ہیں۔

چوتھے اعتراض کا جواب

عیسٰے علیہ السلام کیساتھ اہل کتاب کا ایمان لانا درضمن ایمان بافضل الاولین والآخرین سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ہوگا۔ تخصیص بالمسیح کی وجہ سوق آیۃ سے ظاہر ہے جس نے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کی تصریح تخصیص بھی موجب ہو سکتی ہے یعنی اب تو ہو مسیح ابن مریم ؑ

بھی نہیں مانتے ورنہ ماسوائے صلیب پرستی و استحلال خنزیر کو عیسوی دین خیال کرتے ہیں
مگر بعد نزول مسیح کے آسمان سے سب اہل کتاب مسیح کو مان لیویں گے تو مسیح بذات خود
صلیب پرستی اور استحلال خنزیر کو موقوف کریگا اور ان کو من جملہ مفتریات فی الدین عیسوی سے
قرار دیگا۔ امروہی صاحب نے شاید یہ سمجھ لیا ہے کہ یہود اس وقت حضرت عیسٰے علیہ السلام
کے ساتھ ایمان لاویں گے۔ یہ نہیں خیال فرمایا کہ عیسٰے علیہ السلام تو خود ہی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے دین ہی کی اشاعت کریں گے۔

پانچویں اعتراض کا جواب

جناب من! جس قرآن شریف میں لتکونوا شہداء علی الناس لکھا ہوا ہے اسی میں فکیف
اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ھؤلاء شہیدا بھی موجود ہے جس
کا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کا نبی اُس پر شاہد بنایا جائے گا اور تجھ اے حبیب اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم اس اُمت پر گواہ کیا جاوے گا۔ ابن کثیر۔ فتح البیان۔ جلالین۔ الغرض
امت مرحومہ کی شہادت اور انبیاء کی شہادت باہم منافی نہیں۔ بعد اس کے امروہی صاحب
فرماتے ہیں۔ صفحہ ۵۵ کہ ہاں اگر آیت کے وہ معنی جو مختار ہمارے ہیں لئے جاویں
تو کوئی خرخشہ باقی نہیں رہتا۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسٰے کے
رفع سے لیکر خواہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یا آخر زمانہ تک بلکہ قیامت تک
کے اہل کتاب قتل صلیبی حضرت عیسٰے سے اپنے متردد اور شاک ہونے پر ایمان و یقین
رکھتے ہیں اور یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے حضرت عیسٰے کو مقتول بالصلیب کیا بسبب
اُن وجوہ قویہ کے جو سیاق آیت میں مذکور ہوئی ہیں اور یقین و اذعان تمام اہل کتاب کو
قبل موت عیسٰے بن مریم سے ہی ہے۔ پس دیکھو یہ معنے کیسے صاف اور صحیح بلا خرخشہ ہیں۔
اقول۔ یہ معنے کیسے بے ربط و خلاف محاورہ قرآن مجید و قرائن دالہ سے ہیں۔ نعوذ
باللہ من تحریف الجاہلین۔ **بیت**

ترا اژدہا گر بود یار غار ٭ ازاں بہ کہ جاہل بود غمگسار

(۱) اول تو اس معنی کی بنا واقعہ صلیبی پر ہے لہٰذا سارے وجوہ اس کے فساد کے جو
پہلے بیان کئے گئے ہیں اس کی طرف منسوب ہو سکتے ہیں۔
(۲) یہود کا متردد و مشکک ہونا مسیح کی مقتولیت کے بارہ میں آیت وما قتلوہ یقیناً
سے معلوم ہو چکا۔ اور یہود کی تکذیب و تردید (انا قتلنا المسیح) میں صرف
اسی تردد و شک کو دخل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ ہر ایک انسان کو اوصاف
النفسانیہ اپنے نفس کے ساتھ علم حضوری ہوا کرتا ہے۔ یعنی جس کو مثلاً زید قائم
کے مضمون میں شک ہے تو اس کے نزدیک قیام زید مشکوک ہو۔ اور وصف شک
معلوم بعلم حضوری ٹھہرتا۔ اور یہ سب محاورات مروجہ دنیا کے برخلاف ہے۔ کہ جب
کسی کا شک و متردد ہونا یا ظن کرنا یا وہم کرنا یا تخییل کرنا یا یقین کرنا کسی مضمون
میں بیان کیا جاوے۔ تو بعد اس کے یہ مضمون کہ وہ شخص اپنے شک یا ظن یا وہم یا
تخییل یا یقین کے ساتھ یقین رکھتا ہے، مؤکد بانواع تاکید بیان ہو یعنی جب یہود
مسیح کے قتل کے بارہ میں شک و متردد تھے تو پھر ان کو اپنے متردد ہونے بداہتہً معلوم ہے
پھر اس امر بدیہی الوجود والعلم کو اللہ تعالیٰ نے صرف تاکید نہیں دونوں تاکید والا قطعیہ اور
قسم سے موکد کر کے کس کا انکار توڑنے کے لئے ذکر فرمایا ہے (۳) حسب قاعدہ مرزا ہی
صاحب کہ (نون تاکید لیؤکد مقصود با) لیؤمنن میں ایمان یہود با شک و متردد
مطلوب خداوندی ہوگا۔ اس امر بدیہی الوجود کی طلب اور اہتمام کی حاجت ہی کیا تھی
(۴) اہل کتاب قیامت تک کا یقین کرنا یہ تردد مذکور بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ یہود
موجودہ زمانہ نبوت واقعہ صلیب بالفعل خلف کو اپنے متردد ہونے سے خبر دیتے گئے ہوں
ھلم جرا الی یوم القیامۃ اور باعث برین ضرورت کوئی امر معلوم نہیں ہوتا
بلکہ خبر نہ دینا ان کا بدلیل استصحاب حال قرین بقیاس معلوم ہوتا ہے (۵) بعض افراد
کو مسیح کے قتل صلیبی کے ساتھ یقین ہے بخلاف یہود کے کہ بمدلول قول اللہ تعالیٰ
وما قتلوہ یقیناً اور اسی پر مبنی ہے کفارہ کا مسئلہ اور مخفی طور پر لاش
کا نکالنا قبر سے تو پھر کل اہل کتاب کا ایمان بہ تردد مذکور کس طرح متصور

دفع کیا گیا پھر امروہی صاحب حسب ص۸۷ میں ابوہریرہ پر اعتراض یا فرماتے ہیں کہ استشہاد ابوہریرہ بآیۃ وان من
اہل الکتاب کے ساتھ بخیال مفسرین گروہ تو صحیح نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر حدیث نزول میں مسیح
موعود قادیانی کو لیا جاوے اور آیت کا اشارہ کسر صلیب کی طرف کیا جاوے تو البتہ استشہاد
درست ہو سکتا ہے گویا ابوہریرہؓ نے آیت کے مفہوم کو شاہد قرار دیا حدیث کے منطوق پر۔
اقول حاصل یہ ہوا کہ اگر ابوہریرہ اپنی مروی حدیث نزول سے ہمارے خیال کے مطابق غلام احمد
قادیانی لیویں تو استشہاد بہ آیت درست ہے والا نہ۔ ناظرین اس مالیخولیا کا علاج خود بنظر
غور و بنظر انصاف سے فرما سکتے ہیں۔ قولہ ص۸۸ سے ص۹۱ تک کا حاصل ابوہریرہ کی حدیث
رسول اللہ صلعم قال لیہلن عیسی بن مریم بفج الروحاء بالحج او العمرۃ او لیثنیھما جمیعا
امروہی صاحب فرماتے ہیں چونکہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں ہے ...
لہذا یہ حدیث اپنے ظاہری معنوں پر محمول نہیں ہو سکتی تاویلی معنی بہت صاف ہیں ...
سے مراد تبلیغ دعوت اسلام ہے اور پنجاب بلحاظ کثرت انہار پنج دریاؤں اور سرسبز ہونے کے
بالضرور فج روحا ہے گویا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ مکہ گاؤں قادیان کا پتہ دیا کر
اس کی مسجد اور قصبے کا ذکر ہوا اسی طرح پر اس کے ملک کا پتہ و نشان بھی دیا کہ وہ ایک فج روحا
ہے جو ملک پنجاب ہے۔ الغرض روحا جو عرب میں مدینہ طیبہ سے تخمیناً چالیس کوس کے فاصلہ پر ہے
اس حدیث میں وہ مراد نہیں بلکہ پنجاب سے فج روحا کیا اور کنایۃ تعبیر کی گئی فان الکنایۃ ابلغ
من الحقیقۃ والتصریح اقول ان تحریفات و خرافات کی تردید کی حاجت نہیں۔ وہ یہ جو کہا ہے
کہ روحا کسی ملک کا میقات نہیں لہذا اس سے اہلال یعنی احرام حج متصور نہیں ہو سکتا بالکل جہالت
ہے کیونکہ ذوالحلیفہ یا ذات عرق یا جحفہ یا قرن یا یلملم جو کتب احادیث میں مواقیت حج ہیں ان کے
میقات حج ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان مقامات پر احرام باندھتے ہیں اور بغیر احرام باندھنے کے گذرنا حرام ہے یہ نہیں
کہ ان سے پہلے احرام کا باندھنا حرام ہو لہذا مسیح کا احرام باندھنا فج روحا سے مخالف شرع محمدی نہ ہوئے
نہ ہوا تا کہ تاویل کی حاجت ہو۔ قولہ ص۹۲، ۹۳ کا حاصل امروہی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث
میں نزول سے مراد نزول بطور بروز کے ہے اور بروز کا مسئلہ فتوحات کے باب ۳۶۷ و ۳۶۸ سے
جو بیان عیسویین اور اقطاب عیسویین میں ہیں ثابت ہے اور قرآن مجید سے بھی کما قال اللہ تعالی

نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علی ان نبدل امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون۔
اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ بعد موت کے امثال موتی کے پیدا کرتا رہتا ہے اور
نیز متعدد آیات سورہ بقر میں اللہ تعالیٰ نے کفار یہود موجودین عہد آنحضرت صلعم کے مخاطب
فرمایا ہے۔ وہ مراد اس سے کفار یہود عہد موسیٰ ہیں اگر اول اند کر امثال ثانی اند کرکے نہیں تھے
تو پھر مضمون قرآنی سے طرز خطاب بے غرض ہو جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واذ قلتم یموسیٰ
لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ [illegible] واذ قلتم یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد الخ
واذ فرقنا بکم البحر وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی وغیرہ بکثرت قرآن مجید میں
ہر ایک [illegible] مثیل [illegible] فرمایا گیا ہے [illegible] تعالیٰ [illegible] اللہ [illegible] قوله تعالیٰ
[illegible] جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک [illegible] مثیل ہوا ہے [illegible] کی
[illegible] نیز حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل بھی موجود ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ
کو آنحضرت صلعم نے ایک حدیث میں [illegible] مثیل عیسیٰ قرار دیا ہے تو اس مجدد خیر القرون (قادیانی)
کو بوجود مشابہت تامہ کے مثیل مسیح کیوں نہ قرار دیا جاوے انتہی۔ اقول وباللہ استعین (۱)
اول بروز کے معنی ناظرین کی خدمت میں ہدیہ کرنا ضروری ہے بعد اسکے خود ہی انصاف فرماسکتے
ہیں اہل کمون و بروز کی اصطلاح میں بروز اس کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کامل کی روح دوسرے شخص
میں [illegible] بصفات خود ظہور کرے چنانچہ امام ربانی مجدد الف ثانی دوسری جلد مکتوب ۵۸ میں فرماتے
ہیں کہ "در بروز تعلق نفس ببدن از برائے حصول حیات نیست کہ این مستلزم تناسخ است بلکہ مقصود
ازین تعلق حصول کمالات است مر آن بدن را چنانکہ جنی بفرد انسانی تعلق پیدا کند و در شخص وی بروز
نماید و تناسخ [illegible] احوال بعبارت کمون و بروز ہم بیان می کنانید"۔ اس کے بعد فرماتے
ہیں "نیز در قول بنقل روح از قول بتناسخ ہم ساقط تر است زیرا کہ بعد از حصول کمال نقل ببدن
ثانی برائے چہ بود" پھر فرماتے ہیں "و نیز در تناسخ [illegible] بدن اول است واین بدن ثانی" پھر فرماتے
ہیں "افسوس این قسم بدلان خود را بمشیخی گرفتہ اند و مقتدائے اہل اسلام گشتہ فضلوا فاضلوا انتہی ملخصا۔
پس امام ربانی کے قول سے ظاہر ہے کہ معنی بروز بجز اسکے اور کوئی نہیں کہ ایک کامل کی روح دوسرے ناقص کے بدن میں
بروز ظہور کرے۔ اب عرض ہے کہ اگر احادیث نزول میں مراد نزول عیسیٰ سے نزول بروزی ہے غلام احمد

کے باب ۳۶ کا۔ اب مرزا صاحب سے دریافت فرماویں کہ کہاں ہے ذکر بروز کا اس
باب میں جس کا معنے بہ نقل عبارت حضرت مجدد صاحب رضی لکھ چکا ہوں۔ ہاں عیسوی المشرب
لوگوں کا ذکر ہے جن میں نزول عیسیٰ بمعنے بروز کے نہیں۔ بروز تو الگ رہا صرف عیسوی المشرب
کی علامات مذکورہ فی الباب قادیانی صاحب میں کہاں ہے البتہ بجائے کلمہ خیر کے زشتم بازی
میں اقوال مُہر ہیں۔ ۳۷ باب فتوحات کا حاصل عیسوی قطب جب چاہتا ہے کسی شخص
کو (جس کی استعداد کا علم اس کو بفضل الٰہی ہو جاتا ہے) اپنے احوال میں سے کچھ عنایت کرے
تو ان وجوہ مفصلہ ذیل سے دیتا ہے (۱) اُس کے ہاتھ ملانے سے (۲) معانقہ سے (۳) بوسہ
دینے سے (۴) کپڑا دینے سے (۵) یا اس کو کہتا ہے کہ اپنا کپڑا کھینچ اور پھر اپنا ہاتھ
اُس میں کچھ ڈالتا ہے۔ ناظرین خیال کرتے ہیں کہ ہوا میں ہاتھ ڈال رہا ہے تو
اُس شخص میں حال عیسوی قطب کا سرایت کر جاتا ہے۔ منجملہ علامات اُس کے یہ بات
ہے کہ گنہگار نہیں ہوتا اور باوجود نفس کے پیدا ہونے اُسکے بچانے قرآن کو جیسے کہ ہے مسلمانوں کا التزام
حق کا ہے اقوال و افعال و احوال میں اور نیز اس کو اسرار علم طبیعت اور تاثیر خواص اسماء
اور منافع اشیاء کے معلوم ہوتے ہیں یہاں تک کہ راستہ میں چلتے ہوئے ہر ایک بوٹی اس
کو اپنے منافع سے بول کر اطلاع دیتی ہے بعد اس کے اُس کو امداد ہمیشہ کو ملتی رہتی ہے
اور نیز اس کو اشارات طبیعت و اشارات روحانیت دنیا اور آخرت دونوں میں اور خود دنیا
اور آخرت کی معرفت دی جاتی ہے۔ فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۷ کا حاصل
ملاحظہ کرنے کے بعد بجائے اس کے (کہ مرزا کو کچھ نفع حاصل ہو) اُلٹا نقصان
اُٹھانا پڑتا ہے۔ کیونکہ علاوہ انتفاء اُن علامات کے صاحب فتوحات تو زیادت بن
برزخی وصی مسیح بن مریم کی روایت سے اُسی مسیح بعینہ کو دوبارہ دنیا میں لاتے ہیں
اور اگر بروز سے مراد تصرف کرنا روح عیسوی کا مرزا صاحب کے بدن میں ہو۔
چنانچہ شیخ محمد اکرم صاحب اقتباس الانوار میں لکھتے ہیں۔ کہ (بروز آں را گویند
کہ روحانیت کمّل در بدن کامل تصرف نماید و مظہر افعال او شود) تو یہ بھی نہیں
ہو سکتا۔ کیونکہ اس تقدیر پہ روح عیسوی کا تصرف بدن مثالی کے ساتھ ہوگا۔

چنانچہ حضرت محمد اکرم صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ میگوید محرر سطور عفی اللہ عنہ
شائد کہ روحانیت علی مرتضیٰؓ دو بست سال پیش از ولادت خود وجود مثالے گرفتہ
سلمان فارسی را از شیر نجات بخشیدہ باشد۔ الغرض اگر بدن مثالی میں ہوکر روح عیسوی
متصرف ہو۔ تو مسیح موعود مرزا صاحب نہ رہے بلکہ خود عیسےٰ بن مریم جسم مثالی میں جو
مغائر ہے مرزا صاحب سے مسیح موعود ہوا۔ اور یہ برخلاف ہے اُن کے دعوے کے
اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں ہوکر روح عیسوی متصرف ہے اور بصورت
مرزا صاحب ظاہر ہوا ہے تو عیسےٰ ابن مریم اور غلام احمد قادیانی ایک چیز کا نام ہوا
یہ بھی برخلاف ہے دعوے مرزا صاحب کے۔ اور فی الواقع بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ
عیسےٰ ابن مریم قرآن مجید میں انبیاء کی فہرست میں شمار کئے ہوئے ہیں اور روح القدس
کے نفخ سے بغیر باپ کے پیدا ہیں۔ والدہ ماجدہ اُن کی مریم ہے۔ الی غیر ذالک
من المخصوصیات۔ اور اگر مرزا صاحب کے بدن میں مرزا صاحب کے روح کی طرح
متعلق ہوا ہے۔ تو ایک بدن میں دو روح کا ہونا لازم آتا ہے۔ اور نیز حضرت شیخ محمد اکرم
اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ سطر ۲ پر فرماتے ہیں۔ وبعض برانند کہ روح
عیسےٰ در مہدی بروز کند ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق این حدیث
(لا مھدی الا عیسےٰ) وایں مقدمہ بہ غایت ضعیف است۔ اسی کتاب میں دوسری
جگہ بھی اس قول ضعیف کی تردید فرماتے ہیں کما سبق۔ اور سب سے حیرت انگیز
تو یہ ہے کہ آیت نحن قدرنا بینکم الموت وما نحن بمسبوقین علےٰ ان نبدل
امثالکم وننشئکم فیما لا تعلمون۔ کو اس بروز سے کیا تعلق ہے کیونکر آیت میں انتقال
روح دوسرے بدن کی طرف نشاء دنیا میں ثابت نہیں ہوتا۔ خواہ مثال کو جمع مثل کی
بفتحتین ٹھہراویں یا جمع مثل بمعنے مثیل کے۔ بر تقدیر اول آیت کا مفاد تغیر اوصاف
ہوگا۔ یعنے طفولیت اور شباب اور کہولت اور شیخوخت اور بر تقدیر ثانی یا تو تبدیل
اشکال دنیویہ واخرویہ پر دلالت کریگی اور یا تبدیل اشخاص دنیویہ واخرویہ پر جو
متحی النفقۃ الروح والجسم ہونگے۔ اور یا تغیر اشخاص دنیویہ علی سبیل المسخ علی ما قال الحسن

ای بجعلکم قردۃ وخنازیر پہلی صورت میں تو ظاہر ہے۔ کہ روح کا انتقال ہی نہیں صرف اوصاف طفولیت وغیرہ وغیرہ کا تغیر ہے۔ دوسری صورت میں منتقل الیہ جسم حشری ہے۔ مرزا صاحب تو ابھی دنیا ہی میں تشریف رکھتے ہیں۔ اور تیسری صورت میں آیت کا حاصل یہ ہوگا۔ کہ (تم کو اور جہان میں لے جاویں اور تمہاری جگہ یہاں اور خلقت بناویں) تو اس صورت میں مماثلت بمعنے دخول تحت النوع او احد ہوئی اور امثال باہں معنے مسلم بین الفریقین ہیں نہ ہم کو مضر ہیں۔ اور نہ آپ کو مفید کیونکہ اہل اصطلاح بروز وکمون اس کو بروز نہیں کہتے۔ رہی چوتھی صورت سو اس کو علاوہ مخالفت اہل اصطلاح کے مرزا صاحب بھی ناگوار سمجھیں گے اور نیز تبدیل امثال کا آیۃ سے صرف تحت القدرۃ اور مقدور ہونا ثابت ہوتا ہے نہ وقوع اُس کا کما ہو مزعوم الجناب دوسری آیت وضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرات فرعون اذ قالت رب ابن لی عندک بیتا فی الجنۃ ونجنی من فرعون وعملہ ونجنی من القوم الظالمین ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا۔ اس آیت کو بھی مسئلہ بروز سے کوئی تعلق نہیں صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر مومن شبیہ فرعون کی عورت اور مریم کا ہے اور یہ مماثلت بھی آپ کے مدعا کو مفید نہیں کیونکہ محل بحث یعنی حدیث نزول میں آپ ابن مریم سے غلام احمد قادیانی مراد لیتے ہیں اس خیال پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مریم یا عیسے سے مثیل اس کا لیا ہے۔ سو اولاً گذارش ہے۔ کہ تا وقتیکہ تعذر حقیقت ثابت نہ ہو۔ آپ مجاز کے مجاز نہیں ہو سکتے۔ حال آنکہ تعذر حقیقت کے دلائل کا فساد اور مزید براں ارادہ حقیقت کا وجوب ثابت ہو چکا ہے۔ ثانیاً آنکہ قطع نظر تعذر حقیقت وغیرہ سے آیت کا مفاد تو صرف اتنا ہی فائدہ بخشتا ہے کہ وصف ایمان علاقہ مصححہ ارادۃ القادیانی ابن مریم سے ہے۔ یعنے اگر لفظ مریم سے قادیانی بعلاقہ ایمان مراد رکھا جاوے۔ تو یہ علاقہ اس ارادہ کے لئے صلاحیت رکھتا ہے۔ اور صرف صلاحیت بغیر اس کے کہ وقوع استعمال فی غیر محل النزاع قرآن

یا حدیث سے ثابت کیا جاوے - مفید نہیں۔ ناظرین خدارا انصاف کوئی کہہ سکتا ہے ۔ کہ قرآن یا حدیث میں ایک جگہ بھی (مریم) یا (امرأۃ فرعون) کے لفظ سے مراد کوئی مومن ہے ۔ خود مریم اور فرعون کی عورت مراد نہیں۔ ثالثًا (ابن مریم) سے مراد ہونا قادیانی صاحب کا۔ چنانچہ اسی جگہ صفحہ ۹۳ سطر ۸ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں (کہ ہر ایک مومن مثیل مریم ہے۔ تو مومن کی اولاد ابن مریم ہوئی) جب ہو سکتا ہے کہ پہلے قادیانی صاحب کے والد مرحوم غلام مرتضے (مریم) کے لفظ سے کسی استعمال میں پنجابی ہی سہی مراد لئے گئے ہوں۔ یعنے پہلے غلام مرتضےٰ صاحب کو مریم کے لفظ سے پکارا گیا ہو تو پھر مرزا صاحب ابن مریم یعنے مریم کے مثیل کا بیٹا بن سکتے ہیں ۔ الغرض باپ اور بیٹے دونوں میں وقوع وثبوت استعمال مقید مدعیٰ ہو سکتا ہے۔ نہ صرف صلاحیت ایسا ہی اگر (ابن مریم) سے قادیانی صاحب مراد لئے جاویں۔ تو یہاں پہ بھی علاقہ مصححہ للمجاز کام نہ دیوے گا۔ جب تک کہ غیر محل نزاع میں کتاب وسنت سے وقوع استعمال ثابت نہ کیا جاوے ۔ رہی تیسری آئیت جس کو امروہی صاحب نے بروز کے اثبات میں پیش کیا ہے ۔ و اذ قلتم یٰموسیٰ لن نؤمن لك حتیٰ نری اللہ جهرة اس میں فرماتے ہیں۔ کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے یہود نے کہا تھا۔ کہ حتی نری اللہ جهرة یا یہ مقولہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کے یہود کا ہے۔

حضرات ناظرین غور فرماویں ۔ کہ اس آئیت کو بھی پہلے آیات کی طرح کوئی تعلق مسئلہ بروز سے نہیں ۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ موسےٰ علیہ السلام کے وقت کے یہودیوں کے ارواح منتقل ہو کر بابدان یہود موجودہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہو گئے تھے ۔ یا کہ اُن ارواح نے ارواح کاملین کی طرح یہود موجودہ زمان سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم

کے ابدان میں کوئی تصرف کیا تھا۔ خدارا انصاف۔ اس مضمون کا ذکر اس آیت میں صراحۃً یا کنایۃً پایا جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہاں پر صرف اتنا ہی ہے۔ کہ نسبت قول کے واذ قلتم یا موسیٰ لن نصبر الخ میں اور نسبت فرق کے واذ فرقنا بکم البحر و نسبت تظلیل کے علےٰ سبیل الوقوع وظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الغمام اور نسبت انزال کے علی طریق الوقوع و انزلنا علیکم المن والسلوٰے میں جو فی الواقع یہ نسبتیں یہود موجودہ زمان موسیٰ علیہ السلام کی طرف تھیں۔ ان آیات میں یہود موجودہ بزمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کی گئیں۔ جس کو اسناد الفعل الےٰ غیر ما ہو لہ کہتے ہیں۔ عالمان علم معانی جانتے ہیں کہ یہ مجاز فی الاسناد کے قبیلہ سے ہے نہ مجاز فی المفرد یا مجاز فی الطرف یعنے یہ نہیں کہ یہود موجودہ بزمان نبوی سے مراد وہ یہود ہوں جو بزمان موسیٰ موجود تھے۔ امروہی صاحب نے ان آیات میں دو (۲) طرح سے کمال کیا۔ ایک تو بروز کا اثبات دوسرا مجاز فی الاسناد کو مجاز فی الطرف بنا دیا۔ اُردو خوانوں بیچاروں کو کیا خبر ہے۔ وہ تو اس خیال سے کہ آپ قرآن کریم اور احادیث کو حافظوں کی طرح یاد پڑھے جاتے ہیں بے محل ہی کیوں نہ ہوں۔ آمنا وصدقنا کہیں گے۔ مگر یہ فرمائیے کہ آپ بروز محشر کیا جواب دینگے۔ ناظرین کو اس تقریر سابق سے علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا حال بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ یعنے بر تقدیر صحت حدیث کی تاوقتیکہ استعمال موسیٰ وعیسےٰ وہارون و یوسف وغیرہ بنی اسرائیل کا کسی عالم محمدی میں کتاب وسنت سے ثابت نہ ہو۔ یہ استدلال بھی مفید نہیں۔ نہ مسئلہ بروز میں اور نہ مجاز مستعار میں

قال صفحہ ۹۴ سے ۹۷ تک کا حاصل۔ مسیح موعود کا حلیہ مع افعال مختصہ اور اس کے زمانہ کی خصوصیات قادیانی کی ذات اور افعال اور زمان پر صادق ہے۔ اقول جب نزول اُسی مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا نصوص واجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ تاویلات یا تحریفات جن پر لڑکے بھی ہنسی کرتے رہتے ہیں عبث اور فضول ہیں۔ بالفرض اگر مسیح موعود مسیح ابن مریم نہ بھی ہو۔ تو بھی قادیانی صاحب بوجہ صداقت الہامی اور تفسیر قرآنی کے جو امی رسالہ کے اوّل پبلک پر ظاہر ہو چکی ہیں ہرگز ہرگز مسیح

موعود نہیں ہو سکتا۔ مسیح موعود کے لئے قرآن اور حدیث اور الہامات و افعال میں مباینت
اور صداقت و درستی بازی ممتازہ فائقہ کا ہونا ضروری ہے۔ قادیانی صاحب کو نہ صرف
خصوصیات مسیحیہ بلکہ علامات مہدویہ بھی جن کی تصریح احادیث صحیحہ مذکورہ فی ابتداء
ہذہ الرسالۃ میں کی گئی ہے کاذب ٹھہراتے ہیں۔ **قولہ ص ۹۳** نہ نازل بطور مثیل بروز کے
ہے **اقول** اگر بطور بروز فرمایا ہوتا تو بزعم قادیانی چونکہ اُس میں بروز محمدی بھی ہے۔ لہذا
وانہ نازل کی جگہ ونحن نازلون فرمانا بمقتضائے مقام ضروری تھا کیونکہ ماقبل میں
وجہ قرب و مناسبت بعیسےٰ بن مریم بیان کی گئی ہے دیکھو لانہ لم یکن نبیٌ بینی
و بینہ لہذا بیان شرکت فی النزول بقولہ ونحن نازلون معاً واجب ٹھہرتا نزول بروزی
کا بطلان مفصل طور پر گذر چکا ہے۔ پھر امروہی صاحب صفحہ ۹۴ پر (علیہ ثوبان ممصرتان)
کو ظاہری معنے پر حمل نہ کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ کوئی وصف ممتاز نہیں
کیونکہ ہر ایک شخص سرخ مٹی سے رنگا ہوا کپڑا پہن سکتا ہے۔ **اقول** کیوں حضرت یہ وجہ
تو پہلے فقرہ حدیث میں بھی موجود تھی (رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض) کیونکہ
اعتدال اور گندم گونی اور اشخاص میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں تاویل کرنے کی وجہ بیان
کیا اس جگہ الکنایۃ ابلغ من التصریح کو بھول گئے۔ ناظرین کو معلوم ہو۔ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کا حلیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ معتدل اندام
اور رنگ میں سرخی اور سپیدی کی طرف میلان کرے گا۔ اور نزول کے وقت اُس
پر دو کپڑے سرخ رنگ کے ہونگے۔ اس کلام میں تاویل کا کوئی حق نہیں اور وصف ممتاز
ہونا کبھی بحسب مجموع اجزاء کلام کے ہوتا ہے اور کبھی بحسب بعض دون بعض اور
وصف غیر ممتاز کا بیان صرف واقعی طور پر ہوتا ہے نہ علی سبیل الاحتراز
کما ہو شان القیود فانہا قد تذکر لبیان الواقع واحیاناً
للاحتراز۔ پھر اسی صفحہ پر ثوبان ممصرتان کو تعبیر دنیا کی خوشحالی و رونق
و نفع منصبی سے کرتے ہیں۔ **اقول** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمانا
مسیح موعود کے خصوصیات ذاتی اور زمانی کو چونکہ اس لئے تھا۔ تاکہ امت مرحومہ

کسی جھوٹے مسیح کے دام میں نہ پھنس جاوے۔ بنابریں اگر خدا یہی معنی مراد ہوتے (بقول
تو بیان مصرحان) کی تعبیر کا بیان بھی ضروری تھا۔ تاکہ امت مرحومہ کو یہ منفعت
اُسے نقصان نہ اُٹھانا پڑتے۔ کیا آپ کو صلے اللہ علیہ وسلم امروہی صاحب جیسا علم تعبیر
الرؤیا میں ادراک نہ تھا۔ یا آپ کو قصداً العیاذ باللہ دھوکہ دینا منظور تھا۔ امروہی صاحب
نے علم معانی سے ایک ہی مسئلہ الکنایۃ ابلغ من التصریح اور علم تعبیر الرؤیا سے
یہ کہ سرخ کپڑے سے مراد خورمی اور توفیق طاعت ہوتی ہے۔ خوب یاد کر لیا ہے۔ کہ محل
بے محل یکساں ہی جاری کئے جاتے ہیں۔ خدا کے بندے اگر کسی نے شیر کو دیکھ کر کہا ہو کہ
رأیت اسدا یا کسی پر زرد رنگ کپڑا دیکھ کر کہا کہ رأیت فلانا علیہ ثوب مصفا کیا
آپ یہاں پر بھی وہی کنایہ اور تعبیر لئے جاؤ گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ وہ عیسیٰ جو میرے سے پہلے گذرا ہے اور میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں
ہوا) اُترنے والا ہے پس جبکہ اُس کو دیکھو تو پہچانو اس کو اس حلیہ اور علامت سے کہ وہ
ایک مرد ہوگا معتدل اندام مائل بسُرخی و سفیدی جس پر دو کپڑے سرخ ہونگے پھر آپ ہی
صفحہ پر امروہی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کپڑے حضرت مسیح، قدس سیدنا مسیح موعود
علیہ السلام پہنے ہوئے ہیں۔ دنیا کی حیات طیبہ جو اُن کو حاصل ہے وہ شاید کسی بادشاہ
بلکہ شہنشاہ کو بھی نصیب نہ ہوگی۔ اور فرائض منصبی تجدید دین کے جو اللہ تعالیٰ اُن کے
ہاتھوں سے کرا رہا ہے۔ دنیا بھر میں کوئی نظیر اُن کا اس باب میں معلوم نہیں ہوتا۔
اقول کیا عیسوی اور محمدی بروز و تشبیہ والوں کی دنیاوی حالت ایسی ہی تھی جیسے
جس کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ گویا یہ بیان محمدی اور عیسوی بروز و تشبیہ کا انکار ہے
جیسے کادیانی صاحب بھی اگر ذرہ کا نہ مشابہت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ ابن مریم
علیہما السلام سے رکھتے۔ تو ان کی طرح دنیا میں رہتے اور بجائے فرائض منصبی تجدید
دین کے فرائض منصبی تحریف دین کے کہنا چاہئیے۔ پھر امروہی صاحب اسی صفحہ پر
حالات واقعہ یقظۃ و لن امہ بجسمہ بالکل تاویل کرتے ہیں۔ یعنی وہ حقیقی و
معارف قرآنی کو مالک ہوئے۔ اقول یہ لفظ حدیث مذکورہ کا تیرے اپنے ظاہر پر بھی

محمول ہے یعنی اس کے سر سے بغیر استعمال پانی کے قطرات ٹپکتے ہوئے معلوم ہوں گے۔
یعنی ذاتی رطوبت اُن میں ہوگی نہ عارضی۔ اور اس فقرہ میں بھی امر واقعی کا بیان ہے
کوئی قرینہ صارفہ عن الظاہر باعثہ علی التاویل نہیں اور پھر ایسی تاویل کہ قرآن اور سنت
کے محرّف کو قرآنی حقائق و معارف کا مستحق ٹھہرایا جاوے۔ العیاذ باللہ۔ ہاں اس
حدیث میں فقرہ یکسر الصلیب اور ایسا ہی ویقتل الخنزیر میں قرینہ صارفہ موجود
ہے لہٰذا کسر الصلیب اور قتل خنزیر سے مراد ابطال دین نصرانیۃ کا ہے جہاد سے ہو
یا صرف دعوت و تبلیغ سے۔ چنانچہ دونوں پر دال ہیں احادیث صحیحہ جو قتال دجال و
یاجوج و ماجوج وغیرہم میں وارد ہیں۔ امروہی صاحب کا شرح حدیث کی طرف
صرف ابطال بالحجج کو منسوب کرنا چنانچہ صفحہ ۹۵ سطر اول پر لکھتے ہیں ای
یبطل دین النصرانیۃ بالحجج والبراھین۔ چالاکی اور دجل ہے بالحجج والبراہین
آپ کا حاشیہ ہے۔ چنانچہ یقتل الخنزیر سے قتل لیکھرام لینا جہالت اور تحریف ہے
کیونکہ یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر سے مراد یہ ہے۔ کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام صلیبی پرستش و
استحلال خنزیر کو برخلاف مزعوم و افترا نصارٰی حرام و باطل کہے گا یعنی میرے
دین میں دونوں امر نہیں۔ ان کو دین مسیح سے قرار دینا نصارٰی کا افترا تھا۔ اور
بخاری کی روایت میں فقرہ (حتی تکون السجدۃ خیرا من الدنیا)
کا جو غایۃ ہے کسر صلیب اور قتل خنزیر یعنی ابطال دین نصرانیت کے لئے
کما قال فی مجمع البحار غایۃ لمفھوم یکسر الصلیب) قتل لیکھرام کے
ارادہ کو باطل کر رہا ہے۔ کیونکہ لیکھرام کا قتل عرصہ سے متحقق ہو چکا ہے حالانکہ
سجدہ کا پیارا معلوم ہونا ساری دنیا سے) اب تک موجود نہیں ہوا۔ پھر اسی
صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں۔ ویضع الجزیۃ مراد یہ ہے کہ جہاد کو موقوف کر دیویگا۔
جب کہ یضع الحرب وارد ہے تو پھر جزیہ کیونکر قائم ہو سکتا ہے۔ جزیہ تو متفرع
ہے جہاد پر۔ جب جہاد ہی نہ ہوا۔ تو جزیہ بھی نہیں ہو سکتا۔ انتہی۔
ناظرین خدارا انصاف یضع فعل متعدی ہے معنی یہ ہوئے۔ وہ مسیح جزیہ کو موقوف کر دیگا۔

اب غور فرمانویں کیا قادیانی جو باقی رعایا کی طرح زیر سایۂ گورنمنٹ بحفظ وامان ایام بسر کر رہا ہے یہ استحقاق رکھتا ہے کہ جہاد کرنا یا نہ کرنا یعنے موقوف کر دینا اُس کا منصب ہو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ بوجہ منجملہ رعایا ہونے کے جہاد کرنے کا منصب نہیں رکھتا۔ رہی جہاد کا موقوف کر دینا سو بحسب محاورہ یہ جملہ بھی اسی پر صادق آسکتا ہے جو جہاد کرنے کی حیثیت رکھتا ہو اور پھر جہاد نہ کرے۔ مثلاً بادشاہ اسلام نے جس وقت مخالفین اسلام پر جزیہ مقرر کر دیا یا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے۔ قادیانی بیچارہ کھلا گورنمنٹ پر احسان جتنا سکتا ہے اور بدیں وجہ من جملہ خدام گورنمنٹ کے شمار کیا جا سکتا ہے کہ اُس نے جہاد کو موقوف کر دیا ہے ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کو بذریعہ تحریرات یہ خدمتگذاری جتلانی گویا دھوکا دینا ہے اور اگر صرف بیان عدم فرضیت جہاد کا فرض منصبی ہے تو عدم فرضیت کے بیان کنندہ کو واضع الجہاد نہیں کہا جاتا چنانچہ فرضیت کے بیان کنندہ کو مجاہد نہیں کہا جا سکتا۔ الغرض قادیانی صاحب کو یضع الجزیۃ کا مصداق خیال کرنا مثل دو پیسے (تومان نہ ہمن بیں تیرا مہمن) کا مصداق بنانا ہے جزیہ کا موقوف کرنا بھی اُسی سے متصور ہو سکتا ہے جس میں فلا یقبل الا السیف او الاسلام کی لیاقت ہو۔ تاکہ بقیہ مخالفین اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے محل جزیہ نہ رہیں۔ چنانچہ سیدنا مسیح موعود کے زمانہ میں ایسا ہی ہوگا۔ اور وجہ عدم قبول جزیہ کے بغیر از قتل یا اسلام پہلے گذر چکی ہے اس تقریر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جہاد بہ تیغ و سنان چونکہ باخذ جزیہ موقوف ہو سکتا ہے۔ ورنہ وضع جزیہ واجب۔ جبتک سب اسلام میں داخل نہ ہوں۔ لہٰذا وضع جزیہ دلیل ہے تعین جہاد سنان پر مسیح موعود کے زمانہ میں بخلاف جہاد بالحجۃ والبرہان کے کیونکہ یہ اخذ جزیہ سے موقوف نہیں ہو سکتا اور نہ وضع جزیہ سے واجب۔ اور یضع الحرب کا فقرہ محمول ہے اختلاف اوقات پر چنانچہ قلت و کثرت باران و وجود البرکت و عدم البرکت مواشی اور رزق میں وغیرہ وغیرہ۔ اس تقریر میں ذرا غور کے بعد معلوم ہو سکتا ہے کہ امروہی صاحب نے اس حدیث میں کس قدر دجل سے کام لیا ہے۔ ولیس ہذا باول قارورۃ کسرت فی الاسلام۔ عبارات مسطورہ ذیل صفحہ ۹۵ سطر ۱۳ شمس بازغہ کی ملاحظہ ہو اور وضع

جزیہ کے لئے حجت و برہان سے ابطال دین نصرانیت نہایت مناسبت ہے۔ کیونکہ کوئی جزیہ
اور نیز اسلام باخذ جزیہ حجت و برہان کو موقوف نہیں کر سکتا بخلاف تیغ و سنان کے۔
باخذ جزیہ ان کا وضع ہو سکتا ہے ۱۲ انتہی۔ اس عبارت میں جملہ تعلیلیہ قابل توجہ ہے جس سے
صاف ثابت ہوتا ہے کہ حدیث میں ابطال بہ تیغ و سنان مراد ہے۔ قولہ۔ تفسیر ثنائی کے
صفحہ ۹۵ میں ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام کے متعلق لکھتے ہیں یہ جملہ
بھی دلیل ہے جہاد بالبرہان پر کما قال تعالیٰ لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ
من حی عن بینۃ۔ اسی طرح پر جملہ یہلک اللہ فی زمانہ مسیح الدجال سے معنی مذکور
ہے انتہی مختصراً۔ **اقول** یہ جملہ بھی مطابق احادیث صریحہ فی القتال کے دال ہے جنگ
بالحرب پر اور نصوص قطعیہ و احادیث صحیحہ سے جن کو بزعم خود مرزائی صاحب نے
منافی ٹھہرایا ہے۔ جواب پہلے گذر چکا ہے اور اس جملہ اور ایسا ہی جملہ ویہلک اللہ کو وفق میں
آیۃ مذکورہ لیھلک من ھلک عن بینۃ الخ کرنا کس قدر جہالت ہے کیونکہ ادنیٰ طالب علم
بھی جانتا ہے کہ ہر وقت ارادہ ابطال بالبرہان کے تصریح بلفظ برہان یا حجت یا بینہ ضرور
ہے چنانچہ آیت مذکورہ میں عن بینۃ موجود ہے لہٰذا و کم اھلکنا من قریۃ اور
وحرام علی قریۃ اھلکناھا و نظائرھما میں اہلاک و ازالہ بہ بینہ مراد نہیں گو
سے و ناس تک سارا قرآن مجید ملاحظہ ہو۔ قولہ صفحہ ۹۶ فیمکث اربعین کے معنی بھی
صاف ہیں۔ کیونکہ قادیانی صاحب نے بھی تجدید کا دور چالیس سال کا بعد یہ
ہے اور مدت تجدید بھی چالیس سال تک ہوگی مطابق اس الہام کے جس
سے اسی سال کی عمر معلوم ہے۔ انتہی ملخصاً۔ **اقول** فیمکث اربعین سے صاف
ظاہر ہے کہ دنیا میں مسیح موعود کی مکث چالیس برس ہوگا۔ اور بعض روایات میں سات
سال کا ذکر ہے اور بعض میں پینتالیس سال۔ محدثین علیہم الرحمۃ نے جن میں اہل
کشف بھی ہیں ان سب روایات میں تطبیق بیان کی ہے کہ تینتیس سال قبل از رفع اور سات
بعد نزول اور پانچ والی کسر ساقط۔ اب قادیانی صاحب بتاویں کہ ان کی عمر اسی سال ہوگی
روایات مذکورہ میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی۔ قولہ ص ۹۶ ویعیش عیسیٰ علیہ السلام بعد نزولہ

تو ہر ایک مسلمان کے اوپر پڑھی ہی جاتی ہے۔ اس بیان کے لئے کوئی غرض خاص چاہیئے موٴ معلوم ہو کہ مراد اس جملہ سے مفہوم مخالف کے طور پر یہ ہے کہ جو لوگ اُس پر نماز جنازہ نہ پڑھیں گے وہ مسلمان نہیں رہینگے۔ غرض کہ حدیث کے تمام جملے مسیح موعود موجود پر بخوبی صادق ہیں انتہی مختصراً۔ **اقول** ویصلی علیہ المسلمون کا مطلب تو یہ ہے کہ مسیح چونکہ بعد النزول حاکم بشرع محمدی علیہ السلام ہوگا۔ لہٰذا اُس کا جنازہ بھی مطابق اسی شریعت کے مسلمان پڑھیں گے۔ اور نیز چونکہ اُس نے بعد نزول دین نصرانیت وغیرہ باطل اور ہلاک کر دیا ہوگا۔ لہٰذا اُس پر نماز پڑھنے والے سارے ہی مسلمان ہونگے۔ اور کوئی غیر مسلم باقی نہ ہوگا۔ تاکہ اس کی طرف یصلّے علیہ کی نقیض دلیصلے علیہ منسوب کی جاوے۔ گویا بموجب قاعدہ مقررہ (ترتب الحکم علی المشتق یدل علی علّیّۃ الماخذ) کے جب نماز جنازہ پڑھنے کی علت اسلام ٹھہرا تو عدم اسلام سبب ہوا جنازہ نہ پڑھنے کے لئے۔ مگر چونکہ عدم اسلام کا محل یعنی غیر مسلم باقی ہی نہ رہا۔ تو لایصلے علیہ کی نسبت کسی کی طرف متصور نہ ہوگی۔ اور نیز تصریح ویصلے علیہ المسلمون کے ساتھ دفع ہے اس وہم کا جو ناشی ہے دلیل استصحاب سے یعنی یہ نہ خیال کیا جاوے کہ مسیح کا جسم بعد الوفات بھی بغیر از نماز و تدفین آسمان کو اُٹھایا جاویگا۔ چنانچہ عند الرفع حالت حیات میں اٹھایا گیا تھا۔ بلکہ اس وقت بوجہ تحقق وفات کے باقی موتی کی طرح تجہیز و تدفین کی جاویگی۔ بعد اس کے بہ نسبت مفہوم مخالف امروہی صاحب کے گذارش ہے کہ بیشک یہ مفہوم مخالف ہے۔ یا ق اس حدیث و نظائرہ سے معہٰذا اس میں خود غرضی بھی ہے۔ کیونکہ قبل از مرگ واویلا کی طرح گویا ابھی سے قادیانی صاحب پر نماز جنازہ کا اہتمام ہو رہا ہے یعنی حدیث سے ثابت ہے کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھنے والا اسلام سے خارج ہوگا۔ مگر یاد رہے یہ اہتمام بالکل عبث و فضول ہے فتفکر۔ قولہ ص ۹ والحمد للہ کہ یہ پیشین گوئی مخبر صادق کی اس مسیح موعود اور مہدی موعود پر پوری طور صادق ہے فالحمد للہ۔ **اقول** حدیث شریف کی تحریف پر الحمد للہ پڑھنا کیا بے ربط ہے۔ بجائے اس کے استغفر اللہ و اتوب الیہ پڑھنا چاہیئے تھا معلوم ہو کہ بعد تعیین اس امر کے کہ مراد احادیث میں وہی مسیح ابن مریم ؑ ہے

نہ مثیل اُس کا ہم کو کوئی ضرورت ایسے واہیات تحریفات کے جواب دینے کی نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے افادہ و اطمینان کے لئے ہر ایک تحریف کا جواب لکھا جاتا ہے۔ صفحہ ۹۷ و ۹۸ کا حاصل مسلم کی حدیث پر جس میں امامت عیسےٰ کا بھی ذکر ہے تین اعتراض۔ اول یہ حدیث معارض ہے اُن احادیث صحیحہ کے جن میں مسیح موعود کا انکار از امامت مذکور ہے۔ دوسرا ثابت ہو چکا ہے کہ مسیح موعود کے وقت جہاد موقوف ہو جاویگا اور اس حدیث میں جہاد کا ذکر ہے۔ تیسرا اس حدیث میں لفظ تنزل الروم بالاعماق و بدابق موجود ہے۔ چنانچہ مسیح ابن مریمؑ کی نسبت فینزل عیسے ابن مریم وارد ہوا ہے۔ پس چاہیئے کہ عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول بھی ایسا ہی ہو جیسا روم کا نزول اعماق یا دابق میں۔ اقول یہ تعارض ہمارے مدعی کو جو نزول مسیح کا ہے بعینہٖ لا بمثیلہٖ مضر نہیں حضرت عیسےٰ بعد النزول اگر امامت سے انکار کریں یا نہ بہرحال نزول تو مشترک الثبوت ہے بین المحدثین حافظ ابن کثیر یا علامہ سیوطی کا لانا ان احادیث کو اپنی تفاسیر میں بھی اثبات رفع و نزول جسمی کے لئے ہے اور ایسا ہی شمس الہدایت میں نقل کرنا ان کا اسی غرض سے ہوا غایۃ ما فی الباب امامت مسیح کے مسئلہ میں تعارض کا وجود اگر مؤثر ہوا تو ہمارے اور مفسرین کے مدعی کی طرف متجاوز نہیں ہو سکتا اور نہ حدیث کی صحت کو مضر ہو سکتا ہے مسلم کا لانا اس حدیث کو اپنی صحیح میں جس کی صحت پر کل محدثین کا اتفاق ہے کافی ثبوت ہے اس کی صحت کے لئے۔ اور مسیح ابن مریمؑ کی امامت بروقت نزول نہ سہی دوسرے اوقات میں چونکہ ثابت ہے چنانچہ شرح عقائد نسفی میں اس امر کی تصحیح کی گئی ہے کہ عیسےٰ اُونکی امامت کرینگے اور مہدی اُن کا اقتدا کرینگے کیونکہ وہ افضل ہے لہذا اُسی کی امامت اولی ہے انتہی۔ اور محدثین نے تطبیق کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ نزول عیسیٰؑ کے وقت امامت مہدی کرینگے اور بعد اسکے عیسےٰ ابن مریمؑ (جن کو امامت کا قاعدہ ہے) تو اس حدیث میں فیؤمہم بہ نسبت اصل امامت مسیح کے درست ہوا۔ اور مہدی کی امامت چونکہ بحسب وجہ مذکور ایک ہی مرتبہ واقع ہوگی لہذا اس کو بہ نسبت امامت عیسےٰ کے کالعدم تصور کر کر فیؤمہم فاء تعقیب بہ تراخی کے ساتھ ہو گیا اور نیز روایات بہ معنی میں ایسے تسامحات

معیوب نہیں سمجھے جاتے اور نیز تساہل یا خطا اپنے محل ہی میں موثر ہو سکتا ہے۔ اس مقام پر اگر فیو مہم اور یومہم المہدی بباعث تشکیک راوی کے وارد ہوتا تو یہ تشکیک نہ تو باقی مضمون حدیث کو مشکوک کر سکتی اور نہ اُسکی صحت کو مضر ہوتی۔ چنانچہ اسی حدیث میں یا لُد عماق اور بدابق بہ تشکیک راوی وارد ہوا ہے۔ ایسے ہی صحیحین کی بہتیری احادیث راوی کے شکوک سے خالی نہیں مع ہذا اُن کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ دوسرے اعتراض کا جواب پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جہاد بھی ہوگا اور وضع جہاد بھی مگر اوقات مختلف ہیں فلا تعارض فتدبر۔ تیسرے اعتراض کا جواب مسیح ابن مریمؑ کا نزول بعد الرفع الی السماء ہوگا۔ بخلاف نزول روم کے۔ لہذا مسیح کا نزول روم کے نزول کی طرح نہ ہونا چاہیئے اور نیز مسیح و روم کے نزولوں کا یکرنگ ہونا مخالف ہے آپ کے مذہب خانہ زاد کے لئے۔ کیا اب اپنے مذہب کو بھولے جاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک مسیح کا نزول تو بروزی ہے۔ کیا روم کا نزول بھی بروزی ہوگا۔ یا دونوں کا غیر بروزی۔ شق اول فی الواقع باطل ہے اور دوسری مع بطلان فی نفسہ کے کلام آپ کے نزدیک برخلاف بھی ہے اور یکرنگی کا اثر صرف بہ نسبت نزول من السماء کے ہے نہ بہ نسبت بروز کے ترجیح بلا مرجح ہے۔ صفحہ ۹۸ کا حاصل لیلۃ اسریٰ بی ابراہیم والی حدیث میں جو جملہ معی قضیبان کا ہے اس کا صدق قادیانی صاحب پر نہایت صاف ہے۔ کیونکہ آپ کو ایک روحانی تلوار دی گئی ہے اور دوسری قلم کی۔ اور جملہ فادعوا اللہ علیہم فیہلکھم ویمیتھم کا صاف دلالت کرتا ہے اس پر کہ مسیح موعود کا جنگ سنانی نہ ہوگا۔ انتہیٰ مختصراً اقول معی قضیبان تک قادیانی صاحب تبھی پہنچ سکتے ہیں جب آپ نزول بروزی کی ذاتی صحت اور پھر آنحضرت صلعم کا اس کو مرادیت ثابت کریں ودونہ خرط القتاد۔ اور جملہ فادعوا اللہ کا منافی جنگ سنانی کو نہیں۔ چنانچہ احادیث میں دونوں کی تصریح موجود ہے۔ یہ دعا بھی ایک آلہ ہلاک کا ہوگا۔ چنانچہ ظاہری آرٹ۔ تشریح اس کی پہلے گذر چکی ہے صفحہ ۹۹ اور ۱۰۰ کا حاصل نبئنا غنمہ بن عوف والی حدیث پر امروہی صاحب کے چند اعتراض۔ اوّل اس حدیث میں خروج دجال کو متقی الحجرین میں لکھا ہے اور دوسری حدیثوں میں خلّہ

مابین الشام والعراق سے ہوگا۔ دوسرؔا اس حدیث اور دوسری حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہود میں سے ہوگا۔ اور دلائل سے معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ سے ہوگا کیونکہ مسیح کے فرائض منصبی سے ہے یکسر الصلیب جس سے بطور مفہوم مخالف کے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح کے وقت میں غلبہ نصاریٰ کا ہوگا۔ تیسرؔا اس حدیث میں فاذا رآہ الدجال ذاب کما یذوب الرصاص موجود ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مسیح موعود کسی آلہ حرب سے دجال کو ہلاک نہ کریگا۔ **اقول** بجواب پہلے سوال کے معروض ہے کہ ملتقی البحرین اور خلہ مابین الشام والعراق میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ شام اور عراق عجم کے مابین دجلہ و فرات باہم ملتے ہیں تو ملتقی البحرین بھی مابین شام و عراق ہوا۔ دیکھو جغرافیہ۔ دوسرے سوال کا جواب۔ دجال بیشک یہود میں سے ہی ہوگا چنانچہ حدیث صحیحہ میں وارد ہے اور آپ کے دلائل و استنباط نہ صرف بوجہ مخالفت احادیث صحیحہ کے بلکہ اصول علمیہ کے مطابق بھی مضحکہ طفلان ہیں۔ بھلا صاحب فرمائیے جب یکسر الصلیب کا جملہ مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے نصاریٰ میں سے ہونے پر دال ہے تو کیتر جملہ و یہلک اللہ فی زمانہ الملل کلہا الا الاسلام مفہوم مخالف کے طور پر دجال کے یہود و نصاریٰ و ہنود وغیرہ وغیرہ میں سے ہونے پر کیوں نہیں دلالت کرتا بحسب اجتہاد عالی چاہئے کہ دجال جتنے گروہ دنیا میں اخیر اہل اسلام کے ہیں سب میں سے ہو حالانکہ حدیث صحیحہ سے اس کی شخصیت ثابت ہے اور واحد بالشخص کا مختلف گروہوں سے ہونا ممکن نہیں تیسرے سوال کا جواب (فاذا رآہ ذاب کما یذوب الرصاص) میں ذاب بمعنی قرب الی الذوبان ہے یعنی دجال مسیح ابن مریم کو دیکھتے ہی قریب پگھلنے کے ہو جاویگا۔ اسپر قرینہ اسکا مابعد ہے فیقتلہ حربتہ بیدہ نتن وتنہ فیقتلہ تو می حدیث میں موجود ہے کیونکہ پگھلنے کے بعد وقوع حربہ نہیں ہو سکتا۔ صفحہ ۱۰۰ سے ۱۰۲ تک کا حاصل صرف دو ہی باتیں ہیں۔ ایک فتن دجالیہ دین اسلام میں اسوقت بکثرت وارد ہو رہی ہیں جن کے ورود کا مقتضی طبعی یہ ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ یہی ہو۔ دوسرؔا قولہ فان یخرج کل مسلم وان یخرج من بعدی فکل حجیج نفسہ اس جملہ سے صاف ثابت ہوا۔ کہ دجال سے جنگ بحث و برہان ہوگا نہ تیغ و سنان سے۔ قرآن مجید میں حاج ابراہیم اور حاجہ قومہ اور اتحاجونی

فی اللہ حاجتہ اور وقلم تھا جوں موجود ہیں جن میں منازعت علمیہ کا بیان ہے۔ نزع سنان کا نہیں۔ انتہی۔ **اقول** پہلے مضمون کی تردید۔ ہاں صاحب ہم بھی مانتے ہیں کہ فتن دجالیہ کا شروع دین اسلام میں ہو گیا ہے۔ بس سے بڑھ کر کب ہوگا۔ قرآن کریم اور سنت صحیحہ کی تحریف ہو رہی ہے جس کا طبعی مقتضی یہ ہے کہ سچا مسیح نازل ہو کر دجال شخصی کو جو عنقریب آنے والا ہے بمعہ چیلوں چانٹوں اُس کے جو ابھی سے تحریف میں شروع ہو رہے ہیں) قتل کرے۔ دوسرے اعتراض کا جواب پہلے گذر چکا ہے صفحہ ۱۰۳ اور ۱۰۴ کا حاشیہ۔ ابی امامہ باہلی والی حدیث کے اس ٹکڑے مسطورہ ذیل پر حملہ کہ (وانہ یخرج من خلۃ بین الشام والعراق) کہ یہ جملہ معارض ہے دوسری حدیثوں کے کیونکہ شام و عراق حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے دیکھو نقشہ جات اور جغرافیہ۔ اور دوسری حدیث صحیح مسلم سے معلوم ہوتا ہے دجال کا خروج مشرق کی طرف سے ہے کما فی المسلم واومأ الی المشرق رواہ مسلم۔ دوسرا اعتراض اس پر کہ وانہ اعور وان ربکم لیس باعور کو اگر ظاہر پر رکھا جاوے تو چاہیئے کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ رب ہو سکے۔ ہاں تاویلی معنے درست ہو سکتا ہے یعنے دنیوی امور کی بصارت والی آنکھ اس کی درست ہوئی اور دینی امور کی آنکھ اس کی معدوم۔ تیسرا اعتراض اس پر وانہ مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہ کل مومن کاتب وغیر کاتب پر کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کاتب وغیر کاتب دونوں کو اس کا علم برابر ہو جاوے یہ تو نص قرآن مجید کے برخلاف ہے۔ قال اللہ تعالےٰ ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون **اقول** پہلے اعتراض کا جواب ہم نے نقشہ جات وجغرافیہ کو دیکھا مگر عراق کا حجاز سے شمال کی طرف واقع ہونا جیسا کہ آپ فرماتے ہیں بالکل جھوٹ اور غلط ہے۔ ہاں شام بیشک حجاز سے شمال کی طرف واقع ہے اور عراق عجم حجاز سے بالخصوص مدینہ طیبہ سے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مشرق کی جانب واقع ہے قریبا ہزار میل راستہ کے فاصلہ پر۔ دربین الشام والعراق سے مراد وسط حقیقی نہیں بلکہ عرفی اور ملتقی بحرین یعنی دجلہ و فرات جسکو خلہ بین الشام والعراق سے بھی تعبیر کی گئی ہے۔ بہ نسبت شام کے قریب بعراق ہے۔ لہٰذا دجال کا مخرج خلہ بین الشام والعراق بھی ہوا ملتقی البحرین بھی اور مشرق بھی ہوا۔

ہاں ترمذی کی حدیث لیتہ ہر حدیث مذکور کے معارض معلوم ہوتی ہے جس میں دجال کا خروج
خراسان سے مذکور ہے۔ مگر فی الواقع کوئی تعارض نہیں چونکہ دجال کا گذر ان سب مقامات سے
ہوگا۔ لہٰذا کشف نبوی کا پتہ دینا ہر ایک مقام سے بحسب اوقات مختلفہ صحیح اور بجا ہے۔
دوسرے اعتراض کا جواب ایسا نوخیز پڑھتے ہوئے طالب علم سے مل سکتا ہے الدجال اعور
صغریٰ اللہ لیس باعور کبریٰ فالدجال لیس باللہ اللہ لیس باعور۔ یہ اعتراض کہ چاہیئے
کہ جو شخص اعور نہ ہو وہ اللہ ہو سکے کس قدر جہالت ہے۔ کیا ایک اعوریت کو ہی آپنے منافی
بالوہیت خیال کیا ہے بغیر اسکے اور کوئی وصف ممکنات کے اوصاف میں سے منافی
بالوہیت نہیں۔ کھانا پینا باپ بیٹا ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب منافی بالوہیت ہیں۔ تو پھر
جو شخص اعور نہ ہوا تو کیا باوجود کھاتے پینے یا باپ ہونے یا بیٹا ہونے کے رب ہو سکتا ہے
امروہی صاحب حدیث اور قرآن کی تحریف کا ثمرہ یہی ہوتا ہے۔ کہ خبیثوں اور پاگلوں
کی طرح انسان مضحکہ خلائق ہو جاتا ہے۔ آپ نے ناحق اس کوچہ مناظرہ میں قدم رکھا
پھر آپ سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کے تاویلی معنی پر یہ آپ کا دخل شبہ وارد نہیں
ہوتا کہ جس شخص کی حق میں آنکھ اندھی نہ ہو تو چاہیئے کہ وہ شخص رب ہو سکتا ہے آپ نے اتنا
بھی خیال نہ فرمایا کہ یہ منطق ہمارا تو ہمارے معنی پر بھی جاری ہو سکتا ہے تیسرے اعتراض
کا جواب ہاں صاحب یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کو شیطان و دجال وغیرہما من تبعہ
کے دھوکے سے بچانا چاہتا ہے تو بن لکھے پڑھے و بغیر معلم ظاہری کے اس میں علم
وجدانی پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ بھی بالاولی اہل علم میں سے شمار ہو سکتا ہے
چنانچہ اس نیاز مند علماء و فقراء نے بلوغت سے اول جس وقت احادیث دجال کے نام
تک بھی نہیں سنا تھا دجال کو خواب میں شرقی جانب سے آتا ہوا دیکھا داہنی آنکھ اسکی
پھوٹی ہوئی میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے مجھ کو کہا۔ کہ کہو کہ خدا ایک نہیں میں سخت غضبناک ہو کر
کہتا تھا۔ کہ مردود شیطان خدا ایک ہی ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ پھر اس نے چند قدم میری
طرف بڑھ کر میرے پر تلوار کی وار کی۔ پھر اسکی وار خطا ہو کر تلوار اسکی میرے سر سے گذرتی ہوئی
زمین پر جا پڑی۔ پھر وہ پیچھے کو مینڈھے کی طرح انہی قدموں پر ہٹ کر پہلی جگہ پر کھڑا ہوا۔ پھر

وہی کلمہ اس نے کہا اور جواب اس کے میں نے بھی وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔ پھر اس نے دوبارہ میرے گلے پر تلوار کی وار کی۔ پھر وہ خطا ہو کر زمین پر جا پڑی۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوا۔ بلکہ آخری دفعہ میں تو قبضہ اُس کے ہاتھ میں رہا اور تلوار قبضہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی۔ ان تینوں دفعوں میں بغیر اسکے کہ میں نے سر کو خم دیا ہو تلوار اُس کی میرے سر کے اوپر سے ہی گذرتی رہی۔

اب خیال فرمائیے۔ کہ اس بچپن کی حالت میں مجھے کس نے جتلایا کہ یہ دجال ہے اور کس نے مجھ کو ایسی ہمگین حالت میں خائف نہ ہونے دیا۔ اور کس نے میرے منہ سے تین دفعہ توحید کی شہادت دلائی اور کس نے باوجود اسکے کہ اُس نے میرے گلہ ہی کو نشانہ بنایا تھا، (در میں نے سر کو ذرہ خم بھی نہیں دیا تھا) تلوار کو سر کے اوپر سے گذار کر زمین پر مارا۔ پھر فرمائیے کہ قبر میں ہر ایک مومن کو غیبی سوال من ربک و من نبیک اور ما تقول فی ہذا الرجل کے سمجھنے پر قدرت کون دیتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی صورت پاک کون بتاتا ہے جس کو مومن بغیر اسکے کہ پہلے دیکھا ہو پہچان کر کہتا ہے کہ یہ ہمارا پیغمبر ہے پھر فرمائیے کہ ہاتھ پاؤں کو زبان کی طرح کون قیامت کے دن گویا کر کر شہادت لے گا۔ یہ وہی لطیف و حکیم تو ہے جس کے خاص شان الیس اللہ بکاف عبدہٗ کی ہے جب اسکی عنایت شامل حال ہو تو غیر کاتب بھی کاتب کے مساوی فی العلم ہوتا ہے۔ تو دونوں تعلیموں میں داخل رہے۔ لا یعلمون میں وہی رہا جو موہوبی اور کسبی تعلیم دونوں سے خالی ہو۔ پھر اس کے بعد اسی صفحہ ۱۰۴ پر امروہی صاحب نے اس حدیث کا معنے کیا ہے کہ دجال مجرموں کی طرح پیشانی سے پہچانا جائے گا۔ یہ نہیں کہ لفظ کافر یا ک ف ر اُس کی پیشانی پر لکھا ہوگا۔ **اقول** یہ معنی بالکل برخلاف ہے حدیث کے الفاظ مصرحہ ذیل سے مکتوب یقرءہ کاتب و غیر کاتب یعرف المجرمون بسیماھم وغیرہ کجا اور حدیث مذکور کجا۔ صفحہ ۱۰۵ کا حاصل۔ دجال کے ساتھ جنت اور نار کا ہونا نصوص قرآنیہ کے معارض ہے اور نیز برخلاف ہے تصریح شمس الہدایت کے کہ اس میں دجال کے ساتھ روٹیوں کے پہاڑ اور نہر کا ہونا محض خیالی لکھا ہوا ہے نہ واقعی۔ اور نیز مردہ جلانا شیطان ہے۔ کیونکہ ابو سعید خدری بہ نسبت اس شخص کے جس کو دجال قتل کر کر پھر زندہ کریگا فرماتے ہیں کہ رجل بغیر عمرؓ کے اور کسی کو ہم نہیں جانتے۔ پس اگر دجال سے

مراد وہی شخص معین معہود ہے۔ تو پھر وہ رجل مقتول حضرت عمرؓ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ **اقول** بہت اور تار بھی خیالی ہوگا۔ روٹیوں کے پہاڑ کی طرح فلا تعارض دیکھو ملا علی قاری وغیرہ شروح حدیث اور نصوص قرآنیہ کے تعارض سے جواب پہلے گذر چکا ہے۔ ورابو سعید خدریؓ اپنے خیال اور رائے کو ظاہر فرما رہے ہیں۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ ہمارا خیال ٹھیک نہ نکلا۔ دیکھو عبارت مسطورہ ذیل قال قال ابو سعید واللہ ماکنا نری ذلک الرجل الا عمر بن الخطاب حتی مضی بسبیلہ انتہی۔ اس عبارت میں فقرہ (نری) اور (حتی مضی بسبیلہ) محل استشہاد ہے۔ صفحہ ۱۰۶ کا حاصل ان من فتنتہ ان یأمر السماء ان تمطر الخ یہ پیشین گوئی بھی پوری ہو رہی ہے یورپ اور امریکہ میں بلکہ بعض جگہ ہندوستان میں بھی بذریعہ ایک خاص سامان کے پانی برسایا گیا۔ **اقول** ان من فتنتہ میں ضمیر مجرور متصل کا مرجع چونکہ دجال شخصی معہود ہے لہٰذا اس پیشین گوئی کا پورا ہونا خیال کرنا از قبیل قبل از مرگ واویلا کے ہے۔ اور نیز اس حدیث میں فقرہ ان یأمر السماء منافی ہے تاویل مذکور کے لئے۔ صفحہ ۱۰۷ کا حاصل انہ لا یبقی شئی من الارض الا وطئہ وظہر علیہ الا مکۃ والمدینۃ یہ پیشین گوئی کبھی وقتی ہو گئی ہے۔ مخالف بتا دے کہ کون ملک اور قطعہ کلاں زمین کا ایسا ہے جس میں یہ دجال نہیں پھر گیا۔ **اقول** اس حدیث میں بھی وطئہ اور ظہر کا فاعل چونکہ دجال شخصی ہے لہٰذا یہ پیشین گوئی بھی واقع نہیں ہوئی۔ اگر کوئی شخص صرف زمین پر پھر جانے سے دجال سمجھا جاوے تو پھر یادریوں کی کیا تخصیص ہے اور نیز زمین پر چالیس دن کے اندر پھر جانا دجال کے لئے خاصہ قرار دیا گیا ہے نہ مطلق۔ صفحہ ۱۰۸ کا حاصل وامامہم رجل صالح قد تقدم لیصلی بہم الصبح اس جملہ میں امام مہدی کا کہیں پتہ و نشان نہیں۔ دوسرا فیدرکہ عند باب لد الشرقی فیقتلہ الی قولہ فیہزم اللہ الیہود۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال یہودی ہوگا مگر آیۃ ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ الخ کی یہود کو یہ شوکت نصیب نہیں ہونے دیتی۔ پھر اسی صفحہ میں تنبیہ لکھا ہے کہ ساری احادیث ابن کثیر کی ہمارے حق میں مفید ٹھہریں اور مخالفین کے حق میں مضر۔ **اقول** کیوں صاحب رجل صالح تعبیر مہدی سے نہیں ہو سکتی۔

کہ مہدی موعود مرد صالح نہ ہوگا۔ ہاں تصریح مہدی اس حدیث میں نہیں۔ سو روایات بالمعنے
میں خاص لفظ کا ترک کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ دیکھو شمس بازغہ کے سی صفحہ کی پہلی سطر کو
جس میں آپ نے احادیث متعلقہ پیشین گوئی کو از قبیل روایات بالمعنے کے ٹھہرا کر محل توسیع
بیان ٹھہرایا ہے۔ دوسری شق کا جواب تھوڑے دنوں میں دجال کا ہلاک کیا جانا خصوصاً
ایسے حق ور لوگوں کے بعد جو ذریت و شہرت آیت وضربت علیہم الذلة
والمسکنة کے لئے مفصل جواب گذر چکا ہے۔ تیسری شق کا جواب ساری احادیث
ابن کثیر میں چونکہ مسیح ابن مریمؑ بعینہٖ کا ذکر ہے نہ اُس کے مثیل کا۔ لہٰذا ان احادیث کا مفید
ہونا آپ کے لئے بجز خیال کے قابل تسلیم نہیں بلکہ معاملہ برعکس ہے۔ صفحہ ۱۰۹ کا
حاصل ان یہ ہے کہ تکون السنة کنصف السنة الخ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔
کہ دجال کے وقت سنین اور شہور اور ایام نہایت جلد گذریں گے اور مسلم کی حدیث سے
معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے ایام نہایت طویل ہونگے۔ دیکھو یکون یوم منها یوم کسنة ویوم
کشهر الخ فالتطبیق۔ دوم مسلم کی حدیث مذکور میں دجال کا ایک دن جو برس دن کے برابر
ہوگا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے برس دن کی نمازیں پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا اور اس حدیث میں
بیان فرمایا کہ جس طرح چھوٹے ایام طویل میں پانچ نمازیں پڑھتے ہو۔ اسی طرح ان ایام قصار
میں پانچ وقت کا اندازہ کر لینا فاین هذا من ذلک **اقول** اس حدیث میں فقرہ تکون السنة
کنصف السنة الخ معارض نہیں ہو سکتا مسلم والی حدیث کے اس فقرہ کو کہ یوم کسنة الخ
چنانچہ بغوی نے شرح السنہ میں لکھا ہے ولا یبعد ان یکون معارضا لروایة مسلم هذه کا
یعنی مسلم والی حدیث کا فقرہ صحیح مانا گیا اور یہ غیر صحیح لیکن اس فقرہ کی عدم صحت نہ تو مفسرین
کو مضر ہے اور نہ ہمارے مدعی کو۔ کیونکہ احادیث نزول میں محض استشہاد ہمارا نزول
مسیح ابن مریمؑ کا بعینہٖ بجز اس کے کسی مثیل کے سو یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔
مفسرین نے اور ہم نے کب دعوے کیا ہے کہ بالضرور دجال کے ایام میں سے السنة
کنصف السنة الخ ہوگا۔ دوسرے اعتراض کی نسبت معروض ہے کہ نمازوں کے بارہ میں
دونوں حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے مسلم والی حدیث

میں فرمایا کہ اقدروا لہ قدرہ اور اس حدیث میں ارشاد ہوا کہ تقدرون الصلوٰۃ
کما تقدرون فی ہذہ الایام الطوال۔ اور معلوم ہو کہ اس حدیث میں ایام طوال سے
مراد وہ ایام طوال نہیں جو مسلم والی حدیث میں مذکور ہیں کیونکہ وہ تو مخالف ہے اس
روایت کے جن کا اجتماع ہو ہی نہیں سکتا۔ تا کہ یہ ایام طوال اور وہ ایام طول ایک ہی
ہوں بلکہ اس حدیث میں ہذہ الایام الطوال سے مراد اُسی زمانہ کے ایام ہیں جو طوال ہیں بہ نسبت
ان ایام قصار کے جو اس حدیث دجال میں مذکور ہیں صفحہ ۱۱۰ کا حاصل حکما عدلا قادیانی صاحب
پر صادق ہے جس نے متعدد مسائل سے اختلاف کو جو عرصہ دراز سے پیدا آتا تھا دفع دیا یعنی
ایسا فیصلہ کر دیا کہ مخالف کو دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہی **اقول** اگر احادیث نزول کو خلاف
عقل و نقل ٹھہرانے کی وجہ سے قادیانی حکما عدلا کا مصداق ہیں تو پھر قادیانی صاحب سے
معتزلہ اور جہمیہ حکما عدلا ہونے کا زیادہ استحقاق رکھتے تھے۔ کیونکہ یہ مسلک انہیں کا ہے
ہاں قادیانی نے مسیح موعود بننے میں اُن پر پیشقدمی کی ہے۔ دیکھو صحیح مسلم کی جلد اخیر صفحہ ۴۰۳
کے حاشیہ میں نووی لکھتا ہے قال القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ نزول عیسیٰ علیہ
السلام و قتلہ الدجال حق و صحیح عند اہل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ
فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ وانکر ذالک
بعض المعتزلۃ والجہمیۃ ومن وافقہم وزعموا ان ہذہ الاحادیث مردودۃ
لقولہ تعالیٰ وخاتم النبیین وبقولہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی
بعدی وباجماع المسلمین انہ لا نبی بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم وان
شریعتہ مؤبدۃ الی یوم القیامۃ لا تنسخ وہذا الاستدلال فاسد
لانہ لیس المراد بنزول عیسیٰ علیہ السلام انہ ینزل نبیا بشرع ینسخ شرعنا ولا
فی ہذہ الاحادیث ولا فی غیرہا شیئ من ہذا بل صحت ہذہ الاحادیث
ہنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرہا انہ ینزل حکما مقسطا یحکم بشرعنا
ویحیی من امور شرعنا ما ہجرہ الناس ۔ انتہی۔ نیز اسی صفحہ میں یضع الجزیہ کے متعلق
لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لڑائی بحجت و برہان ہو گی اس وجہ سے جزیہ موقوف ہوگا

اقول اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے۔ صفحہ ۱۱۱ کا حاصل ویترک العرب ترکنایہ ہے کثرت
اموال سے اور نزتفع الشحنا کا وقوع بھی ابھی سے ہو رہا ہے **اقول** یہ سب قبل از مرگ
واویلا کا مصداق ہے کما مر۔ صفحہ ۱۱۲ اور ۱۱۳ و ۱۱۴ کا حاصل و ان قبل خروج
الدجال ثلث سنوات والی حدیث پر اعتراض کہ یہ معارض ہے دوسری حدیث
کو جس میں تینوں قحطوں کا ہونا خروج دجال کے زمانہ میں لکھا ہے فذال ان بین یدیہ
ثلث سنین۔ ۲ دوسرا یہ پیشین گوئی تین قحطوں والی بھی واقع ہو چکی ہے۔ **اقول** خروج دجال
کے پہلے بھی قحط ہوگا اور اس کے زمانہ میں بھی تھوڑے دن باقی رہے گا۔ بدیں لحاظ قبل
خروج الدجال اور بین یدیہ کا کہنا صحیح ہے۔ محاورات عرفیہ میں تقریبی حساب اکثر ملحوظ ہوتا ہے
بہ نسبت تحقیقی کے۔ دوسرے اعتراض کا جواب وہی قبل از مرگ واویلا سمجھنا چاہیئے۔
اب تضییع اوقات کے لحاظ سے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔ ورنہ کوئی فقرہ ان کا جس میں
منفرد ہیں جہالت سے خالی نہیں۔ صفحہ ۱۱۵ اور ۱۱۶ کا حاصل نواس بن سمعان والی حدیث
میں جو فواتح سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ دجال نصاریٰ سے
ہوگا۔ کیونکہ سورہ کہف کے فواتح میں حضرت عیسےٰ کے ابن اللہ ہونے کا رد فرمایا گیا ہے۔
قال تعالیٰ وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولدا ما لہم بہ من علم الآیۃ **اقول** فواتح
سورہ کہف کے پڑھنے کا حکم فرمانے سے ثابت ہوا کہ دجال نصاریٰ سے نہیں۔ کیونکہ سورہ
کہف کے فواتح میں اصحاب کہف کا محفوظ رہنا کفار سے مذکور ہے جن کا بادشاہ جبراً
اقرار بشرک کراتا تھا۔ چنانچہ دجال بھی جبراً شرک کہلوائے گا۔ لہٰذا آپ نے ارشاد فرمایا
کہ تم بھی فتنہ دجال سے بچنے کے لئے فواتح سورہ کہف پڑھیو تاکہ اصحاب کہف کی طرح
اللہ تعالیٰ تم کو اُس کے شر سے بچاوے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ آج تک گورنمنٹ اور اُس کے
پادریوں نے کسی کو بالجبر عیسائی نہیں بنایا۔ باقی مضامین ان صفحات کی تردید پہلے گذر
چکی ہے۔ صفحہ ۱۱۷ کا حاصل مسلم کی حدیث میں اس جملہ پر فیمکث اربعین لا ادری
اربعین یوما او اربعین شہرا او اربعین عاما اعتراض۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ مدت مکث دجال کا علم نہیں۔ **اقول** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن مضمون میں علم

تدریجاً فتدریجاً دیا جاتا تھا۔ اُس کو آپ بیان فرماتے رہے اور جتنی قدر میں جب تک علم نہ دیا جاوے
اس کی لاعلمی بیان فرماتے تھے۔ چنانچہ دجال کی نسبت پہلے آپ کو پورے طور پر معلوم نہیں
ہوا۔ اور پھر معلوم ہونے کے بعد حلیہ تفصیلی طور پر بیان فرمایا۔ ایسا ہی بہ نسبت ایام اُس کے
بھی سمجھنا چاہیئے۔ باقی مضامین اس صفحہ کی تردید ادنے توجہ سے طالب علم بھی کر سکتا ہے اور پہلے
بھی گذر چکی ہے۔ صفحہ ۱۱۸ کا حاصل فی قتلہ عند باب لُد۔ کے متعلق فرماتے ہیں کہ لُد جمع اَلَدّ بمعنے
جھگڑالو مراد اس سے لٹ پادری ہے جو معہ اپنے ماتحت پادریوں کے ہلاک ہو رہا ہے یعنی
مسیح موعود قادیانی اسکو ہلاک کر رہا ہے۔ **قول** تعزیر خدا ز الفساد فی حدیث تحریف کیسا
کس قدر ظہور ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں یہ تحریف نہایت بعید ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اگر
بالضرور آپ کو حسب مرضی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بکواس کی شوق ہے۔ تو پھر میں کہتا
یہ معلوم ہوتا ہے فی قتلہ عند باب لُد کا معنے یہ ہو۔ کہ مسیح موعود دجال کو قتل کریگا
لدھیانہ کے دروازہ کے نزدیک قادیان میں۔ دجل یعنی تحریف وغیرہ تو عرصہ سے واقع
ہو رہی ہے اب دیکھئے مسیح موعود کب تشریف رکھتے ہیں۔ ایسے واہیات مرقومین کا جواب
کیا جاوے۔ جواب تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص پیدا ہو۔ ایسا ناظرین
آیت و حدیث کی تحریف سُنی نہیں جاتی ورنہ ہماری اور اُنکی کوئی عداوت وغیرہ نہیں۔ صفحہ ۱۱۹
کا حاصل طلوع الشمس من مغربہا کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ مخالف ہے والشمس تجری
لمستقر لہا ذالک تقدیر العزیز العلیم کے لئے۔ ہاں تاویلی معنے صحیح ہو سکتا ہے۔
کہ مراد اس سے یہ ہو کہ آفتاب توحید اسلام کا طلوع مغرب سے ہوگا۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ کے
ملکوں میں آفتاب توحید کا طلوع شروع ہو چلا ہے۔ **اقول** صحیحین میں مذکور ہے کہ مستقرہا تحت العرش
سو آفتاب کا چلنا اپنے قرارگاہ کی طرف بہر تقدیر ہو سکتا ہے۔ خواہ مشرق سے آفتاب کا طلوع
ہو یا مغرب سے اور تاویلی معنے آپ کا بالکل لغو ہے کیونکہ مسلم وغیرہ کی حدیث میں وارد ہے
کہ تین علامات کے ظہور کے بعد کسی نفس کو ایمان لانا یا عمل صالح کرنا نفع نہ دیگا۔ مغرب سے
آفتاب کا طلوع اگر یہ ہو جیسا صاحب کے نزدیک تو یہ ہوگا کہ امریکہ اور یورپ میں ظہور اسلام کے بعد کسی
نفس کو ایمان لانا نفع نہ کریگا۔ نعوذ باللہ من ہفوات الجاہلین۔ صفحہ ۱۱۹ سے ۱۲۹ تک

ادنیٰ طالب العلم بھی ان صفحات کے مضامین کو رد کر سکتا ہے۔ صفحہ ۱۲۱ میں ریل گاڑی پر
دابۃ الارض کا اطلاق ثابت کرنے کیلئے قاموس کی عبارت ذیل کو سند لاتے ہیں۔
والدابۃ ما دب من الحیوان وغلب علی ما یرکب جس سے صاحب قاموس کا یہ مطلب ہے کہ
غالبًا دابۃ کا اطلاق انہیں حیوانات پر ہوتا ہے جن پر سواری کی جاتی ہے۔ صفحہ ۱۲۹ اور ۱۳۰ کا حاصل
یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصاحبیہ فیکون
قبرہ رابعا جس کو بخاری نے اپنی تاریخ میں اخراج کیا ہے۔ امروہی صاحب کے چند خدشات۔
اوّل یہ معارض ہے دوسری روایت کے جو عینی میں لکھی ہے۔ فیدفن فی الارض المقدسۃ
پس بحکم اذا تعارضا تساقطا کے ساقط الاعتبار ہوویںگے۔ دوسرا یدفن معہ فی قبری کے
کیا معنے ہیں۔ معیت زمانی بوجہ لزوم کذب کی وجہ سے مراد نہیں ہوسکتی اور معیت مکانی
بھی [illegible] نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزار شریف اکھاڑا جاوے اور
حضرت عیسیٰ آپ کی قبر شریف میں دفن کئے جاویں۔ اور اگر لفظ معہ اور قبری سے بتاویل بعید انکا
مقبرہ مراد لیا جاوے تو معارض ہے حدیث ذیل سے۔ قالت لما قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم اختلفوا فی دفنہ فقال ابوبکر سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
شیئًا قال ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی یحب ان یدفن فیہ ادفنوہ فی موضع
فراشہ اخیر کا فقرہ چاہتا ہے کہ عیسیٰ بن مریم موضع فراش اپنے مدفون ہوں اور ظاہر ہے کہ
موضع فراش عیسیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تو نہیں تھا۔
لہذا یہ حدیث روضہ پاک میں مدفون ہونے مسیح بن مریم سے مانع ہے۔ اقول فیدفن
والی روایت جس کے ضعیف ہونے پر کوئی دلیل نہیں بخاری کی روایت کو معارض نہیں
ہوسکتی کیونکہ معارضہ میں تساوی شرط ہے۔ اگر امروہی صاحب کی طرح کہا جاوے کہ بخاری
کی روایت کو آیت ذیل معارض ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم
اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا
تو جواب معروض ہے کہ اس آیت کا مفاد یہ ہے کہ منعم علیہم باہم برزخی رفاقت رکھتے ہیں اسکا
ہم کب انکار کرتے ہیں اور ہم کو مضر نہیں۔ ہاں آیت کا مطلب اگر یہ ہوتا کہ منعم علیہم کا ایک دوسرے

کے جوار میں مدفون ہونا نہیں ہو سکتا۔ تو ابتہ آیت مذکورہ معارض ہوتی بخاری کی حدیث کو۔
وَاین ھٰذا من ذالک اور مراد معیت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقبرہ ہے۔ ورنہ ترمذی
کی حدیث مذکور بخاری کی روایت کو بوجہ عدم تساوی وضعیف ہونیکے معارض نہیں ہو سکتی
وقال غریب وفی اسنادہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر الملیکی یضعف من قبل حفظہ
ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ اور بالفرض اگر تساوی دونوں روایتوں کا مانا بھی جاوے۔ تو بھی ترمذی
کی حدیث معارض نہیں ہو سکتی بلکہ موید ہے۔ کیونکہ ما قبض اللہ نبیا الا فی الموضع الذی
یحب ان یدفن فیہ سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو اُسکی مرغوب و محبوب جگہ میں مقبوض فرماتا
ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چونکہ موضع فراش محبوب تھا۔ جس میں تنہا ہو کر مشغول بحق
ہوتے تھے۔ لہٰذا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ادفنوہ فی موضع فراشہ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کو کیا بلکہ ہر
ایک مسلمان کو بغیر فرقہ مرزائیہ کے چونکہ مقبرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی محبوب ہے۔ لہٰذا بحکم
اسی حدیث ترمذی کے اُنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقبرہ طیبہ میں مدفون ہونا چاہئیے۔
موید کو معارض سمجھنا آپ ہی کا کمال ہے۔ ہاں اگر بجائے فقرہ مذکور ما قبض اللہ نبیا الا
فی موضع فراشہ ہوتا تو پھر بظاہر آپ کے خدشہ کی گنجائش تھی۔ اگرچہ بعد الغور یہ فقرہ
بھی بخاری کی روایت کے معارض معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ما قبض
اللہ بصیغہ ماضی فرمایا ہے ارشاد کے وقت مسیح خارج تھا بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ما قبض
اللہ کی جگہ اگر ما یقبض اللہ بھی بصیغہ استمراریہ ہی کما ہو مدلول المضارع ہوتا تو بھی مسیح
بروایت بخاری مستثنٰی ہو سکتا تھا۔ صفحہ ۱۳۱ کا حاصل نزول مسیح ابن مریمؑ بروزی طور پر ہوگا۔
مسئلہ بروز کو فتوحات کے باب ۳۶ اور ۳۸ میں ملاحظہ کیا جاوے۔ اقول فتوحات کے ابواب مذکورہ
کا حاصل پیچھے لکھا گیا ہے۔ جس میں اصلاً بروز عرفی کا ذکر نہیں اور جو دلائل آیات امروی صاحب
نے لکھے تھے ان کا جواب بھی گذر چکا ہے۔ صفحہ ۱۳۲ کا حاصل جو تعارضات اس قسم کے ہیں۔ کہ
بلحاظ قواعد عربیہ واصول ادبیہ کے اُن میں تطبیق نہیں ہو سکتی وہ بحکم اذا تعارضا تساقطا کے
ساقط الاعتبار ہیں۔ اقول کوئی حدیث دوسری حدیث سے معارض مسئلہ نزول مسیح ابن
مریمؑ بعینہ المشخصہ میں نہیں۔ چنانچہ مفصل لکھا گیا ہے۔ آپکے قواعد عربیہ اور اصول ادبیہ مخترعہ

ہو رہے ہیں۔ صفحہ ۱۳۲ سے ۱۴۶ تک ان صفحات میں جو کچھ امروہی صاحب نے متعلق آیت وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کے لکھا ہے وہی مضامین مکررہ ہیں۔ جن کی تردید ہو چکی ہے۔ صفحہ ۱۴۶ سے ۱۵۰ تک کا حاصل تمام قرآن مجید میں توفاہ اللہ بمعنے قبض اللہ روحہ کے آیا ہے اور تمام احادیث اور تمام صحابہ کرام کے محاورات میں اور تمام لغت کی کتابوں میں ایسا ہی ہے۔ دیکھو لسان العرب، تاج العروس، قاموس وغیرہ قرآن مجید میں سے ایک آیت بھی سوا آیت متوفیک و رافعک الیہ کے بطور نظیر ایسی پیش کر دو جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض اللہ روحہ کے لئے ہوں جس طرح پر کہ ہم ۲۳ آیتیں قبض روح کے معنی میں پیش کرتے ہیں یا کسی حدیث یا صحابی کے محاورہ یا کتب لغت معتبرہ عرب میں سے اس قسم کے محاورہ کے معنی سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں تو حضرت اقدس مرزا صاحب ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہیں۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ وجہ رابع میں مؤلف صاحب نے معنے مراد ہمارے بخوبی تسلیم کر لئے ہیں۔ توفی یا بمعنی نیند ہوگی یا بمعنے موت کے اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے بدلائل یقینیہ ثابت کر چکے ہیں کہ اس میں رفع روحانی مراد ہے لہٰذا آیت متوفیک اور فلما توفیتنی میں چونکہ نیند کے معنے ہو نہیں سکتے۔ لہٰذا معنے موت کا ہی متعین ہوا۔ اور بفرض اگر تسلیم بھی کیا جاوے۔ کہ آیت متوفیک کے معنی پورا قبض کر لینے کے ہیں تو اس معنی سے جسم کا رفع آسمان پر کیونکر لازم آیا کیونکہ یہاں پر پورا قبض کر لینا بہ نسبت نوم کے کہا جا سکتا ہے اس وجہ سے کہ موت میں قبض تام یعنی قبض مع الامساک ہوتا ہے اور نیند میں قبض ناقص یعنی قبض مع الارسال۔ **اقول** الحمد للہ کہ امروہی صاحب کو بھی بذریعہ شمس الہدایہ کے اتنی روشنی تو ملی کہ توفی کا معنی منحصر موت میں نہیں رکھا۔ چنانچہ قبل از ملاحظہ شمس الہدایت اپنے تصانیف میں بہ تقلید قادیانی توفی کا معنے موت ہی سمجھتے رہے اور نیند پر توفی کا اطلاق مجاز مستعار کے طور خیال فرماتے رہے۔ دیکھو ازالہ اوہام جلد اول قریب ۲۲ آیات۔ اب اسجگہ امروہی صاحب ص۱۴۶ سطر ۱۹ پر لکھتے ہیں (تو معنی اسکے سوا قبض اللہ روحہ کے دوسرے کچھ نہیں) جس سے صاف اقرار پایا جاتا ہے کہ نیند بھی موت کی طرح معنی حقیقی ہے توفی کے لئے بعد ظہور تخالف بین المرشد والمرید۔ اب ناظرین کو اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ کہ امروہی صاحب نے توفی کا معنے صرف قبض روح ہی لیا

چنانچہ عبارت مسطورہ اُن کی (قبض اللہ روحہ) اسی پر دال ہے تو موت اور نیند چونکہ فرد
ہیں مطلق قبض روح کے لئے۔ لہٰذا موت اور نیند معنے مجازی ٹھہرے۔ کما ھو المقرر (اللفظ
الموضوع المطلق اذا استعمل فی فرد من افرادہ یکون مجازا)۔ اور یہ خلاف ہے ان کے
مزعوم سے کیونکہ وہ موت کو توفی کا معنی حقیقی ٹھہراتے ہیں اور دیگر نظر ثانی سے معلوم ہو سکتا
ہے کہ روح توفی کے کل تصریفات کے موضوع لہ سے خارج ہے اس پر آیت اللہ یتوفی
الانفس حین موتہا شاہد کافی ہے کیونکہ انفس کو جو بہ معنی ارواح کے ہے تعلیق ذکر کیا گیا
ہے۔ اور قول بالتجرید چنانچہ امروہی صاحب نے ص۱۲۹ کے تنبیہ میں لکھا ہے مستلزم ہے مصادرہ علی المطلوب کو
اور نیز منافی ہے آیت مسطورہ کیلئے پس معلوم ہوا کہ توفی کا مدلول صرف قبض ہی ہے جسکے لئے
اضافت الی الروح یا الی غیر الروح اور بر تقدیر اول تقیید بالامساک یا ارسال عارض ہیں سے ہے۔
بحسب اختلاف المواقع اور چونکہ آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے عیسےٰ ابن مریم کا رفع بھی ثابت ہو چکا ہے جس
کے برخلاف امروہی صاحب نے ۲۳ آیت سے متمسک ہو کر یہ ٹھہرایا تھا پاؤں مال کبر عنکبوت کی
طرح ہے اور بحکم وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت آخرکار اُسکے گھر کا تار و پود دہا دیا گیا۔
لہٰذا قول القائل توفی اللہ عیسیٰ یا قولہ تعالیٰ انی متوفیک اور فلما توفیتنی میں قبض جسمی
لیا جاویگا۔ اور یہ خیال کرنا کہ ۲۳ جگہ توفی سے معنی موت لیا گیا ہے لہٰذا اس جگہ بھی معنی موت
ہی کا لیا جاویگا باطل جہالت و بطالت ہے۔ گویا بمنزلہ اس قول کے ہوا کہ آدم علیہ السلام
بھی بدلیل انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج و قولہ تعالیٰ خلق من ماء دافق
یخرج من بین الصلب والترائب مخلوق من النطفہ ہے اور دوسری آیت جو آدم علیہ السلام
کو آیات مسطورہ سے مستثنیٰ ٹھہراتی ہے۔ یعنی خلقہ من تراب اس کی تاویل مقدم
ہے۔ تراب سے نطفہ مراد لیا جاوے۔ کیونکہ نطفہ خون انسان سے خارج ہوتا ہے۔ اور
خاک زاد مطعومات کے ہضم رابع کا نتیجہ ہے یا قادیانی تاویلات کی طرح کہہ دیا جاوے
کہ تراب میں لطیف اشارہ ہے تر آب کی طرف یعنی تر و تازہ پانی غیرہ ہو سکتا اور یہ خیال
کرنا کہ قرآن مجید میں محل متنازع فیہ کے سوا کسی جگہ توفی سے قبض جسمی لیا گیا ہے بمنزلہ اس
قول کے ہوا جو مثلاً کہا جاوے کہ خلقہ من تراب کا معنی نفی الاصل ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے کہ

نوع انسانی میں سے کسی شخص کا خاک سے بنایا جانا ثابت کیا جاوے۔ ورنہ آدم کو بھی بشہادت لکھو کھا امثال کے جو نوع انسانی میں موجود ہیں مخلوق من النطفہ ٹھہرایا جاویگا۔ اگر کہا جائے خلقہ من تراب میں ذکر تراب کا صریح طور پر واقع ہے بخلاف بل رفعہ اللہ الیہ کے کہ اس میں قید جسمی مذکور نہیں تو ہم کہیں گے۔ کہ ثابت بدلیل قطعی کالمذکور ہوتا ہے بڑا تعجب ہے کہ جس سوال کا استحقاق ہم کو حاصل ہے وہی سوال ہم پر وارد کیا جاتا ہے جس امر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر صحابہ اور تابعین وتبع تابعین مفسرین ومحدثین کا اتفاق واجماع ہے اس میں ہالت سے احادیث واقوال صحابہ وغیرہم کے محاورات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اس سے بڑھکر اور ثبوت کیا متصور ہو سکتا ہے۔ کہ احادیث نزول وقول عمرؓ روز وفات شریف (انما رفع کما رفع عیسیٰ) جس کے پہلے فقرہ (انما رفع) ہی کی تردید خطبہ صدیقیہ میں کی گئی اور فقرہ ثانیہ (کما رفع عیسیٰ) بوجہ مسلم اور اجماعی ہونے کے مقولہ عمرؓ میں مشبہ بہ ٹھہرایا گیا۔ اور اجماعی ہونے کی وجہ سے خطبہ صدیقی کی تردید بھی اس کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتی۔ ورنہ درصورت مردود ٹھہرانے (کما رفع عیسیٰ) کے ائمہ کے اقوال مسطورہ ذیل جو پہلے بھی بابسط لکھے گئے ہیں کیسے صحیح ہو سکتے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ سب امت مرحومہ کا اجماع ہے نزول مسیح ابن مریمؑ بعینہٖ بطریق ابروز پر جو مستلزم ہے رفع جسمی کے مجمع علیہ ہونے کو کیونکہ نزول بعینہٖ کا مجمع علیہ ہونا بغیر اسکے کہ رفع جسمی مسیح کو مجمع علیہ مانا جاوے ہو ہی نہیں سکتا۔ علامہ سیوطی کتاب اعلام میں لکھتے ہیں۔ انہ یحکم بشرع نبینا ووردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع اور شوکانی نے مؤلف مستقل میں اس کو با توضاحت لکھا ہے اور غیر اسکے نے اپنی تالیفات میں اور طبری نے اسکی تصحیح کی ہے۔ دیکھو فتح البیان صفحہ ۲۴۲ جلد ۲ اور نووی صحیح مسلم کی شرح جلد اخیر کے صفحہ ۳۰۲ پر لکھا ہے کہ نزول عیسےٰ علیہ السلام وقتلہ الدجال حق صحیح عند اھل السنۃ للاحادیث الصحیحۃ فی ذالک ولیس فی العقل ولا فی الشرع ما یبطلہ فوجب اثباتہ اب عاقل کو بعد لحاظ مضمون بالا اس میں کوئی تردد نہیں رہتا کہ معنی قبض جسمی کا مطابق محاورہ قرآن وسنت واقوال صحابہ وتابعین و ائمہ مجتہدین ومفسرین ومحدثین وفقہا کے ہے۔ یہ سوال تو ہمارا حق ہے کہ آپ محاورہ قرآن

یا حدیث یا اقوال صحابہ وغیرہم سے نزول بروزی کو ثابت کریں یا صرف روحانی کا مراد ہونا
کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی وغیرہم سے دکھلائیں۔ رہی لغت سو اس کا وظیفہ
یہ نہیں کہ اُس میں متعلقات فعل میں سے مواد استثنائیہ کا ذکر بھی ضروری سمجھا جاوے۔
تاکہ توفی اللہ عیسے بمعنے رفع اللہ جسم عیسےٰ کا ذکر واجب ہو۔ جب لغت نے منجملہ معانی توفی
کے معنے رفع کا بھی شمار کر دیا۔ تو بعد قیام قرینہ ایک معنی کی تعیین من بین المعانی ہو سکتی ہے،
احادیث متواترہ اور اجماع سے بڑھ کر کونسا قرینہ ہوگا اجماع کے برخلاف صرف بعض
معتزلہ کا قول نقل کیا گیا ہے جس میں انکار از احادیث نزول اُن کی طرف منسوب ٹھہرا ہے
اس قول کو علماء نے بوجہ بناء فاسد علی الفاسد کالمعدوم خیال کر کے مصادم اجماع نہیں قرار دیا
کیونکہ نووی کی عبارت سے جو پہلے بالاستیعاب مذکور ہو چکی ہے صاف ظاہر ہے قول
بالبروز کو صوفیہ نے بوجہ مخالفت اجماع واحادیث صحیحہ متواترہ کے مردود لکھا ہے۔ جیسا پہلے
گذر چکا ہے۔ الٹا قادیانی صاحب اس قول کو جو صوفیہ کرام کے نزدیک مردود ٹھہرا ہے
صوفیہ کرام ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ دیکھو اقتباس الانوار۔ بعد ثبوت اس امر کے کہ معنی
قبض جسمی کا قرآن و حدیث و اقوال صحابہ وغیرہم سے ثابت ہے۔ اب ہم امر ہی حسب کے اس
قول کی طرف جو صفحہ ۱۴۷ پر لکھا ہے (لغات معتبرہ عرب میں سے کسی ایک سے بھی اس
قسم کے محاورہ کے معنے سوا قبض روح کے اور کچھ نکال دیویں) ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔
جواباً معروض ہے۔ اور بالمقابل درخواست ہے کہ آپ ہی توفی اللہ عیسےٰ کو جو حکایت
ہے عیسےٰ کی توفی قبل النزول سے کسی حدیث یا تفسیر یا قول صحابی یا تابعی یا لغات معتبرہ
عرب سے نکال دیویں کہ فقرہ مذکورہ میں توفی بمعنی موت کے ہے۔ ہم نے تو توفی اللہ عیسےٰ
قبل نزول کا معنے حسب تصریح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم واجماع صحابہ وغیرہم کے قبض جسمی کا
ثابت کر دیا ہے۔ جس پر لغت بھی شاہد ہے۔ کیونکہ توفی بمعنے قبض کے تصریح لغت
میں موجود ہے۔ اور خصوصیت قید جسمی کی خصوص مقام سے مستفاد ہے اور اسی معنے
کی طرف امام فخرالدین رازی نے صحت کی نسبت کی ہے۔ انی متوفیک
انوفی اخذ الشئ وافیا۔ الی قولہ رفع بتمامہ الی السماء بروحہ و

بجسدہ پھر اس کے مابعد لکھا ہے وھو جنس تحتہ انواع بعضھا بالموت وبعضھا بالاصعاد الی السماء۔ تفسیر کبیر۔ وقال ابن جریر توفیہ ھو رفعہ ابن کثیر۔ اور لغت میں تصریح کی گئی ہے۔ کہ توفی کا اطلاق میت پر بعد تحقق موت مجاز ہوتا ہے نہ حقیقۃً۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے۔ ومن المجاز ادرکتہ الوفات ای الموت والمنیہ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض نفسہ وفی الصحاح روحہ اس عبارت میں توفاہ اللہ کے محاورہ کو معنے موت میں مجاز لکھا ہے جس سے ثابت ہوا کہ فلما توفیتنی میں معنے موت کا لینا مجاز ہے اور چونکہ احادیث نزول واجماع کے رو سے ارادہ معنی حقیقی یعنی قبض کا متعین اور مجازی یعنی موت کا بغیر تقدیم وتاخیر متوفیک ورافعک میں ممتنع ہے تو قرآن اور حدیث اور اقوال صحابہ وتابعین وغیرہم ولغت سے ثابت ہوا کہ توفی اللہ فلانا کا محاورہ نفس قبض میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مجمع البحار میں ہے۔ وقد یکون الوفاۃ قبضا لیس بموت چنانچہ یہی سورہ انعام اور زمر کی آیات سے مراد ہے۔ اب ہم زور سے کہہ سکتے ہیں کہ توفی کا استعمال حقیقۃً نفس قبض میں ہے اور موت اور نیند میں مجازاً تو ارادہ موت یا نیند بغیر قرینہ صارفہ کے جائز نہ ہوگا ۲۵ مقام میں سے دو مقام متنازعہ فیہ یعنے متوفیک و توفیتنی میں بلحاظ خصوص المحل تو علۃ موجبہ ارادۃ المعنے الحقیقی موجود ہے باقی تیئیس ۲۳ مقامات میں بعد قیام قرینہ کسی جگہ موت کسی جگہ نیند کسی جگہ کچھ اور مراد ہے۔ دیکھو لسان العرب وتفاسیر محاورہ مذکورہ کا استعمال استیفاء عمر میں بھی ثابت ہے مجمع البحار میں متوفیک اے متوفی کونک فی الارض۔ اور تکملہ مجمع البحار میں توفی کے محاورہ کا استعمال بھی استیفاء عمر میں معلوم ہوتا ہے۔ توفی اصحابہ الذین اکلوا من الشاۃ ظاھرہ لایلائم ما روی انہ لم یصیب احد منھم شیئ۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ توفی کا معنی اکمال عمر بھی ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ ہمارے سے اس معنے کے لینے پر شواہد لئے جاتے ہیں جبکہ ارادہ پر سارے عالم کا بغیر از چند جہلہ کے اتفاق ہے اور معنی حقیقی بھی بحسب تصریح کتب لغت وہی ہے۔ اور اپنی خبر ہی نہیں۔ کہ سراسر جہالت وتحریف ومخالفہ اجماع واستنباطات فاسدہ وغلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ ائمہ دین کی

طرف خود مذہب اُن کا منسوب کیا گیا ہے۔ اور غیر اجماعی کو اجماعی و بالعکس ٹھہرایا
گیا ہے۔ آپ کا یہ سوال کہ ایک آیت بھی سواء آیت متنازعہ فیہا کے بطور نظیر کے ایسی پیش
کریں۔ جس میں کسی مفسر نے اس قسم کے محاورہ کے معنے سواء قبض روح کے لئے ہوں،
اس کے بالمقابل ہماری درخواست ایسی نظیر ہم پیش کریں گے مگر پہلے آپ کسی آیت میں
منجملہ ۲۳ آیت کے توفی کے وقوع کا محل ایسا شخص بتاویں۔ جس کے زندہ اُٹھایا جانے
پر احادیث صحیحہ متواترہ و اجماع اُمت شاہد ہوں۔ تاکہ ہم وہاں پر بھی قرینہ موجبہ بلتعیین کیوجہ
سے معنے قبض جسمی کا لیویں۔ کیونکہ ہمارے ارادہ کی مدار تو اسی پر ہے مکرر لکھا جاتا ہے کہ
اس سوال کی نظیر یہ ہے کوئی کہے متناسب جگہ قرآن میں آدمی کا پیدا ہونا نطفہ سے مذکور ہے جس پر
قانون قدرت کے نظائر متکثرہ بھی شاہد ہیں تو محل متنازعہ خلقہ من تراب میں بلا تاویل آدم
کا مٹی سے پیدا ہونا جب مسلم ہو سکتا ہے۔ کہ آدم کے بغیر کسی اور کا پیدا ہونا مٹی سے کسی آیت
میں دکھایا جاوے۔ ورنہ ایک شخص کا مخالف ہونا اپنے نوع سے پیدائش میں کیا معنے
رکھتا ہے اور ادھر ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا بھی موجود ہے لہذا خلقہ من تراب
واجب التاویل ٹھہرا۔ ناظرین قادیانی و امروہی صاحبان کے استدلالات اسی قسم کے ہیں۔ الحاصل
محل نزاع میں چونکہ خصوصیت محل ہی مؤثر ہے تعیین معنی قبض جسمی میں لہذا نظائر کا مطالبہ بےجا
ہے۔ ہاں اس نزاع کا فیصلہ ایک آسان طریق سے ہو سکتا ہے۔ اثبات خصوصیات کے
بالمقابل امتناع خصوصیت پیش کریں اور وہ مستلزم ہے نص حدیث صحیحہ و اجماع و تصریحات اہل
و کتب لغت کو۔ اخیر میں امروہی صاحب نے آیت متنازعہ فیہا میں معنی قبض کا تو مان لیا ہے
مگر قبض مع الامساک کو بہ نسبت قبض مع الارسال کے ناقص ٹھہرانے کی وجہ سے استلزام رفع
جسمی کا قول نہیں کیا اور ظاہر ہے کہ دلائل خصوصیت محل بعد الاقرار بمعنے القبض کے جبراً استلزام
مذکور کو تسلیم کراتے ہیں۔ فتسلیم معنی القبض بلا استیعاب اقرار بالرفع الجسمی من حیث لا یشعر۔ اور
ہم نے شمس الہدایت میں توفی کا معنے مطلق قبض لکھا ہے۔ پس ہمارے پر الزام کہ توفی کا معنے
قبض روح مان لیا ہے) بالکل بہتان ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۲ شمس الہدایت کا۔ سطر ۱۸ کا حاصل
وہی بہتان بہ نسبت کتاب اللہ و محققین علماء اسلام و صوفیاء کرام کے کہ یہ سب بروزکے

ثبت ہیں۔ **اقول** بالکل لغو اور جہالت ہے۔ چنانچہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عود ایلیا میں تو
کتاب سلاطین سے تمسک اور صعود ایلیا سے انکے رجوع دونوں اُس میں سے مذکور ہیں۔ یہی مطلب ہے
شمس الہدائیت کا۔ صفحہ ۱۵۱ کا حاصل شمس الہدائیت کی عبارت (یا مسیح کے مصلوب ہونے میں
پہلے اناجیل اربعہ سے کام لیکر الی قولہ منحرف نہیں ہوئے) اسپر امروہی صاحب لکھتے ہیں لعنۃ اللہ
علی الکاذبین مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا تو ہم رد ہی کر رہے ہیں ہمارے تمام رسائل میں
اس کا رد موجود ہے۔ **اقول** امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ قادیانی صاحب نے مسیح کا
مصلوب ہونا اناجیل سے نہیں لیا۔ کیونکہ مسیح کے مقتول بالصلیب ہونیکا تو ہم رد ہی کر رہے ہیں ہاں
صرف صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا اور پھر قتل بالصلیب سے محفوظ رہنا لیا ہے مگر وہ بھی قرآن مجید سے
گویا قادیانی صاحب پر دو وجہ سے بہتان باندھا گیا ایک یہ کہ اُنہوں نے مسیح کو مصلوب نہیں کہا معہذا
اُنکی طرف یہ ناگفتہ قول منسوب کیا گیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اُنہوں نے صلیب پر چڑھایا جانا مسیح کا
اور پھر محفوظ رہنا انجیل سے نہیں لیا باوجود اس کے یہ ناکردہ گناہ بھی اُسپر عاید کیا جاتا ہے۔ لہذا
ہم مفتری کاذب پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ بعد تشریح غرض امروہی
صاحب کے جواب معروض ہے کہ ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۳۸۰ سطر ۲ پر ملاحظہ ہو کہ قادیانی صاحب لکھتے
ہیں (سو انہوں نے تین مصلوبوں کو صلیب پر سے اُتار لیا پھر اسی صفحہ پر ہے (بالاتفاق مان لیا گیا ہے
کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی جیسا کہ آجکل کی پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر
ایک گھنٹہ میں کام تمام کیا جاتا ہے۔ پھر اسی صفحہ میں ہے (جن کی وجہ سے چند منٹ میں ہی
مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا گیا) اور پھر صفحہ ۳۸۲ سطر ۱ پر لکھتے ہیں (پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا)
ناظرین عبارات مسطورہ بالا سے معلوم کر سکتے ہیں کہ شمس الہدائیت کے دونوں الزام قادیانی صاحب
پر واقعی اور سچے ہیں کیونکہ ازالہ میں انجیل کی روایات سے یہ مضمون لیا گیا ہے اور زندہ مسیح پر مصلوب
کا اطلاق بھی کیا گیا ہے۔ لہذا شمس الہدائیت کا انتساب صحیح اور بجا ٹھہرا۔ اور لسان العرب کی نقل الٹی
قادیانی پر پڑی۔ اب ہم ترکی بہ ترکی لعنت نہیں دیتے بلکہ بجائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین
کے یہی کہتے ہیں (یغفر اللہ لنا ولہ) اس مقام پر امروہی صاحب نے لسان العرب[1]
کا حوالہ دے کر اپنے مرشد صاحب کو بچانا چاہا۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ لبعض معطر ما افسد الدھر

[1] لسان العرب میں الصلب القتلة المعروفة مجاز میں [illegible] فی بیان معنی وما صلبوہ ۱۲ منہ۔

اسکو جانے دیجئے اپنا فکر کیجئے۔ بپاداش لعنت بہ لعنت تو ہم نے معاف کیا۔ مگر یہ گل دیگر شگفت کیا ہے
جو آپ اسی مقام پر لکھتے ہیں (دیکھو بحث حرف لکن کی جو واسطے دفع کرنے وہم ناشی
عن الکلام السابق کے آتا ہے کما مر) کیا صلیبی واقعہ بغیر قتل کی واقفیت قرآن مجید سے
آپ ثابت کر سکتے ہیں ہرگز نہیں کما مر۔ الغرض اناجیل کو بوجہ خودغرضی کے مانتے بھی ہیں اور
اسی وجہ سے پھر منحرف بھی ہوتے ہیں اور جھٹ قرائن قویہ بھی پیدا کر لیتے ہیں۔ کیا یہ چند اصول
آپکے (قرائن قویہ) (قانون قدرت) (تعارض) اور (تساقط) بےمحل روافض کے تقیہ کی طرح نہیں صہ ۱۵۲ جب
کا حاصل وہی ہے جسکی تردید بحث لعنت واحادیث نزول واجماع میں گذر چکی ہے صہ ۱۵۳
کا حاصل صحیح بخاری میں ہے قال ابن عباس متوفیك ممیتك جسکی اسناد عمدۃ القاری
میں حسب ذیل لکھی ہے تعلیق ابن عباس ہذا رواہ ابن ابی حاتم عن ابیہ
حدثنا ابو صالح حدثنا معاویہ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس اھ یہ غلط
ہے ان مرویات کے جو بل رفعہ اللہ الیہ اور ایسا ہی ولکن شبہ لھم اور ایسا ہی فلما توفیتنی
اور ایسا ہی قبل موتہ اور ایسا ہی وانہ لعلم للساعۃ کے متعلق لکھے گئے ہیں جب تک
وہ روایات علی شرط البخاری نہ ہوں اور دیگر نصوص قطعیہ کے برخلاف بھی ہوں ورنہ ہم بھی
متعارض نہوں تب تک کیونکر اُن کو قبول کیا جاوے۔ آپ اپنے مرویات کی رواۃ کی توثیق وتعدیل علی شرط
البخاری کیجئے اور بعد اسکے وجوہ ترجیح بیان کیجئے پھر ہمیں قبول کرنے سے کیا انکار ہے۔ اقول
روایت قال ابن عباس متوفیك ممیتك ہمارے مرویات متعلقہ آیات مذکورہ کے برخلاف نہیں الخ
دیکھو جبکہ متوفیك ورافعك الی میں قول بالتقدیم والتاخیر نہ کیا جاوے اور فلما توفیتنی
کے صیغہ میں قال بمعنی یقول نہ لیا جاوے مگر قتادہ سے قولہ یعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی میں انی
رافعك الی ومتوفیك مروی ہے جسکو مفسرین نے منظور رکھا ہے اور بخاری نے قال بمعنے
یقول لیکر آیت فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول ٹھہرایا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری
اسی صفحہ میں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بخاری نے متوفیك بمعنی ممیتك کا تحقق فیما بعد النزول
لیا ہے یہ تو بخاری کا فیصلہ ہے۔ رہا قول بالتقدیم والتاخیر جو قتادہ سے مروی ہے سو امر کا قائل
بخاری بھی ہے چنانچہ ابھی معلوم ہو چکا ہے اور علامہ سیوطی بھی تفسیر اتقان میں لایا ہے اور چونکہ مم

سیوطی کی نسبت ازالہ اوہام میں بڑے زور اور بسط سے لکھا گیا ہے کہ ان کے پاس صحت کا
معیار کشف بھی ہے دیکھو ازالہ اوہام جلد اول صفحہ ۱۵۰ سے ۱۵۳ تک جسمیں یہ بھی مندرج ہے
کہ صاحب کشف کا قول بعض علماء کے نزدیک آئت و حدیث کی مانند ہے اور پھر صفحہ ۱۵۱ پر
جلال الدین سیوطی رح کو اہل کشف میں سے شمار کیا گیا ہے جنہوں نے بہتیری حدیثوں کی تصحیح بذریعہ کشف
کی ہے اور پھر صاحب کشف کی تصحیح کو نقد حدیث کی تصحیح پر ترجیح دی گئی ہے۔ اب ہم قادیانی
صاحب و امروہی صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا شخص فلما توفیتنی کو متعلق بواقعہ مابعد النزول
کہنے والا در آیت متوفیک و رافعک الی میں تقدیم و تاخیر کے قول کو منظور رکھنے والا وہی امام بخاری ہے
اور وہی امام ہمام جلال الدین سیوطی ہیں یا کوئی اور بر تقدیر اول حسب ثبت اپنے کے تائب ہو کر اہل اجماع
و مومنین مہاجرین بہ لرسول علیہ السلام کے ساتھ شامل ہو جائیں اور بر تقدیر ثانی انکی مغایرت
اپنی بخاری و علامہ سیوطی مسلم شدگان سے ثابت کیجئے و دونہ خرط القتاد جب یہ ثابت ہو چکا
کہ بخاری کی روایت ہمارے مرویات مذکورہ فی شمس الہدایت کے برخلاف نہیں تو تعارض کہاں ہے تاکہ بیان
توثیق و ترجیح کی ضرورت ہو۔ ہاں اگر آپکو صرف رفع جہالت کی غرض ہے تو اثر ابن عباس متعلق
بل رفعہ اللہ الیہ کی اسناد کو حسب ذیل ابن کثیر میں دیکھو قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد
بن سنان حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن المنہال ابن عمرو عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس الخ پھر اسی کے متعلق لکھتے ہیں وھذا اسناد صحیح الی ابن عباس ورواہ النسائی
عن ابی کریب عن ابی معاویۃ نحوہ وکذا رواہ غیر واحد من السلف الخ اثر کے کسی فقرہ میں
رواۃ کا اختلاف قدر مشترک و تعبیر اجماعی عقیدہ کا مدار ہے مضر نہیں ہو سکتا۔ اور ابن جریر نے ابی مالک سے
اور عبد بن حمید و ابن المنذر نے شہر بن حوشب سے متعلق آیت وان من اہل الکتاب کے اخراج کیا
ہے۔ اور حافظ ابن کثیر و علامہ سیوطی وغیرہم من ثقات کی توثیق و تصحیح کافی ہے اور چونکہ یہ مرویات
بخاری کی روایت مذکورہ بالا بلکہ مذہب اس کے لئے موید ہیں لہذا واجب التسلیم ٹھہریں گے
دیکھو مقدمہ فتح البیان جس میں خود صاحب کے طور پر یہ بھی مندرج ہے کہ سیوطی جیسے لوگوں کا اخراج
کافی ہے توثیق اسناد میں اور قادیانی صاحب کے نزدیک تو کشفی معیار والوں کو ائمہ صحاح ستہ پر بھی فوقیت
ہے بنا علیہ اگر بخاری کی روایت اور ہمارے مرویات میں بالفرض تخالف بھی ہوتا تو

سوال مذکور کے مستحق ہم تھے یعنے یہ کہہ سکتے تھے کہ بخاری مروی ہے چونکہ تلقی معیار تصحیح کی گئی
ہیں۔ لہٰذا بخاری کی روایت بحسب ثبات و صحت آپ کی اُن کی معارض نہیں ہو سکتی اور بر تقدیر فرض
التنادی بحکم اذا تعارضا تساقطا دونوں ساقط الاعتبار ٹھہریں گی۔ پس سب آیات توفی میں
وہی قبض جسمی کا بحسب خصوص محل متعین ہوگا جب آپ یہ ثبوت مرحمت فرما دیں گے ورنہ
خرد القتاد ہے پھر بھی آپکو اہل اجماع ہی کے ساتھ شامل ہونا پڑیگا۔ ثقہ کے آخیر صفحہ ۹۰
تک کا حاصل نمبر ۱ پیشگوئی کی حقیقت تفصیلی پر اجماع کا انعقاد کوئی معنی نہیں رکھتا اگر امت
ایسی پیشین گوئی کی تفصیلی حقیقت پر اجماع کرے تو یہ اجماع کورانہ نہیں تو اور کیا ہے۔ نمبر ۲ مسیح کے
رفع جسمانی پر کس وقت میں تمام مجتہدین نے اجماع کیا۔ بلکہ وفات آنحضرت کے دن اول ہی
کا اجماع کل مرسلوں کی بالخصوص عیسے ابن مریم کی وفات پر منعقد ہوا۔ دیکھو ہمارا رسالہ
القسطاس المستقیم وغیرہ کو۔ نمبر ۳ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج اور عیسے ابن مریم کا
رفع اگر جسم کے ساتھ ہوتا تو منکرین کو اس کا دکھایا جانا ضروری تھا۔ نمبر ۴ کوئی حدیث صحیح
یا ضعیف دکھائی جاوے جس میں عیسے کا رفع بجسدہ العنصری مذکور ہو۔ نمبر ۵ ہم افسوس ہے
تنا بھی نہیں جانتے کہ نزول کا معنے کسی مقام پر ٹھہرنا ہوتا ہے۔ نمبر ۶ قدر مشترک احادیث
نزول کا مصداق بالضرور حضرت اقدس ہیں۔ نمبر ۷ مطالبہ اس امر کا کہ متمسک بہا مرویات
کے کل رواۃ کی توثیق و تعدیل علی شرط بخاری کی جاوے۔ نمبر ۸ ابن عباس کے نزدیک
اگر متوفیک کا معنے ممیتک نہیں تو پھر دوسرا کوئی معنی ابن عباس سے نقل کرنا ضروری تھا نمبر ۹
تمام قرآن مجید و محاورات عرب میں توفاہ اللہ کا معنے قبض شدہ روح کا آیا ہے۔ نمبر ۱۰
مدت اقامت مسیح کی روایات میں جو تعارض ہے اسکی تطبیق بھی ضروری ہے۔ نمبر ۱۱ میں افسوس
کرتا ہوں کہ آپ ناحق اس مناظرہ میں شامل ہو کر دقت میں پڑ گئے۔ آپ کو جہلا میں معتبر
بننے کے لئے گوشہ نشینی ہی کافی تھی۔ اقول۔ نمبر ۱ پیشگوئی کے قدر مشترک پر جو نزول مسیح
ابن مریم بعینہ لا بشبیہہ ہے اجماع ہے نہ ہر یک خصوصیت متعلقہ پر چنانچہ آپکے
اقرار نمبر ۶ میں موجود ہے۔ اجماع امت کو کورانہ کہنا آپ ہی کا کام ہے۔ نمبر ۲ مجتہدین کے اقوال
مفصلہ ابتدا رسالہ میں اور یہی خلاصہ رقیمہ کا بیان بھی ہے گذر چکے ہیں۔ نمبر ۳ یہ تعلق

کی تصریح کے مطابق وقوع ہو چکی ہے۔ دیکھو صفحہ ۵۴ سطر ۲۲ لہٰذا مؤلف کے نزدیک نظم قرآنی یوں
ہونی چاہیے۔ کہ یا عیسیٰ انی رافعک الی ومطہرک من الذین کفروا وجاعل الذین
اتبعوک فوق الذین کفروا ومتوفیک الی یوم القیامۃ پھر متوفیک الی یوم القیامۃ
کے کیا معنے ہونگے۔ ۔ ۔ اگر الی یوم القیامۃ کو بھی آپ متوفیک سے متعلق کریں گے۔ تو آپ
کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی وفات بعد ختم ہونے قیامت کے ہو گی۔ ایھا الناظرین! کیا
ہی عقیدہ ان کا ہے یہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر تقدیم و تاخیر کا بغیر فوائد کے ہونا مقتضائے
اعجاز بلاغت میں محض غلط ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ لقد وصلنا لہم القول لعلہم
یتذکرون۔ وقال النبی علیہ السلام ابدأ بما بدأ اللہ بہ فبدأ بالصفا فرقی علیہ
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بمراعات ترتیب کے معتقد تھے
اس امر کے کہ ترتیب نظم قرآنی کے بموجب عمل درآمد فرمایا ہے۔ **اقول** ما قال بالتقدیم والتاخیر
کا منشا یہ نہیں کہ اصل عبارت بجائے نظم قرآنی کے یوں ہونی چاہیئے تھی۔ جیسا کہ آپ نے سمجھا
ہے۔ بلکہ جس قرآن کریم کا یہ شان ہے۔ قال تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی
ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض
ظہیرا۔ اس میں یوں نہ چاہیئے یوں چاہیئے کب متصور ہو سکتا ہے۔ بلکہ معنی اس کا یہ
ہے کہ ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں یعنی مقدم فی الذکر مثلاً مؤخر فی الوقوع
ہے۔ لیکن اختیار کرنا اس طرز کا ضرور کوئی وجہ رکھتا ہے جس کے بغیر وجوہ اعجاز و فوائد علم
بلاغت متحقق نہیں ہو سکتے۔ پس نظر بدیں وجوہ فوائد نظم کو ایسا ہی ہونا چاہیئے گو کہ مقدم ذکری
مثلاً وجوداً و تحقق میں مؤخر ہی ہو۔ ایھا الناظرون امروہی صاحب نے کہاں کی کہاں ملا
دی۔ نمبر ۲ انی رافعک الی ثم متوفیک یا ومتوفیک کیا اس کا مقتضے یہ ہے کہ حضرت
عیسے آسمان پر مرے۔ بتایئے کس مادہ یا ہیئت کا مدلول ہے۔ نمبر ۳ یہ پیشگوئی بوجہ تمادی و
استمرار فوقیت تا روز قیامت متحقق نہیں ہو چکی اور نہ شمس الہدایت کی عبارت کا یہ مفاد ہے
دیکھو صفحہ مذکور سطر ۲۳ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یا خلفاء راشدین کے وقت میں یہود
کو مغلوب ہونا کیا اس پر فوقیت تابعین الی یوم القیامۃ کا صادق کیا جا سکتا ہے

ہرگز نہیں۔ وہ ترتیب فی التحقق بوجود برعایت مدلول احادیث متواترہ فی النزول اس طرح پر معلوم ہوتی ہے۔ اذا اخذ الله الی و مطہرك من الذین کفروا الی یوم القیمۃ۔ کیونکہ جس مقام پر عذاب کا تحقق قیامت کے متصل متصور ہو سکتا ہے۔ ایدالناظرین کی جگہ ایدالناظرون چاہیئے۔ دیکھو ہدایت النحو کافیہ۔ ثم بہم الحمد لله کہ آپ تقدیم تاخیر کو مان گئے۔ ہاں صاحب دوسرے لوگ بھی تقدیم و تاخیر کو اسی معنی سے لیتے ہیں۔

ہرچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از قبول رسوائی

اور آیت ولقد وصلنا لھم القول لعلھم یتذکرون کا یہ معنے نہیں کہ ترتیب ذکری اور وقوعی کا تطابق ضروری ہے ورنہ سب بشوت آپ کے کلام الہی کاذب ہوا جاتا ہے۔ لوجود شواھد التقدیم والتاخیر۔ اور حدیث شریف ابدأ بما بدأ الله کا یہ مطلب نہیں کہ آیت ان الصفا والمروۃ کی ترتیب ذکری قطع نظر بین حدیث سے مثبت ہے وجوب تقدیم صفا یا مسنونیت یا استحباب اس کے لئے بلکہ مثبت ان کی حدیث ہے۔ چنانچہ عینی شرح صحیح بخاری میں ہے۔ لانہ ثبت بقولہ صلی الله علیہ وسلم ابدؤا بما بدأ الله به فکیف یستدل بخبر الواحد علی اثبات نفی شیئۃ تقتضی موضع الحاجۃ۔ یا آنحضرت صلی الله علیہ وسلم کا ابدأ بصفا کی جگہ ابدأ بما بدأ الله به فرمانا بلاغت سے ہے۔ غرض ترتیب نظم بغیر بیان سنت قولی یا فعلی کے حکم میں یا بیان تیکی سے وقت میں آ جب تو بخوبی ارتفع کے لئے توجیہ ہے کہ بحسب آیت اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ کے ادائے زکوۃ کی تقدیم ادائے صلوۃ پر ناجائز ہو جس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ ایسے ہی واذا قتلتم نفسا الخ میں ترتیب ذکری مطابق ترتیب وقوعی کے نہیں۔ ہاں اس طرز بیان کو اختیار کرنا وجوہ بلاغت کے لئے ہے۔ اس سے ثابت ہو کہ تقدیم صفا کی مروہ پر مفید ہے۔ حدیث ابدأ بما بدأ الله کا۔ مانحن فیہ یعنے توفی مسیح کا جونکہ بین احادیث نزول کے رو سے متاخر الوقوع ہونا ثابت ہوتا ہے لہذا انی متوفیک و رافعک میں تقدیم ذکری متضمن نکتہ قابل تقدیم؛

تاخیر ماننا پڑا۔ گویا جناب کی نظیر پیش کردہ ہمارے مدعٰی کی مؤید ٹھہری عـ۱ کے اخیر
صـ۱۶۳ تک کا حاصل درمنثور وغیرہ میں جو تقدیم و تاخیر مروی ہے اس کی نسبت سوال کیا جاتا ہے
کہ اول تو آپ ان مرویات کی اسناد و راستی رجال کی توثیق مثل اس اثر ابن عباس
کے جو صحیح بخاری میں مندرج ہے علیٰ شرط البخاری ثابت کیجیے۔ بعد اس کے
ہم سے جواب لیجیے۔ نمبر ۲ ہماری تطبیق بین النصوص پر کوئی حاجت نہیں جو تقدیم تاخیر
قول کیا جاوے۔ نمبر ۳ تفسیر عباسی کی نسبت بحوالہ مجمع البحار و اتقان و قول شافعی ثابت
ہو چکا ہے کہ اس کی روایت کا سلسلہ مخدوش ہے۔ پس قرآن مجید کی ترتیب نظم میں تقدیم و
تاخیر کو ایسے کذابین کے مرویات سے ہم تسلیم نہیں کرتے۔ **اقول** امام بخاری اور
صاحب مجمع البحار اور صاحب اتقان اور امام شافعی کا چونکہ مذہب وفات مسیح بعد نزول
کا ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو چکا ہے تو بر تقدیر ارادہ معنی ممیتک کے متوفیک سے یہ
سب حضرات تقدیم و تاخیر کے قائل ہوں گے۔ کیونکہ بغیر اس کے قول با وفات
بعد النزول کا کوئی معنے نہیں۔ لہٰذا ہمارے مرویات تو انہیں کے مرویات
ٹھہرے صراحتاً یا اقتضاءً اگر آپ کو ان کی جرح و التعدیل پر اعتماد ہے تو ان کی
نسبت ان کے مذہب کا خلاف کیا معنے رکھتا ہے ان کے مذہب کے خلاف ہونا تو یہی
ثابت ہے کہ ان کا قول قابل اعتبار آپ کے نزدیک نہیں۔ پس چاہیے کہ تفسیر عباسی کی نسبت
ان کی جرح بھی ساقط الاعتبار ہو۔ بنا بریں بہ نسبت تفسیر عباسی کے آپ تو جرح نہیں کر سکتے
مگر ہمارے نزدیک چونکہ ان بزرگوں کی جرح بوجہ اتحاد مذہب کے غیر معتمد نہیں ٹھہر سکتی۔
لہٰذا ہم کو عباسی کا مجروح ہونا مسلم ہے مگر عباسی کی نقل سے ہم کو اثبات مدعٰی کا مقصد نہیں
بلکہ صرف مؤید و توابع کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ ہماری مرویات
بخاری کے اثر ابن عباس کے برخلاف نہیں بلکہ اس کے لئے متمم ہیں۔ قطع نظر ہماری مرویات
سے آپ ہی فرمائیے۔ کیا جس شخص کا مذہب وفات بعد نزول کا ہے وہ بجز ارادہ
معنے ممیتک کے متوفیک سے ترتیب نظم اور ترتیب تحقق وجود کو باہم مطابق رکھ
سکتا ہے ہرگز نہیں۔ ہم نے تو آپ کے مسلمات کو پیش کیا تھا یعنی امام سیوطی کے۔ نیز مثل

آتے ہیں کہ امر، اقول۔ ہمارا اور مقابل کا تخالف صرف (کما من) میں ہے۔ یعنے اُس کے مفسدہ لازمہ اور ہیں اور ہمارے اور کہ امر۔ آیۃ (انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ والنبیین من بعدہٖ میں اور ایسا ہی ز و اوحینا الی ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق ویعقوب والاسباط و عیسیٰ وایوب و یونس و ھارون و سلیمان واٰتینا داؤد زبوراً) میں بھی مقدم الذکر کا مؤخر فی التحقق ہونا مان لیا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۷۰ کی عبارت مسطورہ بالا اور پھر دیکھو صفحہ ۱۷۱ کی عبارت ذیل جو بعد انا اوحینا الی ابراھیم الخ کے لکھتے ہیں (اس آیت میں جو باعتبار تحقق خارجی کے بعض انبیا کا تقدم اور تاخر معلوم ہوتا ہے وہ باعتبار وضع کے اُسی ترتیب سے ہونا چاہیئے تھا جس طرح پر کہ مثل سلک جواہر منتظم کے بیان فرمایا گیا ہے انتہیٰ موضح اجابت۔ اقول ہاں صاحب ہم بھی نظم قرآنی کا قائم رہنا مسلم رکھتے ہیں۔ ہم نے کب کہا ہے یا قتادہؓ وغیرہ نے کہاں لکھا ہے کہ نظم قرآنی اس طرح پر نہ چاہیئے یہ تو بوجہ جہالت کے آپ کا الزام صحابہ اور مفسرین پر تھا۔ ہمارا مطلب شواہد تقدیم و تاخیر کے پیش کرنے سے صرف اتنا ہی تھا جو آپ نے مان لیا۔ یعنے کبھی مقدم الذکر باعتبار تحقق و وجود خارجی کے مؤخر ہوتا ہے۔ بس ایہا الناظرون! امروہی صاحب کی اور جہالت کا خیال فرمائیے۔ صفحہ ۱۶۹ کے اثنا کذٰلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اور انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوحٍ والنبیین من بعدہٖ کے متعلق لکھتے ہیں (اور ان آیات میں تو باعتبار تحقق کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقدم ہیں کیا مؤلف صاحب خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع انبیاؤں سے نبوت میں سابق بلکہ تمام کمالات میں اول اور افضل نہیں جانتے تو وہ مطالعہ کرے باب فضائل سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متیٰ وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد رواہ الترمذی وعن العرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انی عند

مکتوب خاتم النبیین و ان آدم لمنجدل فی طینتہ رواہ فی شرح السنۃ ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بلکہ ختم نبوت قبل پیدائش آدم کے متحقق تھی انتہٰی موضع الحاجۃ اقول فہم سخن گر نہ کند مستمع۔ قوت طبع از متکلم مجوے ۔ کہاں کی کہاں لگا دی آیت کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلک اور نیز آیت انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ میں یوحی الیک یہی آیت میں اور اوحینا ایک دوسری میں یعنی انزال کلام الہی متقدم الذکر ہے اور الی الذین من قبلک یعنے یوحی الی الذین من قبلک اور ایسا ہی اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ مؤخر الذکر ہے اور ظاہر ہے کہ انزال قرآن مجید کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوپر چالیس سال کے بعد غار حرا میں شروع ہوا ہے ۔ جو مؤخر فی التحقق ہے بہ نسبت انزال پہلی کتابوں کے ۔ مرزا صاحب نے یوحی اور اوحینا کو حذف کر کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود شریف میں کلام شروع کر دیا ۔ اس مقام پر علاوہ جہالت کے بطالت کا بھی ثبوت دیا ہے ۔ یعنے لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمیع کمالات میں افضل جانتے ہیں بہ نسبت مخالفین کے مگر ناظرین تو جانتے ہیں کہ خاتم النبیین کی مہر کو توڑنے پر مسیلمہ کذاب و اسود عنسی وغیرہم کے بعد کس نے جرأت کی یہی قادیانی صاحب اور ان کے مشہرہ خور ہیں ۔ دیکھو اشتہار نمبر ۵ نومبر ۱۹۰۱ء قادیانی کا جس میں نبوت و رسالت کا بڑے زور سے دعوے کیا ہے ۔ اور نیز امروہی صاحب کا خط مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء جو اخبار الحکم یا اخبار البشر میں شائع کرایا گیا ہے ۔ ع

چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد ۔ ہم تو (کنت نبیاً وآدم بین الجسد والروح) کے قائل ہیں ۔ لہٰذا یہ مسئلہ ہم کو سنانا فضول ہے ۔ آپ یہ وعظ اپنے پیغمبر کو سناویں جو روح انسانی کو جسم کا ایک کیڑا کہتا ہے ۔ دیکھو قادیانی کا بیان جو انہوں نے لاہور جلسہ مذاہب میں بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۶ء پیش کیا ہے ۔ کہ روح کا الگ طور سے آسمان یا فضا سے نازل ہونا نہ یہ خدا کا منشاء ہے اور نہ

یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے بلکہ یہ خیال کو تو قانون قدرت باطل ٹھہراتا ہے ہم روز
مشاہدہ کرتے ہیں کہ گندے زخموں میں ہزارہا کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں سو یہی بات صحیح ہے
کہ روح ایک لطیف نور ہے جو اس جسم کے اندر ہی سے پیدا ہو جاتا ہے۔ جو رحم میں
پرورش پاتا ہے اور جس کا خمیر ابتدا سے نطفہ میں موجود ہوتا ہے۔ جیسے آگ
پتھر کے اندر ہوتی ہے نہ جیسے جسم جسم کو جدا ہوتا ہے۔ یہ وہ باہر سے آتا ہے۔ بالفعل
کے مادہ سے ہی پرورش پاتا ہے اور اسی سے اس کا [illegible] ہونا بھی ثابت ہوتا ہے

اقول قادیانی صاحب کا یہ قول جس پر جاہلوں نے آفرین کہی اور تحسین کے آوازے
بلند کئے بالکل کتاب اور سنت کے برخلاف ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قل الروح
من امر ربی۔ و عالم الامر عبارۃ عن موجودات الخارجۃ عن الحس
والخیال والجہۃ والمکان والتغیر وھو ما لا یدخل تحت المساحۃ والتقدیر
لانتفاء الکمیۃ عنہ۔ رسالہ روح للغزالی۔ و قال اللہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ
علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منہا وحملہا
الانسان انہ کان ظلوما جھولا۔ روح انسانی بحقیق اس آیت کے مسکن ابدان
عنصری بار امانت اٹھا چکے اور مستحق ثواب و عذاب قرار دئے گئے۔ مگر قادیانی صاحب کے
نزدیک چونکہ روح اندرون رحم کے نطفہ کے گند سے کیڑوں کی طرح پیدا ہوتی ہے۔ لہٰذا
کسی طرح اس آیت شریف کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ و قال اللہ تعالیٰ و اذ اخذ
ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم۔ و قال صلی اللہ علیہ وسلم
لما خلق اللہ آدم مسح ظہرہ فسقط عن ظہرہ کل نسمۃ ھو خالقہا
من ذریتہ الی یوم القیامۃ الخ یعنی میثاق کے روز اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ
کے روبرو عالم ارواح کی وہ تمام روحیں اور نسمات نورانیہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت
ذرات کی صورت میں نکل آئیں الخ۔ و قال صلی اللہ علیہ وسلم الارواح
جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف الخ یعنی
روح حق تعالیٰ کے جنود مجندہ اور انواع مختلفہ ہیں اور دنیا میں ان کا باہم میل

اور فرمان کی بندی خدمت اور اصلی فطرت کی رو سے ہے۔ الخ اور علی کرم اللہ وجہہ اور
سہل بن عبد اللہ تستری اور سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم
سے منقول ہے کہ انہوں نے اس عہد کے یاد ہونے کا اقرار کیا جو روز میثاق میں مابین
اُن کے اور رب تعالیٰ کے ہوا تھا۔ پھر اور جہالت سنئے۔ صفحہ پر متعلق الذی خلقکم
والذین من قبلکم کے لکھتے ہیں۔ اس آیت میں جو مؤلف تقدیم و تاخیر
قرار دیتا ہے وہ درایت کے بالکل خلاف ہے۔ **اقول** ایہا الناظرون کیا
خلقکم مقدم الذکر کا تحقق متاخر بہ نسبت مؤخر الذکر یعنے الذین من قبلکم نہیں۔
خیر الفصحیٰ۔ ہاں ترتیب نظم قرآنی کے واجب القیام ہونے کی وجوہ بلاغت و
اعجاز کی رو سے ہم بھی قائل ہیں۔ پھر اور سنئیے آیۃ فاطر السموٰت والارض
اور بدیع السموات والارض جو شواہد تقدیم و تاخیر میں پیش کی گئی ہے۔ اس پر
لکھتے ہیں کہ اس آیت میں بھی قول تقدیم و تاخیر محض بے جا ہے۔ **اقول** ایہا الناظرون
کیا بحسب قولہ تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی
السماء فسوٰھن سبع سمٰوات زمین کی خلقت بہ نسبت آسمانوں کے مقدم
فی التحقق نہیں جس کو فاطر السموات والارض اور بدیع السموات
والارض میں مؤخر الذکر کیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کیونکہ اس میں شک نہیں کہ باعتبار
بسط اور دحو کے ارض سماوات سے مؤخر ہے کما قال اللہ تعالیٰ والارض بعد
ذلک دحٰہا۔ **اقول** ہم بھی اسکے ساتھ ایمان رکھتے ہیں کہ زمین کا بسط و دحو
آسمانوں کی خلقت سے متاخر ہے۔ مگر فاطر السموات والارض اور بدیع السموت
والارض میں تو پیدائش کا ذکر ہے دحو کا نہیں۔ و ہم بھی مانتے ہیں کہ نظم قرآنی
وجوہ بلاغت کی رو سے ضروری القیام ہے۔ مگر ہمارا مطلب بھی صرف اتنا ہی تھا
جس کے آپ بھی معترف ہیں کہ یہاں پر بھی مقدم الذکر یعنے آسمانوں کا پیدا کرنا متاخر
فی التحقق ہے بہ نسبت پیدا کرنے زمین کے ایک اور طرفہ قابل سماع ہے۔ جب کہ
حسب طلب تفسیر معتبرہ مثل درمنثور و اتقان کے حوالہ دئے گئے ہیں تو آپ فراری ہوئے

جاتے ہیں چنانچہ صلا۲۶ پر لکھتے ہیں (اور دفع ہو کہ جو اقوال مفسرین کے نصوص کتب یا حدیث صحیحہ کے مخالف ہیں الی ان قال وہ اقوال ہم پر حجت نہیں ہو سکتے)
اقول اب اس کا کیا علاج کیا جاوے۔ علامہ سیوطی جن کے مناقب سے بوجہ خود غرضی ازہ وغیرہ میں رطب اللسان تھے اب وہ بھی احبار و رہبان میں اور ان کے تابعین پیرو مشرکین سے شمار کئے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اسی مقام پر لکھتے ہیں (اور یہی تو اتخاذ ارباب ہے جو اتخذوآ احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ میں مذکور ہے۔ انتہے
اقول اگر آپ کا اخیر بحث میں یہی جواب تھا۔ تو پہلے علماء اسلام سے تفسیر و ثبوت اجماع کا مطالبہ کیوں کیا گیا۔ ایہا الظروف ان صاحبوں کی بحث کا خلاصہ یہی برآمد ہوا۔ کہ جو کچھ قرآن سے واقعی مطلب ہم نے سمجھا ہے اُس کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک کے علماء اسلام کو نہیں ہوئی ورنہ احادیث نزول و بیان مندرج تفاسیر و اجماع امت برخلاف نصوص قرآنیہ کے صادر نہ ہوتے۔ نعوذ باللہ من هفوات الجاھلین کبر صلا۱۶۳ میں آیت فلا تعجبك اموالهم ولا اولادهم انما یرید اللہ لیعذبهم فی الحیوة الدنیا کے متعلق لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فی الحیوۃ الدنیا متعلق ہے لیعذبہم سے جس سے ایک لطیفہ پیش گوئی معلوم ہوتی ہے۔ حاصل معنے یہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تجھ کو ان کے اموال اور اولاد عجب میں نہ ڈالیں کیونکہ وہ اموال و اولاد فی الحقیقت بوجہ ہلاکت و غارت کے مسلمانوں کے ہاتھ میں ان کے لئے موجب عذاب ہیں دنیا ہی میں اور اگر (فی الحیوۃ الدنیا) کو اموال و اولاد سے متعلق ٹھہرایا جاوے تو یک زائد اور لغو کلام ہو جاتا ہے کما قیل شعر: چشمان تو زیر ابرو اند ؛ دندان تو جملہ در دہان اند ؛
اقول چونکہ امروہی صاحب صلا۱۶۷ سطر ۴ پر لکھتے ہیں کہ (کیونکہ حذف ظروف وغیرہ کا موجب اُصول علم بلاغت کے عموم پر دلالت کرتا ہے انتہے اموسیع الحیات تو بموجب اس تصریح آپ کے اموال و اولاد ان کے بر تقدیر تعلق (فی الحیوۃ الدنیا) کے (لیعذبہم) کے ساتھ عام ٹھہر یں گے۔

یعنے دنیا میں بھی اور قیامت میں بھی۔ اور جیسے دنیا میں ان کے اموال و اولاد دیکھنے والوں کو خوش لگیں گے۔ ایسے ہی قیامت میں۔ اب امروہی صاحب کے علم بلاغت کے رو سے آیت کے معنے یہ ٹھہرا۔ کہ ان کے اموال واولاد بوجہ کثرت وخوبی ہی کے دنیا اور قیامت میں تجھ کو عجب میں نہ ڈالیں گوکہ اموال واولاد خوب وعمدہ دنیا وقیامت میں ان کے نصیب کئے ہیں۔ مگر بوجہ بزکت وغارت کے مسلمانوں کے ہاتھ اُن کے لئے موجب عذاب کا ٹھہریں گے۔ ایہا الناظرین جب کفار کو دنیا اور قیامت میں یہ معاش نصیب ہوئی جو موجب عجب کا ہے مسلمانوں کے لئے تو ایک لحظہ بھر کی تکلیف میں جو ہیں۔ بالغرض تین کالعدم سمجھنی چاہیئے۔ ان کا کیا نقصان ہؤا۔ دونوں جہانوں کی خوشی تو بموجب علم معانی امروہی صاحب کے کفار لے گئے۔ پھر مسلمانوں کے ہاتھ میں باقی کیا رہا۔ یہی مسکنت وغربت وتنگئے معاش تلک اذا قسمة ضیزی۔ پھر لکھتے ہیں (رہا آخرت کا عذاب سو وہ ٹل نہیں سکتا) اقول کیوں صاحب جب آپ کے علم بلاغت نے کفار پر دونوں جہانوں کی نعمتیں عنایت کردیں تو پھر آخرت کا عذاب کیسا؟ پھر لکھتے ہیں۔ کیونکہ حال ان کا یہ ہے کہ وہ تو مصداق ہیں وتزھق انفسھم وھم کٰفرون کے اقول ایہا الناظرین علم بلاغت کے عجائبات کو تو دیکھا ہے۔ اب علم نحو کے قوانین کو سنیئے۔ ہدایت النحو پڑھنے والا بھی جانتا ہے۔ کہ حال اور عامل حال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً رایت زیداً راکباً یعنے زید کو میں نے سواری کی حالت میں دیکھا۔ تو آپ متکلم کے دیکھنے اور زید کے سوار ہونے کا ایک ہی وقت ہوگا۔ امروہی صاحب کا نحو یہاں پر یہ حکم دیتا ہے۔ کہ عذاب تو ان کو دنیا میں ہوگا اور زہوق اُن کے نفوس کا جو حال ہے یہ قیامت کے دن سبحان اللہ یہ ہیں نحو ومعانی وحدیث وقرآن دانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر عہد موجودہ تک فوقیت کا دعوے ہے۔ اللہ تعالٰی کو تو اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ اموال واولاد چند روزہ کا تجھ کو خوش نہ لگے کیونکہ عذاب ان کے لئے ابدی اور غیر محدود ہے۔ امروہی صاحب کی تفسیر کے

مطابق معنے یہ ہوا۔ اموال واولاد دائمی اُن کے تجھ کو خوش نہ لگیں کہ صرف دنیا ہی میں اُن کی
ہلاکت ہے پھر ہمیشہ باقی رہیں گے۔ گویا اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجائے
تسلی واطمینان کے اُلٹی سنائی۔ ناظرین کو معلوم ہو کہ فی الحیوٰۃ الدنیا متعلق اموال واولاد سے
ہے اور یہ لغو نہیں بلکہ یہ قید بمنزلہ دلیل کے ہے ماقبل کے لئے یعنے اے حبیب کرد
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اُن کے اموال واولاد خوش نہ لگیں کیونکہ یہ تو چند روزہ ہیں۔
دائمی معاملہ ان کا تو عذاب سے پڑے گا۔ فکان کدعوی الشئی ببینتہ وبرھان
پس بجائے شعر مذکور یہ مناسب ہے۔ شعر

چشم تو کہ زیر ابروئے تست ⁂ زہ کردہ کمان باہوئے تست

یا یوں کہئے

چشم تو زیر ابروانند ⁂ زہ کردہ کمان بعاشقانند

دندان تو جملہ در دہانند ⁂ درحقۂ لعل لو لو انند

اس مضمون بالا اور لحاظ قاعدہ مذکورہ علم بلاغت سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ آیت لہم
عذاب شدید بما نسوا یوم الحساب میں بھی اگر (یوم الحساب) کو لہم عذابٌ شدیدٌ کے ساتھ متعلق
نہ مانا جاوے چنانچہ امروہی صاحب نے ص۱۶۶ کے اخیر پر لکھا ہے تو چاہیئے کہ کفار کے لئے عذاب
شدید دنیا اور قیامت دونوں میں ہو حالانکہ بہتیرے کفار دنیا میں بڑی جاہ وحشمت میں ہیں
تو بحسب تفسیر امروہی صاحب کے آیت میں کذب لازم آئیگا والعیاذ باللہ اور بما نسوا میں مراد
نسیان سے نسیان آیات اللہ کا بقرینہ مقام ہے فلا یرد ما زعم الامروہی ــــــ
ص۱۶۵ میں مجاہد پر معترض ہوکر لکھتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے قولہ تعالیٰ انزل
علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا قیما میں تقدیم وتاخیر نہیں کیونکہ مخاطب
کا ذہن بعد سُنتے انزل علی عبدہ الکتاب کے فوراً اس بات کی طرف گیا کہ شاید
منزل علیہ جس پر کلام اتاری گئی ہے خدا نہ بن گیا ہو۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ فوراً ہی ارشاد فرمایا جاوے
کہ لم یجعل لہ عوجاً کیونکہ جس طرح وہ شبہ فوراً پیدا ہوا تھا اُس کا دفع بھی فوراً چاہیئے
اقول ایہا الناظرون غور فرماویں کجی اور عوج تو مخاطب کے ذہن میں

پیدا ہوئی اور اس کا دفعیہ اس طرح پر ہو۔ کہ لم یجعل لہ عوجا یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن
کریم میں کجی نہیں رکھی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں عوج و
اختلاف نہیں رکھا کہ کہیں کچھ ہو اور کہیں کچھ۔ اس دفعیہ کو کیا دخل ہے اس وہم
کے دفع کرنے میں پھر غور فرماویں۔ کہ کیا (انزل علیٰ عبدہ الکتاب) سے وہم مذکور
پیدا ہو سکتا ہے اور جن عباد پر کلام الٰہی اتاری جاوے ان میں خدا بننے کا استحقاق
کوئی خیال کر سکتا ہے۔ ہاں بیشک ایسے وہم قادیانی صاحب اور امروہی صاحب کو پیدا
ہو سکتے ہیں۔ جو ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ کے سننے سے رسول بن گئے
اور آیات الوہیت کے سننے سے خدا بن گئے۔ نہ صرف دعویٰ ہی کیا۔ بلکہ نیا آسمان
بھی پیدا کر دیا۔ دیکھو کتاب [illegible] قادیانی۔ تیسری دفعہ پھر خیال فرماویں کہ
بالفرض اگر وہم مذکور پیدا بھی ہو۔ تو کیا تصریح عبدہ کی اس کے دفع کرنے کے لئے کافی
نہیں ہو سکتی جس نے عبدہ کو نہ مانا وہ لم یجعل لہ عوجا کو کیسے مانے گا۔ بلکہ عبدہ
کی تصریح تو اس مرزائی وہم کا دفعیہ نسبت ولم یجعل لہ عوجا کے بخوبی کر رہی ہے
کہاں تک ہم جہالت آمودہ مضامین کی تردید میں تضیع اوقات کریں جس شخص
کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ولم یجعل لہ کا جملہ بسبب معطوف ہونے کے انزل
علیٰ عبدہ الکتاب پر صلہ موصول کا لا محل لہا من الاعراب ہے جس سے پایا
جاتا ہے کہ کوئی تعلق اس کا بحسب اعراب (الکتاب) سے نہیں جیسا کہ قیماً کو ہے
کیونکہ وہ حال واقعہ ہے (الکتاب) سے وہ کیونکر کہتا ہے۔ اور بلاغت کے متعلق بحث کا
مجاز ہو سکتا ہے اور نیز یہ جملہ [illegible] کا مطلب صرف اتنا ہی ہے کہ قیماً کا محل وجہ
حال واقع ہونے کے (الکتاب) سے ماقبل کا ہے بہ نسبت (ولم یجعل لہ
عوجا) کے اور تاخیر اس کی وجوہ بلاغت کی رو سے کی گئی ہے اس مقام پر شاید
امروہی صاحب نے لفظی اور معنوی دونوں طریق پر علم بدیع کو ملحوظ رکھا ہے یعنی
آیت (ولم یجعل لہ عوجا) میں ایک مضمون جو بیان کیا باوجود اس کے کہ آیت
میں کجی کی نفی کی گئی ہے اور نیز آیت قرآن مجید کی (ولم یجعل لہ عوجا)

پاکے ساتھ اور امروہی صاحب نے (الم تجعل له عوجا) نون سے فرمایا ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۲۶ سطر ۴۔ صفحہ ۱۶۳ کا حاصل ۱ اوّل تو علامہ سیوطی پر بے اعتباری اور پھر فقالوا ارنا الله جهرة میں بھی تقدیم تاخیر نہیں کیونکہ جہرۃً بمعنے ظاہر و عیان کے ہے اور قوم موسےٰ کا سوال عیانی رویت سے ہی تھا۔ اور رویت قلبی تو ان کو بذریعہ حضرت موسےٰ کے حاصل تھی جیساکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں شعر

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت ؛ اُس بے نشان کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور ؛ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

اقول ۱ تفاسیر معتبرہ کے مقابلہ کے بعد اس آڑ میں پناہ لینی فرار ہی کا نام ہے ۲ ابن عباس رضی کا مطلب یہ ہے کہ جہرۃً کا محل متصل فقالوا کے دو وجہ سے ہے۔ لفظی وجہ تو یہ ہے کہ نظم قرآنی میں جس جگہ قول او مافی معناہ کا اجتماع جہرۃً کے ساتھ ایک کلام میں واقعہ ہوا ہے وہاں پر جہر سے قول جہری مراد ہے دیکھو (ودون الجهر من القول) اور (ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا) اور (ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون) وغیرہا۔ دو وجہ معنوی یہ ہے کہ بہ حسب محاورہ مجرمان صریح گستاخی پر بولا جاتا ہے۔ کہ فلاں نے چلا کر اور منہ دی دے کر یہ کام کیا۔ گویا دو جرم ہوئے ایک تو معصیت کا ارتکاب اور دوسرا برملے دریدہ کی شوخی۔ آیت کا معنے یہ ہو کہ انہوں نے جہر کر یہ سوال کیا تھا۔ کہ اے موسیٰ ہم کو اپنا خدا دکھلا دے۔ د چونکہ بحسب اقرار امروہی صاحب ان کو رویت قلبی حاصل تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ سوال ان کو رویت عینی ہی سے تھا۔ الغرض آیت مذکورہ بنی اسرائیل کے جہری سوال سے حکایت ہے نہ ستری سے یعنے یہ نہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہو کہ انہوں نے اپنے دلوں میں ارنا الله کا خیال کیا تھا۔ شخص بالمقابل شعر مذکورہ کے یوں لکھ دیجیئے :۔

منکوحہ آسمانی و آتھم کی موت میں ؛ جو حق نے تیرہ کیا ہے نشان یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں ضرور ؛ ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

درازی عمر کی۔ نمبر۳ تفسیر عباسی کی نسبت جو کچھ علامہ سیوطیؒ وغیرہ نے لکھا ہے اُس
کا یہ معنے نہیں کہ جو کچھ اس میں اول سے آخر تک لکھا ہوا ہے وہ سب خلاف واقعہ
ہے۔ کیونکہ اس تقدیر پر علامہ سیوطی کا نقل کرنا ابوالشیخ کی عبارت کو جس سے معلوم ہوتا ہے
کہ ابن عباس نے فلما توفیتنی سے معنے رفع لیا ہے کیا معنے رکھتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ابوالشیخ کی روایت
جو علامہ سیوطی معتبر ٹھہری ہے عباسی کی روایت اُس کے مطابق ہے اور عباسی کی روایت بھی
تائید میں مذکور ہے نہ محل اثبات میں۔ صفحہ ۱۷۳۔ اور ۱۷۴ کا حاصل یہ کہ امام بخاری
نے آیت متوفیک کے ممیتک تفسیر فلما توفیتنی کے ذیل میں لکھی ہے اور اسی
مقام میں حدیث اقول کما قال العبد الصالح کی لائے ہیں جس سے امام بخاری کو یہ ثابت
کرنا منظور ہے کہ فلما توفیتنی میں بھی معنی موت کا مراد ہے اور مسیح ابن مریم کی وفات بھی
آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کی طرح ہے تو امام بخاری اور ابن عباس دونوں
کا مذہب وفات مسیح ٹھہرا بلکہ سب ائمہ سلف کا یہی اعتقاد تھا۔ کیونکہ قول ابن عباس
متوفیک ممیتک سے کسی صحابی کا انکار منقول نہیں اور خطبہ صدیقی نے تو فیصلہ ہی کر دیا
کہ مسیح بھی سب انبیاء کی طرح مر چکا ہے **اقول** امام بخاری اور ابن عباس بلکہ کل محدثین
کے نزدیک چونکہ احادیث نزول میں نزول عیسیٰ مراد ہے نہ مثیل کما مر اور نیز امام بخاری
کی تصریحات بوفات بعد النزول جو مستلزم ہے حیات قبل النزول کو اور ایسا ہی ابن
عباس کی روایت متعلق بل رفعہ اللہ الیہ اور وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ الخ
اور مدت مکث و نکاح مسیح بعد النزول ائمہ ثقات کی کتب معتبرہ میں منقول ہیں۔
دیکھو ابن کثیر و درمنثور اور ابونعیم وغیرہ لہٰذا وفات مسیح کو ان کا مذہب ٹھہرانا بالکل جہالت و
ضلالت ہے و مثبتین حیات المسیح کے نزدیک احادیث نزول و آیت توفی کے مابین
تطبیق کے دو ہی طریق ہیں۔ ایک متوفیک اور توفیتنی کو بمعنے قبض و رفع کے لینا اور دوسرا
بمعنے موت کے مگر اس تقدیر پر متوفیک و رافعک الی کو تقدیم و تاخیر کی نوع سے
ٹھہرایا جائیگا۔ چونکہ شہادت نص قرآنیہ ثابت ہے اور آپ نے بھی مجبور ہو کر مان
لی ہے کما مر اور آیت فلما توفیتنی کو حکایت وفات بعد النزول سے ٹھہراتے ہیں اور

یہی ہے مسلک امام بخاری کا۔ دیکھو اسی مقام پر جس میں متوفیک بمعنے ممیتک لکھا ہے (وذ قال) میں قال کو بمعنے یقول کے لیا اور کلمہ اذ کو زائدہ جس سے امام بخاری کا مطلب یہ ہے کہ یہ سوال و جواب حشر کے دن ہوگا۔ کما یدل علیہ قولہ تعالے (ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم) اور فلما توفیتنی حکایت ہے وفات بعد نزول سے اور حدیث (اقول کما قال العبد الصالح) میں بھی قال بمعنے یقول کے ہے۔

بلکہ اس حدیث لانے سے بھی امام بخاری کا مطلب اپنے مذہب کا اثبات ہے کیونکہ اس حدیث میں روز حشر کے واقعہ کا ذکر ہے لہذا یہ حدیث قوی دلیل ہے اس پر کہ آیت میں قال بمعنے یقول کے ہے ورنہ برامس مسلک کے مسیح ابن مریم بھی مثل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اثر موت سے متاثر ٹھہرتے۔ ہاں بر مسلک معنے قبض و رفع بوجہ خصوصیت لازمہ کے اثر توفی میں مختلف ٹھہرینگے۔ اور یہ محل استبعاد نہیں۔ دیکھو آیت اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا میں نفوس مائتہ اور نفوس نائمہ مختلف ہیں اثر توفی میں۔ یہاں پر امروہی صاحب کا مسخر کے سوا پایا نہ کیونکر مختلف نہوں کہاں عیسے علیہ الصلوۃ والسلام ابن مریم خدا کا کلوتا بیٹا اور کجا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سراسر دجل اور جہالت ہے کیا جس شخص کی عمر دراز ہو وہ خدا بن جاتا ہے یا اُس کا بیٹا۔ ہرگز نہیں۔ اب امروہی صاحب ہی چونکہ ۶۳ سال سے زائد ہو چکے ہیں تو کیا خدا کے بیٹے بن گئے۔ ہاں مجھے خوب یاد آیا کیونکر نہ بنیں جب بحسب تصریح کتاب بریہ کادیانی صاحب خالق السموات والارض ٹھہرے تو امروہی صاحب اس خدا کے بیٹے ہوئے۔ خطبہ صدیقیہ کی تشریح پہلے گذر چکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے کتابیں کسی اُستاد سے نہیں پڑھیں ورنہ اٹکل لگتے معنے یوں نہ لکھتے۔ لہذا آپ معذور ہیں۔ مگر پھر ایسی بحث معرکۃ الاعداء میں ہرگز نہ [illegible] ہوا چاہئے تھے میں ایک اور طرح پر گریز اختیار کیا۔ جب سمجھا کہ بیشک امام احمد حنبل بحیثیت سیوطی جیسے شخص کو ہم جھوٹا تو نہیں کہہ سکتے [illegible] دکھائیے مگر وہ کبھی بدیں شرط [illegible] ہوگا کہ اس پر سب محدثین کی تصحیح ہو۔

اب ناظرین سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا یہ قرینہ ہے یا نہیں۔ صفحہ ۱۷۶ سطر ۲۲ پر لکھتے ہیں اور کوئی ایسا بڑا تعذر نہیں کیونکہ شریعت اسلام میں صلیب کا توڑ ڈالنا یا خنزیر کا قتل کرنا کچھ ممتنع نہیں ہے۔ **اقول** کیوں وہ حسب صلیب کا توڑنا اور خنزیر کا قتل کرنا علی سبیل الاستمرار ممتنعات عادیہ سے نہیں۔ کیا آپ نے مضارع کا استمرار تجددی کے لئے ہونا نہیں سنا۔ صفحہ ۱۷۷ سے ۱۸۰ تک کی تردید کی بوجہ مردود ہونے اس کے حاجت نہیں ص۱۸۱ کا حاصل غیر مکرر نقد توفی کا قیاس کرنا خلق اللہ زیداً پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ لفظ خلق کے معنے میں زمین تراب داخل ہے اور زمین ماء مہین بخلاف محاورہ توفی اللہ زیداً کے کہ اس میں حسب اقرار مؤلف کے بھی روح کا قبض ہے نہ مطلق قبض **اقول** قیاس مع الفارق نہیں کیونکہ توفی کے معنے مطلق پورا لینا اور قبض کرنا ہے جس کے افراد میں سے موت اور نیند اور قبض اشیاء غیر الروح ہے دیکھو شمس الہدایت کا ص۵۳ لہذا یہ قیود توفی کے مفہوم سے خارج ہیں کیونکہ معنی مصدری کے افراد حصصیہ ہوتے ہیں جن کی ماہیت سے قیود بالاتفاق خارج ہیں رہا محاورہ توفی اللہ زیداً کا سو اس پر توفی اللہ عیسیٰ کو بدلیل خصوص یعنی بل رفعہ اللہ الیہ کے قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اور آپ نے جو کچھ بل رفعہ اللہ میں لکھا ہے اس کا تار و پود ناظرین کے سامنے اکھاڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔ ص۱۸۲ اور ص۱۸۳ کا مضمون مکرر ہے ص۱۸۳ کے اخیر سے ص۱۸۵ کے اخیر تک کا حاصل یہ ہے استدلال صرف اثر ابن عباس سے ہی نہیں بلکہ کلام اللہ کی تین آیات سے۔ نمبر ۲ بخاری کی حدیث اقول کما قال العبد الصالح نمبر ۳ اثر ابن عباس متوفیک ممیتک نمبر ۴ تمام محاورات نمبر ۵ تمام کتب لغات عرب عرباء نمبر ۶ حدیث لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم نمبر ۷ ابن حزم کا قول چنانچہ حاشیہ جلالین میں لکھا ہے وتمسک ابن حزم بظاہر الآیۃ وقال بموتہ اور امام مالک کا قول مجمع البحار میں مندرج ہے نمبر ۸ ادلہ عقلیہ نمبر ۹ اناجیل وغیرہ نمبر ۱۰ وقوع مجازات و استعارات احادیث پیشین گوئیوں میں **اقول**۔ قرآن مجید کی آیات میں جس قدر آپ کی جہالت آمودہ اجتہادات آپ کی جہالت کا ثبوت دیا ہے

الکتاب الخ بحسب محاورہ قرن اول کے بیشک عقیدہ اجماعیہ کے برخلاف ہو سکتے ہیں۔
لہذا جب تک مخالف ہمارا بہ نسبت ان دونوں بزرگوں کے احادیث نزول کا انکار اپنی طرح
قول بالبروز یا تصریح برفع روحانی متعلق آیت بل رفعہ اللہ الیہ کے ثابت نہ کرے
تب تک اقوال مذکورہ سے تمسک مفید نہیں ہو سکتا بلکہ ہمارے پاس دلائل موجود ہیں
جو ان کو اہل اجماع سے خارج نہیں ہونے دیتے۔ دیکھو اسی کتاب کو اول سے جس
مقام پہ اجماع کا ثبوت دیا گیا ہے۔ ۸ کوئی دلیل عقلی رفع جسمی علی السماء و نزول
جسمی من السماء پر قائم نہیں۔ چنانچہ بحوالہ نووی شرح مسلم میں پہلے گذر چکا ہے کہ کوئی دلیل
عقلی و شرعی نزول من السماء کے استحالہ پر نہیں قادیانی مشن کی محض جہالت ہے۔
کہ اس کو محالات عقلیہ سے خیال کرتے ہیں کما مر اور آیت سبحان ربی ھل کنت
الا بشرا رسولا کی عدم دلالت علی الامتناع کو امروہی صاحب نے بھی مجبور ہو کر
اسی کتاب میں تسلیم کر لیا ہے۔ صرف مرزاجی اس جہالت میں اکیلے رہ گئے ہیں۔
۹ انا جیل وغیرہ میں سے بوجہ خود غرضی کے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بلکہ سب
تمسکات میں آدھا تیتر آدھی بٹیر والی بات ہے ۱۰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سب احادیث نزول میں اصیل مسیح کے نزول سے اعلام فرماتے رہے ہیں کما مر
غیر مرۃ۔ ایہا الناظرون کل احادیث نزول اور حدیث اقول کما قال العبد الصالح
اور اثر ابن عباس متوفیک یعنے ممیتک اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ اور
ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل یہ سب
دلائل جن کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے اجماعی عقیدہ کی مثبت ہیں ص۱۶۰
سے ص۱۹۹ تک وہی مضامین ہیں جن کی تردید ہو چکی ہے۔ ہاں ص۱۸۹ پہ
لکھتے ہیں۔ اب فرمائیے کہ الرسل میں حضرت عیسٰے داخل ہیں یا نہیں بشق ثانی
کیا وجہ کہ صحابہ اہل لسان نے اس پر جرح نہیں کیا اور بشق اول مدعا ہمارا
ثابت ہے۔ پھر اس بحث کے اخیر میں کہتا ہے (دیکھو ملل و نحل شہرستانی کہ فرجع
القوم الی قولہ اقول الرسل جو وما محمد الا رسول قد خلت

من قبله الرسل ہیں ہے۔ اس میں حضرت عیسٰی داخل نہیں کیونکہ یہی قد خلت من قبله الرسل آیت ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل میں بھی موجود ہے۔ تو بر تقدیر استغراق الرسل کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الرسل میں داخل ہیں یا نہیں۔ بشق اوّل آیت میں کذب لازم آتا ہے۔کیونکہ معنے یہ ہُوا۔کہ سارے رسول مسیح ابن مریم سے پہلے گذر چکے ہیں۔حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے پیچھے تشریف فرما ہوئے ہیں اور بشق ثانی ہمارا مدعا ثابت ہے۔ یعنے معلوم ہُوا۔کہ الرسل سارے افراد کو محیط نہیں۔ و صحابہ بل سنن کا جرح نہ کرنا دلیل ہے اس پر کہ صدیق اکبر اور کل صحابہ متفق تھے یعنے عیسٰی ابن مریم کو قد خلت من قبله الرسل سے باتفاق خارج سمجھتے تھے کیونکہ درصورت اختلاف جرح ضروری تھا اور فرجع القوم الی قوله کا معنے یہ ہے۔کہ سب صحابہؓ نے صدیق اکبرؓ کی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کو منافی رسالت نہ سمجھا اور آپ کی صلے اللہ علیہ وسلم وفات شریف کے معتقد ہو گئے ۔غرض کہ آپ اس بحث معرکتہ العلماء میں داخل ہو کر عجیب مصیبت میں پڑ گئے۔ نہ مذہب باطل کو ہٹ دھرمی سے ترک کیا جاتا ہے کہ معتقدین برگشتہ ہو جاویں گے۔ یا اُن کے روبرو آپ کو ذلت جہالت کی حاصل ہو گی اور نہ باطل کا احقاق ہو سکتا ہے۔

شعر

فان کنت لا تدری فتلك مصيبة ٭ وان كنت تدری فالمصیبۃ اعظم

صفحہ ۱۸۹ سے ۱۹۲ تک وہی مضامین مکررہ ہیں۔ ہاں ۱۹۱ صفحہ پر ایک عجیب مسئلہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔کہ فعل متعدی میں نسبت صدوری و وقوعی کے مابین تلازم ہے اور مثلاً زمین ایک کا ذکر ایسے محل پر دوسرے کے ذکر سے مستغنی کر دیتا ہے **اقول** بالکل لغو اور باطل ہے ضرب زیدٌ عمرواً میں اگر صرف نسبت صدوری کی محل الفقہ موافق ثابت ہو گئی یا صرف نسبت وقوعی کی تو ہر ایک مخالفت یا استقراء موثر ہے کذب قضیہ مذکورہ میں تو محل تردید میں ایک کا ذکر دوسرے کے

ذکر سے کیسے مستغنی کر دیتا ہے۔ ص۱۹۲ کا ماحصل ۱ ترجیح کے لئے جو عبارت ہے تقویت احد الطرفین سے دوسرے پر جس سے مقصود تصحیح صحیح و ابطال باطل ہوتا ہے) چند شرائط ہیں ۱ تساوی فی الثبوت ۲ تساوی فی القوۃ ۳ صحابہ و تابعین و تبع تابعین و من بعدہم سب متفق تھے عمل بالراجح پر ۴ ترجیح کبھی اسناد کے رو سے ہوتی ہے اور کبھی متن اور کبھی مدلول اور کبھی امر خارج کے رو سے ۵ قلت وسائط کی اسناد میں اور روایت ۲ فقیہ کی اور ایسی ۳ ہی روایت عالم باللغۃ العربیہ کی یہ تینوں اسباب ترجیح میں سے ہیں ۶ اور جو مراد پر بلا واسطہ دلالت کرتا ہو مقدم کیا جاتا ہے اس پر جو بالواسطہ دلالت کرے ۷ صحیحین کی احادیث مقدم سمجھی جائینگی غیر صحیحین کی احادیث پر حصول المامول من علم الاصول سے انتخاب کیا گیا ہے **اقول** کل مرویات فی تحقیق وفات المسیح بعد النزول مطابق و منتظم مؤید ہیں صحیحین کی مرویات کے لئے کما مر فلا تعارض حتی یحتاج الی التوجیہ ان میں فقہاء اور علماء بالعربیہ کے نزدیک کوئی تخالف نہیں الا بحسب رائے چند عجمیوں کے جو فقاہت اور وجوہ استنباط سے بالکل نابلد ہیں فلا یعبأ بہم۔ ص۱۹۴ کا مضمون غیر مکرر اس جگہ پر مؤلف صاحب نے (مؤلف شمس الہدایت) ایک اور اپنا کمال ظاہر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے اس قول پر (کہ کل مفسرین نے حتی کہ صاحب کشاف نے بھی متوفیک سے معنے ممیتک کا لیا ہے) مؤلف صاحب فرماتے ہیں کہ صاحب کشاف نے متوفیک کے معنے جو ممیتک لکھے ہیں اس معنے کو بسبب لانے صیغہ تمریض کے خود ضعیف کر دیا ہے۔ ایہا الناظرون دیکھو یہ کس قدر جہل عظیم مؤلف صاحب کا ہے۔ کیونکہ صاحب کشاف نے جو قیل کے تحت میں ممیتک لکھا ہے اس کو بقیود فی وقتک بعد النزول من السماء سے تو بھی مقید کر دیا ہے پس وہ ممیتک جو مقید ہو بدیں قیود وہ قول صاحب کشاف کے نزدیک مرجوح ہے نہ وہ ممیتک جو مقید ہو بقید حتف انفک لا قتلا بایدی بہم سے کیونکہ یہ قول تو قول مذہب میں کہا گیا ہے۔ **اقول** ناظرین کو قاموس وغیرہ کتب لغت سے

معلوم ہوسکتا ہے کہ اہل لغت نے توفی کے لئے چند معانی لکھے ہیں جن میں سے موت
بھی ہے اور استیفاء عمر بھی اور پورا پکڑنا اور پوری گنتی کرنا وغیرہ وغیرہ۔ سب معانی بوجہ
تضاد مستلزم ایک دوسرے کے متقابل ومغائر ہوئے صاحب کشاف اور قاضی
بیضاوی اور صاحب مجمع البحار وغیرہم نے ظاہر متوفیک کو جب دیکھا کہ بر تقدیر
ارادۂ معنے موت کے نص بل رفعہ اللہ الیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع سے مخالف
ہے تو انہوں نے حصول تطبیق کے لئے اس مسلک کو لیا کہ یہاں پر متوفیک بمعنے ممیتک کے
نہیں تاکہ حصول تطبیق کے لئے قیود غیر متبادرہ کی طرف احتیاج پڑے یعنے (فی وقتک)
(بعد النزول من السماء) بلکہ متوفیک سے مراد ایک اور معنے ہے جس کو اہل لغت نے منجملہ
معانی توفی کی موت کی طرح شمار کیا ہے۔ وہ کیا مستوفی اجلک یعنی تیری عمر کو جو ابھی باقی ہے
پورا کرنیوالا ہوں۔ کشاف کی عبارت یہ ہے۔ متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی
عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک وممیتک حتف
انفک لا قتلا بایدیھم صاحب کشاف (ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک
الکفار) سے یہ بیان کرنا چاہتا ہے کہ مستوفی اجلک کنایہ ہے عصمۃ عن القتل سے اور
عبارت (ومؤخرک الی اجل الخ) سے مقصود بیان لزوم ہے مابین استیفاء اجل اور عصمۃ
عن القتل کے یعنے استیفاء اجل کی صورت یہ ہے کہ تجھ کو مہلت دینے والا ہوں اجل
موعود تک اور یہ تاخیر اجل اس طرح پر نہیں کہ مہلت کے بعد پھر تجھے انہیں کے
سے قتل کراؤں بلکہ تجھے بلا قتل اپنی موت سے ماروں گا۔ عبارت مذکورہ میں جیسا
کہ فقرہ (ومؤخرک الی اجل کتبتہ لک) در ضمن بیان معنے کنائی کے داخل ہے
ایسا ہی فقرہ (وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم)۔ پس ثابت ہوا
کہ صاحب کشاف نے متوفیک سے معنے موت کا نہیں لیا۔ بلکہ مستوفی اجلک مراد
رکھا ہے۔ اور عبارت مذکورہ میں ممیتک وہ نہیں جو منجملہ معانی متوفی سے شمار
کیا گیا ہے کیونکہ یہ بعطف تفسیر معطوف ہے عاصمک کے اوپر۔ پس (معناہ) پر محمول ہوا
گویا صورت ترکیب کی یہ ہوئی ومعناہ انی ممیتک یعنے معنے اس متوفیک کا کیا ہے

ممیتک ہے سان آنکہ متوفی اجلک اور ممیتک بوجہ اتحاد مقسم قسیم ہیں ایک دیگر
کے لئے جن کا حمل فیما بین جائز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ ممیتک درضمن بیان معنے
کنائی کے ذکر کیا گیا ہے یعنے ممیتک مقید بقیود (حتف انفک) (لا قتلا بایدی یعصم
من حیث انہ مقید) محمول ہے (معناہ) کے اوپر اور ظاہر ہے کہ ممیتک مقید
متوفی کا معنے نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ممیتک جو کشاف کی عبارت میں واقعہ ہے معنے
متوفیک کے لئے نہیں۔ اور یہ بھی اذہان صافیہ پر واضح ہو کہ کشاف کی عبارت
(وقیل ممیتک فی وقتک بعد النزول من السماء) میں ممیتک چونکہ متحد ہے
متوفیک سے یعنے اس کا معنے تصور کیا گیا ہے۔ لہذا یہاں پر حمل کا درست
ہوگا تقیید کے لحاظ سے۔ الحاصل پہلی کلام میں ممیتک مقید محمول ہے دوسری میں
ممیتک محمول مقید ہے مرزا صاحب پر اب بھی باوجود اس تصریح کے امید
نہیں کہ کشاف کے مطلب کو پہنچیں۔ مگر اور طلباء کے افادہ کے لئے کہہ دیتے ہیں
قاضی بیضاوی کشاف سے بیکر متوفیک کے تحت لکھتے ہیں انی مستوفی اجلک
ومؤخرک الی اجلک المسمی عاصما ایاک من قتلہم او قابضک من
الارض من توفیت مالی الخ اس کے حاشیہ پر شہاب لکھتے ہے لما کان فی ذکرہ مخالفا
للمشہور المصرح بہ فی الآیۃ الاخری (بل رفعہ اللہ الیہ) اولم یوجد الاول
انہ کنایۃ عن عصمۃ عن الاعداء وما ہم فیہ من الفتک بہ لانہ یلزم من استیفاء
اجلہ وموتہ حتف انفہ ذلک انتہی موضع الحاجۃ ناظرین قادیانی و مرزائی
صاحبان سے دریافت فرماویں کہ دجال یا جاہل کس کا بیٹا اور کن مفسرین نے اجماعی عقیدہ کے مطابق
لکھا ہے یا نہیں کہاں تک ان کو آیات واحادیث بلکہ صرف نحو تک بھی پڑھایا جاوے ص۱۹۵ کا دلیل
جھوٹی از قولہ ص۱۹۷ سطر اول در مؤلف جدید ذکر کرتا ہے کہ ایام الصلح کے اخیر میں
انکار فرشتوں کا کیا گیا ہے۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔
اقول اے ہمناظرون شمس الہدایت کے ص۵۹ کے حاشیہ کو ملاحظہ فرماویں جسکی ۱۱ سطر
پر لکھا ہوا ہے (مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں متعلق تفسیر مجددہ نفسہ نزول ملائکہ کے قائل

والذی نفسی بیدہٖ لقد اعطانی ما سألتہ ولو شئت لکان الخ اس ذات کی قسم جس
کے ہاتھ میں میرا وجود ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے وہ مجھے اللہ نے دیدیا اور اگر میں چاہوں
تو وہ ہو جاوے الخ تفسیر ابن کثیر سورہ بنی اسرائیل۔ اور قرآن مجید نے اس مسئلہ کو اہل کتاب
کی طرف منسوب نہیں کیا۔ کیا آپ آیت یسئلک اہل الکتاب ان تنزل علیہم
کتابا من السماء کا معنے یہ سمجھتے ہیں کہ اہل کتاب کا سوال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان
پر چڑھ جاویں ہرگز نہیں ۲۵ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی ہے کہ چونکہ
سلسلہ تکوین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا مقدر نہ تھا چند
حکمت الٰہیہ کا اقتضا ہوا۔ کہ ان واقعات کے احکام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک
پر جاری ہوں جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور ان کے متعلق حق تعالیٰ کی رضا یا عدم رضا
بھی ظاہر ہو تاکہ نعمت الٰہی تمام ہو اور حجت قائم۔ پس وہ سب وقائع منکشف ہو گئے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کی نسبت تو اس طرح خبر دی کہ گویا بچشم دیکھ
رہے ہیں اور بعض کی نسبت بہ تقریبات اطلاع دی تاکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
امت مرحومہ تاریکی میں نہ رہے انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں احادیث نزول میں بھی بڑی بڑی
تاکیدات و بیان نشانات سے اسی لئے ارشاد فرمایا گیا ہے تاکہ امت مرحومہ جھوٹوں
مسیحوں سے بچے۔ اور کشف عینی والی پیشینگوئیوں کی یہی علامت ہے کہ ان میں بڑی توضیح
و تشبیہ و تاکید و بیان حلفی سے کام لیا جاتا ہے بخلاف کشف اجمالی کے کہ ان میں یہ
طرز بیان نہیں کیا جاتا چنانچہ فذہب وہلی الی انہا الیمامۃ کیونکہ اس میں آپ نے
پہلے سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ یمامہ ہی ہوگا۔ لہٰذا یہ پیشینگوئی کے اقسام میں سے نہیں
بلکہ صرف اظہار تھا اپنی رائے شریف کا۔ الغرض نزول مسیح وغیرہ اشراط الساعۃ
والی پیشینگوئیں بوجہ ہونے ان کے مناط احکام و رضاء و عدم رضاء و کفر و ایمان نہایت
مہتم بالشان ہیں ان کو مقیس علیہا ٹھہرانا دوسری اقسام کے لئے نہایت بے باک ہے
بلکہ اس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے جس کے بارہ میں ارشاد کیا گیا فقد اذنت و
قلو صدق لبین بعد لیس، اور اس کو اس نے آپ کی خوش طبعی پر حمل کیا تھا۔ ورنہ رضو

نے اس کو بوجہ اس حدیث کے پیشین گوئی قرار دینے کے خیبر سے جلاوطن کردیا۔ کادیانی
مشن کا مسلک بھی اُس خیبر کے یہودی کا مسلک ہے۔ فاروقی اور ایمانی مشرب نہیں۔
۳ے اثر ابن عباس میں بہتیرے ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد یہ تاویل سوجھی جو بوجہ مردود
ہونے کے قابل تردید نہیں ہے۔ تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی۔
۴ے کوئی نص قطعی اس اثر کے معارض نہیں اہل فقاہت و اہل لسان کی رائے کو اعتبار ہے
دیکھو اصول عشرہ کو اور سب اہل لسان اور صحابہ معراج جسمی کے قائل ہیں۔ اثر ابن عباس
میں چونکہ عقل ونقل از اہل کتاب کو دخل نہیں صرف اتنی ہی وجہ سے حکم مرفوع
میں ہوسکتا ہے دیکھو علم اصول کو ایسے آثار کے مرفوع ٹھہرانے میں یہ شرط نہیں۔ کہ
مرفوعاً بھی مذکور ہوں۔۔ گر مرفوع ہوتا تو حکم مرفوع میں ہونا کیا معنے رکھتا اور اس
اثر میں تین مذاہب اگرچہ اہل کتاب کے بھی مذکور ہوں۔ مگر بیان کنندہ تو ابن عباس
رضی اللہ عنہ ہے۔ یعنی ابن عباس رض کا بیان ہے کہ عیسےٰ ابن مریمؑ کے اٹھایا جانے کے بعد
تین گروہ مختلف المذاہب ہوگئے۔ ایہاالناظرون کیا اس بیان سے یہ پایا جاتا ہے
کہ اثر مذکور کا سارا ہی مضمون اہل کتاب کا مذہب ہو جائے۔ ہرگز نہیں کیونکہ اہل
کتاب میں سے تو کوئی قبل از صلیب مسیح کے مرفوع الی السماء ہونے کا قائل نہیں۔ واہ
صاحب کہاں کی کہاں لگا دیتے ہیں۔ صفحہ ۱۹۷ سے صفحہ ۲۰۶ تک کے مضامین وہی ہیں جنکی
تردید گذر چکی ہے اور بعض کی تردید ادنےٰ طالب العلم بھی کر سکتا ہے صـ۲۰۶ سے صـ۲۱۱
تک کا حاصل زریب بن برثملا وصی عیسےٰ والا یہ ایک واقعہ کشفی ہے **اقول** ایہاالناظرون
اس گریز کا بھی خیال مذکر یں۔ چونکہ محی الدین بن عربی رض کے کشفی معیار صحت کا انکار بوجہ
اقرار مندرج ازالہ کما مر نہیں کر سکتے تو اب اس طرف کو بھاگے کہ یہ واقعہ صرف کشفی
تھا۔ محی الدین عربی صاحب رض کی عبارت ذیل کو ملاحظہ فرمایا جائے وہ اس واقعہ کو کیا
ٹھہراتے ہیں۔ دیکھو جلد اول صـ۲۰۶ میں حدیث برثملا کی اول ۲ سطر پر لکھتے ہیں وفی زماننا
الیوم جماعۃ احیاء من اصحاب عیسےٰ والیاس یعنی ہمارے زمانہ موجودہ میں ایک جماعت
زندہ ہے عیسےٰ اور الیاس کے اصحاب میں سے۔ اب امروہی صاحب سے دریافت فرماویں

کہ حسب قرار سند حق ازالہ کے محی الدین بن عربی صاحبؒ کا قول کیوں نہیں مقبول ہوتا
اور کسی شخص کا اہل زمان سابق سے عظیم الجثہ ہونا یا اصحاب کہف کی طرح بغیر خوراک عادی
کے زندہ رہنا کیوں مستبعد خیال کیا جاتا ہے صفحہ ۲۱۲ اور ۲۱۳ کا مضمون مکرر
ہے۔ صفحہ ۲۱۴ - ۲۱۵ اور ۲۱۶ کا حاصل چونکہ صیغہ مضارع بحسب تصریح سید
سند استمرار کے لئے ہوتا ہے۔ لہذا لیؤمنن کا ترجمہ جو مرزا صاحب نے کیا
ہے یعنے ایمان رکھتا ہے، صحیح ہوا۔ کیونکہ استمرار میں ازمنہ ثلثہ داخل ہیں مثلاً
وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ
اور مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً
وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اور وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ۔ بر تقدیر ارادہ نفس
استقبال کے ان آیات میں معنے فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ ہدایت و غلبہ اور احیاء و جزا
اور نصرت اور ادخال دنیا میں مخصوص بزمانہ مستقبل نہیں افسوس کہ وہی پرانی باتیں
مولوی محمد بشیر کے رسالہ سے لکھ دیں جن کا جواب ہم نے مفصل پہلے سے لکھ دیا ہے۔
اقول سید سند کی تصریح کا یہ مطلب نہیں کہ ہر جگہ مضارع استمرار کیلئے ہوتا ہے اور نہ
کسی ہم معنی والے نے یہ کہا ہے بلکہ صرف آپکی خوش فہمی ہے سید سند کی عبارت ذیل کو
ملاحظہ کرو۔ قد یقصد بالمضارع الاستمرار علی سبیل التجدد و التقضی بحسب
المقامات (قد یقصد) اور (بحسب المقامات) کو غور فرمائیے۔ مضارع پر قد
افادہ تقلیل کے لئے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا۔ کہ کبھی مضارع سے بدلیل
مقام استمرار مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ آیات خمسہ مذکورہ میں اور چونکہ مضارع مؤکد بانون
کا استقبال ہونا بھی بحسب قاعدہ مسلمہ مشہورہ ضروری ہے۔ دیکھو متن متین
وغیرہ مختص بمستقبل طلب او خبر مستقبل بنا کیدا باللام نحو لیضربن
چنانچہ آیت میں بھی لیؤمنن خبر مستقبل بتاکید باللام ہے لہذا افعال خمسہ مذکورہ میں
معنی استقبال سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ نفس مستقبل مستمر ہے

یعنے وہ فعل کہ جس کو کسی فعل کی نسبت مستقبل کہا جاتا ہے اور وہ اس کے لئے بمنزلہ
جزاء کے ہے بہ نسبت شرط کے یا معلوم کے بہ نسبت علم کے) مستقبل ہی ہے بباعث انحزار
فعل مترتب علیہ بوجہ انحصار اس کے علم کے پہلی آیت میں لتَهْدِيَنَّهُمْ اور تیسری میں
فَلَنُحْيِيَنَّهُ بمعہ معطوف کے اور چوتھی میں لَنُدْخِلَنَّهُمْ بمنزلہ جزاء کے ہیں بہ نسبت
جَاهَدُوْا اور عمل اور اٰمَنُوْا کے۔ ابن حاجبؒ کہتا ہے۔ وَاِذَا تضمن المبتدا
معنے الشرط فیصح دخول الفاء فی الخبر و ذالک الاسم الموصول
بفعل او ظرف او النکرۃ الموصوفۃ بہما اور دوسری آیت میں نعلم بہ نسبت
کتب یعنے قدر کے معلوم کے مرتبہ میں ہے درنہ اور استقبال معلوم کا بہ نسبت
علم لینے کے گو کہ بحسب الذات ہی ظاہر ہوتا ہے اور چوتھی آیت میں لینصرن شد
مترتب ہے ینصرہ پر اور آیت (لیؤمنن بہ) میں یہود کا ایمان کسی فعل پر مرتب نہیں تا کہ
اس کی نسبت سے مستقبل کہا جائے ورنہ بوجہ خارج ہونے ان اہل کتاب کے جو
مسیح سے پہلے گذرے ہیں) پھر بھی استقبال لیؤمنن کا نہیں ہو سکتا۔ الغرض لیؤمنن
کو از قبیل افعال مرتبہ علی فعل آخر سمجھنا اور آیات خمسہ مذکورہ پر قیاس کرنا یہ انہیں
نام کے نکا ہم کے مولویوں کا کام ہے جنہوں نے علوم کو کسی استاد سے نہیں پڑھا۔
نعوذ باللہ من الناس تشیخوا قبل ان یتشیخوا اب لنا ظرین امروہی صاحب سے
دریافت کریں کہ یہ وہی مولوی محمد بشیر کی پرانی باتیں ہیں یا مولوی محمد بشیر کے نئے
فوائد چونکہ لیؤمنن میں استقبال بالنسبۃ الی امر آخر نہیں لہذا استقبال
اس کا بہ نسبت زمان نزول آیت کے ہوگا یعنے نزول کے وقت سے آئندہ کو ایمان
بمسیح متحقق ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیت سے مراد ایمان کتابی کا مسیح
کے ساتھ عند موت کتابی نہیں۔ کیونکہ یہ ایمان تو نزول آیت سے پہلے بھی
ہر کتابی کا عند الموت بالمسیح چلا آیا ہے۔ لہذا متعین ہوا کہ آیت میں پیشگوئی
ہے یعنی ہر ایک کتابی زمان آئندہ میں عند نزول المسیح ایمان لائے گا۔ اور
عند نزول المسیح سے یہ مراد نہیں کہ فوراً مسیح کے اترتے ہوئے سب اہل کتاب

مسلمان ہوجائیں گے۔ بلکہ جن کی موت علی الکفر مقدر نہیں ہے ان کے ہلاک کیا جانے
کے بعد کما ہو مدلول احادیث الجہاد باقی افراد موجودہ سب ایمان لائیں گے۔ کما
قال علیہ السلام وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ اور یہ معارض نہیں
آیت وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کے کما
زعم القادیانی والامر دہی۔ کیونکہ صورت مذکورہ میں فوقیت کا تحقق باستیصال
علی وجہ الکمال ہوگا۔ چنانچہ بہ نسبت عرب شریف کے وارد ہوا ہے۔ کہ عرب میں
کوئی گھر نہیں رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔ یعنے ہر ایک عربی مسلمان ہوگیا اور
اس کی یہی صورت ہوئی کہ جن کی موت علی الکفر مقدر نہیں تھی۔ ان کی موت کے
بعد بقیہ اہل عرب سے ہر ایک عربی مشرف باسلام ہوا۔ ایسے تعارضات صرف
خوش فہمی پر مبنی ہیں۔ ورنہ اہل لسان کے نزدیک حدیث مذکور اور آیت مذکورہ
کے مابین کوئی تعارض نہیں اگر ہے تو سلف کی نسبت ثابت کیا جاوے۔ کہ وہ
تعارض کے قائل ہوئے ہیں۔ اور حدیث مذکور کو بوجہ تعارض کے متروک الاعتقاد
ٹھہرایا ہے ودونہ خرط القتاد۔ پس بحسب قاعدہ مسلمہ آپ کے جو اصول
عشرہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اہل لسان اور فقاہت کی روایت و درایت مقبول کرنی
چاہیئے۔ فاندفع ما توھمہ الناس وھی فی الصفحات العدیدۃ السابقۃ واللاحقۃ
الغرض کل دعاوی ان کے خانہ زاد ہیں۔ قائل کی غرض کچھ اور ہوتی ہے اور یہ فرقہ کچھ
اور ہی ہانکا جاتا ہے۔ تعجب اس سے آتا ہے کہ ایسے بیانات پر جو سراسر مخالف ہوں۔ غرض
قائل کے بڑے فخر اور تعلی سے چند حمقا میں بیٹھ کر دوسروں کو جاہل اور گدھے وغیرہ خیال
کرتے ہیں۔ چنانچہ بر تمام روحی عیسیٰ والی حدیث کے بعد ص۲۱ میں ہماری نسبت شعر ذیل لکھتے ہیں۔

ع گوشِ خر بفروش دیگر گوش خر ٭ کایں سخن را در نیابد گوش خر

اور پھر ہمارے پر سوال وارد کیا گیا ہے۔ کہ کیا آپ کو وہ مذاکرہ بھی یاد ہے جو
آیت ذیل میں مندرج ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ
اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا

شَہِدْنَا۔ جب آپ اس مذکرہ کا یاد ہونا ثابت کر دکھائیں گے۔ تو ہم آپ کے مسیح موعود ہونے کو مان لیں گے۔ مسیح موعود صاحب کے مذکرہ مطلوبہ کا وقوع بطور بروز کے ثابت کر دکھائیں گے نتیجہ ۲ اقول

واہ صاحب شاباش آپ کی خوش فہمی پر کہ ہم نے آپ کے مسیح سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کو شب معراج والا مذاکرہ یا برثمد کو کوہ حلوان میں نزول تک ٹھہرانے کا ارشاد کرنا یاد ہے یا نہیں۔ بلکہ سوال تو یہ تھا۔ کہ اگر آپ سچے مسیح موعود ہیں تو بحسب مذاکرہ شب معراج کے چاہیئے تھا۔ کہ اپنے دجال کو بجہہ دستانی قتل کیا ہوتا یا اپنے وصی برثملا کو پتہ دیا ہوتا کہ وہ بھی قادیان میں آپ کے رتشتہ مل ہوتا۔ الغرض سوال یادداشت سے نہیں تھا۔ بلکہ وقوع وظہور علی حسب المذاکرۃ والارشاد سے تھا۔ مگر آپ کے نزدیک جواب اس کا کچھ مشکل نہیں کیونکہ (الکنایۃ والمجاز ابلغ من الحقیقۃ) میں امروہی صاحب کو بڑی مشاقی ہے۔ تو جواباً کہہ سکتے ہیں کہ مسیح بروز کے طور پر قادیانی صاحب تھے وربرثملا بطریق بروز کوہ حلوان میں تھا اور کوہ حلوان بروزی امروہہ ہے۔ مسیح اقدس کے قبل ازظہور فی القادیان وصیت تھی کہ ہمارے نزول فی القادیان تک تم کوہ حلوان یعنے امروہہ میں ٹھہرو اور کسی انسان کا عظیم الراس والجثہ ہونا چونکہ بسبب استبعاد امروہی صاحب کے ممکن بامکان وقوعی نہیں۔ لہٰذا حدیث مذکورہ میں جو لکھا ہے۔ کہ برثملا کا سر چکی کے پاٹ کی طرح اس سے مراد بطریق کنایہ کامل العقل لکھا گیا ہے۔ اور آیت وَ اِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ الخ کے مطابق ہم سے دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ یوم میثاق کے مطابق شہادت بالتوحید والربوبیۃ ظہور میں آئی ہے یا نہیں؟ تو جواباً معروض ہے کہ الحمد للہ والمنۃ کہ چنانچہ اس واہب العطیات نے محض فضل وکرم کے ذریعہ سے یوم میثاق میں ہم سے بَلٰی شَہِدْنَا کہلوایا تھا۔ اسی طرح اس عالم میں بھی اس شہادت سے رطب اللسان و مسرور الجنان ہیں۔ و لنعم قیل

شرینا فی ذکر الحبیب مدامۃ
سکرنا بھا من قبل ان یخلق الکرم

ولنعم ماقیل

لقد قلت فی مبدء الست بربکم | بلی قد شهدنا والولا متتابع
فیا حبذا تلک الشهادة انها | تجادل عنی سائلی وتدافع
وانجو بها یوم الورود فانها | لقائلها حرز من النار مانع
هی العروة الوثقی بها فتمسکی | وحسبی بها انی الی الله راجع
فیا رب بالخل الحبیب محمد | نبیک وهو السید المتواضع
انلنا مع الاحباب رویتک التی | الیها قلوب الاولیاء تسارع
فبابک مقصود وفضلک زائد | وجودک موجود وعفوک واسع

ص۲۱۷ سے ص۲۲۲ تک کی تردید کی حاجت نہیں۔ صفحہ ۲۲۳ سے ۲۲۵ تک کا حاصل یہ ہے کہ اہل زمین ہدایت اور اتفاق ان کا مت اسلام پر کما ہو المفہوم من قولہ علیہ السلام (وتکون الملل کلہا ملۃ واحدۃ) مشیئت الٰہیہ کے محض خلاف ہے لقولہ تعالےٰ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَاهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ایضاً قال تعالیٰ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

اقول پہلی آیت کا مفاد یہ ہے کہ ہم کو چونکہ جنوں اور آدمیوں سے جہنم کا بھرنا حسب الوعدہ منظور ہے۔ لہذا ہر ایک کو ہم نے ہدایت عطا نہیں کی۔ ورنہ اگر ہم چاہیں تو ہر ایک کو ہدایت دے سکتے ہیں۔ ایہا الناظرون انصاف فرماویں کیا جہنم کا بھرنا بغیر اس کے کہ زمان مسیح کے لوگ مختلف ہوں) نہیں ہو سکتا بینوا توجروا۔ اور دوسری آیت میں بحسب استثناء من رحم ربک کے مرحومین کا اتفاق ایک ملت پر ہو سکتا ہے رہے غیر مرحومین سو وہ جب تک زمین پر موجود ہونگے مختلف ہی رہیں گے۔ اور (لایزالون) کا مقتضا یہ نہیں کہ غیر مرحومین سے زمین کسی وقت خالی نہ ہوگی۔ کیونکہ لایزال کا مدلول صرف اتنا ہی ہے کہ محمول منفک نہیں موضوع سے۔ یعنے کوئی وقت وجود موضوع (غیر مرحومین) کا اختلاف سے خالی نہیں۔ دیکھو قولہ تعالےٰ

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ جس کا مدلول اسی قدر ہے کہ شک کا
انفکاک بنیانہم (ان کی عمارتوں) سے تاحین حیات ان کے متصور نہیں ہاں اگر مر گئے تو چونکہ
خود ہی نہ ہونگے۔ ان کا شک بھی نہ ہوگا۔ کما قال اللہ تعالیٰ اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ
مگر یہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کٹ جاویں دل ان کے یعنی مر جاویں۔ پس زمان مسیح موعود میں
چونکہ غیر مومنین ہی نہ رہیں گے تو ان کا اختلاف کیا ہوگا۔ اس مقام پر امروہی صاحب
نے ہماری طرف یہ منسوب کیا ہے کہ بحسب قاعدہ مخترعہ مؤلف کے قرآن مجید
میں جس جگہ ایسا استثناء کے ساتھ آیا تو وہ آیت مؤلف کے نزدیک زمانہ مسیح
ہی کے ساتھ مخصوص ہے) اقول ایہا الناظرون انصاف فرماویں کہ کس قدر
جہالت ہے۔ یہ غلطی امروہی صاحب کی خوش فہمی پر مبنی ہے کیونکہ من رحم ربک
کو آپ نے مخصوص کر رکھا ہے انہیں مومنین میں جن کے زمانہ میں مسیح کے زمانہ کی طرح
کوئی غیر مومن باقی نہ رہا ہو۔ حالانکہ من رحم ربک شامل ہے ان کو اور نیز ان مومنین
کو جن کے زمانہ میں غیر مومنین بھی موجود ہوں۔ فاندفع الایراد بقولہ تعالیٰ وَالْعَصْرِ
اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا۔ و بقولہ تعالیٰ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ
سَافِلِينَ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا اور پھر ہمارے پر یہ اتہام لگایا ہے کہ مؤلف شمس الہدایت
کے نزدیک مستثنیٰ منہ حرف استثناء کے لانے سے کل مستثنیٰ ہو جاتا ہے۔ اقول
یہ بھی آپ کی ہی خوش فہمی پر مبنی ہے جو ابھی بیان ہو چکی ہے۔ فلا یرد ما
اورده بقولہ تعالیٰ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ اور پھر اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ
کو بر تقدیر استثناء منقطع کے عبارت مذکورہ سے ٹھہرا کر معترض کیا ہے حالانکہ صورت
انقطاع میں بھی من رحم ربک سے نفس مراد ہیں نہ طائفہ دیکھو بیضاوی (الا من رحم ربک)
الا ناسا ھداھم اللہ من فضلہ فاتفقوا علی ما ھو اصول دین الحق والعمدۃ فیہ انتہی ملخصاً
الخ جہاں پر صاحب حاشیہ بیضاوی نے لکھا ہے (ف الاستثناء منقطع)
ایہا الناظرون ہم یہ تک ان کو پڑھاتے ہیں۔ امروہی صاحب کو لازم تھا کہ پہلے کسی عالم
سے شمس الہدایت کو پڑھ کر اس کوچہ میں قدم رکھتا تا اس کو رسوا نہ ہونا پڑتا!

صفحہ ۲۲۶ سے ۲۳۲ تک کا حاصل ان صفحات میں اس وجہ تطبیق کو رد کرنا چاہا ہے۔ جو
شمس الہدایت میں احادیث حلیہ ابن مریم کے متعلق لکھی گئی ہے۔ یعنی سُرخ
رنگ سے مراد کم درجہ کا سُرخ جسے گندمی رنگ بھی کہہ سکیں اور گھونگرو والے
بال سے مراد کم گھونگر والے جن کو بہ نسبت ابنائے حبش کے سیدھے بال کہہ سکیں
لکھتے ہیں کہ اس تاویل کو خود حدیث متفق علیہ رد کر رہی ہے۔ عن عبد اللہ
بن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیتنی اللیلۃ عند الکعبۃ
فرأیت رجلا آدم کأحسن ما انت راء من ادم الرجال الحدیث جس کے معنے
ہیں بہ نسبت عمدہ گندمی رنگ آدمی ظاہر ہے کہ سُرخ رنگ والے کو عمدہ
رنگ گندمی نہیں کہا جاسکتا **اقول** (عمدہ گندمی رنگ) بمعنے کمال گندم گونی
یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ حدیث کے ٹکڑے (کأحسن ما انت راء من ادم الرجال)
کے یہ معنے نہیں۔ بلکہ اس کا معنے یہ ہے گندم گونوں مردوں میں سے زیادہ خوبصورت
آپ نے زیادت کو جو حسن افعل تفضیل سے مفہوم ہوتی ہے گندم گونی کے ساتھ لگا
دیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ سبط چونکہ نقیض جعد کی ہے لہذا ایک کا اطلاق دوسرے پر جائز
نہیں **اقول** جعد کلی مشکک ہے اس کا اطلاق مراتب مختلفہ پر آتا ہے اور ایسا ہی
سبط بھی۔ پس ہر ایک مرتبہ کا اطلاق اپنے مقابل پر نہیں آتا جو مساوی فی الدرجہ ہو
نہ ضعیف۔ اب سبطی یا خاصہ کو بہ نسبت الطس کے خشن کہہ سکتے ہیں۔ اور بہ نسبت
خشن کھردرے کے لین اور نرم۔ ایسا ہی کم جعودت والے کو بہ نسبت غایت مرتبہ کی
جعودت والے کے۔ چنانچہ حبشی و زنگباری سبط الراس کہہ سکیں گے۔ پھر لکھتے ہیں
کہ دوسری روایت بھی اس تاویل رکیک کو باطل کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ عن ابن
عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسیٰ رجلا مربوع الخلق الی
الحمرۃ والبیاض ظاہر ہے کہ جو رنگ گندمی ہو کہ مائل ہو سرخی اور سپیدی
کی طرف اس کو بھی احمر یا سُرخ نہیں کہا جاسکتا۔ **اقول** ایہا الناظرین خود فرمادیں
یہ روایت تو ہماری ہی تاویل کی مؤید ہے۔ کیونکہ جب سُرخی اور

سپید کی ہی ہوتی ہوں۔ تو اس صورت میں بلحاظ اختلاف جہت واعتبار کے آدم بھی
کہا جاتا ہے اور احمر بھی۔ امروہی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ حدیث نبوی سے مسیح
اقدس کو ملے۔ مگر ہنوز دلی دور است۔ خواص و الہامات وغیرہا تو پہلے ہی رد ہو
چکے ہیں۔ قادیانی صاحب کو محروم رکھتے ہیں۔ آپ کا جغرافیہ وطب وغیرہ
روایت یا تحریفات چند تک دھوکہ دے سکتے ہیں۔ لہٰذا کسی اہل علم نے آپ کے خرافات
کو آج تک گوز شتر سے زیادہ وقعت نہیں دی اس مقام پر ہم اسی قدر جواب میں کافی
سمجھتے ہیں۔ اہل انصاف شمس الہدایت اور شرح حدیث کو بالمقابل رکھ کر ملاحظہ
فرمائیں۔ ان صفحات کے بقیہ مضامین کو ضبہ بھی اڑا سکتے ہیں صفحہ ۲۳۳ کا حاصل
شمس الہدایت میں جو لکھا ہے کہ حدیث۔ لو کان العلم معلقا بالثریا لناله
رجل من ابناء الفارس کا مصداق سلمان فارسی ہے۔ اس پر فرماتے ہیں۔ شرم شرم شرم
صحیحین کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ (وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ)
جب اتری تو صحابہ نے پوچھا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں تو آپ نے سلمان فارسی کے کندھے
پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا۔ لو کان الایمان معلقا عند الثریا لناله رجال من
هٰؤلاء۔ اور سلمان فارسی چونکہ صحابی تھے لہٰذا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ لَمَّا یَلْحَقُوْا
بِهِمْ کے مصداق بنیں **اقول** شمس الہدایت میں تو اس حدیث کی نسبت نہیں
کہا گیا کہ اس کا مصداق سلمان فارسی ہیں۔ بلکہ لو کان العلم معلقا بالثریا لناله
رجل من ابناء الفارس کے متعلق کلام ہے اور صفحہ ۷۶ سطر ۴ میں عبارت
ذیل (مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے) سے مراد یہی حدیث ہے نہ صحیحین
کی حدیث۔ الغرض صحیحین والی حدیث کے فقرہ (فوضع النبی صلے اللہ علیہ
وسلم یدہ) کو قرینہ ٹھہرایا گیا ہے اس پر کہ غیر صحیحین والی حدیث میں مراد رجل
سے سلمان فارسی ہے۔ دیکھو شمس الہدایت صفحہ ۷۵ تو اس حدیث میں (رجل)
سے مراد یا تو واحد شخصی ہے اور یا جنس فارسی بر تقدیر اول یہ حدیث جواب سوال
(من هٰؤلاء یا رسول اللہ) کا بوجہ جمعیت (آخرین) اور (هٰؤلاء) کے نہیں ہو سکتی

تا کہ سلمان فارسی بوجہ (لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ) کے مصداق اس حدیث کا نہ بن سکے بلکہ آپ کا
ارشاد سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمانا صحاح حدیث صحیحین یہ دلیل
ہے اس امر پر کہ مراد رجلٌ سے لنالہ رجلٌ والی حدیث میں سلمان فارسی ہے۔ ورنہ بتقدیر
تنازلہ رجلٌ اور نالہ رجالٌ کا مآل ایک ہوگا۔ اس صورت میں بقیہ بیتہ وَ
آخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اور سوال مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا رَسُوْلَ اللہ کی دونوں حدیثوں
کا مصداق اہل فارس میں سے وہی ہونگے۔ جو شرف صحبت سے مشرف نہیں۔
اس شق کا ذکر وجہ ثانی میں کیا گیا ہے۔ دیکھو شمس الہدایت کی عبارت ذیل در
ثانیاً اگر بلحاظ جمعیۃ لفظ رجال (در ہؤلاء کے جنس مراد ہو) یعنی لفظ رجلٌ سے جو
(لنالہ رجل) میں واقع ہے اگر کہا جاوے نالہ رجلٌ اور لنالہ رجال کا ارشاد بلکہ
بجواب سوال (مَنْ هٰؤُلَاءِ یَا رَسُوْلَ اللہ) کے ہی ہؤا ہے۔ لہذا رجلٌ سے مراد
بالتعیین جنس فارسی ہے نہ واحد شخصی۔ تو جواب گذارش ہے کہ شمس الہدایت کی
عبارت کا مطلب ابطال دلیل خصم کا ہے بجمیع شقوقہا و محتملاتہا۔ پس مرزائی صاحب
شرم شرم گو شرمم شرمم ہے کہ نعم خیر و بجہل اکثر قضیہ مسلمہ ہے۔ الحاصل
قادیانی کسی صورت میں اس حدیث کا مصداق نہیں ہو سکتا کیونکہ اس نے ہی سے
(لات اور اثارت) کے علم کو گم کرنا چاہا ہے۔ صفحہ ۳۴۲ کا حاشیہ خراسان فارس ہوا
ہے۔ وہ سمرقند خراسان میں ہؤا تو سمرقند فارس میں ہی ہؤا۔ لہذا قادیانی صاحب
سمرقندی الاصل اور فارسی الاصل ہوئے۔ آپ کسی ایک مسئلہ میں حضرت اقدس
کو بتا دیں کہ وہ کتاب و سنت سے کیا مخالفت رکھتا ہے۔ ہمارا مسیح موعود اپنے
دعوے پر کتاب اللہ و سنت صحیحہ رویا اور مکاشفات صالحین امت بیان کرتا
ہے۔ آسمان و زمین اس کے دعوے کی تصدیق کر رہے ہیں۔ **اقول** اصل
عبارت شمس الہدایت کی یہ ہے (وہ سمرقند نہ خراسان سے ہے نہ فارس سے)
دیکھو فہرست اغلاط۔ اور اس عبارت میں نفی فارس کی تو ظاہر ہے کہ بمقابلہ
مضمون مندرج ازالہ اوہام کے ہے اور نفی خراسان کی بہ نسبت اس تفسیر

الفلک بشہادت قولہ تعالیٰ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ ثابت ہے۔
یہاں نظر دون جب اللہ تعالیٰ کو کسی اپنے بندہ کا آسمان پر لیجانا منظور ہو۔ تو
کیا کرۂ زمہریریہ اور ناریہ پھر بھی اپنی برودت اور حرارت کی رو سے اس انسان
کے لئے مہلک ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ
مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۔ واسی قبیل سے ہے قادیانی کا زعم ذیل
(کہ درصورت رفع علی السماء بوجہ حرکت آسمانوں کے مسیح کو دائمی عذاب میں مبتلا
ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اس زعم کی بناء چونکہ آسمانوں کے متحرک ہونے وغیرہ پر
ہے۔ جو شرعاً ثابت نہیں۔ بلکہ اخبار و آیات اس کے خلاف پر ناطق ہیں۔ قال اللہ
تعالیٰ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَہُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ وَّ فِی الْخَبَرِ اَنَّ لَہٗ قَوَائِمَ
ہاں کواکب کا متحرک ہونا قرآن کریم سے پایا جاتا ہے قال اللہ تعالیٰ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ
لَہَآ اَنْ تُدْرِکَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّہَارِ وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ۔ وقال
فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْکُنَّسِ۔ وقال کُلٌّ یَّجْرِیْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی لہٰذا اہل اسلام کے
نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ الغرض معراج جسمی اور رفع جسمی ایک اجماعی عقیدہ ہے جس
کے خلاف پر نہ نقل اور نہ عقل شہادت دیتے ہیں۔ اے مؤلف تم کو ہمارے
حبیب پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول رب العالمین افضل الاولین والآخرین سے
کیا عداوت اور دشمنی ہے جو آپ کے معجزات اور احادیث و فضیلت کثیرہ کا انکار
کرتے ہو۔ بلکہ قادیانی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل مانتے ہو۔
قادیانی اگر کہے کہ یہ پیشین گوئی ہرگز نہ ٹلے گی۔ تو ایمان لے آتے ہو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی پیشین گوئیوں میں اُس خیبری یہودی کی طرح کیا کیا رنگ کھاتے
ہو۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی اور بجائے اس نبی کے جو بعث کی مدت اپنے
کے شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بجا لانے کا استحقاق
رکھتا ہے۔ اور اس منصب خادمیت کو اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے) ایک بے
نامعقول کنڑا کرتے ہو۔ جو تمہاری طرح علوم نقلیہ و عقلیہ سے بے بہرہ ہے

صفحہ ۲۳۹ اور ۲۴۰ کا حاصل ۱ہم آپ کہتے ہیں۔ کہ زمین پہ کوئی فرشتہ متمثل
بصورت بشری نہیں ۲ حدیث دمشقی کو جس میں نزول مسیح ملائکہ کے کندھوں
پر ہتھیلیں رکھے ہوئے مذکور ہے۔ اس کی تکذیب آیات ذیل کر رہی ہیں۔ یَوْمَ
تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا الخ ۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ
اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ الخ ۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ الخ الاٰية ۔ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ اَنْزَلْنَا
مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۔ **اقول** دیکھو ایام الصلح صفحہ ۱۱۶ سطر ۷۔
این آیہ کریمہ جہراً گوید نزول دمشقی ملائکہ بر ہیئت رجال بنی آدم از بداہت الٰہیہ نیست
انتہیٰ۔ مرزا صاحب کی نمک خواری کا حق آپ خوب ادا کرتے ہیں۔ خدا کے بندے
سارے قرآن میں ایک جگہ بھی تو اس کو فائدہ پہنچایا ہوتا۔ ۲ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے حدیث دمشقی میں صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ نزول مسیح ملائکہ
کے کندھوں پر ہتھیلی رکھی ہوئی ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس وقت
کے موجودہ لوگ بھی ضرور ان کو دیکھیں گے۔ جائز ہے کہ یہ نزول اس طرح پر
ہو جیسا کہ نزول ملائکہ کا سورہ قرآنیہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے جن کا مشاہدہ آپ
ہی کے ساتھ مخصوص ہے یا خواص میں سے کسی کو ہوتا ہو یا جیسا کہ رفع جنازہ و
نجاشی بعض صحابہ کا ملائکہ سے ہوا ہے۔ کما مر فی قصہ عامر بن فہیرہ وغیرہ پھر ہم کہتے
ہیں کہ ان ملائکہ کا نزول صورت بشری میں بھی متصور ہو سکتا ہے۔ اور آیۃ وَلَوْ
جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ چونکہ رسول ملکی کے
شان میں وارد ہے (یعنے اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی فرشتہ کو رسول بنا کر لوگوں
کی طرف بھیجا جاوے۔ جیسا کہ کفار کا سوال ہے تو یہ بھیجنا عبث و فضول ہے کیونکہ
پھر بھی ان کو اشتباہ باقی رہیگا) لہذا یہ آیت حدیث دمشقی کی مکذب نہیں دیکھو
حدیث احسان میں جبرئیل علیہ السلام بصورت بشری نازل ہوئے اور صحابہ نے
بھی ان کو دیکھا۔ ایسا ہی بہتیرے مواضع میں تو کیا کوئی خیال [illegible] ہے کہ اس حدیث

کی تکذیب آیت مذکورہ سے ہرگز نہیں ورنہ آیات مذکورہ میں اس نزول اور اتیان کا
ذکر ہے جو کھلے طور پر بغیر صورت بشری کے ہوگا مخصوص بیوم الحشر ہے۔ سے
مؤلف صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو مانو۔ اور ان کا غدر
کی طرح انتظار نہ کرو جن کا ذکر آیات ذیل میں فرمایا گیا ہے۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ اور هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ کیونکہ پھر
ایمان لانا نافع نہ ہوگا۔ قال تعالیٰ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ
ے مؤلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تم کو اور تمہارے مرشد کو کیا عداوت ہے
کہ ہر ایک حدیث کو یا تو مخالف نصوص قرآنیہ کے ٹھہرا دیتے ہو اور یا تحریف درج کر
دیتے ہو۔ پھر اخیر میں ہمارے پر الزام لگاتے ہیں (اور اصل بات تو یہ ہے کہ آپ
عالم ملائکہ کے بالکل منکر ہیں) **اقول** جب ہم نے شمس الہدایت میں بدلائل کثیرہ
ملائکہ کا نزول اور وجود بمقابلہ انکار قادیانی کے کر دکھایا۔ تو مرزائی صاحب سے
اور کچھ بن نہیں پڑی۔ اخیر میں کہ بیت وقت ضرورت چو نماند گریز ؛ دست بگیرد سر شمشیر تیز
لاجواب ہو کر یہ کہہ دیا۔ واہ صاحب جواب اس کا نام نہیں۔ بے وجہ اور بغیر ثبوت
کسی کو متہم کرنا ہم نے تو ہر جگہ میں تمہارے قادیانی کی عبارتیں بحوالہ کتاب و
صفحہ و سطر نقل کر دی ہیں۔ صفحہ ۲۴۱ سے ۲۴۳ تک کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت
نوح کی عمر ۱۴۰۰ برس کی اور حضرت آدم کی ۹۳۰ سال کی ہوئی وکذا وکذا۔ تو اس
سے کب لازم آتا ہے کہ حضرت عیسےٰ کی عمر دو ہزار ۲۰۰۰ برس یا زائد کی ہو گی۔ شعر

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا ؛ الا یا ایہا الساقی ادر کاساً وناولہا

ے جس زمانہ کے لوگوں کی عمریں سو برس تک کی ہو دیں تو ہر ایک اہل عقل اور سمجھ
والا یہ بھی سمجھ لیوے گا۔ کہ اسی یا نوے ۹۰ سال میں نحوست اور بدشگونی اُن کو پیدا
ہو جاوے گی۔ ے حدیث صحیح سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰
برس کی ثابت ہے ے مؤلف شمس الہدایت نے جو اصحاب کہف کے لئے عمر
آیت وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ سے قطعی طور پر مقرر فرمائی ہے۔

کیا تو اُنے نے آیت وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا قرآن میں نہیں دیکھی۔ عہ ۵ اصحاب کہف کی عمر سے حضرت عیسٰے کی عمر مزعوم ثابت نہیں ہو سکتی۔ **اقول** (۱) حضرت ہم نے کب کہا ہے کہ نوحؑ اور آدمؑ وغیرہما کی عمر سے لازم آتا ہے کہ عیسٰے علیہ السلام کی عمر دو ہزار برس کی ہو۔ ہم نے چند اشخاص کی عمریں اس استبعاد کے دفع کرنے کے لئے لکھی ہیں۔ جس کو قادیانی نے بعبارت ذیل بیان کیا ہے (فکیف آنکہ الی دو ہزار سنہ زندہ اش گذاشتند) ایام صلح فارسی صفحہ ۱۲۰ سطر ۱۹ بریں خوش فہمی جواب لکھنے پر آمادہ کیسے ہو گئے ہیں۔ اب تو آپ کی لسان الحال شعر ذیل پڑھ رہی ہے۔

شعر

الا یا ایہا المرزا نہیں لیتا دراہم میں | جواب آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا
مرا در منزل مرزا چہ امن و عیش چوں ہر دم | صلاح الوقت می گوید کہ بربندید محملہا

(۲) قادیانی صاحب سے سوال تو یہ کیا گیا تھا۔ کہ آپ نے اسی یا نوّے سال کی قید کو مدلول آیت کا کیسے ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ایام الصلح صفحہ ۱۲۰ آیت ذیل (وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ) کے تحت میں (چہ از اقرار ایں آیت ہر کہ بہ ہشتاد و نود سنہ بالغ شود او بکوس و واژگونی بہ آفرینش اول حاصل آید) (از فقرہ ایں آیت) کا فقرہ محل استشہاد ہے۔ ایہا الناظرون کیا سوال مذکور کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ (جس زمانہ کی عمریں الخ) ہرگز نہیں۔ کیوں کہ یہ مضمون آیت مذکورہ کا مدلول نہیں بلکہ اس سے خارج ہے۔ اور بر تقدیر تسلیم مفہوم آیت کا چونکہ اہل ہر زمانہ کو شامل ہے۔ لہٰذا اسی یا نوّے سال کی قید کا خصوصیت اُس کی غرض کے لئے منافی ہوگا۔ (۳) حدیث صحیح سے حضرت عیسٰے کی مدت مکث قبل الرفع ۳۳ سال ہے۔ دیکھو ابن کثیر صفحہ ۵۴۲ میں فَاِنَّهٗ رُفِعَ وَلَهٗ ثَلٰثٌ وَّثَلٰثُوْنَ سَنَةً

لہ چنانچہ ایام الصلح میں ۱۲ منہ

فِی الصَّحِیْحِ وَ قَدْ وَرَدَ ذٰلِکَ فِیْ حَدِیْثٍ فِیْ صِفَۃِ اَہْلِ الْجَنَّۃِ اَنَّہُمْ عَلٰی
صُوْرَۃِ اٰدَمَ وَ مِیْلَادِ عِیْسٰی ثَلٰثٌ وَ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً وَ اَمَّا مَا حَکَاہُ ابْنُ
عَسَاکِرَ عَنْ بَعْضِہِمْ اَنَّہٗ رُفِعَ وَ لَہٗ مِائَۃٌ وَ خَمْسُوْنَ سَنَۃً فَشَاذٌّ غَرِیْبٌ
بَعِیْدٌ انتہٰی۔ و طبرانی نے باسناد جید انس رض سے روایت ۳۳ سال کو
ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انس قال قال رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم یَدْخُلُ اَہْلُ الْجَنَّۃِ عَلٰی طُوْلِ اٰدَمَ سِتِّیْنَ
ذِرَاعًا بِذِرَاعِ الْمَلَکِ وَ عَلٰی حُسْنِ یُوْسُفَ وَ عَلٰی مِیْلَادِ عِیْسٰی ثَلٰثٍ وَ ثَلٰثِیْنَ
سَنَۃً الخ۔ در السافرہ صفحہ ۲۷۳ اور خازن ابن سعید احمد حاکم نے اسی
روایت کو صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس اَرْسَلَ اللّٰہُ
عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ وَ ھُوَ ابْنُ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً فَمَکَثَ فِیْ رِسَالَتِہٖ ثَلٰثِیْنَ
شَہْرًا ثُمَّ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴۔ و اخرج ابن سعد
و احمد فی الزہد و الحاکم عن سعید بن المسیب قال رُفِعَ عِیْسٰی ابْنُ
ثَلٰثٍ وَ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً۔ در منثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ (۴) شمس الہدایت میں اصحاب
کہف کا ۳۰۹ برس تک سونا ذکر کیا گیا ہے جو ترجمہ ہے آیت وَلَبِثُوْا فِیْ
کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا کا۔ دیکھو شمس الہدایت
صفحہ ۱۸ سطر ۶۔ خدا کے بندے کسی وقت تو ہوش کرو۔ ایہا الناظرون
مؤلف صاحب سے دریافت فرماویں۔ کہ کیا آیت وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا
معارض ہے آیت (وَلَبِثُوْا فِیْ کَہْفِہِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا)
کے لئے۔ ہم کہاں تک ایسے جاہلانہ تعارضات کا دفعیہ لکھتے رہیں۔ امروہی صاحب
کی ساری کتاب کا حاصل سوا آویز گریز بہتان کج فہمی کے اور کچھ نہیں
صفحہ ۲۴۴ اور ۲۴۵ کا حاصل حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے وَمِنْکُمْ مَّنْ
یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ کی دو شقوں میں سے اگر شق
ارذل العمر میں داخل ہیں تو بالضرور لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا کے مصداق

ہو گئے ہوں گے۔ تو پھر دوبارہ آ کر کیا کارروائی کر سکیں گے۔ ۲؎ اس جگہ پر مؤلف
شمس الہدایت نے تسلیم کر لیا ہے کہ آسمان پر جانے کا حال چونکہ حالات متوسط
میں سے ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ولنعم ما قیل دروغگوئے را
حافظہ نباشد ۳؎ واقعہ صلیب کا ذکر جبکہ اللہ تعالیٰ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ
وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ میں فرما چکا تو اس مقام پر اُس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت
تھی۔ **اقول** (۱) یُرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ امر ممتد ہے جس کا شروع چالیس یا ساٹھ
سال کے بعد ہوتا ہے۔ لِکَیْلَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا کا تحقق اجزاء متاخرہ
میں ہوتا ہے۔ اور آیت (وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ) میں چونکہ مراد
من یتوفی سے بقرینہ تقابل کے مَنْ یُّتَوَفّٰی قَبْلَ اَنْ یُّرَدَّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ ہے۔ لہٰذا
مسیح علیہ السلام کا دخول شق اول میں بھی ہو سکتا ہے۔ بلکہ مناسب تر باحادیث
مدت مکث بعد النزول یہی ہے اور (یتوفی) تحقق وفات فی الزمان
الماضی پر دلالت نہیں کرتا۔ تاکہ اس سے مسیح کی وفات نزول آیت
کے وقت ثابت ہو۔ بالغرض مسیح آیت کے شق اول میں داخل ہو خواہ
دوسری میں اس کی وفات یا نکما ہو جانا نہیں ثابت ہوتا ۲؎ ہاں تسلیم کر لیا ہے
کہ آیت وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰی اَرْذَلِ الْعُمُرِ میں رفع الی السماء
کا ذکر نہیں۔ چنانچہ آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ اس آیت میں واقعہ صلیب کا ذکر نہیں مگر
فرمائیے کہ اس تسلیم میں ہمارا کون ضرر ہے اور ہم نے کب اس آیت کو دلیل رفع جسمی
کے لئے کہا ہے ہم نے قول رفع اللہ الیہ سے ثابت کیا ہے ہماری کتاب کو کسی سے پڑھ
کر سمجھ لینا آپ کے لئے ضروری تھا۔ ایہا الناظرون جتنے اعتراض شمس الہدایت میں قادیانی
[illegible] آیات قرآنیہ پر وارد کئے تھے ان میں سے ایک کو بھی مولوی صاحب مندفع نہیں کر
سکے بلکہ غرض یہ ہے کہ تو حضرت کو خیال ہی نہیں رہتا آویزہ کر کر کے مثال دیتے ہیں ص۲۴۵ سے
۸ [illegible] آیات نمل (۱) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ اور کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ
سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی انسان کا نبی ہو یا ولی وغیرہ بغیر خوردنی کے زندہ رہنا [illegible]

ہو سکتا ہے ۔ ۔ قرآن مجید سے اصحاب کہف کی ضرورت طعام کی طرف معلوم ہوتی ہے۔
قولہ تعالیٰ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَاۤ اَزْكٰى طَعَامًا
فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ ایسا ہی قولہ تعالیٰ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔
صراح میں ہے مرفق آنچہ بوے نفع یابند ۔ ۔ افسوس کہ مؤلف نے بے تمیزی کی وجہ
سے کلمات قرآنی کے معنے حقیقی اور مجازی میں فرق نہیں کر سکا۔ ۔ ۔ عدم اکل و شرب
کوئی کمال نہیں دیکھو جمادات کو **اقول** ۔ ۔ ہم بھی مانتے ہیں کہ حسب آیت مذکورہ کسی
انسان کا بغیر طعام کے زندہ رہنا نہیں ہو سکتا۔ مگر اہل ارض کے لیئے ۔ ۔ گندم وغیرہ ہے و اہل
سماء کے لیئے تسبیح و تہلیل۔ جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایہ حیات حاصل
کرتا ہے زمینی آدمی جبتک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائیگا جب اللہ تعالیٰ کو آسمان پر
لیجانا اس کا منظور ہے تو اُس کو ملائکہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے آسمان پر
لے جانے کے وقت اُس سے اشتہا اس غذا زمینی کی سلب کیجاتی ہے کما صرح بہ المحققون
اہل زمین میں سے ہی زمانہ آئندہ میں ایسے لوگ ہونگے جن کی غذا تسبیح و تہلیل ہوگی۔ فَكَيْفَ
بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يُجْزِئُهُمْ مَا يُجْزِئُ اَهْلَ السَّمَآءِ یا رسول اللہ صلعم جس دن
کھانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اُسدن مؤمنین کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا
اُسدن اہل آسمان کی طرح انکو تسبیح و تہلیل مایۂ حیات ہوگی اور نیز آیۃ (وَمَا جَعَلْنٰهُمْ
جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ) کا معنی یہ نہیں کہ انسان ہر وقت اور بغیر اشتہا کے بھی کھاتا ہے
بلکہ کھانا پینا اشتہا پر مبنی ہے اور چونکہ مرفوع علی السماء کی اشتہا سلب کردیجاتی ہے لہذا اسکا
نہ کھانا ورنہ پینا آیت مذکورہ کے منافی نہ ہوا ۔ ۔ قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال
سے زیادہ عرصہ میں بغیر کھانے پینے کے زندہ رہنا ثابت ہے کیونکہ مطابق (وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ
ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا) کہ وہ سوئے رہے۔ اتنے عرصہ میں انہوں نے کچھ
نہیں کھایا ورنہ پیا۔ اور آیۃ فَابْعَثُوْا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ الخ میں بیدار ہونے کے بعد
کا حال ہے۔ ساری آیت پڑھو۔ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ
قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوْۤا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖۤ

إِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ
بِكُمْ أَحَدًا ۔ (کہف ع۳) افسوس ہے مولوی صاحب کے ایمان پر کہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کے بیان ذیل فَقَدْ غُزِيْتُمْ مُجْزِئُ الْخَشِنِ السَّمْنِ پر گستاخانہ بکواس کیا یعنی
جس نے طعام کا معنی بغیر گندم وغیرہ کے تسبیح وتہلیل لیا ہے وہ بے تمیز ہے اُس کو قرآن
کریم کے کلمات کے معنی حقیقی ومجازی سے خبر نہیں۔ اے مؤلف تم کو ہمارے پیغمبر
افضل الاولین والآخرین سے کیا عداوت اور دشمنی ہے کہ ہر جگہ آپ کے ارشاد پاک
اور قرآن مجید میں تعارض ٹھہرا دیتے ہو۔ ذرا اُوْتِيْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ کا بھی خیال
رکھو۔ نبی کی عداوت تو پادریوں آریوں وغیرہ نے بھی نہیں کی کہ قرآن وحدیث میں ایسا بیجا
دخل کریں۔ ع۳ عدم کُلِّ مَنْ شَانُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ اٰكِلًا کمال ہے جو جمادات پر صادق نہیں آ
ہوسکتا۔ دیکھو مختصر وحسینی متفق علیہ **بیت**

معدہ را بگذر سوئے دل خرام ٭ تاکہ بے پردہ زحق آید سلام
الف اُذْكُرُوا اللّٰهَ کار ہر اوباش نیست ٭ ارجعی بر پائے ہر قلاش نیست

لِلْحَرْبِ رِجَالٌ وَلِلثَّرِيْدِ رِجَالٌ مثل مشہور ہے ص۲۴۵ کا حاصل ع۱ آیت وَجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا
اَيْنَمَا كُنْتُ سے حضرت عیسےٰ کا مالدار وکثیر الخیرات ہونا ثابت ہوتا ہے ع۲ ازالہ اوہام ص۳۰۹ پر جو
اعتراض کیا گیا ہے یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے معجزہ خلق طیور کو مرزا صاحب نے مکروہ وقابل
نفرت کہا ہے اس میں ہم صرف اتنا ہی پوچھتے ہیں کہ کسی حیوان کی تصویر بنانا شرع محمدی میں
مکروہ ہے یا نہیں۔ بشق اول ازالہ کی بات ٹھیک اور شق ثانی کے آپ قائل نہیں فاین المفر
ع۳ انکار معجزات جو ہماری طرف منسوب کیا جاتا ہے جواب اسکا یہی ہے کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ
اقول اس آیت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام مال کو اپنے ملک میں ٹھہرا رکھتے تھے تاکہ
ان پر ادا زکوٰۃ لازم ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں سینکڑوں طرح کے اموال آئے
معہذا وصف فقر جس پر آپ کا فخر ہی لازم ہے رہے۔ ع۲ اگر بشق اول ازالہ کی بات
ٹھیک ہے تو پھر یہ تصویر فروشی کیسی جس سے ہزاروں روپے بھولی جماعت سے لئے گئے ہیں۔
اور مرزا صاحب پر تو اعتراض کسی طرح مندفع نہیں ہوتا کیونکہ انہوں نے قبل از شرع محمدی مسیح

فارغ ہیں حضرت عیسیٰ کا معزول سمجھنا یہ آپ کا ہی منشیہ ہے جس پر سوال مذکورہ کا ورود ہو سکتا
ہے۔ صفحہ ۲۵۵ کے اخیر سے ۲۵۶ کے نصف تک کا حال یہ آیۃ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ کو جو مصنف شمس الہدایت نے قیاس استثنائی کے رنگ میں بیان کیا ہے اس آیۃ
میں قیاس استثنائی کا مادہ ہی مذکور نہیں مقدمہ شرطیہ یہاں پر مذکور نہیں حرف لکن کا نشان نہیں
۲ پھر طرفہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے بہت سے قضایا دخل کر دئے اور وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ کو
دلیل سے خارج کر دیا۔ ۳ پھر جو اعتراض شکل اول پر وارد کرتے ہیں وہ ان کی تقریر پر بھی
وارد ہوتا ہے کیونکہ رفع منافات بین الموت والرسالۃ حسب مدعیٰ کے وفات سے پہلے ہی متحقق
ہے۔ تو چاہیئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے ہی فوت ہو جاتے۔ **اقول** اے ناظرین پہلے
آپکو یہ جتلانا چاہتا ہوں کہ شمس الہدایت کا مقصود قادیانی وامروہی کے استدلال کا ابطال ہے جو انہوں
نے وفات مسیح پر آیۃ (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) سے پکڑا تھا۔ ان کے
استدلال کی صورت مسیح ابن مریم رسول ہے صغرے اور سارے رسول آپ سے پہلے مر چکے ہیں کبرے
پس مسیح بھی مر چکا۔ نتیجہ اس پر شمس الہدایت کا اعتراض شکل مذکور کا کبرے کلیہ نہیں کیونکہ یہاں
قد خلت من قبلہ الرسل مسیح ابن مریم کے بارہ میں بولا گیا ہے مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اب اگر (الرسل) کے لام کو استغراقی ٹھہرایا جاوے تو معنے یہ ہوا
سارے رسول مسیح سے پہلے مر چکے اور یہ خلاف واقعہ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مسیح سے پہلے فوت نہیں ہوئے پس جب (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) میں (الرسل)
سارے رسولوں کو مستغرق نہ ہوا۔ تو مہملہ فی قوت الجزئیہ ٹھہریگی لہذا استدلال بآیۃ مذکورہ
علی وفات المسیح بوجہ انتفاء شرط شکل اول کے باطل ہوا بلکہ یہی (قد خلت من قبلہ الرسل)
جو مسیح کے بارہ میں بولا گیا ہے دلیل ہے حیات مسیح کیلئے ورنہ (من قبلہ) لغو جاتا ہے پس یہ
آیۃ دونوں جگہ صرف اسی قدر پر دال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسیح پر موت کا آنا
رسالت کے منافی نہیں کیونکہ مطابق سنت انبیاء کے رسول مرتے رہیں اس آیت سے یہ نتیجہ نکالنا کہ
مسیح مر چکا سراسر جہالت ہے اگر یہی ہے تو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس آیت
کے نزول کے وقت وفات پا چکے ہوں وہو باطل فکذا ہذا بعد ازیں ناظرین کی خدمت میں التماس ہے

ومطاعن کی طرف سے پاسے برکاب ہے سادہ لوحوں کو کیا خبر ہے براہین قرآنیہ کی۔ اُن بیچاروں کو
اس طرح پر اطمینان دیدیتے ہیں کہ کلمہ (لکن) اور پھر اتنے مقدمات قرآن کریم میں کہاں مذکور ہیں. گویا
ان کے دلوں میں یہ جمانا منظور ہے کہ قرآن کریم کی تحریف ہو رہی ہے۔ امروہی صاحب ہر چند
پولٹیکلوں سے کام لئے جائیں مگر تاڑنے والے تو تاڑ گئے ہیں کہ آپ ہر فن سے بے بہرہ ہیں۔
اور قرآن اور سنت کی جڑ ہی کے اکھاڑنے کے درپے ہیں مگر معلوم ہو کہ مرزا بق (اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا
الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ) کے ناکامیاب ہی رہینگے۔ **صفحہ ٢٥٥** کا حاصل **نمبر ا** شمس الہدایت
میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برأت عن الوفات کو مزعوم مخاطب کا ٹھہرایا گیا ہے جو شخصیہ
ہے۔ اور پھر سالبہ کلیہ بھی یعنی (لَا شَیْءَ مِنَ الرُّسُلِ بِبَاقٍ) **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا
سالبہ کلیہ نہ ہؤا۔ تو طرز استدلال ہی باطل ہو گیا۔ **اقول نمبر ا** مزعوم مخاطب کا بلحاظ خصوص شخص
گو کہ شخصیہ ہے۔ مگر چونکہ منافات مزعومہ بین الموت والرسالۃ کسی خصوصیت کی جہت سے نہیں۔
بلکہ از روئے وصف رسالت کے ہے۔ دیکھو اسی حاشیہ میں (جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
بتجرد رسالت کے موت سے بری خیال کیا تھا) لہٰذا مزعوم مخاطب کو باختلاف اعتبار شخصیہ بھی
اور سالبہ کلیہ بھی کہنا صحیح ہؤا۔ **نمبر ۲** جب مزعوم مخاطب کا سالبہ کلیہ بھی ہؤا تو طرز استدلال
بھی صحیح رہا۔ **بیت** نم سخن گر نکند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجوے۔ صفحہ ٢٥٦ اور صفحہ ٢٥٧
کے غیر مکرر مضمون کا حاصل منافات بین الموت والرسالۃ کو صحابہ کا مزعوم ٹھہرانا بالکل غلط ہے
کیونکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک صحابہ کو یہ مسئلہ بدیہیہ کہ (مَا
النَّاسُ حَتّٰى لَا نَبِيَّ) بھی معلوم نہ ہؤا ہو۔ بلکہ صحابہ کا مزعوم یہ تھا کہ ابھی تک بہت سی پیشگوئیوں
کا پورا ہونا آپ کی حیات میں باقی ہے۔ **اقول** جان نثاروں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ اپنے محبوب
کی فرقت کے صدمہ سے بدیہیات کو بھی بھول جاتے ہیں۔ دیکھئے یہ ہے مقتضائے (لَا يُؤْمِنُ
اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ) کہ کیا صحابہ کرام نے بعد استماع
خطبہ صدیقیہ کی آیت (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ) اور ایسا ہی آیت (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) کے بھول جانے کا اقرار نہیں کیا تھا اور جو آپنے جو مزعوم صحابہ کا پیشگوئیوں
کا پورا ہونا فرمایا ہے کیا آیت (اِنَّكَ مَيِّتٌ) (قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ) اس کے لئے تردید

نزول آیت کے ہی ثابت کیا گیا ہے۔ **نمبر۳** ہمارا مدعا آدم علیہ السلام کے آسمان میں پیدا ہونے
پر موقوف نہیں۔ بلکہ سکونت غیر ارضی پر مبنی ہے۔ قُلْنَا یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ
الْجَنَّةَ دیکھو کل تفسیر معتبرہ اور ابلیس کا ہبوط و خروج جنت یا آسمان سے بسبب انکار
سجدہ کے پہلے ہو چکا تھا۔ قال اللہ تعالیٰ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا یَکُوْنُ لَکَ اَنْ تَتَکَبَّرَ
فِیْهَا فَاخْرُجْ اِنَّکَ مِنَ الصَّاغِرِیْنَ۔ اور جب کہ آدم علیہ السلام کا ہبوط جنت سے زمین
پر نہیں ہوا تھا۔ تو بموجب قولہ تعالیٰ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ لِیُبْدِیَ لَهُمَا مَا وُرِیَ عَنْهُمَا مِنْ
سَوْاٰتِهِمَا ابلیس کا صعود آسمان پر وسوسہ ڈالنے کے لئے ثابت ہوا۔ پھر ابلیس کے قول پر
تعمیل کرنے کی وجہ سے آدم و حوا علیہما السلام کو جنت سے نکال کر زمین پر چھوڑا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ اِلٰی اَنْ قَالَ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ
مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۔
اور قولہ تعالیٰ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً اور الیاس وَیَسْئَلُوْنَکَ الٰی آخر حکایت
میں ما بعد سے مضمون بالا کے **نمبر۴** استثناء مسیح کی آیات نے جن تعالیٰ پر جو یہ تحقق
بسوائے مسیح کر دیا تو بہ نسبت ماسوا کے حیوۃ مقید بہ فی الارض ہوئی اور بہ نسبت مطلق
الانسان کے جو شامل ہے مسیح و غیر مسیح کو قید (فی الارض) کی منجملہ قیود عارضیہ مجعول الیہ
کے ٹھہری فتامل۔ اور نیز آپ کے اجتہاد کے مطابق حصر مذکور منقوض ہوگا اس شخص
کے ساتھ جو ہوا پر کسی آلہ کے ذریعہ سے حیوۃ کو بسر کرتا ہے۔ اور اہل جنت کے
ساتھ بھی۔ پس جب تک آپ آیت مذکورہ میں تقدیم ظرف بافادۂ غیر الحصر نہ ٹھہرائیں یا حیوۃ
کو مقید بہ حیوۃ ناسوتی اور بحیثیت مقید بہ کثرت احوال نہ ٹھہرادیں تب تک نقوض مذکورہ
آیت سے رفع نہ ہونگے۔ **قولہ صفحہ ۲۸۷** انبیاؤں کا مرتبہ اور رسالت اور نبوت سے معزول
ہونا محض باطل ہے۔ **اقول** شمس الہدایت میں جس رسالت کو محدود کہا
ہے اس سے مراد تبلیغ شرائع و احکام ہے مطابق اپنی اپنی شریعت کے نہ
مرتبہ اور مقام اور قرب کما مرّ فی اوّل ہذا الکتاب۔ **قولہ صفحہ ۲۸۴** اور ہم نے نزول
بروزی مسیح کا در صورت حضرت اقدس کے دلائل قاطعہ سے ثابت کر دیا۔

اقول خاک کر دیا کما مر۔ **قولہ** بخلاف صعود عیسےٰ علیہ السلام کے جو الی السماء بجسدہ العنصری ہو اور نزول کذائیہ وغیرہ کے جس کو نصوص قطعیہ رد فرما رہے ہیں۔ **اقول** صعود نزول مذکور کی تردید نصوص قطعیہ موجب رائے آپ کے فرما رہے ہیں۔ ورنہ وہی نصوص بحسب رائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین وغیرہم الی یومنا ہذا منافی نہیں۔ بلکہ بعض ان میں سے مع عدم تنافی مثبت بھی ہیں کما مر۔ **قولہ** صفحہ ۲۸۵ اگر ضرورت نہیں تو ممتنع بھی تو نہیں **اقول** یہاں پر مصنف نے عود ایلیا کا غلط مثبت نہ ہونا جو شمس الہدایت کا مقصود تھا قبول کر لیا اور امتناع بروز کو ہم ثابت کر چکے ہیں۔ صفحہ ۲۸۵ سے صفحہ ۲۹۲ تک کی تردید کی ضرورت نہیں۔ ہاں حضرت شیخ کی عبارت جو اثبات نبوت قادیانی صاحب کے لئے **فتوحات** سے نقل کی گئی ہے۔ اس میں ناظرین پر اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ حضرت شیخ کا مطلب عبارت مذکورہ سے صرف بقاء مرتبہ ومقام نبوت کا ہے الی یوم القیمۃ مگر (نبی) و (رسول) کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جائز نہیں رکھتے۔ چنانچہ اسی باب کے صفحہ (۲) پر لکھتے ہیں (فَسَدَدْنَا بَابَ اِطْلَاقِ النُّبُوَّةِ عَلٰی ھٰذَا الْمَقَامِ) اور نیز **فتوحات** کے فصل تشہد میں فرماتے ہیں (وَھُوَ بَابٌ قَدْ سَدَّہُ اللّٰہُ کَمَا سَدَّ بَابَ الرِّسَالَةِ عَنْ کُلِّ مَخْلُوْقٍ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اور پھر امروہی صاحب کا دجل جو انہوں نے حضرت شیخ کی عبارت میں کیا ہے قابل غور ہے۔ قال الشیخ وَاِنَّہٗ لَا خِلَافَ اَنَّہٗ یَنْزِلُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ حَکَمًا مُقْسِطًا عَدْلًا الخ اس عبارت میں (ینزل) پر امروہی صاحب صفحہ ۲۹۱ میں حاشیہ لگاتے ہیں (ای ینزل علی نہج البروز) اب ناظرین مصنف صاحب سے دریافت فرما دیں کہ یہ (نزول بروزی) حضرت کی مراد کیونکر ٹھہرا سکتے ہیں کیونکہ حضرت شیخ تو نزول جسمی اور حیات مسیح کے قائل ہیں۔ دیکھو **فتوحات باب ۳ ۷** ابقی اللہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من الرسل لاحیاء باجسادھم فی ھذہ الدار الدنیا ثلثۃ الی ان قال وبقی فی الارض الیاس وعیسیٰ وکلاھما من المرسلین اور باب ۳۶۷ میں

لکھتے ہیں۔ فَاِنَّہٗ لَمْ یَمُتْ اِلَی الْآنَ بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ اِلٰی ھٰذِہِ السَّمَآءِ اور اگر اپنی رائے
کے مطابق نزول بروزی لیا ہے۔ تو پھر حضرت شیخ کے قول (ینزل) کی تفسیر کیسی ہوئی۔ بعد
اظہر من الشمس کے یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ عبارت مذکورۂ شیخ سے نزول جسمی مسیح کا متفق
علیہ ہونا معلوم ہوتا ہے برخلاف زعم قادیانی و مرزائی صاحبان کے۔ اے مصنف صاحب
کہاں تک آپ اجماعی مسئلہ کو چھپاؤ گے صاف اس طرح پر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ بیشک
امت مرحومہ کا اجماع رفع و نزول جسمی پر تو ہے مگر ہم دلائل قطعیہ زعمیہ کے رو سے اس کو
اجماع کو رد کہتے ہیں۔ ناحق کیوں ہر ایک حدیث اور قول صحابی و تابعی و ائمہ محدثین و
مفسرین و فقہا کے قول کو الٹ بیان کرتے ہو۔ آپ کو عبارت مذکورہ کی نقل نے بجز تعب
اٹھانے کے کیا فائدہ بخشا۔ مگر بیت

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد ٭ خمیر مایۂ دکان شیشہ گر سنگ است

صـ٢٥٣ اور صـ٢٩٦ کا حاصل جو تفسیر کہ مصنف شمس الہدایہ نے تفسیر سے بذریعہ احادیث لکھی ہے اس کو
مرزا صاحب نے (سراسر غلط) نہیں کہا کیونکہ وہ تو مخصوص یوم الحشر ہے بلکہ مرزا صاحب نے اس تفسیر کو
غلط کہا ہے۔ جو علماء نے قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق رکھی ہے **اقول** یہ اور دجل ہے
کیونکہ مرزا صاحب خود اس سورۂ زلزال کو قبل قیام قیامت آخر زمانہ سے متعلق کہتے ہیں۔ دیکھو
ازالہ صـ١٤٨ سطر ٢ یعنی ان دنوں کا جب آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی عظیم الشان مصلح آئے گا
اور فرشتے نازل ہونگے یہ نشان ہے انتہی موضع الحاجۃ اگر تخطئہ تفسیر کا وجہ تعلق بزمانہ آخری نہیں بلکہ تعلق بآیات
کے ہے۔ تو اس کا قائل خود مؤلف ازالہ ہے معلوم ہوا کہ وجہ تخطئہ کی یہ نہیں بلکہ تفسیر مذکورہ جو
ہم نے بذریعہ احادیث ثابت کر دی ہے سراسر غلط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ علماء ارض سے مراد زمین
لیتے ہیں اور چونکہ زمین کے زلزلہ اور تہ و بالا ہونے کے وقت کسی سے کلام کرنا ناممکن ہے۔ لہٰذا
ارض سے مراد اہل ارض ہیں اور زلزال سے مراد تحریک خیالات ہے جو مصلح عظیم الشان یعنی
(قادیانی) کے زمانہ میں ہو رہی ہے الخ دیکھو صفحہ مذکورہ ازالہ [illegible]

ف [illegible] ینزل [illegible] یعنی [illegible] مسیح بن مریم [illegible]
نہیں ۱۲ منہ

ممکن ہے ہلائی جائے گی یعنی طبیعتوں اور دلوں اور دماغوں کو غایت درجہ پر جنبش دیجائے گی۔
اور پھر صفحہ ۱۱۵ میں دیکھو اور زمین اپنے تمام بوجھوں کو باہر نکال دیگی یعنے انسان کے دل اپنے
تمام استعدادات مخفیہ کو منصہ ظہور لائینگے الخ) اور پھر ازالہ کے صفحہ ۱۲۵ کی عبارت ذیل کو
ملاحظہ کرو (ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر اس سورۂ زلزال کی یہ تفسیر کی ہے کہ درحقیقت
زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اُس سے
زیر و زبر ہو جائے گی اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجائیں گی اور انسان یعنی
کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال
بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ پھر دیکھو صفحہ ۱۳۳ ازالہ کا (کیا ممکن ہے کہ زمین ساری
زیر و زبر ہو جائے یہاں تک کہ اوپر کا طبقہ اندر اور اندر کا طبقہ باہر آجائے اور پھر لوگ زندہ بچ
رہیں۔ بلکہ اس جگہ زمین سے مراد زمین کے رہنے والے ہیں نتہی موضع الحاجۃ) ناظرین خیال فرماویں
کہ عبارت منقولہ بالا سے صاف ظاہر ہے کہ قادیانی کا تخطیہ علماء کی طرف ہے اسی وجہ سے ہے
کہ علماء (ارض) سے ظاہری طور پر مراد زمین لیتے ہیں اور یہ غلط ہے بلکہ مراد زمین سے زمین کے
لوگ ہیں اور بعض آئمہ میں چونکہ (ارض) سے مراد زمین کا ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم اور صحابہ کی تفسیر سے ثابت کیا گیا ہے دیکھو ابن کثیر درمنثور تو یہ تخطیہ صرف علماء
کی طرف نہ ہوا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف ہی ٹھہرا۔ اب ناظرین کو معلوم ہو
گیا ہوگا کہ مرزاجی صاحب نے ہر چند حیلہ سازی اور دجل سے کام لیا مگر ناکامیاب ہی رہا۔
اور یہ بھی معلوم ہو کہ اس دن کے زلزلہ کا اثر صرف اتنا ہی ہوگا کہ زمین کے بوجھ باہر نکالے
جاویں گے۔ الغرض جو کچھ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہی مراد ہے سورۂ
زلزال سے کجا یہ کہ اُس کو العیاذ باللہ سراسر غلط کہا جائے صفحہ ۲۹۵ سے صفحہ ۲۹۶ تک کا حاصل
ان صفحات میں امروہی صاحب نے ہمارے اقرارات سے ابن مریم اور دجال والی
پیشگوئی کو مشتبہ اجمالی ثابت کرنا چاہا ہے اقول جواباً اتنا ہی کافی کہا جاتا ہے
کہ ہمارا کلام قدر مشترک اور مکشوف آخری میں ہے جس سے پایا جاتا ہے کہ
مسیح ابن مریم بعینہٖ بمنشیہ مکشوف ہو اور ابن مریم مکشوف آخری نہ تھا بلکہ وہ اور شخص ہوگا۔

صفحہ ۲۵۸ کی تردید کی حاجت نہیں۔ نوح علیہ السلام کی کشتی کا ستر ہزار فٹ کی بلندی سے زیادہ اونچا ہونا اس کا ثبوت قرآن اور حدیث کے رو سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ **اقول** تاریخ پر نظر ڈالو کہ مضمون منجملہ احکام سے نہیں تاکہ قرآن اور حدیث کے رو سے ثابت کرنا اس کا ضروری ہی ہو صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۲ کا حاصل قرآن مجید کے معانی صرف ظاہر میں ہی منحصر نہیں بلکہ تاویلی بھی ہوتے ہیں ور حساب جمل کے رو سے صدہا پیشینگوئیاں صوفیہ کرام نے بیان کی ہیں اور حضرت اقدس نے کہاں فرمایا ہے کہ تمام آیات قرآن مجید کی دلالت باعداد جمل کرتی ہیں **نمبر ۲** اگر خلافت بوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی منصوص نہیں تو خیر تمام سنن عمریہ کو آپ نے خیرباد کہدیا آپنے حدیث عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِيْ کو نہیں سنا ہم تو پانچوں وقت ہر رکعت نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کو پڑھا کرتے ہیں **اقول** اشارات قرآنیہ و صوفیہ کرام کی پیشینگوئیں اعداد جمل کے طور پر حجت علی الغیر نہیں ہو سکتی اور نہ کسی صوفی نے وجوبی طور پر اعداد جمل سے حجت پکڑ کر کسی مسلمان کو مجبور علی الایمان کیا ہے۔ چنانچہ آپ کا نبی کرتا ہے **نمبر ۲** تاریخ ہجری کی نسبت جو لکھا ہے۔ کہ منصوص نہیں اُس سے مطلب یہ ہے کہ تاریخ ہجری با وجود تقرر اس کے زمانہ نزول قرآن میں کسی آیت سے صراحۃً یا اشارۃً ثابت نہیں ہوتی تو قدیانی صاحب کی تاریخ ظہور میں اتنا اہتمام کہ قرآن کریم بھی اس پر ناطق ہو یہ ترجیح مرجوح ہے۔ سُنت عمریہ کے ارتکاب کا الزام یہ آپ کا دجل ہے آپ کو ایک وقت کی نماز کی ایک رکعت میں بھی اگر اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کے پڑھنے کا اثر ہوتا تو اجماعی صراط کو نہ چھوڑتے صفحہ ۳۰۲ کا حاصل تمیز اعداد کی بقرائن لفظیہ و حالیہ اکثر محذوف ہوا کرتی ہے۔ دیکھو اربعۃ اشہر و عشرا **نمبر ۲** مصنف شمس الہدایت کا یہ کہنا کہ (لقادرون) سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ بالفعل متحقق کرنے والے ہیں) یہ اس کی خوش فہمی ہے قرآن مجید میں جا بجا ذکر صفت کا مقتضی یہی ہے کہ ہم بالضرور واقع کرنے والے ہیں۔

اقول نمبر ۱۔ اربعۃ اشہر و عشرا میں بحسب محاورہ عرب کے قرینہ موجود ہے مانحن فیہ ۸۵۶ پر کوئی قرینہ نہیں بلکہ اس کے انتفاء پر دلیل موجود ہے کیونکہ یہ عقاید اجماعیہ

خوش فہمی ہے۔ حضرت ان کو تاویل نہیں کہتے۔ دجالفہ سے مراد تو وہی معنی حقیقیہ ہیں
شمس الہدایت کی عبارت ذیل از یہ کہ فی الواقع دجال موصوف بصفات مذکورہ ہے کا مطلب
یہ ہے کہ اسناد وصف خلق وغیرہ کا دجال کی طرف محض لوگوں کی دید میں ہوگا۔ اور
فی الواقع خالق سبحانہ وتعالیٰ ہی ہوگا۔ یہاں پر مؤلف صاحب نے بنا بر خوش فہمی اپنی کے نہایت
طیش میں آکر قریب دو صفحوں کے سیاہ کر دئے۔ چنانچہ پہلے اس سے بھی طیش میں آکر
لکھدیا ہے۔ (کہ یہاں پر مؤلف نے اقرار کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
صحابہ دجال کے بارہ میں متردد رہے) **اقول** ہاں صاحب مگر اخیر میں آپ نے بوقت
حصول کشف تفصیلی کے سارہ مفصل حلیہ بیان فرما دیا تھا۔ اور نعمت اللہ ولی کے بیت

مہدیٔ وقت وعیسیٰ دوراں
ہر دو را شہسوار مے بینم

کو جواباً اس محاورہ پر محمول کیا ہے (حاتم دوراں و نوشیروان زماں) کہ حاتم اور نوشیروان سے
مراد بحسب محاورہ ایک ہی شخص ہوتا ہے۔ **اقول** آپ بھی اپنے مرشد کی طرح گر گئے۔
کیا دوسرے مصراع میں (ہر دو را شہسوار مے بینم) کو ملاحظہ نہیں فرمایا نعمت اللہ ولی
صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مکاشفہ کا بیان فرماتے ہیں کہ مہدی موعود اور عیسیٰ موعود دونوں
کو اس وقت کشف کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔

ناظرین! امروہی صاحب سے دریافت کریں کہ شیخ محمد اکرم صابری مرحوم کا جو [illegible] جب
نے دیا تھا۔ اور اس پر شمس الہدایت میں اعتراض کیا گیا ہے اس سے آپ نے جواب کیوں
نہیں دیا کیا تسلیم کر گئے ہیں کہ مرزا صاحب ایسے دجل کیا کرتے ہیں۔ **قولہ** صفحہ ۳
ورنہ جس طرح پر فرقہ معتزلہ وخوارج وجہمیہ نے ان احادیث کو نہ **اقول** ع

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

حضرت! اب ناظرین آپکے دھوکہ میں نہیں آتے کیونکہ ان کو پہلے نووی شرح
صحیح مسلم کی نقل سے معلوم ہو چکا ہے کہ بعض معتزلہ اور جہمیہ کے ساتھ آپ ہی ہیں
نہ اہل اجماع۔ اور پھر بالعکس دجل سے کام لیتے ہیں صفحہ ۳ سے صفحہ ۳۳ تک کا سب حاصل

مرزا صاحب پر جو الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ازالہ میں وحی انبیاء میں بھی دخل شیطانی لکھا ہے یہ بالکل ابلہ فریبی اور لوگوں کو بدگمان کرنا ہے۔ مرزا صاحب نے اس طرح پر لکھا ہے (یہ دخل کبھی انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ مگر وہ بلا توقف نکالا جاتا ہے اور یہ مضمون ہے آیت وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ الخ کا **اقول** ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ مضمون تو آیت مذکورہ کا ہے۔ مگر محض استشہاد ازالہ کے صفحہ ۶۲۹ کی عبارت ذیل ہے:۔ ایک بادشاہ کے وقت میں چار سو نبی نے اس کی فتح کے بارہ میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اسی میدان میں مرگیا الخ۔ اب فرمائیے کہ اس سے شیطانی کلمہ کا دخل انبیاء کے وحی میں ثابت ہوا یا نہ۔ اور شمس الہدایت میں جو حوالہ ازالہ کے صفحہ ۶۲۸ کا دیا گیا ہے۔ اس صفحہ سے لے کر دوسرے صفحہ کے اخیر تک دیکھو کیا ہی ہے آپ نے صرف آیت کا مضمون نقل کر دینے سے مرزا صاحب کو بری کرنا چاہا مگر اس صفحہ کو اخیر تک ملاحظہ نہیں فرمایا یا دانستہ چھپا۔

قولہ صفحہ ۳۰۴ مجدد اور محدث بھی تو مرسل ہوتا ہے **اقول** اصطلاحی معنے کے رو سے ان کو رسول نہیں کہا جاتا صفحہ ۳۰۵ سے ۳۱۸ تک کی تردید کی ضرورت نہیں صفحہ ۳۱۹ میں لکھا ہے کہ حدیث ذیل عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَوْكَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَذَهَبَ بِهِ رَجُلٌ مِنْ فَارِسَ أَوْ قَالَ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰى يَتَنَاوَلَهُ رواہ مسلم کا مصداق امام ہمام نعمان بن ثابت کوفی نہیں۔ کیونکہ ان کے وقت میں علم زمین سے نہیں گیا تھا۔ **اقول** آپ کے مرزا جی تو نہ صرف سمرقندی نسب ہونے کی وجہ سے بلکہ مزید برآں تحریف الکتاب والسنۃ کے رو سے بھی حدیث مذکور کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ رہا امام ہمام علیہ الرحمۃ والسلام کا مصداق ہونا حدیث مذکور کے لئے سو وہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اجداد کے رو سے ان پر رجل من ابناء فارس صادق ہے۔ اور حدیث مذکور کا مفاد یہ نہیں۔ کہ رجل من ابناء فارس کے وقت میں علم کا اٹھ جانا بھی ضرور متحقق ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس شخص میں لیاقت اور استعداد اس حد تک ہو کہ اگر علم زمین سے اٹھ گیا ہو تو بھی اس کو بوجہ کمال اپنے کے پالے۔

کلمۂ لَوْ کا معنے خیال کرو۔ صـ۲۲۱ کا حاصل ہا مؤلف شمس الہدایت کو اس حدیث کا
اقرار ہے کہ اَلدُّنْیَا سَبْعَةُ اٰلَافٍ وَاَنَا فِیْ اٰخِرِھَا اَلْفًا اندریں صورت جو کچھ آپ نے لکھا
غت ربود ہوگیا۔ کیونکہ علامات قیامت کبریٰ جو حدیث میں بیان کئے گئے ہیں جب تک
وہ پوری نہ ہولیویں تب تک قیامت کیونکر آسکتی ہے۔ نمبر۲ آدم علیہ السلام سے آج تک
سات ہزار تین سو اٹھارہ برس تو گذر چکے اندریں صورت کیا مؤلف کو اتنی عقل و فہم بھی نہیں
ہے کہ سات ہزار برس سے پہلے قیامت کیوں کر آسکتی ہے اس سے مؤلف صاحب
کا علم حساب میں بھی طاق ہونا ثابت ہُوا۔ شعر

تا مرد سخن نگفتہ باشد ؛ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

شعر

حملہ بر خود مے کنی اے سادہ مرد ؛ ہمچو آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد

نمبر۳۔ حضرت اقدس نے مدت قیامت کی تحدید بعد گذرنے سات ہزار برس کے آدم
علیہ السلام سے کس جگہ فرمائی ہے جو مخالف ہو۔ قال انما العلم عند اللہ یا ما المسئول
عنھا باعلم من السائل کے۔ **اقول** نمبرا شمس الہدایت کو اس حدیث کی صحت کا
فرضی طور پر اقرار ہے دیکھو صفحہ ۲۱۱ سطر اول شمس الہدایت اور فرضی کیوں نہ کہا جاوے
چونکہ ثقات نے مثل مناوی و شیخ سیوطی و صاحب سراج منیر نے اس کو موضوع و ضعیف
کہا ہے اور اس حدیث کے مضمون کو مستقل طور پر چونکہ مرزا صاحب نے وقوع قیامت سے
روکنے والا ٹھہرایا ہے۔ دیکھو ازالہ صفحہ ۱۵۵ (یہ مقرر ہو چکا ہے کہ قیامت سات ہزار برس
گذرنے سے پہلے واقع نہیں ہوسکتی) لہٰذا ان پر وارد کیا گیا کہ آجتک حضرت آدم علیہ السلام سے
لیکر سات ہزار تین سو اٹھارہ برس تو گذر چکے۔ اندریں صورت کیا مرزا صاحب کو پھر بھی یہ
حدیث وقوع قیامت سے روکنے والی معلوم ہوتی ہے مع آنکہ طلوع الشمس من مغربہا و
یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض وغیرہ اشراط کا تحقق آپ کے نزدیک ہو چکا ہے۔
الغرض مرزا صاحب نے حدیث ہذا کو مانع مستقل ٹھہرایا ہے وقوع قیامت کیلئے دیکھو
ازالہ لہٰذا یہ اعتراض ان پر وارد وغیرہ مندفع ہی رہا۔ اور امر وہی صاحب نے کبھی حسب عادت

ثابت کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب اور امروہی صاحب دونوں نے علم حساب میں پاس کیا ہوا ہے۔ بیت

تا مرد سخن نگفتہ باشد ٭ عیب و ہنرش نہفتہ باشد

اس سے امروہی صاحب کی خوش فہمی بھی ثابت ہو گئی۔ اور تینوں نمبروں کا جواب بھی ہو گیا۔ ص۳۲۲ کی تردید ہو چکی ہے۔ **قولہ** ص۳۲۲ سطر ۲ تمت کتاب و نیز المرجع والمآب۔ **اقول** تم الکتاب چاہیئے۔ کیا نحو میر نہیں پڑھا۔ و نیز الیہ کا مرجع کتاب ہو گی جو پہلے فقرہ متن سبحہ میں مذکور ہے۔ کیونکہ اللہ کا ذکر گو کہ فقرہ (واٰخِرُ دَعوٰنا اَنِ الحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ) میں ہوا ہے۔ مگر تمت الکتاب والیہ المرجع والمآب یہ دونوں فقرے باہم کہیں متناسب اور پہلوں سے الگ ہیں۔ پس معنے یہ ہوا کتاب ختم یا ختم ہو گئی طرف مرجع و بازگشت ہے جو بالکل منافی ہے دیانت و درایت کے لئے۔ بعض مقامات میں ہمارے ترکی بترکی جوابوں پر امید ہے کہ آپ خفا نہ ہوں گے۔ کیونکہ بسم اللہ آپ ہی سے ہوئی ہے۔ آئندہ یار زندہ صحبت باقی مطمئن رہیے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ وادم علی سید المرسلین واٰلہ وعترتہ وسلم ہ اجمعین و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

ص۳۲۳ کا حاصل نمبر ۱۔ میری نسبت لوگوں کا یہ مشہور کرنا کہ سید محمد احسن امروہی مرزا صاحب سے منحرف ہو گیا ہے۔ بالکل جھوٹ و دروغ ہے۔ کیونکہ میں نے عرصہ ۱۹ یا بیس۲۰ سال میں اپنی تالیفات میں مرزا صاحب کے دعویٰ کو براہین ساطعہ سے ثابت کر دیا ہے۔ پس ایسے محقق کا برگشتہ ہونا (رو برگشت پر آنا) کیا معنے رکھتا ہے۔

نمبر ۲۔ ہمارے رسائل کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ حتیٰ کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی باوجود وعدہ جواب سکوت کیا۔ اور مولوی محمد بشیر صاحب باوجود ہمارے شدید تقاضے کے عدم فرصت کا عذر پیش کرتے رہے۔

اقول نمبر ۱۔ آپ خود کچھ کہیں کہیں مگر سورج کو انگلی سے ہرگز چھپا نہیں سکتے۔

قدیان سے جناب آپ کا بھی درہم معدودہ میں کسر واقع ہونے کی وجہ سے
تھا۔ جیسا کہ ان جبر نقصان کے سبب سے ہو۔ (محقق) کا لفظ جو آپ نے اپنے
لئے لقب دیا ہے۔ گویا اپنے منہ سے میاں مٹھو بنا چاہتا ہے۔

نمبر۲- ہاں صاحب مگر اس وجہ سے کہ

ع خوب جہاں باشد خموشی

قولہ ۳۲۵ سطر ۲ کتبہ السید محمد احسن امروہوی۔

اقول امروہی چاہیئے واو کے لانے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ دیکھو شافیہ
فصول اکبری۔ ونیز وجہ اضافت محمد حسن اور عبارت امروہوی کے موصوف
اور صفت کے درمیان مطابقت بھی نہیں۔ لہذا امروہی چاہیئے تھا۔

قولہ صفحہ مذکور سطر ۱۔ فی تاریخ ۲۳ اگست ۱۹۰۰ء یوم الخمیس۔

اقول (فی تاریخ) اور (یوم الخمیس) متعلق (کتبہ) سے معلوم ہوا کہ کیا
ہے اس کتاب کو سید صاحب نے ۲۳ اگست خمیس کے دن لکھا۔ ناظرین
کیا سید صاحب نے کتاب کو ایک دن میں لکھا ہے ہرگز نہیں۔ لہذا ہم کہہ
سکتے ہیں کہ سید صاحب نے حسب عادت
اپنی کتاب کو خاتمہ بھی کذب
پر کیا۔ خدا کے بندے تاریخ کا فقرہ
تو سچا ہو جاتا۔ صفحہ ۳۲۶ اور ۳۲۷ کا حاصل یہ ہے
ہیں اور ہمارے رسائل ویسے فلاں صاحب سے منگاؤ۔

اقول یہ بیسے ویسے حرف اپنے ہی منہ کی شکر خائی ہے ورنہ
مرزائی تو ایسے ہی جیسے ہیں تیسے ہی ہیں کسی اہل اسلام
میں سے کسی کے منگانے کی امید مت
رکھیں

⁂

اے فرقہ مرزائی اس کتاب کو غور سے پڑھو اور خدا سے ڈرو اور جملہ عقاید کفر سے توبہ کرو۔ فیض عالم راست گو

اعلان طبع اوّل

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اما بعد بخدمت ماہران رموزِ شریعت و واقفان فنون طریقت و حقیقت عرض پرداز ہوں کہ ان ایام میں حضرت قدس مولانا و مرشدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ قدس سرہٗ نے چند معززین احباب کے مجبور کرنے و نیز فائدۂ اہل سنہم کی غرض سے امروہی کے شمس بازغہ و مرزا قادیانی کی تفسیر فاتحہ کے جواب میں جو اوراق تحریر فرمائے تھے۔ اُن وحسب ہدایت حضور والا بہت جلد لکھوا کر چھپوا کر بصورت کتاب سیف چشتیائی مسمّی بہ حجۃ اللہ البالغہ علی الشمس البازغہ و اصلاح الفصیح لاعجاز المسیح کے نام سے تیار کرا کے پیش حضور کر دیا۔ اور میں نے جو بعض الفاظ امروہی وغیرہ کے مقابلہ میں کتاب ہذا میں مزح کے طور پر تحریر کر دئے ہیں۔ و نیز کتاب کے جلدی تیار کرنے میں اگر کچھ نقص مجھ سے رہا ہو تو حضرت قدس و ناظرین مجھے معاف فرماویں۔

الحمد للہ کہ حضرت قدس نے جو مروہی کے شمس بازغہ و قادیانی کی تفسیر فاتحہ کا (فافہم) معمولی طریق سے پڑھا ہے۔ س سے شائقین کے دل مسرور، ور آنکھیں منور ہوں گی۔ زیادہ تر حضرت پیر صاحب کی اس فیاضانہ عنایت کا کہاں تک شکر ادا کیا جاوے جو اُنہوں نے ماسوا جواب تحریر کرنے کی تکلیف کے اس صرف زر کثیر سے کل اہل اسلام و ممنون احسان فرما کر کتاب کے مفت تقسیم فرمانے کا حکم صادر فرمایا ہے جو علمائے کرام و معززین اسلام میں مناسب طریق سے تقسیم ہوگی۔ کیا فرقہ مرزائی اب بھی اس سے عبرت حاصل نہ کریں گے اور اپنی ہٹ دھرمی سے اس آیت کریمہ کے مصداق بنے رہیں گے۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝ وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۝

المشتہر

حافظ محمد غازی ساکن ضلع راولپنڈی حال وارد لاہور

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۷	۱۸	کیا وجہ ہے کہ مؤلف صاحب نے حضرت اقدس کے پاس ذریعہ ڈاک و رجسٹری کے روانہ نہیں کیا	لعنة الله علی الکاذبین
۸	۲	اور مؤلف صاحب نے آٹھ نو برس تک محنت کر کر کچھ لکھا ہے	چند روزہ تحریر کو آٹھ نو برس کی محنت خیال کرنا قوی دلیل ہے آپکی بزدلی اور کم عقلی پر۔
″	۶	اسی کلمہ کے معنوں پر حملہ کیا ہے	جسکے جواب پر آپ قادر نہ ہوسکے کما سیجئ ۔
″	۱۰	اچھی طرح بیان نہیں کر سکا	جیسے کہ آپ نے کیا اور قادیانی کی نمک حرامی کی۔
″	۱۲	جواب شافی کافی دیا جا چکا ہے	اپنے منہ سے میاں مٹھو بنتا ہے۔
″	۱۳	مگر بفرمائش اُن بعض احباب کے	اُس ذباب کے جس کا میلان بوجہ کج فہمی اور کم علمی کی دلیل ہے بطلان سلسلہ پر۔
″	۱۶	اندر میعاد بارہ[۱۲] روز	لعنة الله علی الکاذبین
″	۲۲	اب ہمارے مسائل مختارہ قد تبین الرشد من الغی کا مصداق ہوگئے ہیں	مگر بوجہ مخالفت کل اہل اسلام کے (الغی) کا مصداق ٹھہرے نہ (الرشد) کا۔
۹	۲	تر کی بتر کی نکل جاوے گا	کیا پہلے جواب کا مضمکہ عقلا وطلبا ہونا غیرت بخش نہوگا۔ مگر مشہرہ بین کیسے ترک کر دیا جائے۔
″	″	ومیتة بشمس البازغة	قبر جوے نے گج مُردہ خورد۔
″	۵	ودرّنا سشرع	تقدیم مسندالیہ بے وجہ ہے۔
″	۱۲	والمرء یخدع باقراره لانی عد خمة بمختاره	تعلیل غلط ہے کیونکہ لام تعلیلیہ کا مدخول علت ہونا چاہیئے ماقبل کیلئے جو یہاں پر معلول ہے۔
″	۱۶	پھر آپ کا شمس الہدایت کیونکر اب طلوع ہوسکتا ہے۔	ہر مبتدع کی شب بدعت کے جانے کا سبب طلوع شمس الہدائیت ہوا کرتا ہے (ہر فرعونے راموسیٰ) فلا منافاة ۔

نمبر صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۰	۸	کیا بلکہ کبھی ضرورت کسی مجدد کی نہیں	مگر مرزا بوجوہ مذکورہ فی الکتاب ہرگز نہیں ہو سکتا۔
〃	۲۱	اعتراض و اشکال حل نہیں ہو سکتا	اصل اعتراض ورلیا ہی عدم کفایت جواب تفتازانی وغیرہ متخزا تھے جسکے دفع کرنے میں آپ فیل نکلے اسی آڑ میں دم لینا چاہتے ہیں کہ مؤلف نے متکلمین و صوفیا پر بیجا حملہ کیا۔ مثل آپ جیسے مولوی سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ (الحمد للہ) میں الحمد پر ضمہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے۔ مولوی صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرکے کہا کہ یہ شخص خدا پر اعتراض کر رہا ہے۔
۱۱	۵	کوئی مجدد اسد اللہ ہر صدی پر	ہاں صحیح ہے مگر تجدید کا یہ معنے نہیں کہ نیا دین لائے اور نبوت کا دعوےٰ کرے۔
۱۲	۴	کوئی مخالفت کر سکے	اگر مجدد میں یہ وصف ہے تو مرزا ہرگز مجدد نہیں۔
〃	۱۱	انکار ممکن ہی نہیں	جس پیشگوئی کو شارع نے مفصل طور پر تاکیدات بینہ کے روسے دھوکا سے بچانے کیلئے فرمادیا ہو قبل از وقوع واجب الایمان ہے اور مجمع علیہ آپ اپنے کلیہ کے مطابق قیامت میں بھی قبل از وقوع شاید مذبذب ہونگے۔
〃	۱۴	ورنہ مؤلف ثابت کرے	جیسے حضرت حجۃ اللہ بالغہ علی الشمس البازغہ حفظہ فرمائیے۔
۱۳	۶	بلکہ صحیح یہ کہ مجدد و متفق تو وفات پر ثابت ہوتا ہے	ہاں مگر آپ ہی کی غلط فہمی پر کما سیظہر۔
〃	۱۸	تو اجماع کیونکر ہوا	اجماع کا انعقاد قدر مشترک پر ہے۔

نمبر صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۲	۲۰	اُس نجد کی اسے	برعکس نہند نام زنگی کافور شعر کبہیمۃ عمیاء قاد زمامہا اعمی علی عوج الطریق الحائر ضلّوا فاضلّوا۔ میدان میں مقابلہ کے وقت ذاب کمایذوب الملح فی الماء کا مصداق ہیں بڑے ہی نادان ہے وہ شخص جو اسکے چند اعتراضات ابلہ فریب سے خائف ہوکر عقیدہ حقہ اجماعیہ سے انحراف کرکے فی اعوج میں داخل رہے۔
۱۳	۲۰	وما من الظنون تکون حقا وما کل الصواب علی القیاس	ادّعا تو تھی ہر دو حقا۔ سبحان اللہ۔
〃	۱۹	البتہ بعض نادانوں سے خوف ہے۔	جیسے قادیانی وامروہی وغیرہ جنہوں نے ایسے اصول علی شفا جرف ہار اختراع کئے ہیں جن سے آیات واحادیث کی تحریف معنوی کی جاسکتی ہے۔
۱۴	۱	کاذب ٹھہر کر	وہی الحمد للہ والی مثل کو یاد کرو۔
〃	۱۹	متوفیک ورافعک الی	واؤ ترتیب کے لئے نہیں۔
〃	۲۲	واقتداءً من عبد اللہ بن عباس	ابن عباس کی روایت میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں دعویٰ ان
۱۶	۱	منکر ہیں۔	کذب محض۔
〃	۲	اور مفسر شفاف	کس دلیل سے۔
۱۷	۱۹	لقد لدب	لقد طلب چاہیئے۔
〃	۲۴	ان کنتم تعلمون	بتعلیم سیدنا و نبینا صلعم تم تو جب ہی کہ اہل کتاب سے پوچھنے کی نہیں کیا حاجت ہے۔
۱۸	۱	الہام متحدیانہ	جب ہم مرزا کو راستباز ہی نہیں تسلیم کرتے تو اس کا الہام ہم پر کیسے حجت ہوسکتا ہے۔

نمبر صفحہ تمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۸	۱۲	مذہب حق کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہو سکتا	جیسا کہ اجماعی عقیدہ کا رد کیا ہو شعر فی زخرف القول تزیین لباطلہ والحق قد یعتریہ سوء تعبیر
؍؍	۲۲	کسی قسم کا حسد یا عناد نہیں	مگر چندہ کے دراہم معدودہ نے پاگل کر رکھا ہے ہائے دنیا۔ ہائے دنیا۔
۱۹	۱	معنی بھی یہ اکابر نہیں جانتے	افترا باندھنا مسلمانوں کا کام نہیں۔
؍؍	۸	چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را کہ ناید کس بمیدان محمد	چہ ہیبت رو نمود ایں میرزا را کہ نامد او بمیدان محمد (جلسہ لاہور) الا اے میرزا نادان و بے راہ بترس از تیغ براں محمد بلاہور از ہیبت تو بپیچیدی چو دیدی زخم ان محمد
۱۹	۶	ہنود اور نصاریٰ	اتنی آڑ میں دین محمدی کی تحریف کر رہا ہے اور بعض نادان اسی دہوکا میں آکر روپیہ کی امداد دے رہے ہیں۔ الحمد للہ کہ بہتیرے سمجھ گئے
؍؍	۱۲	حجت پوری ہو گئی	تو مان نہ مان میں تیرا مہمان
؍؍	۲۱	ایسے مؤید ہم	اپنے منہ سے میاں مٹھو
۲۰	۱۵	اور مجدد و مامور من اللہ	شعر چو تو ہم سبق از کل کان و کرامت تو توقع ز کل طینت دجال مدار
؍؍	۲۵	محدث یا مفسر	چنانچہ جلسہ لاہور میں۔ شرم شرم۔ شرم
۲۱	۱	کہ در تمام عالم یک ذات ہست کہ ثانیت او در ہمہ جا جلوہ گر است	سبحان اللہ تصوف میں بھی آپکو بڑی مشاقی ہے کیا مقولہ منقولہ کا یہ مطلب ہے کہ تمام عالم میں ایک مبعوث من اللہ ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ اس مقولہ سے مراد تو یہاں وحدت وجود کا ہے۔ دیکھو مقولہ

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
		استغراق اور جمعیت اور ایسی ہی وقت اضافت کے مشرکین کی طرف مراد نہ ہے معبودات ممکنہ مثل اصنام وغیرہ کے ہونے ہیں غیر مسلم ہے	ہو سکتے ہیں نہ واجب ہیں۔ اور مشرکین کے معبودات والا اصنام ہی تھے۔
٢۴	٢۴	اور زعم مشرکین ہم پر حجت نہیں	مگر ہو تو اس لسان میں ہوتے اُن کے اُن کا محاورہ اور بول چال تو لغت اور فصاحت بلاغت میں مستند ہے فالجواب ہو الجواب۔
״	٢۴	مع ان شریک باری ممتنع لا ممکن	اس میں کیا شک ہے لہٰذا جمعیت اور استغراق اور اضافت الی المشرکین کے وقت ممکن مراد ہوں چونکہ جس میں تعدد متصور ہو واجب الوجود میں تو تعدد ممتنع ہے۔
٢۵	١	پس اس میں کذب کہاں ہے بلکہ معترض خود محض کاذب ہے۔	آئی وہی مثل جو کسی نے متنبی سے آیت کے متعلق سوال کیا مجیب کو چونکہ علمی کا اقرار تو ناگوار تھا۔ لہٰذا اس آڑ میں بچ جانا کہ یہ شخص قرآن کی بے ادبی کرتا ہے مگر نہ ڈرنے والے نہ ڈرے گئے۔ ہندت بندے اب بھی پوچھ لو۔ بہت طبیعت بھی دیویگے۔ ہم تو پہلے عرصہ سے اس کا جواب لکھ بھی چکے ہیں جو آپ کے پاس پنڈی والے مخلص نے پہنچایا تھا۔ مگر سمجھے اُسے کون۔ یاد رہے کہ مخاطب کسی معبود ممکن کو شریک باری فی وصف الوجوب نہیں خیال کرتا تا کہ اتفاق عدم برتقدیر ارادہ معنی وجوب علی حسب متقضی المحال ہو۔ جبتک اس کا تدارک نہ کریگا۔ اُسکے شکنجہ سے نکلنا مشکل ہے۔ فالجواب ہو الجواب۔

نمبر صفحہ نسخہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			ہیں مگر مشرکین مکہ بوجہ اہل لسان ہونے اُن کے لغت اور ما یتعلق بہا میں متنبہ ہیں بہا پر تو کلام اولاً و لفظیہ مبنی ہے اس میں کہ اتخاذ اصنام کا ارباباً من دون اللہ حق ہے یا نہیں فالجواب ہو الجواب۔
۲۸	۶	اب بھی کلمہ توحید کے معنے آپ پر حل ہوئے یا نہیں	ہم پر تو پہلے سے بفضل اللہ و قوتہ منکشف تھے آپ اور آپکے پیغمبر بتا دیں کہ اُس نے بوجہ سکوت اور آپ نے بد بیان کہ جس پر کہ فیہ خوان بھی قہقہے اُڑاتے ہیں لاعلمی کا پورا ثبوت دیا یا نہیں مگر اس لباس میں کہ جدھر کو منہ پھر گیا اُدھر ہی کو ہم نابینا بھی چلے گئے ہیں جیسا جہاں سے من نہ زقدت راخوش شناسم گر آئی دلبرا در ہر لباسے
؍؍	۷	اے مؤلف صاحب اگر ہم دو الٰہ فرض کریں الخ	اے امروہی صاحب یہی تو وجہ ہے عدم استلزام تعدد کے فساد کیلئے۔ فتقوی الاشکال۔
؍؍	۲۴	کہ آیت مذکورہ میں تعدد تو ہے انتفاء مقدم کا ضروری ہوا و ہو المطلوب	آیت میں فسدتا مذکور ہے جب تعدد کی تقدیر پہ عالم کا وجود ہی متصور نہیں تو فساد کیسا فالجواب ہو الجواب
۲۹	۴	اس صورت میں کوئی موجود تیز وجود میں کبھی نہیں آسکتا۔	بہذا الفسدتا کا ترتب تعدد پر نہوا فالجواب ہو الجواب
؍؍	۵	اب فرمائیے۔	اب فرمائیے۔ بیہ ناظرین امروہی صاحب نے تفسیر کبیر اور تفسیر ابی مسعود وغیرہ کی عبارات کا ترجمہ لکھا ہے جس سے اشکال مذکور مندفع نہیں ہوا بلکہ اُستاد ان اُن کا تقریر تعدد سے جسکو تفسیر کبیر سے لیا ہے اشکال کو قوی کر دیا

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
			کیونکہ وقوع نکرہ تحت النفی عموم اور استغراق افرادی کو چاہتا ہے جو وجب الوجود میں بوجہ امتناع تعدد کے ممکن نہیں۔ و نیز مخاطبین کا مزعوم یہ کہ سرے سے شرک فی الوجوب ہی نہیں لقولہ تعالے ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله تو پھر نفی تعدد فی الوجوب کا نقد ان پر کیا معنے رکھتا ہے فالجواب ہو الجواب۔ شعر فان کنت ذا عقل و فہم و فطنۃ علمت الذی قد کنت فی الامس تجہل
۳۰	۱۰	جو مسیح کے مقابلہ میں اسرائیلی روایات لائی جاویں	خود ہی شرم کیجئے کیا ایلیا کا قصہ اور صلیبی واقعہ وغیرہ وغیرہ قرآن کریم کے مقابلہ پر نہیں۔ نعم قیل جمال شاہد قرآن نقاب آنگہ بکشاید کہ در مرآۃ تفسیر رسول ہاشمی تابد۔
״	۲۴	کہیں پر خروج لکھا ہے	ذرا صبر کرو ہم ہی سمجھا دینگے۔
۳۲	۱	مقتولیت بالصلیب	تحریف ہے کیونکہ قرآن کریم میں ما قتلوہ وما صلبوہ بالعطف مذکور ہیں۔
صفحہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱	۵	سطر ۳ کیونکہ یہ امر ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو محققین رفع برزخی اور روحانی کے قائل ہیں وہ نزول جسمانی کے قائل ہوں	کیوں نہیں ہو سکتا حضرت محی الدین ابن عربی اور شاہ ولی اللہ کے تصریحات من خط دون حواشی کتاب میں منقول ہیں۔
صفحہ حاشیہ متعلقہ	۵ ذیل	کیونکہ عوام کا فتنہ ناس سے اجماع ہی نہیں ہو سکتا۔	عوام سے جہال مراد نہیں ہیں بلکہ اکثر مراد ہیں۔
ب	۲	نزول روحانی مراد ہوگا	خیالی بات ہے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
ب	۹	مراد نزول روحانی ہے جو اہل تحقیق کا مذہب ہے نہ نزول جسمانی	صریح جھوٹ ہے دیکھو اسی کتاب میں رجوع کا ثبوت نزول روحانی وبروزی کا قائل بجز مرزا اور مریدوں کے آجتک کوئی معتبرین میں سے نہیں
ج	۲	تصریح کردی ہے	لعنۃ اللہ علی الکاذبین
؍؍	۱۰	فیصلہ کردیا ہے	مگر مطابق فہم آپ کے ۔
؍؍	۱۸	ائمہ لسان اہل تحقیق میں سے ہیں	اپنے منہ سے میاں مٹھو حدیث لن تجتمع امتی علی الضلالۃ کا خیال کرو ۔
د	۱۷	کل کتاب کا رد پندرہ منٹ میں ہوگیا۔	جس کا رد الرد پانچ منٹ میں ہوگیا تو ثابت ہوا کہ شمس بازغہ کی بنا علی شفا جرف ہار تھی۔
۳۲	۲۱	اس قدر ذات پر دلالت	قرآن کریم کی آیت کو دلالت بر ذات سے موصوف کرنا کفر ہے
۳۵	۸	بان المسیح عیسی ابن مریم کا بالضرور مذکور ہوا ہے	جسم مع الروح سے مراد مسیح عیسیٰ بن مریم ہی ہے۔
۳۶	۱۸	دوسری طرح بھی رد کرسکتے تھے	محض لاف ہے
؍؍	۲۰	بعض قواعد مخترعہ مؤلف	کوئی مستند سے خالی نہیں ثقات کا قول ہو یا ضرورت عقلی اور اقتضاء مقام ۔ یہ ناظرین شمس بازغہ کی کوئی سطر دلیل یا غلطی سے خالی نہیں مگر ہم آپ سے ہر ایک کی تردید کی معافی چاہتے ہیں مشتے نمونہ خروارے عقلمند کو بس ہے۔
۳۷	۲۴	بلکہ رفع روحانی ہے	بلکہ رفع جسمانی ہے دیکھو اسی کتاب میں۔
۴۰	۱	بے جا ہے	سوچنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جس امر میں قید [illegible] کرنا مقصود ہو اور ہے [illegible] اشتراک ہے وہ اور۔
۴۶	۶	ماخوذ ہوتی ہے	غلط ہے
۴۸	۲۰	فالحمد للہ الذی نجانا مع [illegible] ولعلمہ بالمتعلم	[illegible] میں مرتضوی کی طرف عائد نہیں ۔ [illegible] کے [illegible] قلق اور اضطراب ہے

نمبر صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۵۰	۱۲	متکلم بہیج کا اطلاق کہیں نہیں آیا	یہ ذکر واجب الوجود کا خلق یہاں پر تو وکلم اللہ موسیٰ تکلیما آگیا ہے۔
۵۸	۲	ولکن نہنہ یجمع	تقدیم ظرف کی کوئی وجہ نہیں
۶۰	۱۹	اموشنوکا اور نصف مجہولہ کی طرف دوڑے تو اس کا کیا حرج	یہ ذکر واجبیا کا قصہ اور صلیبی واقعہ اس کا کیا جواب۔
۶۲	۱۷	جسم کے ساتھ روح بھی قتل ہو جاتی ہے	مقیدہ کی نفی کیلئے یہ کہاں ضروری ہے کہ مطلق اور قید دونوں منتفی ہو جائیں۔
۷۰	۱۲	بلکہ جملہ انشائیہ ہوا	لیؤمنن کو انشائیہ کہنا سخت حماقت ہے کشاف اور بیضاوی کا حوالہ غلط محض اور جھوٹ ہے جملہ قسمیہ جو انشائیہ ہے وہ صرف واسطہ ہوتا ہے اور جواب قسم خبریہ ہوتا ہے دیکھو مطول بحث وصف مسند الیہ ص۲۶ مطبوعہ نولکشور اور مولوی عبدالحکیم حاشیہ بیضاوی اور شہاب حاشیہ بیضاوی کی عبارت کو سبقاً کسی استاد سے پڑھنا چاہیئے۔
۷۵	۶	یعنی لن نؤ جہنۃ النصر ک	کیسی تحریف ہے۔
״	۱۱	منسوخ نماز	خیالی بات ہے
״	۱۳	فنہیہ	فا غلط ہے دیکھو کتب نحو میں مبحث کلمہ فا
۸۷	۱	فنعیدہ مرۃ اخریٰ	دوبارہ ذکر کرنے سے صرف ایک ہی اعادہ ہوتا ہے دوسرا اعادہ کیسا۔
۱۲۷	۷	یقنون حقیقۃ دین الاسلام	ایقان کے معنی میں با آتی ہے۔
۱۲۹	۹	والابرآن کمہ والابرص وغیرہ ذلک من الاسقام	غلط ہے وغیر ذلک من المرضی چاہیئے۔

نمبر شمار صفحہ شمس بازغہ	سطر	مردود	تردید
۱۶۰	۱۸	ایہا الناظرین	منادیٰ مفرد کا منصوب لکھنا غلط ہے۔
۱۷۱	۱۱	خاتم الانبیاء بنی اسرائیل	الف لام غلط ہے
۱۹۳	۱	فیعلم الاقوی فیعمس بہ	لم کا مقام ہے نہ فا کا لیعلم الاقوی فیعمل بہ چاہیئے۔
۳۱۶	۱۸	مع صدق الالہام المسیح الموعود	مضاف پر الف لام کا لانا غلط ہے مع صدق الہام المسیح الموعود چاہیئے۔
۳۲۱	۱	فلانعیدہا مرۃ اخری	فقرہ غلط ہے کما مر فلا نذکر مرۃ اخری
۳۲۴	۲	تمت الکتاب	تانیث غلط ہے تم الکتاب چاہیئے۔
//	//	والیہ المرجع والمآب	ما قبل میں فقرہ متنا بہ تمت الکتاب ہی مذکور ہے لہٰذا مرجع الیہ کا کتاب ہی ہوئی اور حصر سے مُشعر بہ فقرہ قریب بکفر ہے
۳۲۵	۱۴	محمد احسن امروہوی	معرفہ کی صفت نکرہ واقع ہوا ہے اور نیز امروہوی میں واؤ لانیکو کوئی قاعدہ نہیں۔
۳۲۵	۱۵	فی تاریخ ۲۳۔ اگست یوم الخمیس	صریح جھوٹ ہے ایک دن میں کتاب نہیں لکھی گئی۔
//	//	مطابق ۲۶ ربیع	عربیت کے رو سے بے ربط ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغ

مرزائی ابحاث کی اصلیت

چونکہ بعض مرزائی صاحبان ہمارے حضرت سیادت پناہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مرزا صاحب کی باہمی ابحاث کو غلط بیانیوں سے خلط مبحث کر کے عوام کو دھوکہ میں ڈال دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے وہ تمام اشتہارات جو حضور والا کی طرف سے وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ بطور ضمیمہ طبع ثانی "سیف چشتیائی" کے ساتھ شامل کر دیے ہیں تاکہ عوام کو دھوکہ نہ ہو۔

اشتہار واجب الاظہار

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ کتاب شمس الہدایۃ فی اثبات حیات مسیح مصنفہ مولانا حضرت سید پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گولڑہ شریف عرصہ چار ماہ کا ہوا ہے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے اور بعض مرزا صاحب کے حواریوں سے سنا تھا۔ کہ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب ایک گھنٹہ میں تحریر کر کے شائع کر دیویں گے۔ ہم منتظر تھے۔ کہ اس اثنا میں مولوی نورالدین صاحب کا ایک خط جس میں بارہ ۱۲ سوالات مندرج تھے۔ حضرت پیر صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ جناب موصوف نے جواب مفصل تحریر فرمایا۔ مگر بعض احباب نے بوجوہات چند اس کا ارسال کرنا مناسب نہ سمجھا منجملہ جن کے ایک تو یہ تھی کہ کہیں ایسی تحریرات کے سلسلہ جاری ہونے سے جواب کتاب سے جواب نہ ہو۔ دوسری وجہ پیر صاحب نے جو بیان فرمائی ہے وہ ان کے خط میں درج ہے۔ اب چونکہ پرچہ اخبار الحکم مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۰۰ء میں مطالبہ جواب کا کیا گیا جو ۲۶ مئی ۱۹۰۰ء کو مولانا صاحب کی نظر سے گذرا۔ تو مولانا موصوف نے وہی جواب مفصل جو پہلے دن سے لکھ رکھا تھا۔ مولوی نورالدین صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری ارسال فرمایا۔ امید ہے کہ ان کے ملاحظہ سے گذرا ہوگا۔ میں ان ہر دو خطوط کو فقط اس خیال سے کہ

مبادا حواریان ان کو مشتہر نہ کریں بذریعہ اشتہار ہذا ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں تاکہ ملاحظہ کے بعد انصاف پسند خود اس کا نتیجہ نکال لیں گے۔

مولوی نور الدین بھیروی کا خط

مولٰنا سید المکرم المعظم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اول فتح محمد نام آپ کے مرید سے پھر مولوی غلام محی الدین ساکن دہن۔ مولوی محمد علی ساکن رؤال۔ حکیم اللہ دین شیخوپور۔ حکیم شاہنواز کے باعث مجھے جناب سے بہت ہی بڑا حسن ظن حاصل ہوا۔ اور میں بدیں خیال کہ جناب کو اشغال و ارشاد میں فرصت کہاں کہ میرے جیسے آدمیوں کے خطوط کا جواب ملے گا۔ ارسال عرائض سے قاصر رہا۔ جناب کے دو کارڈ مجھے ملے اور ان میں مرزا جی کے حسن ظن کا تذکرہ تھا اور بھی فرحت و سرور ملا۔ قریب تھا۔ کہ میں حاضر ہوتا۔ اسی اثناء میں ایک کتاب شمس الہدایۃ نام مجھے آج رات دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ صفحہ ۴۰ تک رات کو پڑھی جناب نے اس میں بڑا تنزل اختیار کیا۔ کہ بالکل نحویوں و منطقیوں کے رنگ میں جلوہ افروز ہوئے۔ اور صوفیوں کے مشرب سے ذرہ جھلک نہ تھی۔ سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں اور کتاب صفحہ نمبر ۴۰ تک صرف ایک جگہ شیخ اکبرؒ کا ذکر وہ بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی توجیہ ناپسندیدہ پر آیا۔ کتاب کو دیکھ کر مجھے اس تحریر کی جرأت ہوئی۔ کہ جب جناب تصنیف کا وقت نکال سکتے ہیں۔ تو جواب خط کوئی بڑی بات نہیں فاحسن کما احسن اللہ الیک میری مختصر گذارشوں کا بالکل مختصر سا جواب کافی ہوگا۔ اوّل جناب نے صفحہ نمبر ۸ میں فرمایا ہے۔

ائمہ تفسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر و ابن کثیر الخ اس پر

دل عرض ہے۔ جناب نے تفسیر ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں۔ جناب کے پاس ہے یا نہیں کہاں سے یہ تفسیر صرف دیکھنے کے لئے مل سکتی ہے۔

۲۔ مثل ابن جریر سے کم سے کم پانچ چھ تفسیروں کے نام ارشاد ہوں۔

۳۔ کلی طبعی جناب کے نزدیک موجود فی الخارج ہے یا نہیں اور تشخص متشخص کا عین ہے یا غیر۔

۴۔ رتبۂ مثال کا مسئلہ جناب کے نزدیک صحیح ہے یا غلط۔

۵۔ زید و عمر یا نورالدین راقم خاکسار غرض یہ جزئیات انسانیہ صرف اسی محسوس مبصر جسم عنصری خاکی مائی کا محدود نام ہے یا وہ کوئی اور چیز ہے جس کے لئے یہ موجودۃ الآن جسم بطور لباس کے ہے یا اسی معنے پر ؟

۶۔ انبیاء و رسل صلوات اللہ علیہم و سلامہ آئمہ و عترۃ۔ اولیاء کرام۔ صحابہ عظام۔ انواع و اقسام ذنوب و خطایا سے محفوظ نہیں یا ہیں۔ بصورت اولیٰ ان پر اعتقاد کا معیار کیا ہوگا۔ اور بصورت ثانیہ کوئی قوی دلیل مطلوب ہے مگر ہو مختصر کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ سے ؟

۷۔ الہام و کشف رؤیا صالحہ کیا چیز ہیں۔ اور ان سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں ؟

۸۔ ایک جگہ جناب نے تاریخ کبیر بخاری کا حوالہ دیا ہے۔ کیا وہ جناب کے کتب خانہ میں ہے یا نہیں ؟

۹۔ بعض احادیث کی تخریج نہیں فرمائی۔ اس کو کس جگہ دیکھا جاوے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جناب نے ان احادیث کو کہاں کہاں سے لیا ہے جس کا ذکر کتاب میں فرمایا ہے۔

۱۰۔ عقل۔ قانون قدرت۔ فطرۃ۔ کس حد تک مفید ہیں یا یہ چیزیں شریعۃ کے سامنے اس قابل نہیں کہ ان کا نام لیا جاوے۔ تعارض عقل و نقل۔ تعارض اقوال شریعۃ و سنت اللہ مقابلہ فطرۃ و شرع کے وقت کون سی راہ اختیار کی جاوے۔ مختصر جواب بدوں دلائل کافی ہوگا۔

۱۱۔ تفسیر بالرائے اور متشابہات کے کیا معنے ہیں۔ کوئی ایسی تفسیر جناب کے خیال میں ہے۔ کہ وہ تفسیر بالرائے سے پاک اور متشابہات کو ہم کس طرح پہچان سکتے ہیں ؟

۱۲۔ تصحیح احادیث روات کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بھی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟

المستـــــــــــــــــــــــرشد

نورالدین

۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۱ء

حضرت مولانا سید پیر مہر علی شاہ صاحب کا جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ

معظمی ومکرمی جناب مولوی نورالدین صاحب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ اما بعد ۔ میں ہرگز نہیں چاہتا تھا اور نہ چاہتا ہوں ۔ کہ بجواب سوالات جناب کے کچھ لکھوں ۔ کیونکہ اشاعت جواب میں کسرِ شان حضرت سائل کا نہایت ہی خیال تھا اور ہے ۔ یہاں تو پہلے ہی سے کچھ نہ ہونے کے سوا اور کچھ نہیں ۔ لہٰذا میں نے بجواب مکاتبہ شریفہ اثنا عشریہ آپ کے اپنے مایہ قصور اور ناعلمی کو پیش کیا ۔ مگر پرچہ الحکم مطبوعہ ۲۳ ذی الحجہ نے جو آج ۲۶ ماہ محرم الحرام کو میری نظر سے گذرا ہے ۔ اُس کی نامنظوری بیان فرمائی ۔ اب اگر فضلائے عصر وعلمائے دہر بعد ملاحظہ کلام جانبین کے داد وانصاف عطا فرماویں تو یہ نیاز مند علماء وفقراء معذور سمجھا جاوے گا ۔

جواب نمبر ا ۔ صفحہ ۸ میں آپ نے غور نہیں فرمائی ۔ کیا صفحہ مذکورہ کی عبارت ہذا اگر کوئی شخص برخلاف الخ کا یہ مطلب ہے ۔ کہ نیاز مند شمس الہدایت کا جواب ابن جریر سے لکھیگا ۔ لہٰذا آپ مجھ سے یہ دریافت فرماتے ہیں کہ ابن جریر کو دیکھا ہے یا نہیں الخ ۔ مولانا بلکہ عبارت مذکورہ سے مقصود یہ ہے کہ مجیب کے ذمہ یہ نقل از ثقات مثل ابن جریر وابن کثیر اور استنباط صحیح ہوگا ۔ دوبارہ معروض ہے ۔ کہ آپ نے ابن جریر ہی کی تعیین کہاں سے سمجھ لی ۔ عبارت ہذا از تفاسیر معتبرہ سے مثل ابن جریر وابن کثیر کی الخ میں تو تعمیم ہے ۔ سہ بارہ ملتمس ہوں ۔ کہ اگر آپ ابن جریر ہی سے جواب دینا چاہتے ہیں تو آسان طریق عرض کیا جاتا ہے ۔ کہ آپ قول ابن جریر کا بتخویل ثقات مثل حافظ عماد الدین وعلامہ سیوطی وغیرہ کی نقل فرماویں ۔ جیسے کہ شمس الہدایت میں کیا گیا ہے ۔ ہم کو بسر وچشم منظور ومقبول ہوگا ۔ ہاں اگر آپ کو محض ابن جریر کے دیکھنے کا اشتیاق ہے تو مولوی محمد غازی صاحب فرماتے

ہیں۔ کہ بالمث فہ دکھا سکتا ہوں۔ مولانا مجھے تو پہلے ہی سوال سے حسن ظن مسموعی جاتا رہا ذرہ غرض متکلم کو غور فرما کر معترض ہونا چاہیئے۔

جواب نمبر ۲۔ لیجئے تفسیر سفیان[1] بن عیینہ۔ ووکیع[2] بن الجراح۔ وشعبۃ[3] بن الحجاج۔ ویزید[4] بن ہارون وعبدالرزاق[5] وآدم[6] بن ابی ایاس واسحق[7] بن راہویہ وروح[8] بن عبادہ وعبد[9] بن حمید ومسند ابی بکر[10] بن ابی شیبہ وابن ابی حاتم[11] وابن ماجہ[12] والحاکم[13] وابن مردویہ[14] وابوالشیخ[15] بن حیان وابن المنذر[16] جن کی شان میں علامہ سیوطی وکلہا مسندۃ الی الصحابۃ الخ فرماتے ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ میرے نزدیک کلی طبعی کا منشاء موجود فی الخارج ہے اور تشخص عین متشخص ہے۔ مگر غور رض بھی لزوم فی التحقق سے بہرہ یاب ہیں۔

جواب نمبر ۴۔ تجدد امثال کا مسئلہ میرے نزدیک صحیح ہے۔ مگر تجدد شہودی وحدۃ سیاہ کو منافی نہیں جو مدار ہے ترتب احکام عرفیہ کے لئے۔

جواب نمبر ۵۔ جزئیات نامیہ ماہیت معروضہ کا نام ہے وجودات خاصہ ہوں یا مدتا نامعہ یا دونوں سے مغائرہ اجسام مل کر عینی یا برزخی یا حشری زید کے مسمے میں نہایت ہی دخل ہے فقط روح مجرد کے لئے بمنزلہ لباس ہیں۔ ہاں بطریق مجاز مرسل کبھی جز ماہیت پر بھی بولے جاتے ہیں۔ یہاں پر لحاظ قرائن مثل قتل وصلب نہایت ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶۔ انبیاء ورسل علیہم السلام انواع ذنوب وخطایا سے جو منافی ہوں شان نبوت کو معصوم ومامون ہیں۔ ورنہ امر باتباع کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان اور الیا ہی فینسخ اللہ ما یلقی الشیطان حامی وقت ہے۔ اولیاء کرام جو بعد فناء تام کا نہ ہو کی رنگت سے رنگین ہوں داخل ہیں بشارت مذکورہ میں اصالت اور تبعیت کا فرق ہے۔

جواب نمبر ۷۔ الہام وکشف ورؤیا صالحہ منجملہ شعب ایمانیہ سے ہیں اور معیار صحت وفساد کا مطابقت ہے کتاب وسنت سے۔

جواب نمبر ۸۔ تاریخ کبیر بخاری کا ذکر درمنثور کی عبارت میں آیا ہے جو شمس الہدایت

ہیں منقول ہے۔ مولانا یہ سوال علامہ سیوطی سے دریافت کرنا تھا میرے سے آپ درمنثور کا ہونا نہ ہونا دریافت فرماتے۔

جواب نمبر ۹۔ آیت (بل رفعہ اللہ الیہ) کے متعلق چونکہ ابن کثیر اور درمنثور سے تفسیر لکھی گئی ہے آپ سب احادیث مذکورہ کی تخریجات وہاں سے معلوم فرما سکتے ہیں۔ ایک دو جگہ تفسیر ابن کثیر اور درمنثور کا نام بھی لکھا ہوا ہے۔ ناظرین تفسیر مذکورہ کو چونکہ سب تخریجات یک ہی جگہ سے مل سکتی تھیں۔ لہٰذا ہر ایک حدیث کے بعد بوجہ اختصار نہیں لکھی گئیں۔ ہو ماسب اسانید کی صحت کشفیہ یا عرفیہ سے خالی نہیں۔ ہاں صرف ایک دو جگہ جیسے روایت ضحاک یا ابی صالح کی ضعاف میں سے مذکور ہیں۔ مگر بعد تقویت مجی کے ساتھ صحاح کے وہ بھی اس مقام میں جہاں خصم سے مطلق روایت کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ گو کہ ضعاف میں سے ہو۔

جواب نمبر ۱۰۔ عقل اور قانون قدرت جو عبارت ہے استقراء ناقص سے اعتبار اُن کا محدود ہے۔ تاوقتیکہ نص مخالف قطعی الدلالۃ شارع سے وارد نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اسی تجربہ نے آپ کو مرزا صاحب کے قدموں پر جھکایا ہے۔ مگر پھر بھی عقدہ کشائی نہ ہوئی۔

جواب نمبر ۱۱۔ تفسیر بالرائے جس کے جواز میں اختلاف ہے تاویل متشابہات غیر مختفہ بعلم الباری او بعلم الرسول کا نام ہے۔ تفسیر بالرائے جس کا جواز اتفاقی ہے عبارت ہے استنباط احکام سے اصلیہ ہوں یا فرعیہ اعربیہ ہوں یا بلاغیہ وغیرہ وغیرہ بشرط قابلیت تفسیر بالرائے جو بالاتفاق ناجائز اور منہی عنہ ہے تفسیر متشابہ کا نام ہے جو مختص ہو بعلم الباری و بعلم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور تفسیر بغیر حصول علوم مشروط للتفسیر اور تفسیر مقرر للمذہب جس میں مذہب کو اصل اور تفسیر کو تابع قرار دیا جاوے۔ اور تفسیر علی القطع یعنی مراد حق سبحانہ کی قطعی طور پر یہی ہے بغیر دلیل کے۔ اور تفسیر بالہویٰ یہ سب منہی عنہ کے اقسام ہیں۔ تفاسیر ثقات متداولہ بین اہل السنۃ تفسیر بالرائے باقسامہ الخمسہ سے پاک ہیں متشابہ مختص بعلم الباری و بعلم رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تو ہم بغیر انہ من عند اللہ کچھ کہہ نہیں سکتے ہ

وہ متشابہ جس میں خوض کرنے کے ہم مجاز ہیں آپ اس کو قدر مشترک بین المجمل والمؤول سے
پہچان سکتے ہیں یعنی جس میں دلالت علی احد المعنیین راجح نہ ہو مگر یہ بھی خیال رہے کہ
بعد اقامت دلیل منفرد کے مرجوح بھی راجح بلکہ قطعی الدلالۃ ہو جاتا ہے۔

جواب نمبر ۱۲۔ تصحیح احادیث رواۃ کو دیکھ کر آج کل آپ اور ہم بغیر نقل جرح و تعدیل کے مطلق
نہیں کر سکتے۔ آپ (لا یعلمہ الا عیسیٰ) کے معنے کو بھی غور فرما،ویں مبادا کہ بعد تقیید کچھ اور ہی نکلے
بعد ازاں معروض خدمت عالیہ یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں (صوفیوں کے مشرب سے ذرا جھلک
بھی نہ دی) سبحان اللہ میں نے بارہا سنا کہ جناب فتوحات مکیہ کے غواص ہیں (غرض) غریب واللہ
فیوضات مدینہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے جو شان دی ہیں فتوحات مکیہ نے آپ کے سامنے
کیا وقعت اور قدر پائی۔ کہ میں قول شیخ اکبر قدس سرہ کو پیش کرتا۔ کیا صفحہ ۱۹ [illegible] احادیث صحیحہ
کافی نہیں گئیں۔ گر اس نیازمند کا قول تعصبی طور پر سمجھا جاوے تو کیا مرزا صاحب کی الہامی
ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۶ پر بقلم باریک شہادت اس قطع و برید پر نہیں دے رہی۔

مرزا صاحب کے عبادت خانہ میں آمد و رفت والے بغیر آپ کے یا اتباع آپ کے کون صاحب
دوسرے عمدہ پیارے تو اپنے اپنے وطن اور جگہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ مگر افسوس کہ مرزا صاحب
نے تعبیر اس الہام میں بھی عمدہ مخلصین ہی کو الزام دیا۔ باوجود اس کے کہ شرح صدور پر لفظ میں
عبادت گاہ کا الہامی کلام میں موجود ہے آپ اس صفحہ میں ذرا [illegible] فرماویں اور [illegible] کی
[illegible] نبی کی حدیثوں کو کرتے ہیں موجود ہے یا نہیں۔ اب فرمائیے کہ تصدیق الہام بد
کی تکذیب آپ کی اور تکذیب الہام کی موجب تخریب سب عملوں کی ہے یا نہیں۔ ایک وہ
تکرار بھی معروض کرتا ہوں۔ کہ جواب میں نقل بد [illegible] اور بلحاظ محل کلام اور [illegible]
[illegible] مستحق ہونا ضروری سمجھے جاویں گے۔ یہ نہ ہو کہ تحقیق تنفاد [illegible] قبل اور بعد کلمہ الا بین
استثنا باز تیسویں ۲۳ آیت کتاب استثناء سے پکڑ کر بائیسویں آیت کو بالکل متروک کر دیا
جاوے اور یہ بھی نہ ہو کہ محل ذکر قول حضرت شیخ کو توجیہ کلمہ طیبہ میں خیال نہ فرما کر الزام
مخالفت حضرت شیخ کا لگایا جاوے۔ یا نکات بعد الوقوع کو مثل [illegible] مسیح کے بابت کلمہ
جو (عزیز حکیم) کے متعلق خلاصہ قول حضرت شیخ اکبر و شیخ علی قدس سرہما لکھا گیا ہے [illegible]

سے ٹھہرا کر مادۂ نقض پیدا کریں اور نیز معلوم ہو کہ ضعف کو کبھی ہم بعد تشیید مبانی دعوی کے بکتاب و سنت صحیحہ متواترہ قبول کر لیویں گے۔ مثلاً قول ضحاک اور حوالہ عباسی جن میں اصحاب جرح والتعدیل کو کلام ہے بعد تقویت مذکور کے بغیر عذر سند ہوگا عمدہ وقت کو تو امید تھی کہ آپ مرزا صاحب کو بھی سمجھ دینگے۔ ع۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم۔ مجھے بخیال شان آپ کے بڑا افسوس ہے کہ جناب سے ایسے سوالات سرزد ہوں عصمت انبیاء اور عدم وقوع خطا فی الامر التبلیغی میں تو تردد ہو مگر مرزا صاحب کی عصمت در عدم امکان خطا فی التعبیر تک بھی متیقن سبحٰن اللہ مولانا آپ کے اخلاق کریمانہ سے امید کرتا ہوں کہ تشریح حقیقت معجزہ سے ذرا آپ ہی ممنون فرما دیں گے۔ والسلام خیر ختام۔

المکلف العبد الملتجی الی اللہ المدعو بہ **مہر علی شاہ** عفی عنہ ربہ

ضمیمہ از جانب مشتہر:- فن مناظرہ سے مولوی نور الدین صاحب بالکل بے بہرہ ہیں۔ اعتراض اول میں تو یوں کہنا تھا کہ تفسیر ابن جریر کو میں نے اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ مگر حوالہ دیا ہوا کسی جگہ نہ ملا معہذا یہ اعتراض بے موقع ہے کیونکہ یہ اس جگہ پر مناسب تھا جہاں ابن جریر کا حوالہ دیا ہوا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دوسرے اعتراض میں تعداد تفسیروں سے سوال بیجا ہے۔ عبارت ہذا (مثل ابن جریر الخ) کا مطلب یہ ہے کہ معتبر تفسیر کی سند منظور ہوگی۔ خواہ متعدد ہوں یا ایک ہی ہو۔ گرغرض اعتراض کی نہیں تو اخبار میں شائع کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ مولانا گستاخی معاف فرما دیں۔ ایک سوال کے جواب سے ممنون فرما دیں۔ بلاغت اور فصاحت اخبار اور قصص قرآنیہ کی کیفیت بیان فرما دیں۔ مثلاً حکایت از کلام فرعون جو کہ مؤکد یا غیر مؤکد بالحصر یا بغیر الحصر وغیرہ وغیرہ آیا یہ سب امور کلام ربانی ہی میں ہیں اور کلام فرعون ان سے معرا تھی تو کلام ربانی میں کذب لازم آیا۔ اعیاذ باللہ۔ اور اگر کلام فرعون میں بھی یہ امور موجود تھے دیعنی ورفیع فرعون ہو اخذ و ندیم تو فقط مترجم ہوا۔ اور یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ ورنہ بلاغت اور فصاحت اس کلام سے فقط

نوٹ:- مولوی عبدالکریم کی بے تہذیبی (جو اخبار الحکم ۲۴ اپریل میں درج ہے) کا جواب

ہم کچھ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ یہ تو جھوٹے مسیح کے حلیاں کی علامت میں سے ایک علامت ہے۔ سب پہ روشن ہوگیا ہے کہ کتاب کا جواب تو ہرگز نہیں دے سکتے۔

المشتہر

مطبوعہ مصطفائی خاکسار حافظ غازی عفی عنہ پریس لاہور

دیگر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و آلہ و عترتہ

اما بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء آج اس نیازمند علماء کرام و مشائخ عظام کی نظر سے گذرا۔ مجھ کو دعوت حاضری جلسہ منعقدہ لاہور مع شرائط مجوزہ مرزا صاحب بسر و چشم منظور ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب بھی میری ایک ہی گذارش کو بسلک شرائط مجوزہ کے منسلک فرماویں گے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت لسانی تقریر سے بمشافہ حضار جلسہ اپنے دعوے کو بپایہ ثبوت پہنچا دے گا۔

بجواب اُس کے نیازمند کی معروضات عدیدہ کو حضرات حاضرین خیال فرما کر اپنی رائے ظاہر فرماویں گے۔ مجھ کو شہادت و رائے تینوں علمائے کرام مجوزہ مرزا صاحب (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی و مولوی عبد الجبار غزنوی و مولوی عبد اللہ صاحب ٹونکی پروفیسر لاہوری) کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہ ہوگا۔ بعد ظہور اس کے کہ مرزا صاحب اپنے دعوی کو بپایۂ ثبوت نہیں پہنچا سکے۔ مرزا صاحب کو بیعت توبہ کرنی ہوگی۔ بعد اسکے عقائد معدودہ مرزا صاحب ہیں جن میں جناب ساری امت مرحومہ سے متفرد ہیں بحث تقریری و اظہار رائے ہوکر مرزا صاحب کو اجازت مقابلہ تحریری کی دیجاویگی۔ یہ وہ شرط ہے کہ دعوی جناب اور تحقیق حق کے لئے عند العقلا مقتضی بالطبع ہے۔ ظاہر ہے کہ

تیز نویسی اور قافیہ سنجی کو بعد بعد ان مضامین کے کچھ بھی وقعت اور عظمت نہیں حقیقت مضامین کا محفوظ رہنا عیاران صداقت کے لئے نہایت مہتم بالشان ہے۔ اظہار حقیقت بغیر اس طریق کے متصور ہی نہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کے حقائق و معارف قرآنیہ سے تو ان کی تصنیف بھری ہوئی ہیں۔ اور وہی جناب کے دعویٰ کو عدم حقیت کی وجہ سے دھبہ لگا رہے ہیں۔ علماء کرام کی تحریرات اور اہل دیانت و فہم کامل کی تقریرات اس پر شاہد ہیں تیز نویسی چونکہ بروز عیسوی و بروز محمدی سے بالکل اجنبی و برطرف ہے لہٰذا اس کو مؤخر رکھا جاوے یا اس شرط کی منظوری سے مع تاریخ مقررہ کے مشرف فرماویں۔ نہایت ممنون ہو کر حاضر ہو جاؤنگا۔ قانون فطرت اور کرات مرات کا تجربہ مع شہادت (وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا) کے پیشینگوئی کر رہا ہے۔ کہ آپ کو عین وقت بحث میں الہام سکوتی ہو جاویگا۔ آپ فرماویں اس کا کیا علاج ہوگا۔

اپنے اشتہار میں اس الہام ضروری الوقوع کا مستثنےٰ نہ فرمانا صاف شہادت دے رہا ہے کہ لیتہ الہامات عندیہ اور اپنے اختیاری ہیں ورنہ درصورت منجانب اللہ ہونے اُنکے کیونکر زیر غلط ہوں اور مستثنےٰ نہ کئے جاویں۔ یہ بھی مانا کہ منجانب اللہ ہیں تو پھر ان پر تعمیل نہ جب ہوگی مشائخ عظام و علماء کرام کو تشریف آوری سے بغیر از تضیع اوقات تضعیف بحث کیا حاصل ہوگا۔ لہٰذا عرض کرتا ہوں کہ شرق سے غرب تک ان بزرگواروں کو آپ کیوں تکلیف محض دیتے ہیں۔ فقط یہ ایک ہی نیازمند اُن کا حاضر ہو جائے گا۔ بشرط معروض الصدر تا منظوری شرط مذکور یا غیر حاضری جناب کی دلیل ہوگی آپکے کذب ہونے پر۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ شمس الہدایت کے صفحہ ۸۱ میں نیازمند نے نظم اور فقرہ میں دف زنی کی ہے۔ ناظرین صفحہ مذکور کے ملاحظہ فرمانے کے بعد انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا یہ دف زنی ہے اپنے بارہ میں یا تہہ یہ ہے بمقابلہ اُن کے جو "اجلاع گوارنہ"۔ "حزب نادان" "بے شرم"۔ "بے حیا"۔ "شبہ یہود" ازالہ۔ ایام الصلح میں دربارہ علماء سلف و خلف شکر نعمہ سمجھ کے مرزا صاحب نے دیانت اور تہذیب سے لکھی ہے اور تفرد فی فہم قرآن کا دعوےٰ کیا ہے۔

آپ اس اشتہار کے صفحہ ۳ کے آخیر پر باریک قلم سے لکھتے ہیں۔ اگر وہ اپنی کتاب میں جہالت کا اقرار کرتے اور فقرہ کا بھی دم نہ مارتے تو اس دعوت کی کچھ ضرورت نہیں تھی اُن کی لاف زنی کی کیفیت تو ناظرین کو ملاحظہ مذکورہ سے معلوم ہو جائے گی۔ بھلا آپ یہ تو فرمائیے۔ کہ جب آپ اپنی دعوت میں مامور من اللہ ہیں تو پھر لاف زنی پر اس دعوت کی بنا ٹھہرانی قول بالمتناقضین نہیں تو کیا ہے۔

مرزا صاحب نیازمند کو مع علمائے کرام کے کسی قسم کا عناد یا حسد جناب کے ساتھ نہیں۔ مگر کتاب اللہ و سنت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم باعث انکار ہے۔ انصاف فرمائیں مثل مشہور کا مصداق نہ بنیں (الٹے چور قتے نالے چترا) ظاہر تو عشق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم سے دم مارنا اور در پردہ کیا بلکہ علانیہ تحریف کتاب و سنت کرنی۔ اور پھر اس کمال پر مکتفی نہ رہنا۔ بلکہ اوروں کو بھی اس کمال کے ساتھ ایمان لانے کی تکلیف دینی۔ لہذا پھر ہم کیسے خاموش بیٹھے رہیں۔

آپ اپنے اشتہار میں جو کچھ بڑے زور شور سے ارشاد فرما چکے ہیں۔ اگر بلحاظ اُس کے کچھ لکھا بھی جاوے۔ تو داخل گستاخی اور مورد عتاب اہل تہذیب نہیں ہو سکتا۔ مگر تاہم لوگوں کی ہنسی سے شرم آتا ہے اس سے زیادہ آپ کے اوقات گرامی کی تضیع نہیں کرتا ہوں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ و من نہج منہجہ خیر الاولین والآخرین سیدنا و نبینا محمد المصطفیٰ و صدق بما جاء به من عند رب الارضین والمؤمنون علی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا وصل وسلم وبارک وادم علی من اریتنا الآیات الکبریٰ صلوٰۃ نستجیب بھا دعائنا وتزکی بھا انفسنا وتحیی بھا قلوبنا و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نوٹ:۔ حسب الطلب یہ اشتہار بذریعہ رجسٹری ایک ہفتہ پیشتر روانہ کر کے میں بروئے اختیار اشتہار دعوت ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء مقام لاہور مقرر کرتا ہوں براہ مہربانی آپ تاریخ مقررہ پر تشریف لے آویں۔

العبد المنتجی الی اللہ مہر شاہ از گولڑہ ۔ ۲۵ جولائی ۱۹۰۰ء

گو الا شل نل

محمد غازی۔ مولوی حضرت میر معلم صاحبزادگان خان ملا خان صاحب رئیس کابل۔ قاضی محمد زمان ساکن راولپنڈی۔ مولوی محمد۔ مولوی محمد عبداللہ ساکن جتو۔ مولوی ہدایت اللہ۔ مولوی محمد الدین ساکن بھوئی۔ مولوی محمد یوسف ساکن ایضاً۔ مولوی غلام ربانی ساکن ایضاً۔ مولوی سید حسن مدرس اول مدرسہ اسلامیہ پنڈی۔ مولوی محمد اسماعیل گولڑہ۔ مولوی عبداللہ شاہ ساکن گدھی افغانان مولوی میر حمزہ ساکن بھوئی۔ مولوی محمد عرفان ساکن گولڑہ۔ مولوی فضل احمد ساکن سواں۔ مولوی منہاج الدین ساکن کوٹ نجیب اللہ۔ مولوی عبدالمجید ساکن کوٹ نجیب اللہ۔ قاضی نواب ساکن کوٹ۔ مولوی محبوب عالم ساکن گولڑہ۔ مولوی بدرالدین پوٹھواری +

ضمیمہ اشتہار بجواب دعوت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء مشتہرہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء جو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری آج پہنچا ہے اور جس میں وہ پیر صاحب کو مدعو کرتے ہیں۔ کہ پیر صاحب اُن سے بشرائط ذیل (جن کو وہ خود ہی تجویز کرتے ہیں اور جن کو میں مختصر ذیل میں بغرض سہولیت فہم درج کرتا ہوں۔) مباحثہ کریں مضمون مباحثہ قرآن کریم کی کوئی سورۃ یا کسی سورۃ کی چالیس آیتوں کی تفسیر ہوگی۔ اور سورۃ بذریعہ قال یا قرعہ اندازی انتخاب کی جاوے گی۔

(۱) پیر صاحب دس روز کے اندر تاریخ رسید گی اشتہار دعوت مرزا صاحب سے بذریعہ اشتہار مطبوعہ

---

(۱) جس میں اب معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا منشا یہ ہے کہ اشتہار دعوت بھی مشتہر ہو جاوے اور معاملہ بھی [illegible] نہ ہو [illegible] ایسے ہیں۔ اور جو وہ شخص درج فہرست کرتے ہیں جو بجز [illegible] کے متعدد [illegible] نہیں ہو سکتے۔ اور بعض مدام [illegible] بعض [illegible] دیگر خلفات کی [illegible] ہونگے۔ مگر [illegible] فہرست میں [illegible] معلوم نہیں [illegible]

(۶) بعد از تحریر ہر ایک شخص اپنا مضمون خواہ خود خواہ معتمد کے جلسہ عام میں سُنا دیگا۔

(۷) بعد ازاں کسی شخص کو اختیار نہ ہوگا کہ اُس مضمون میں کوئی ترمیم اصلاح کمی بیشی کرے۔ نسیان کا عذر مسموع نہیں ہوگا۔

(۸) بعدہٗ تین مولوی صاحبان کو جن کو پیر صاحب تجویز کرینگے۔ مگر اب تو اس کی ضرورت ہی نہ رہی۔ کہ مرزا صاحب نے خود تین عالم تشخیص کر دئے ہیں یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی عبد الجبار صاحب اور مولوی عبد اللہ صاحب پروفیسر لاہوری ان تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور اُن کو تین مرتبہ کی حلف قذف محتاط کے ساتھ دیکر دریافت کیا جاویگا کہ کون سا مضمون تائید ربانی سے لکھا گیا ہے اور وہ کس لئے قدح ہوگی۔ وہ رائے طبع کرا کر تقسیم بھی کی جاوے گی۔

(۹) اگر الٰہی رعب کے نیچے آکر پیر صاحب اس مقابلہ سے عذر دیں اور گریز اختیار کریں یا دس روز تک بذریعہ اشتہار مطبوعہ دعوت کی منظوری کا اعلان نہ کریں تو اس صورت میں جائز ہوگا کہ دوسرے مولوی صاحبان میں سے ایک یا دو شخص مقابلہ کا اشتہار دیں کیونکہ ایسا مقابلہ تضیع اوقات ہے کیونکہ کم از کم چالیس نامی علماء اُس فہرست میں سے جو مرزا صاحب نے اپنے اشتہار میں دی ہے یا اور علماء کی ایسی جماعت جو مرزا صاحب کی مکذب ہے۔ اور مرزا صاحب اُن سے بے غم ہیں۔ درخواست کریں تو مرزا صاحب بحث کریں گے۔

(۱۰) اگر مرزا صاحب کے اشتہار کی تاریخ شیوع سے جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء ہے ایک ماہ تک

یہ صاحب جناب [illegible] ہیں [illegible]

بعد میں مضامین طبع ہوکر علماء کو بھیج دیں وہ فیصلہ کر دیں گے۔ حلف تین چھوڑ دی ہے۔

سلہ اس میں تو شک نہیں کہ آپ خود ۲۰ ورق پورے کرینگے اگر مضمون نصف ورق [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] چھوڑ دیں۔

بغرض مقابلہ مرزا صاحب مذکور پیر صاحب کی طرف سے اشتہار نہ نکلے اور نہ دوسرے مولوی صاحبان کے چالیس اشخاص کے مجمع سے تو اُس صورت میں سمجھا جاوے گا کہ آسمانی نشان نے اُن کی شیخیوں کو کچل ڈالا۔ یہ کام بجز الٰہی طاقت کے کسی دوسرے سے نہیں ہو سکتا ہے۔ تلک عشرۃ کاملۃ۔

؎ اس میں اُن سب کو جن کو مدعو کیا گیا ہے یہ وعدہ بھی دیا گیا ہے۔ کہ جو صاحب بوجہ ناداری نہ آسکیں وہ قرضہ لے کر آجاویں۔ اگر اُن کا فریق کامیاب ہو گیا تو اُن کو مرزا صاحب اُن کے مصارف ادا کر دینگے۔ اس مباحثہ میں تین طور پر خدا اُن کی تائید کرے گا۔

(۱) بطور خرق عادت ایک یا چند امور مابہ الامتیاز جو مرزا صاحب میں پیدا ہو جاویں گی۔ اور اُن کے مقابل میں نہیں ہونگے۔

(۲) مرزا صاحب کو خدائی طور پر اُن آیات قرآنی کے معارف و حقائق کا علم دیا جاوے گا۔ مگر غیر کو نہیں۔

(۳) اُس کی دعا اس وقت قبول ہوگی۔ اور اُس کے غیر کی نہیں۔

حضرت مرزا صاحب یہ اشتہار تو بجائے خود "انجام آتھم" کا مضمون ہے کیا آپ کو یہ دعوٰی ہے کہ آپ بڑے کاتب منشی اور بڑے فصیح و بلیغ عربی نویس ہیں۔ یا آنکہ مجدد و مہدی و مسیح مثیل محمدؐ۔

آپ اپنے دعوے ثابت کریں بات کیا ہو گئی ہے۔ آپ ذو وجہین ہیں ایک نصف جسم آپ کا تو مثیل مسیح ہے اور دوسرا نصف مثیل محمدؐ۔ دونوں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اُمی تھے لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ الا مقرر رکھتے۔ آپ مباحثہ تقریری کریں اور اُن کی سنت پر چلیں۔

؎ مرزا صاحب یہ قربانی ہے تو ابھی سے منی آرڈر بھیج دیجئے گا۔ آپ کی تائید تو یقینی اور قطعی ہے بعد میں کون تقاضا کرتا پھرئیگا۔ اور اگر تاکس کی بھی تو آپ سے وصول کیا خاک ہوگا۔ بہت سی زمین جائداد تو آپ بذریعہ وثیقہ رجسٹری شدہ اپنی زوجہ شریف حضرت جہان بیگم کے پاس بعوض پانچ ہزار روپیہ کے رہن کرچکے ہیں۔ اور اُس سے زیورات و نوٹ و نقد وصول کر قبول کرچکے ہیں۔ اوروں کو آپ کیا دیں گے۔ نقد روپیہ ہوتا تو انکم ٹیکس لگتا۔ جو قرض ہوتا آپ کے پاس ہی کیا ہے جو آپ ایسی دعوتیں دے رہے ہیں مگر ہاں جلدی جلدی چندہ کر کے انگوٹھی آرڈر بھیجئیے گا۔

ہم نے مانا کہ آپ چھاپہ خانہ کی مشین ہیں پر اس سے کیا ہوتا ہے خاک پتھر۔

باقی رہی معارف و حقائق قرآنی کی تفسیر سو وہ تو حضرت سلامت ~~۱۹~~ ۱۹ برس سال سے سنتے سنتے ہمارے کلیجے پک گئے۔ جن معارف و حقائق کو اب آپ بذریعہ الہام تفسیر فرماویں گے وہ تو یہی یا اسی طرح کے ہوں گے۔

(۱) آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الزلزال کے معنے غلط سمجھے۔ ازالہ صفحہ ۱۲۸ - ۱۲۰

(۲) قرآن خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔ دیکھو لیکھرام کی موت کی نسبت، اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء صفحہ ۳ کالم ۲ سطر ۳۳ و ۳۴۔

(۳) فرشتے نفوس فلکیہ و ارواح کواکب کا نام ہے اور جو کچھ ہوتا ہے وہ سیارات کی تاثیر سے ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ توضیح مرام ملخصاً من صفحات ۳۳ و ۳۷ و ۳۸ تا ۴۰ و ۶۷۔

(۴) جبرائیل علیہ السلام کبھی زمین پر نہیں آئے نہ آتے ہیں۔ توضیح مرام ملخصاً من صفحہ ۶۹-۷۰-۸۵

(۵) انبیاء علیہم السلام جھوٹے ہوتے ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۲۲ و ۶۲۹۔

(۶) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی غلط نکلی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۸۶ و ۶۹۹۔

(۷) حضرت رسول اکرم کو ابن مریم اور دجال اور خر دجال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی وحی نے خبر نہیں دی۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۶۹۱

(۸) خر دجال ریل ہے۔ دابۃ الارض علماء ہونگے اور دجال پادری صاحبان وغیرہ وغیرہ ازالۃ الاوہام نمبر ۴۹۵ و ۴۹۶ و رسالہ انجام آتھم۔

(۹) حضرت مسیح علیہ السلام مسمریزم میں مشق کرتے اور کمال رکھتے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۸

(۱۰) حضرت مسیح علیہ السلام یوسف نجار کے بیٹے تھے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۳

---

[1] ازالہ صفحہ ۱۲۸ میں آپ لکھتے ہیں کہ ہمارے علماء نے جو ظاہری اس سورۃ کی یہ تفسیر کی ہے کہ در حقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آویگا۔ اور وہ ایسا زلزلہ ہوگا کہ تمام زمین اس سے زیر و زبر ہو جاوے گی۔ اور جو زمین کے اندر چیزیں ہیں وہ سب باہر آجاویں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اُس وقت زمین باتیں کرے گی اور اپنا حال بتائے گی۔ یہ سراسر غلط تفسیر ہے۔ حالانکہ یہ معنے وہی ہیں جو ابن عباس نے آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے ہیں دیکھو ابن کثیر، درمنثور وغیرہ تفسیر حدیث

(۱) براہین احمدیہ خدا کا کلام ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۳۳۔

(۲) قرآن شریف میں جو معجزے ہیں وہ مسمریزم ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۳۰۷ تا ۵۲۳۔

(۳) قرآن شریف میں انا انزلناہ قریبا من القادیان موجود ہے۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۷۶ و ۷۷ حاشیہ۔

(۴) مکہ۔ مدینہ۔ قادیان تینوں شہروں کا نام قرآن شریف میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے ازالہ صفحہ ۷۷۔

(۵) بیت الفکر واقع قادیان (وہ چوبارہ جس میں مرزا صاحب بیٹھ کر کتابت کرتے ہیں) مثیل حرم کعبہ ہے ومن دخلہ کان امنا۔ ۵۵۸ براہین احمدیہ۔

(۶) آیۃ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ کا معنوی و اصلی طور پر مصداق وہ مسجد ہے جو مرزا صاحب کے والد نے بنائی اور مرزا صاحب نے اس میں توسیع کی۔ اشتہار منارۃ المسیح۔

(۷) حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ دوبارہ دنیا میں نہیں آویں گے جس کا حوالہ نہیں۔

(۸) حضرت رسول اکرم خاتم النبیین والمرسلین نہیں ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۱۲۴ و ۴۲۲ و اشتہار معیار الاخیار۔

(۹) قیامت نہیں ہوگی۔ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے صفحہ دوم ٹائیٹل پیج ازالۃ الاوہام۔

(۲۰) حضرت مہدی نہیں آویں گے۔ ازالۃ الاوہام ۵۱۸ و اشتہارات جن میں مہدی و عیسیٰ کی حدیث پر استدلال ہے۔

(۲۱) آفتاب مغرب سے نہیں نکلے گا۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۵۱۵

(۲۲) عذاب قبر نہیں ہے۔ ۵۱۴ ازالۃ الاوہام

(۲۳) تناسخ صحیح ہے۔ صفحہ ۸۳ ست بچن۔

سے جن متدن ... مرزا صاحب کے قدم ... شائع ... مبارک، مبارک، مبارک، مبارک قبر۔

(۲۴) قرآن مجید میں گالیاں بھری ہوئی ہیں۔ ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۵ و ۲۶۔[سلہ]

مگر ان تمام امور سے قطع نظر کر کے بدیں خیال کہ آپ بیٹھے بٹھائے گھر میں اشتہارات لکھ مارینگے اور فضول ڈھینگ ہانکیں گے۔ اور عوام بھی سمجھیں گے کہ دعوت مباحثہ کو قبول نہ کرنا ظاہراً پیر صاحب کے خلاف ہے۔ لیکن بایں ہمہ پیر صاحب حاضر ہیں۔ اور آپکی سب شرائط کو جن کے آپ خود ہی مجوز ہیں۔ اور خود ہی منصف منظور کرتے ہیں اشتہار دینا اور مشتہر کرنا ہمارا کام ہے مگر یہ ذمہ نہیں ہے کہ وہ لوگ جمع بھی ہو جاویں گے الا اس حالت میں کہ آپ ان کی دستگیری کریں۔ البتہ لاہور۔ امرتسر اور بعض دیگر مقامات کے علماء کو ہم بھی ضرور جمع کریں گے۔

مگر شرط یہ ہے

قبل از بحث تحریری مذکورہ مجوزہ مرزا صاحب ایک بحث تقریری (دعوی مسیحیت و مہدیت وغیرہ عقائد مرزا صاحب پر جو تعداد میں تخمیناً ۳۶ کے قریب ہیں اور اُن کے الہامی کتب میں مندرج ہیں بپابندی امور ذیل ہو جائے۔

(الف) تعیین و تقریر سوالات حضرت پیر صاحب کا منصب ہوگا۔ کیونکہ ہم لوگ آپ کے دعاوی سے منکر ہیں اور آپ مدعی۔

اور ان دعاوی کا اثبات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے مرزا صاحب کرینگے۔ مگر واضح رہے۔ کہ اناجیل اربعہ جو مخالف مضامین قرآن شریف ہوں گے بحث میں مقبول نہوں گے۔

(ب) یہ بحث تقریری اُس بحث تحریری سے اول ہوگی۔ اگر ایک روز میں ختم نہ ہوگی تو دوسرے اور تیسرے روز تک جاری رہیگی۔ زیادہ تکلیف آپ کو نہ دیجاوے گی۔

[سلہ] شاید اسی عقیدہ پر عمل کر کے مرزا صاحب بھی ہر ایک نقش خلاف کو اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی [illegible] بے تحاشا سناتے ہیں۔ مگر حضرت آیۃ [illegible] وقولوا للناس حسنا۔ اور دیگر آیات قرآنی اور آپ کے [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ہم مضمون کو [illegible] ہیں۔ آپکی بدزبانی [illegible] [illegible]

(ج) جو شخص بحث میں مغلوب ہوگا اس کو بیعت توبہ کرنا لازمی ہوگا۔ وہ بیعت بحضور فریق غالب کرنی ہوگی۔ اور اس بحث کے حکم خواہ تو وہ ہر سہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب منظور کرتے ہیں یا اور جن کو مرزا صاحب مقرر کریں گے مگر رعایت یہ ہوگی کہ وہ مولوی صاحبان جن کو مرزا صاحب بعد میں مقرر کریں گے نہ تو ان کے معتقدین میں سے ہوں اور نہ پیر صاحب کے ملنے والوں سے۔ مرزا صاحب کو اختیار ہے اُن کو جس طرح سے اور جو حلف قبل از اظہار رائے دینا مناسب سمجھیں دے لیویں۔ وہ رائے قطع ہوگی۔

(د) چونکہ احتمال ہے کہ ایک شخص مغلوب بھی ہو جاوے اور وہ پھر بھی توبہ نہ کرے اس لئے فریقین ایک ایک معتبر ضمانت پانچ پانچ ہزار روپیہ کی دیدیویں۔ کہ وہ روپیہ اُن علماء کے اظہار رائے پر فریق غالب کا حق ہوگا۔

(ہ) مرزا صاحب یہ بھی لکھ دیں کہ اُس بحث کے وقت یا دوران زمانہ بحث میں اگر کوئی الہام اس قسم کا ان کو ہو جاوے جو مبدل یا ناسخ شرائط بحث و مباحثہ ہو یا مرزا صاحب کو کوئی تار اس مضمون کا آجاوے کہ گھر میں کوئی بیمار ہے یا اور کوئی کسی قسم خط پیام وغیرہ آجاوے تو مرزا صاحب بحث و مباحثہ کو حسب شرائط مقررہ حال پورا کر دینگے اور اُس الہام تار خط پیام وغیرہ پر کاربند نہ ہوں گے۔ پہلے سوچ سمجھ لو۔ اور الہام کے ذریعہ ان تمام امور کی اعتبار کر لو۔ بعد میں کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔

اگر **مرزا صاحب** میدان میں تشریف نہ لائے اور اس مباحثہ سے منہ پھیر کر اس میں کوئی حجت حیلہ کرینگے یا اب شرائط میں کسی قسم کی کوئی دقت یا پیچیدگی پیدا کر دینگے۔ جس سے اس معاملہ کا وقوع غیر اغلب ہو جاوے۔ تو سمجھا جاوے گا۔ اور اس کا نتیجہ قدرتی طور پر یہ ہوگا۔ کہ مرزا صاحب کی نبی طاقت (وہی خدائی طاقت والی) مغلوب ہو گئی۔ اور خدائے رب العلمین کی الٰہی طاقت نے اُن کے غرور اور اُن کی شیخیت کو توڑ کر چور کر ڈالا۔ اور ان کے تمام دعاوی بیہودہ پر خاک پڑ گئی۔ ہم تو خدا سے دعا کرتے ہیں کہ آپ میدان میں آویں۔ بلکہ آپ نے ان شرائط کو منظور کیا تو لوگ گھی کے چراغ جلا دیں گے۔ مگر پھر کہے دیتے ہیں کہ آپ کبھی میدان میں نہیں آئینگے۔ ہم الہام

سے نہیں کہتے۔ مگر سابقہ تجارب اس خیال کے مؤید ہیں۔

بہ بینیم تا کردگار جہاں
دریں آشکارا چہ دارد نہاں

العارض محمد غازی

۲۵ جولائی سنہ ۱۹۰۰ء

نوٹ:۔ پیر صاحب اس مباحثہ کے لئے ۲۵ اگست سنہ ۱۹۰۰ء مقرر کرتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب خیال رہے کہ آپ اشتہار ہذا کے موصول ہوتے ہی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں۔ ورنہ یاد رہے کہ اگر پیر صاحب لاہور تشریف لے گئے اور آپ تاریخ مقررہ پہ نہ آئے تو آپ اس صورت میں کسی پابند ذمہ واریوں کے ذمہ وار بھی ہوں گے۔ فقط۔

واسطہ پیر مہر علی شاہ صاحب صدر مجلس راولپنڈی

حامداً — بسم اللہ الرحمن الرحیم — ومصلیاً

نور الانوار بجواب نور الابصار

یعنی مولوی محمد احسن امروہی مرزائی کے بیہودہ اشتہار کا جواب

اہل اسلام دلنے توجہ سے سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ جل جلالہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امور متنازعہ فیہ کے لئے طریق فیصلہ موقوف کتاب اللہ و کتاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع پر مدار رکھا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ ایضاً فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

لہ پس اگر تم کسی چیز میں جھگڑو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ تیرے رب کی قسم وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ فیصلہ کریں تجھ سے ... پھر نہ پائیں اپنے دلوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ کیا تو نے اور تسلیم کریں گے وہ تسلیم کرنا۔

ٹل سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ابھی تو بفضل خدا علماء و فضلا موجود ہیں آپ اُسی اشتہار کے صفحہ ۳ سطر ۲۵ میں لکھتے ہیں (مامور من اللہ کی جو شخص تکذیب کرتا ہے اس کا ہلاکت اور رحم اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے الخ) حضرت اس سے صاف طور آپ مان گئے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی دعوت کی بناء تکذیب پر کرتے ہیں ورنہ قول بالمتناقضین لازم ہوتا ہے نہ کہ علم میں اختلاف پر مرزا کے مسیح موعود ہونے کی تکذیب حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب سے تخمیناً دو تین سال ہو چکے ہیں کہ درجواب خط عبدالکریم سیالکوٹی لفظ (میں اس قدر مقصر ہوں کہ آپ کو مسیح موعود نہیں سمجھتا ہوں او کما قال) اُن کو پہنچ گئی تھی۔ اس پر دعوت انعقاد جلسہ نہ کی۔ اس جواب سے مرزا صاحب کا کام بھی نہ ہوا یعنے ان کے اقوال سے رفع تناقض بھی نہ ہوا اور مشتہر کی لیاقت علمی یا جہالت جیسا کہ پبلک کے انصاف میں آ گئے ثابت ہو گئی۔ سبحان اللہ ہر وقت مقابلہ خوارق و نشانوں کا ظہور یا دعاؤں کی استجابت یا ظہور فرزند اسی کا مذہب۔ شرم! شرم!! شرم!!! [illegible] میں واہ! واہ! او بڑا میاں سبحان اللہ۔ مشتہر صاحب صفحہ ۲ سطر ۱۴ پر لکھتے ہیں (میں حیران ہوں کہ اس دو سطر کی تحریر میں بہم کس قدر منافات ہے جبکہ توبہ کر لی کچھ مباحثہ کی ضرورت دوسرے عقائد میں کیا باقی رہی) حضرت حیران نہ ہو جیئے توبہ مسیحیت و مہدویت و رسالت کے دعوے سے مراد ہے۔ یقین کو دیکھو حضرت پیر صاحب کے اشتہار میں (مدعی مسیحیت و مہدویت و رسالت) لکھا ہوا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس دعوی سے توبہ کرنی اس کو مستلزم نہیں کہ باقی مسائل و تفاسیر میں جو اختلاف ہے وہ بھی جاتا رہے۔ شاید آپ نے یہ سمجھ کہ فقط توبہ سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ حضرت جی!

ع این خیال است و محال است و جنوں

آپ ہزار وجوہات فاسدہ فرما اور گریز کی الزام سے بری ہونے کے لئے بتا دیں مگر سمجھنے والے تو سمجھ گئے ہیں بلکہ آپ کی جماعت کے لوگ بھی یقین کر چکے ہیں کہ [illegible] نے مباحثہ تحریری سے انکار نہیں کیا تھا۔ بلکہ تقریری کو بھی ساتھ اس کے لازم کیا تھا۔ یہ بھی کا نام انکار ہے۔ اب لوگوں کے دلوں سے اس مرحلہ کے نکلنے کا کیا تدارک ہو گا۔ یہ تو کردۂ خویش آمدہ پیش کا معاملہ ہوا۔ مولوی نورالدین صاحب کی علمیت اور مرزا جی کی

مسیحیت کا آپ جیسے حواریوں نے ستیاناس کر دیا۔ اگر شک ہے تو قادیان سے باہر نکل کر مختلف شہروں میں جا کر دیکھو۔ ایک بنفشہ فروش ملتانی حال مقیم راولپنڈی نے بنام محمد معین دہلوی کے اشتہار دیا۔ اور ایسا ہی شفا خانہ عیسوی کا مالک عبد الکریم سیالکوٹی اور ایسا ہی سخی سرور اور یہ شتہرین سب نے بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کا چندہ کا روپیہ ناحق لے کر اہل اسلام اور مرزا صاحب کی نمک حرمی کی۔ نوٹس کیجیے کچھ مضائقہ نہیں۔

قال تعجبین بکلس لبس لطاہر ؛ قلنا انشد بہ شقوق المبرز

صفحہ ۸ سطر ۸ میں فرماتے ہیں (کیا آپ کے نزدیک لکھنا پڑھنا منافی بروزین کے ہے) فن سبحان اللہ! ست

فہم سخن گر نکند مستمع ؛ قوت طبع از متکلم مجوی

کیا جناب پیر صاحب کے اشتہار یا ضمیمہ کی کسی عبارت کا مفاد یہ ہے جو آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ یعنی لکھنا پڑھنا منافی بروزین کے ہے۔ حضرت جیون کا مطلب یہ ہے۔ کہ تنازع فیما بین فریقین کے وقت قرآن اور حدیث و اجماع کی طرف رجوع چاہئے۔ کیا سیدنا شیخ عبد القادر وغیرہ صاحب کمال جن کا حوالہ آپ دیتے ہیں۔ تنازع مذکور کے وقت طریق فیصلہ یہی ٹھہراتے تھے۔ کہ ہمارے جب کوئی تیز نویس ہو۔ تو اہل حق سمجھا جاوے گا۔ مرزا صاحب کے اس مضمون پر سب کیا بلکہ محض اردو خوان تعجب اور ہنسی کر رہے ہیں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔ المشتہر:۔ مولوی محمد عبد اللہ جبوور مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۰ء

مرزا صاحب قادیانی کے علماء کی طرف سے شمس الہدایۃ مصنفہ حضرت خواجہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب یا یوں کہو کہ عقیدۂ اسلامیہ پر اعتراضات

اور

حضرت مولینا حافظ محمد غازی صاحب مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی طرف سے انکے جوابات

مرزائی مولوی کے اعتراضات۔ جناب پیر صاحب رسالہ مذکور (شمس الہدایۃ) کے صفحہ ۸ میں بجواب سوال یوں لکھتے ہیں :۔ ”کافہ اہل اسلام مسیح بن مریم کو مرفوع الی السماء بجسدہ العنصری

مانتے ہیں الا بعض اہل تحقیق کہ جسم برزخی کے قائل ہیں۔ مگر نزول مسیح پر سب ہی متفق رہتے
ہیں)" پیر صاحب کا پہلا قول کہ کافہ اہل اسلام مسیح کے رفع جسمانی کے قائل ہیں یہ صحیح ہے۔
عوام بھی خیال کرتے ہیں اسی واسطے بعض مفسرین نے اہل کتاب کی کتابوں سے نقل کیا
ہے کہ رفع عیسیٰ وعمرہ ثلث وثلثون سنۃ اور یہی عقیدہ ہے نصاریٰ کا۔ دیکھو
تواریخ المسیح مؤلفہ پادری عمادالدین اگرچہ یہ روایت محض غلط ہے اور علماء محققین نے لکھا ہے
کہ لا اصل لہٗ دیکھو زاد المعاد صفحہ ۹۰ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور۔ اور کتاب حج الکرامہ میں لکھا
ہے "این زعم نصاریٰ است" اور دوسرا یہ قول کہ بعض اہل تحقیق رفع روحانی کے قائل ہیں
جیسے کہ شرح الصدور کے صفحہ ۱۷۴ میں لکھا ہے وقد رفع قوم من امتہ محمد نبینا صلی اللہ
علیہ وسلم کما رفع عیسیٰ امت محمدیہ میں سے اولیاء کرام و شہداء وغیرہ کا میں کا رفع روحانی
ہوا۔ اور جسمانی کسی کا بھی نہیں ہوا۔ اور پیر صاحب کا تیسرا قول مگر نزول مسیح پر سب ہی
اتفاق رکھتے ہیں۔ اس جگہ پیر صاحب کے علم یا دیانت کا خوب پتہ ملتا ہے کیسی دیانت کی
زبان سے حق اور باطل کو خلط کر دیا ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتے۔ کہ جو لوگ رفع جسمانی
کے قائل ہیں۔ جیسے کہ بعض تفاسیر و کتب اہل کتاب میں لکھا ہے۔ کہ مسیح دمشقی منارہ پر یا بیت المقدس
میں یا جبل فیق پر نازل ہوں گے۔ یا لشکر اہل اسلام میں جہاں ہوگا۔ باختلاف روایات وغیرہ
میں سے بعض تو اہل تحقیق ہیں وہ نزول روحانی کے قائل ہیں۔ جیسا کہ اقتباس الانوار کے صفحہ
۵۲ میں لکھا ہے۔ بعضے (عوام میں سے جو اہل تحقیق ہیں) برآنند کہ روح عیسیٰ در مہدی بروز کند
ونزول عبارت ازیں بروز است مطابق این حدیث لا مہدی
الا عیسیٰ بن مریم۔ ایسا ہی کتاب تذکرۃ الابرار والاشرار وغیرہ اور جن کو پیر صاحب اہل تحقیق کہہ
رہے ہیں یہ صوفیائے کرام ہی ہیں۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ صوفیائے کرام کا علم اور عوام
کا علم برابر نہیں ہے۔ اسی واسطے سید محمد حنفی اپنی کتاب خزینۃ الاسرار میں لکھتے ہیں من
یاخذ العلم من شیخ مشافہۃ یکن عن الزیغ والتصحیف فی حرمۃ من یاخذ
العلم من صحف فعلمہ عند اہل العلم کالعدم زیادہ تفصیل کے لئے
دیکھو مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی صفحہ ۲۰ جلد دوم۔ مزید برآں مولانا روم صاحب فرماتے ہیں

ے من ز قرآں مغز او برداشتم ؛ استخواں پیش سگاں انداختم

مگر معلوم نہیں۔ کہ پیر صاحب مشرب تو صوفیانہ رکھتے ہیں۔ مگر عقیدہ صوفیانہ کیوں پسند نہیں۔ اگر اہل تحقیق قرآن اور احادیث کے برخلاف کہتے ہیں تو پھر پیر صاحب نے ان کو اہل تحقیق کیوں لکھا۔ اب چند سوالات جواب طلب عرض ہیں۔ ان کا جواب پیر صاحب کے مرید پیر صاحب سے دریافت کرکے قلمی فرماویں۔ **پہلا سوال**۔ پیر صاحب عیسائیوں کے اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ مسیح ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر چلے گئے ہیں مگر اپنے نانا صاحب سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو کیوں نہیں مانتے جو مستدرک اور طبرانی میں موجود ہے۔ اخبرنی ان عیسیٰ ابن مریم عاش عشرین و مائۃ سنۃ الخ **دوسرا سوال**۔ اگر مسیح زندہ بلا ایذا یہود آسمان پر چلا گیا۔ تو وہ مسیح کا ہم شکل جو مصلوب ہوا تھا۔ اُس کی نعش کدھر گئی۔ جس قبر میں وہ نعش رکھی گئی تھی۔ وہ تیسرے روز اس قبر میں نہ تھی۔ بلکہ آج تک وہ قبر خالی پڑی ہے اور یہودی اس روز سے آج تک یہی الزام حواریوں پر کیوں لگاتے ہیں۔ کہ انہوں نے مسیح کی نعش کو چرایا ہے۔ اگر وہ مصلوب کوئی اور تھا۔ تو حواریوں کو اس کے چرانے کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ بحکم توریت مصلوب کی نعش کو قبر سے نکالنا ہی منع تھا۔ **تیسرا سوال**۔ اگر مسیح بلا ایذائے یہود آسمان پر چلے گئے تھے۔ تو پھر مرہم عیسیٰ جو آج تک تمام حکماء اپنی کتابوں میں لکھتے آئے کہ یہ مرہم حواریوں نے مسیح کے صلیبی زخموں کے لئے تیار کی تھی۔ دیکھو علاج الامراض صفحہ ۵۰۸ مطبوعہ اکمل المطابع دہلی۔ مرہم رسل کہ مسمی است بمرہم سیجہ و مرہم عیسیٰ۔ و اجزائے ایں نسخہ دوازدہ عدد است۔ کہ حوارین جہت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام ترکیب کردہ اند برائے اورام صلیبیہ الخ۔ یہ کون عیسیٰ تھا جس کے لئے یہ مرہم تیار ہوئی۔ **چوتھا سوال**۔ ملک کشمیر شہر سرینگر محلہ خانیار میں جو ایک اولوالعزم نبی کا مزار ہے۔ اُس کو عیسیٰ اور یوز آسف نبی اور یسوع کیوں کہتے ہیں **پانچواں سوال**۔ ملک تبت علاقہ باشا میں بمقام تسیہ ایک مسجد آستانہ عیسیٰ نبی کے نام سے مشہور ہے۔ **چھٹا سوال**۔ اس مسجد کے قریب ایک گرم چشمہ جس کا پانی بیمار لوگ بامید شفا استعمال کرتے ہیں

اور انبیاء اور اولیاء ہرگز صحیح نہیں۔ اس لئے کہ رفع روحانی ہر مومن کے لئے ثابت ہے
آپ نے (الا بعض اہل تحقیق الخ) سے بحوالہ اقتباس الانوار وہ بعض مراد لئے ہیں۔ جو
باستشہاد لا مھدی الا عیسیٰ کے روح عیسوی کا بروز مہدی میں ملتے ہیں۔ اور
نزول کو عبارت اسی بروز سے ٹھہراتے ہیں۔ سبحان اللہ اس بعض کو کسی اہل تحقیق
نے لکھا ہے؟ خدا سے ڈریئے۔ صاحب اقتباس الانوار تو صفحہ ۵۱ کی تیسری سطر میں اس
قول کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔ "وایں مقدمہ بغایت ضعیف است" ولا مھدی
الا عیسیٰ کا سیاق سباق ابن ماجہ میں کسی محدث سے پڑھیئے۔ تاکہ اس بعض کے استشہاد
اور جناب مرزا صاحب کے استشہاد کا پورا حال معلوم ہو جائے۔ بروز کا مسئلہ بھی کسی
اہل تصوف سے سمجھ کر بعد ازاں دعویٰ مسیحیت موعودہ کے ساتھ مطابقت کریں۔
علاوہ ازیں نزول کو بمعنے بروز لینے میں ینزل فیکم کا معنے یہ ہوا۔ کہ تم سب میں روح
عیسوی بروز کرے گی۔ تو سب اہل اسلام امام الزمان ہوئے۔ پھر مقتدی کون رہا۔
اور نجات اس اشکال سے بدوں تاویل در تاویل مشکل ہے۔ آپ کو شمس الہدایۃ میں الا
بعض اہل تحقیق کے مشرح کرنے کے لئے بھی قول مردود عند الصوفیہ ملا۔ ذرا فتوحات
یا فصوص یا مولینا قطب الدین صاحب کی مصنفات کو ملاحظہ فرما لیتے یا کسی عالم
ہی سے پوچھ لیتے۔ الغرض آپ نے جلدی فرمائی۔ مگر گفتہ خویش آمدپیش یعنی وہی
بیت چو در بستہ باشد چہ داند کسے ٭ کہ جوہر فروش است یا پیلہ ور

جواب سوال اوّل۔ امام جلیل کبیر حافظ عماد الدین بن کثیرؒ نے منجملہ روایات رفع کے
۳۳ سال کی روایت کو مطابقت حدیث صحیح کے ترجیح دی ہے۔ کما قال فانہ رفع ولہ
ثلث وثلثون سنۃ فی الصحیح وقد ورد ذالک فی حدیث صفۃ اہل الجنۃ انہم علی صورۃ
آدم ومیلاد عیسیٰ ثلث ثلثین سنۃ و ما حکاہ ابن عساکر عن بعضھم انہ رفع ولہ مائۃ و
خمسون سنۃ فشاذ غریب بعید) ابن کثیر صفحہ ۲۴۵۔ اور طبرانی نے باسناد جید انسؓ سے
روائت ۳۳ سال کو ذکر کیا ہے۔ واخرج الطبرانی بسند جید عن انسؓ قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل اہل الجنۃ علی طول آدم ستین ذراعا بذراع الملک و

وعلی حسن یوسف وعلی میلاد عیسےٰ ثلث وثلثین سنۃ الخ۔ بدور السافرہ صفحہ
اور خازن اور ابن سعد اور احمد اور حاکم نے بھی روایت کو صحابہ کرام کی طرف
منسوب کیا ہے۔ قال ابن عباس ارسل اللہ عیسےٰ علیہ السلام وہو ابن ثلثین
سنۃ فمکث فی رسالتہ ثلثین شہرا ثم رفعہ اللہ الیہ۔ تفسیر خازن صفحہ ۵۰۴
واخرج ابن سعد واحمد فی الزہد والحاکم عن سعید بن المسیب قال رفع عیسےٰ
ابن ثلاث وثلثین سنۃ۔ درمنثور جلد ثانی صفحہ ۳۶۔ اب فرمائیے یہ عیسائیوں
کا قول ہے یا سیدنا ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔ اور آپ نے جو حوالہ
طبرانی کا دیا ہے۔ سچ ہے یا جھوٹ۔ اور روایت ۳۳ سال کی روایات ۱۵۰ اور
۱۲۰ سال سے صحیح ہے یا نہیں۔ بالفرض اگر روایت دوسری یا تیسری صحیح ہی ہو
تو عقیدہ اجماعیہ کو کیا مضر اور آپ کے مدعی کو ان سے کیا فائدہ۔ کیا ناظرین
علماء کرام اس اعتراض کو مناقضہ یا معارضہ یا منع کسی مقدمہ کا مقدمات مطلوب
میں سے ٹھہرا سکتے ہیں؟ **جواب سوال دوم**۔ ناظرین خدارا انصاف مسیح کا مصلوب
اور مدفون ہوکر بعد تیسرے روز کے قبر سے اٹھایا جانا یہ عیسائیوں کا قول نہیں؟
پہلے سوال میں جو معترض نے الزام مرشدنا پر لگایا تھا۔ اس کے ملزم آپ ہی
ٹھہرے کچھ بھی دیر نہ ہوئی۔ اور کیسے ہو مثل مشہور ہے۔ ”دروغ گو را حافظہ نباشد“
مسیح کی نعش کو اب عیسائیوں سے پوچھیئے۔ جن کو آپ نے امام بنا کر صریح
قرآن اور اجماع اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر یہود اور ان کے تابع چونکہ خود بھی دھوکہ
میں آ رہے ہیں تو تم کو کیا پتہ دیویں گے۔ آخر کار قرآن مجید اور فرقان حمید ہی فیصلہ فرمادیگا
یہ سوال (کہ مسیح کی نعش کدھر گئی) بے جا ہے۔ کیونکہ جب ہم شکل مسیح کو انہوں نے مسیح ہی
سمجھ کر مصلوب اور مدفون قرار دیا۔ تو پھر اپنے زعم کے مطابق نعش کو چھپا لینے میں کیا تھا
وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم کو پڑھو۔ مسیح کا بجسدہ آسمان پر چڑھایا جانا آپ
کو حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے۔ تو اس آیت کو سوچو۔ واذ کففت بنی اسرائیل
عنک۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اے مسیح منجملہ ہمارے انعامات کے جو

کی نقل کر دیتا ہوں ۔ تاکہ ناظرین سیاق سباق سے مراد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی سمجھ کر محاکمہ فرماویں ۔ عبارت شرح مواقف ہکذا (وکا ختلاف ہم بعد ذالک فی موتہ حتیٰ قال عمر من قال ان محمداً قد مات علوتہ بسیفی وانما رفع الی السماء کما رفع عیسےٰ بن مریم وقال ابوبکر من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن کان یعبد الٰہ محمد فانہ حی لایموت لخ) یہ شرح مواقف کی خاتمہ میں دیکھو جہاں پہ بیان مختلفہ کا ہے ۔

نیز مرزا صاحب و مولوی نورالدین کی خدمت میں یہ ضروری التماس ہے ۔ کہ اس سلسلہ اشتہاری بیمحل سے بجز تو ضیع اوقات آپ کو کچھ حاصل نہ ہوگا ۔ ورنہ یہ فضول گوئی آپ کی جماعت کی فرداً فرداً آپ کو کچھ فائدہ دے گی ۔ ہاں اگر کوئی تحریر آپ اپنے نام سے عمل میں لاتے تو مضائقہ نہ تھا ۔

پس ہم آئندہ آپ کی ایسی فضول تحریروں کی ہرگز پرواہ نہ کریں گے اور نہ ہی اُن کا جواب دیا جائے گا ۔ البتہ اختلاف مسئلہ کی تصدیق کے واسطے ہم تیار ہیں ۔ اگر منظور ہو تو بذریعہ امیر احمد شاہ صاحب ذیل راولپنڈی آپ مقام اور وقت کا تصفیہ فرماویں ۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

المشتہر

مولوی حافظ محمد غازی عفی عنہ

تازہ مژدہ

واضح رہے۔ کہ آج کل مولوی محمد حبیب اللہ صاحب ساکن امرتسر نے حضور میں ایک عریضہ لکھا ہے۔ جس میں آٹھ سوالات کے جوابات طلب کئے ہیں وہ اعتراضات فی الواقع مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابوالعطا حکیم خدا بخش قادیانی نے اپنی کتاب "عسل مصفیٰ" میں حیات مسیح اور رجوع موتیٰ پر کئے ہیں۔

مولوی صاحب مذکور لکھتے ہیں کہ میں نے امرتسر کے چند ایک علماء مثلاً محمد داؤد بن عبدالجبار مرحوم غزنوی۔ خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی۔ ابوالوفا ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضات کے جوابات کے متعلق استفسار کیا۔ مگر افسوس کہ کسی نے تسلی بخش جوابات نہ دئے۔ لہٰذا اب حضور میں ارسال ہیں کہ آپ بخیال ثواب دارین ان کا جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام مکر سے اہل اسلام کو خلاصی دیجئے۔

نیز مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ میری خود یہ حالت تھی کہ عسل مصفیٰ کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اٹھے اور وفات مسیح پر پورا یقین ہو گیا۔ مگر الحمدللہ کہ آپ کی سیف چشتیائی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش اثر پہنچایا۔ اور نیز چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم مع لڑکے اپنے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے۔

لہٰذا حضور اقدس نے بوجہ افادۂ خلق اللہ کمال مہربانی سے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے ان آٹھ سوالات کے جوابات صرف قرآن کریم سے اس پیرایہ میں تحریر فرمائے ہیں کہ بآب زر باید نوشت۔ واللہ اگر دنیا بھر کوئی پھرتا تو ایسے جوابات پیدا نہ کر سکتا۔ علاوہ متضمن ہونے کے حقائق و معارف کے نئی نئی امثال سے سلیس عبارت اردو میں ایسے مشرح ہیں کہ ہر ایک شخص فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ چونکہ سیف چشتیائی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جس کا مطالعہ ہر ایک انسان کے لئے مفید ہے۔ لہٰذا آٹھ جوابات مع سوالات ہدیہ ناظرین ہیں۔ تاکہ سب کو فائدہ ہو۔

(حلقہ بگوش فقیر احمد پشاوری)

نقل عریضہ مولوی صاحب مذکور　　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　از امرتسر

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

جناب حضرتنا شیخنا سیدنا و مولانا زبدۃ المحققین و رئیس العارفین

بعد سلام علیکم کے عاجز یوں گذارش کرتا ہے کہ فرقہ باطلہ مرزائیہ کی تائید میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ایک معتقد مرزا ابوالعطا حکیم خدابخش قادیانی نے ایک ضخیم کتاب عسل مصفّٰی لکھی ہے۔ اس کتاب میں مرزا موصوف نے اپنے زعم میں وفات مسیح کو جہاں تک ہو سکا ثابت کیا۔ مرزا صاحب قادیانی نے توازالۂ اوہام مطبع ریاض ہند امرتسر ۱۳۰۸ھ کے صفحہ ۵۹۱ سے تا ۶۲۷ میں ۳۰ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا مگر حکیم صاحب اپنے پیر سے بھی بڑھ نکلے یعنی انہوں نے ساٹھ آیات قرآنی سے وفات مسیح کا استدلال پکڑا۔ مثل مشہور ہے۔ "گرو جنہاں دے جاندے ٹپ۔ چیلے جان شڑپ"۔ راقم الحروف کی اکثر اوقات امرتسر کے مرزائیوں کے ساتھ گفتگو ہوتی رہتی ہے۔ آپ کی کتاب سیف چشتیائی نے مجھے بڑا فائدہ دیا اور چند ایک مرزائیوں نے اسے پڑھا۔ چنانچہ حکیم الٰہی بخش صاحب مرحوم معہ اپنے لڑکے کے آخر مرزائیت سے توبہ کر گئے اور اسلام پر ہی فوت ہوئے۔ اور باقی مرزائیوں کے دل ویسے ہی سخت رہے۔ سچ ہے

؎ خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو　٭　زندگی اپنی سمجھتا ہے جو مر جانے کو

میری خود یہ حالت تھی کہ عسل مصفّٰی کو پہلی بار پڑھنے سے دل میں طرح طرح کے شکوک اٹھے۔ اور وفات مسیح پر پورا یقین ہو گیا۔ مگر الحمد للہ کہ آپ کی سیف چشتیائی اور شمس الہدایت نے میرے متذبذب دل پر تسلی بخش امرت ٹپکا۔ امید ہے۔ کہ کئی برگشتہ آدمی اس سے ایمان میں تر و تازگی حاصل کریں گے۔ عرصہ ایک سال سے عاجز نے کمربستہ ہو کر یہ ارادہ کیا ہے کہ ایک ضخیم کتاب بنا کر عسل مصفّٰی کی تردید بخوبی کی جائے۔ اور اس کی تمام چالاکیوں کی قلعی کھولی جاویگی۔ چنانچہ راقم الحروف عسل مصفّٰی کے رد میں کتاب صاعقۂ آسمانی بر نخل قادیانی لکھ رہا ہے اور اس کے پانچ باب ترتیب وار باندھے ہیں (۱) حیات مسیح ۱۰ فصلوں پر (۲) حقیقت المسیح ۱۵ فصلوں پر (۳) حقیقت نبوت

(۳) فصلوں پر (۴) حقیقت المہدی ۱۲ فصلوں پر (۵) حقیقت الدجال ۸ فصلوں پر۔
مصنف نسل مصطفےٰ نے چند ایک اعتراضات مسیح اور رجوع موتے پر کئے ہیں۔
عاجز ذیل میں وہ اعتراض تحریر کر دیتا ہے اور آپ سے ان کے جوابات کا خواستگار ہے۔ میں نے امرتسر کے چند ایک عالموں مثلاً محمد داؤد بن عبدالجبار مرحوم غزنوی۔ خیر شاہ صاحب حنفی نقشبندی۔ ابوالوفا ثناء اللہ وغیرہ سے ان اعتراضوں کے جواب پوچھے۔ مگر افسوس کہ کسی نے بھی تسلی بخش جواب نہیں دئیے۔ اب اُمید ہے کہ آپ بخیال ثواب دارین ان اعتراضوں کے جواب تحریر فرما کر فرقہ مرزائیہ کے دام مکر سے اہل اسلام کو خلاصی دیں گے۔

اوّل (۱) صحیح بخاری مطبع احمدی جلد ا ص ۴۸۱ میں ہے۔ عن ابن عمرؓ قال قال النبیؐ رایت عیسےٰؑ وموسےٰؑ وابراھیمؑ فاما عیسےٰؑ فاحمر جعد عریض الصدر والخ۔

(۲) پھر اسی بخاری میں ہے۔ حدثنا احمد قال سمعت ابراھیمؑ عن ابیہ قال لا واللہ ما قال النبیؐ بعیسےٰؑ احمر ولکن قال بینما انا نائم اطوف بالکعبۃ فاذا رجل ادم سبط الشعر یھادی بین رجلین ینطف رأسہ ماء او یھراق ..... الخ

پہلی حدیث میں عیسےٰؑ مسیحؑ بن مریم ناصری کا حلیہ سرخ رنگ۔ بال گھونگر دار سینہ چوڑا تھا۔ اور دوسری حدیث میں مسیحؑ موعود کا حلیہ گندم گوں رنگ۔ بال کندھوں پر لٹکے ہوئے اور سر کے بالوں سے پانی ٹپکتا ہوا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ مسیح ناصری اور ہے اور آنے والے مسیح جس نے دجال کو مارنا ہے اور ہے۔
دوسری حدیث میں یہ بھی ہے۔ قال ثم اذا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کان عینہ عنبۃ طافیۃ کاشبہ من رایت من الناس بابن قطن واضعا یدیہ علی منکب رجلین یطوف بالبیت۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کو بھی کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ مگر دوسری صحیح حدیثوں سے صاف عیاں ہے کہ دجال

پر مکہ ومدینہ حرام کئے گئے ہیں پھر مسیح دجال کا طواف کرنا کیا معنے رکھتا ہے
دوم ۔ صحیح بخاری میں ہی ہے ۔ عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحشرون حفاۃ عراۃ غرلا ثم قرء کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین فاول من یکسی ابراھیم ثم یؤخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال فاقول اصحابی فیقال انھم لم یزالوا مرتدین علی اعقابھم منذ فارقتھم فاقول کما قال العبد الصالح عیسیٰ بن مریم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی ..... الخ جزء سورۃ مائدہ میں ذکر ہے کہ مسیح پر سوال ہونے پر مسیح جواب دیں گے ۔ کہ سبحانک مایکون لی ان اقول مالیس لی بحق ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علام الغیوب ما قلت لھم ۔ الا ما امرتنی بہ ان عبدوا للہ ربی وربکم وکنت علیھم شھیداً مادمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت ... الخ قیامت کے رسول اللہ یہ آیات اپنے اوپر چسپاں کر کے فرماویں گے ۔ اور اپنے بیان کو عیسےٰ کی طرح بیان فرماویں گے ۔ اب یہ بھی ظاہر ہے ۔ کہ آپ فوت ہو چکے ہیں ۔ پس آپ یہی کہیں گے ۔ کہ جب تونے مجھے وفات دی ۔ اور کما قال العبد الصالح صاف کرتا ہے کہ مسیح بھی کہیں گے ۔ "جب تو نے وفات دی ۔"

اب اس سے معنے وفات کے لے کر یہ کہا جائے ۔ کہ اس سے مراد وہ موت ہے جو مسیح کو زمین پر آنے کے ۴۵ سال بعد آئے گی ۔ تو اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا ۔ کہ مسیح کے پیرو کبھی ابھی گمراہ نہیں ہوئے بلکہ مسیح کی وفات کے بعد ہونگے اور اس جا آئندہ وفات مراد لینا اس وجہ سے بھی غلط ہے کہ خدا تو مسیح کے اس زمانے کی نسبت سوال کرتا ہے جبکہ مسیح کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا نہ کہ آئندہ زمانہ کی نسبت اور پھر مسیح اتنا زمانہ چھوڑ کر آئندہ موت کی بابت کس طرح گفتگو کرتے اور پھر تفسیر مثلاً کمالین وحسینی

وغیرہ میں فلما توفیتنی کے معنے رفع الی السماء نہ ہونا۔

اور گذشتہ زمانے میں یہ کہنے پر کہ "جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھا لیا"۔ یہ اعتراض آتا ہے کہ آنحضرتؐ پھر کما قال العبد الصالح فرما کر قیامت کو یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ "جب تو نے مجھے فوت کر لیا"۔ ورنہ یوں کہنا چاہیئے۔ "جب تو نے مجھے آسمان پر اُٹھا لیا"۔ اور یہ غلط ہے جس حالت میں کہ مسیح کی طرح ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماوینگے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسیح کی بابت تو آسمان پر اُٹھایا جانا معنے کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت فوت ہو جانے کے معنے کریں۔ کیونکہ اس سے تو مماثلت درست نہیں رہتی۔

سوم - صحیح بخاری میں کتاب تفسیر میں ہے۔ "قال ابن عباسؓ متوفیك ممیتك" بعض تفسیروں میں لکھا ہے کہ ابن عباسؓ ایسے معنے کرنے میں آیت یا عیسٰی انی... الخ میں تقدیم و تاخیر کے قائل ہیں۔ کیونکہ کتاب التفسیر میں صرف متوفیک کے معنے ممیتک لکھے ہیں (۲) اگر رافعک کے بعد متوفیک کو رکھیں تو لازم آوے گا کہ مسیح کا رفع تو ہو گیا ہے۔ ومطھرك وجاعل الذین الخ کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ بلکہ بعد وفات کے ہوگا اور یہ غلط ہے (۳) اگر متوفیک مطہرک کے بعد رکھئے تو لازم آوے گا کہ رفع و تطہیر ہونیکے وعدے تو پورے ہو گئے ہیں۔ مگر مسلمان کافروں پر غالب نہیں ہیں بلکہ موت کے بعد ہوں گے۔ حالانکہ یہ غلط (۴) اگر متوفیک کو سب کے آخر رکھیں تو لازم آویگا کہ قیامت کے دن جبکہ اور لوگ زندے ہو کر اٹھیں گے مسیح فوت ہو جائیں گے۔ کیونکہ چوتھا وعدہ یہ ہے کہ قیامت تک تیرے پیرؤوں کو کافروں پر غالب رکھوں گا (۵) یہ چار وعدے ترتیب وار ہیں اگر واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے بلکہ قیامت کے پہلے پہلے یہ سب وعدے پورے ہونے چاہئیں تو الی یوم القیامۃ کی ضرورت نہ تھی اور اس کی نظیر میں کوئی اور آیت بھی پیش کرنی چاہیئے۔

چہارم - بعض مفسرین نے آیت وان من اھل الکتاب... الخ کے معنے یہ کئے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں جتنے اہل کتاب ہونگے وہ سب مسیح کی موت کے پہلے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔ اس پر عسل مصفّٰی کے یہ اعتراض ہیں کہ (۱) آیت وجاعل الذین الخ

آیت سے صاف عیاں ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہوجاویں گے (۲) یہ معنے مفسرین کے اس آیت کے مخالف ہیں جہاں ارشاد ہے کہ ہم نے یہود اور نصاریٰ کے درمیان تا قیامت بغض ڈالا ہے (۳) اور اس آیت کے بھی مخالف ہے کہ جہاں ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی امت پیدا کر دیتا۔ مگر یہ سنت اللہ کے برخلاف ہے (۴) یہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے تو پھر مسیح کے زمانے کو کیا خصوصیت ہے (۵) دجال یہودی ہوگا اور اس کے ساتھ ۷۰ ہزار یہود ہونگے۔ باوجود اہل کتاب ہونے کے پھر وہ کیسے ایمان لانے کے بغیر مرجائیں گے۔

پنجم۔ غسل مصفےٰ والے مسیح کے معجزات احیائے موتےٰ۔ ابراہیمؑ کے "رب ارنی کیف تحی الموتی... الخ عزیرؑ کے ۱۰۰ سال کے بعد زندہ ہوجانے۔ بنی اسرائیل کے ۷۰ سرداروں کے زندہ ہوجانے سے صاف انکار کیا ہے اور اسی کی باطل تاویلیں کی ہیں اور عدم رجوع موتےٰ پر یہ آیات قرآنی پیش کئے ہیں۔

(۱) وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (جز ۱۷ رکوع ۷) (۲) اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (جز ۲۲ رکوع ۱) (۳) حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ (جز ۱۸ رکوع ۶) (۴) اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی الخ (جز ۲۴ رکوع ۲) (۵) ثُمَّ اِنَّکُمْ بَعْدَ ذٰلِکَ لَمَیِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ (جز ۱۸ رکوع ۱)

ششم۔ سورۃ البقر۔ جز ۳۔ میں جہاں ابراہیمؑ کا ذکر ہے کہ فرمایا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ الخ اس پر مرزائی کہتے ہیں کہ مفسرین نے قیمہ کرنا کوٹنا کس کے معنے کئے ہیں گو فَصُرْھُنَّ کے معنے کوٹنا بھی ہیں۔ مگر یہاں "اِلَیْکَ" ایسے معنوں سے روکتا ہے۔ اگر ذبح کرنا ٹکڑے ٹکڑے کرنا معنے ہوتے تو صرف فصرھن کافی تھا نہ فصرھن الیک اور جز شرف

ٹکڑوں کو ہی نہیں کہتے۔ بلکہ ثابت جسم کو بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے ۱۲ آدمیوں کا جزء ۴ آدمی و ۱۲/۲ آدمی و آٹھ آدمی و ایک آدمی بھی ہو سکتا ہے۔ پس اسی طرح ابراہیمؑ نے چار جانوروں میں سے ایک ایک جانور پہاڑ پر رکھا اور پھر آواز دے کر ان کو اپنے پاس بلا لیا۔

ہفتم۔ جس حالت کو قرآن مجید کی بیس سے زیادہ آیتوں میں متوفی کے معنے موت کے آئے ہیں۔ تو پھر یہاں مسیح کو کیا خصوصیت ہے۔ اگر پورا کر لینے کے معنی لیں تو پھر بھی یہ ایک معما باقی رہتا ہے کہ (۱) کیا عمر کو پورا کرنا (۲) کیا جسم و روح کو پورا کر لینا۔ (۳) یا اور کوئی اور معنی اور اگر جسم مع الروح پورا لینا مراد ہے تو باقی آیات میں جہاں توفی وغیرہ ہے تو کیا یہ معنے بنیں گے۔ کہ خدا یا فرشتے لوگوں کو جسم مع الروح اٹھا لیتے ہیں۔ بعض مفسرین نے قبض کرنا کے معنے لئے ہیں اور قبض ہمیشہ روح کا ہوا کرتا ہے۔

ہشتم۔ جب کہ خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی ذی روح مفعول تو متوفی کے معنے ہمیشہ قبض روح کے ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر مرزائیوں کے آگے آیات توفی کل نفس ابراھیم الذی وفی وغیرہ پیش کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو باب تفعل سے نہیں ہیں۔ گو اس کا ماخذ وفا ہی ہے۔

یہ آٹھ سوال گویا تمام غسل مصفٰی کے اعتراضوں کا خلاصہ ہے۔ ان کا جواب دینا گویا مشن مرزائیہ کے سر پہ آسمانی بجلی گرانا ہے۔ امید ہے کہ آپ ان کے جوابات تسلی بخش تحریر فرماویں گے۔

خادم الاسلام

محمد حبیب اللہ۔ کٹڑہ مہاں سنگھ کوچہ ناظر قطب الدین پاس مسجد غزنویاں امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ

جواب سوال نمبر (۱) احمر اور آدم سے مراد ایک ہی شخص ہے۔ کیونکہ در صورت تغائر دوسری حدیث کا جملہ (لا واللہ ما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بعیسی احمر و لکن قال بینما انا نائمٌ اطوف الکعبۃ فاذا رجل اٰدم (الخ) بے محل اور غیر مربوط ثابت ہوتا ہے۔ اگر احمر و آدم دو شخص ہوتے تو ایک شخص کا سرخ رنگ اور دوسرے کا گندم گوں ہونا ناممکن اور غیر واقعی نہیں مانا جا سکتا تو پھر حلفی نفی کا کیا معنے۔ اس قدر تشدد اور تاکید بالحلف اُس صورت میں شایان ہے کہ ایک ہی شخص کی نسبت حلیہ بیان کیا جاتا ہے اور اسی شخص کو ایک راوی احمر بتاتا ہے اور دوسرا آدم روایت کرتا ہے اور راوی ثانی کو جمع بین الحلیتین فی شخصٍ واحد غیر واقعی نظر آتا ہو۔ یا صرف روایت باللفظ اس کا مقصود ہو۔ دراصل بات یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری وہی مسیح موعود ہے اور فی الواقع دونو حدیثیں صحیح مانی جا سکتی ہیں۔ راوی ثانی کا مطلب اور مطمح نظر صرف روایت باللفظ ہے۔ نفیاً و اثباتاً مسیح علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رنگت میں چونکہ سرخی و سپیدی ملی ہوئی تھی کما فی ابوداؤد وغیرہ (فاذا رایتموہ فاعرفوہ فانہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض الخ) ایسی رنگت والے کو اگر سرخ کہا جائے تو بھی اور اگر گندم گوں بتایا جائے تو بھی بجا ہے۔

رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسیح اور دجال دونوں کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھنا۔ سو معلوم ہو۔ کہ خیال منفصل اور عالم رویا میں عالم شہادت کے مجازت ممکنات دکھائی دیتے ہیں۔ ایسا ہی مجردات مجسم ہو کر۔ چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا بروز حشر ایک صورت میں جلوہ گر ہونا جس کا مومنین انکار کرینگے۔ پھر دوسری صورت میں متجلی ہونے پر اقرار۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا (خلم) کو در صورت لبن مشاہدہ فرمانا۔ اور نیز واضح رہے کہ ہر ایک شخص اپنے خیالات اور اعتقادات و اعمال میں مرکز استعداد ذاتی اپنے کے ارد گرد گھومتا رہتا ہے۔ یعنی ان استعداہیہ کے دائرہ سے باہر نہیں جا سکتا۔ کہ جن استعداد کے لئے اس کا عین ثابت فیض اقدس میں لبغیر تخلل جعل مظہر قرار دیا گیا ہے۔ صدیقی عین ثابت (ھادی) اور ابوجہل کا عین ثابت (مضل) کے لحاظ سے

نہیں جاتا۔ بخلاف حالت نیند کے۔ کہ اس میں نفس مقبوضہ کو اجل مسمیٰ و میعاد معین
تک چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ساری آیت پڑھو (اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِہَا
وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِہَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْہَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی
اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی) پس ثابت ہوا۔ کہ توفی کا معنے صرف قبض ہے اور مقبوض شدہ
شے خود نفوس و ارواح ہوں اور پھر چھوڑے نہ جائیں۔ چنانچہ موت کی صورت میں یا
پھر چھوڑ دئے جائیں۔ چنانچہ بحالت نیند و بیداری۔ یا غیر نفوس ہوں۔ چنانچہ
توفیت مالی وغیرہ محاورات عرب کما فی لسان العرب وغیرہ ایسا ہی (متوفیک)
اور (فلما توفیتنی) خارج ہے موضوع لہ توفی سے کہ (المضاف اذا اخذ من حیث
انہ مضاف یکون التقیید داخلا والقید خارجا) قاعدہ مسلمہ ہے۔

فرض کیا کہ زید مر گیا اور عمرو سو رہا ہے اور دونوں کے متعلقین نے بعد مر جانے
زید کے اور سوجانے عمرو کے ارتکاب جرائم اعتقادی و عملی کرنا شروع کیا۔ زید
و عمرو دونوں سے سوال کرنے میں ایک ہی عبارت کا استعمال بحسب شہادت
آیۃ مذکورہ بالا (اللہ یتوفی الانفس) کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً (انما قلنا لہم ان یعتقدوا
او یعملوا کذا وکذا الا ما امرتنا وکنا علیہم شہیدا ما دمنا فیہم
فلما توفیتنا کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید)
یعنی برخلاف ارشاد الٰہی ان کو کہنا ہم کو شایاں نہیں تھا۔ ہم جب تک ان میں موجود
تھے ان کو ہدایت کرتے رہے اور فرمان خداوندی پہنچاتے رہے۔ پھر جب تو نے
ہماری ارواح کو قبض کر لیا۔ و اٹھا لیا پھر تو ان پر نگہبان تھا۔ بشہادت آیۃ مسطورہ
بالا و لغت (لسان العرب۔ قاموس۔ صراح) توفی کا معنے قبض و رفع کا ٹھہرا اور
موت۔ نیند۔ انواع و اقسام ٹھہرے معنی قبض کے لئے اور مسلمہ قاعدہ ہے۔ کہ استعمال
کلی بر فرد کی مجاز ہے نہ حقیقت۔ لہٰذا اہل لغت نے موت کو معنے مجازی ٹھہرایا
توفی کے لئے۔ بحث جنتیوں ملاحظہ ہو۔ ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بجواب سوال مذکور لفظ فلما توفیتنی استعمال فرما سکتے ہیں

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بایں معنی۔ پھر جب قبض کر لیا تو نے مجھ کو یعنی میرے جسم کو مع الروح پکڑ لیا اور اُٹھا لیا۔ وجہ اس کی وہی ہے کہ توفی کا معنے مطلق قبض و رفع کا ہے اور شئ مقبوض و مرفوع اس کے معنے سے خارج ہے۔ جملہ توفی مثلاً زیداً کو تینوں صورتوں میں بول سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زید کو مار دیا یعنی اس کی روح کو قبض کرنے کے بعد نہ چھوڑا۔ یا اللہ تعالےٰ نے زید کو سُلا دیا۔ یعنی اس کی روح کو بعد القبض چھوڑ دیا۔ یا اللہ تعالےٰ نے زید کو بالکلیہ (جسم مع الروح) قبض کر لیا اور اٹھا لیا۔ تیسری صورت محل نزاع ہے۔ اور پہلی دو صورتیں آیۃ اللہ یتوفی الانفس سے صراحۃً ثابت ہیں بلکہ اس آیت میں یتوفی کے معنے میں غور کرنے پر یہ اشکال جاتا رہتا ہے۔ کہ جسم مع الروح کا اُٹھا لینا جملہ مذکورہ سے کیسے مراد ہو سکتا ہے۔ حتیٰ کہ محاورہ قرآنیہ میں جس جگہ توفی کا فاعل اللہ تعالےٰ ہو۔ وہاں معنے موت ہی مراد ہے کیونکہ مطلق قبض و رفع توفی کا معنے ہے نہ خاص موت ہی۔

جو لفظ کہ معنے کلی (مطلق رفع وقبض) کے لئے موضوع بشہادت لغت و قرآن کریم ہے اس لفظ (توفی) کو ایک اس معنی کی جزئی کے لئے موضوع سمجھ لینا مثلاً لفظ انسان کو خاص زید کے لئے موضوع قرار دے دینا سراسر جہالت ہے۔

سطحی فرقہ کو دھوکہ لگنے کی وجہ علاوہ قلت مبلغ علمی کے یہ بھی ہے کہ معنی کلی توفی کے جزئیات ومواد میں سے موت والا مادہ فی الواقع بھی بہت ہے اور قرآن کریم میں بھی بکثرت وارد ہوا ہے یہاں تک کہ اس کثرت کی وجہ سے عوام نے موت کو معنے حقیقی توفی کے لئے سمجھ رکھا ہے۔ مگر اہل تحقیق واہل بصیرت کی نظر وقوعات پر ہوتی ہے یعنی وہ لوگ مثلاً دیکھتے ہیں کہ گو قرآن کریم ہی میں خلقت انسان نطفہ سے بتائی گئی ہے اور اس کے نظائر وجزئیات کے لئے اس قدر وسعت وفراخی ہے کہ شمار میں نہیں آسکتے اور (اِنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ) اور ایسا ہی (خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ) بھی کثرت مذکورہ پر شاہد ہیں۔ مگر اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ لفظ خلق کا معنی یہی قرار دیا جائے۔ کہ نطفہ سے پیدا کرنا بلکہ

معنی خلق کا مطلق پیدا کرنا ہے خواہ نطفہ والدین سے ہو۔ چنانچہ کثیر الوقوع ہے یا صرف
نطفہ والدہ سے۔ چنانچہ مسیح ابن مریم۔ یا جسم انسانی کے پہلو سے۔ چنانچہ حوا علیہا السلام
یا مٹی سے۔ چنانچہ آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ لہٰذا توفی کا معنے صرف موت
بشہادۃ کثرت نظائر قرآنیہ سمجھ لیا گیا ہے۔

یہاں پر بالطبع سوال ذیل پیدا ہوتا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ یا خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ
دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ کے عموم سے نصوص قرآنیہ مثل اِذْ خَلَقَهٗ
مِنْ تُرَابٍ، اور اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ علی نبینا وعلیہما السلام کو
استثناء کنندہ موجود ہیں۔ اور عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کو کون سی نص قرآنی مشاہدہ و وقوع
جزئیات و مواد سے مستثنیٰ کرتی ہے۔ جواب۔ آیت وما قتلوہ یقیناً بل
رفعہ اللہ الیہ نص قطعی ہے۔ عیسیٰ ابن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کے بجسدہ زندہ
اٹھایا جانے پر۔ سوال۔ بل رفعہ اللہ الیہ سے مراد رفع درجات و اعزاز
ہے۔ کما قال سبحانہ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ
نے مسیح ابن مریم علی نبینا وعلیہ السلام کو زندہ اٹھا لیا۔ جواب۔ بل رفعہ اللہ
الیہ سے رفع درجات مراد لینا بالکل خلاف ہے سیاق کلام الٰہی کے۔ اس لئے کہ
ماقبل میں قول یہود کا ذکر ہے کہ انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ
یعنی یہود کا یہ خیال تھا۔ کہ ہم نے مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کو بذریعہ صلیب مار ڈالا
جس کی تردید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ مسیح کا بذریعہ صلیب قتل کرنا یہ محض یہود
کا غیر واقعی زعم ہے۔ انہوں نے مسیح علی نبینا وعلیہ السلام کو قتل نہیں کیا
تھا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھا لیا۔ یعنی مسیح کو ان کے ہاتھ سے بچا لیا۔
چنانچہ دوسری جگہ فرماتا ہے وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ یعنی اے
مسیح منجملہ ہمارے انعامات و احسانات کے جو تجھ پر ہم نے کئے ہیں۔ اور جن کا
ذکر ماقبل میں ہے۔ مثلاً احیاء موتیٰ و ابرائے اکمہ و تائید بروح القدس۔ ایک یہ بھی
احسان ہے کہ ہم نے تم کو یہود کے ہاتھ سے بچا لیا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تردید اسی

صورت میں تردید ماقبل یعنی قول یہود کی ہو سکتی ہے کہ رفعہ اللہ الیہ سے رفع
جسمانی لیا جائے۔ یعنی اللہ تعالٰے نے مسیح کے جسم کو اٹھا لیا۔ اور یہود کے پنجہ سے
بچا لیا۔ کما قال واذ کففت بنی اسرائیل عنک اور نیز در صورت رفع
درجات و اعزاز کلمہ بل کے ماقبل اور مابعد یعنی قتل و رفع میں عدم منافات
سیاق کلام کے تضاد بھی نہیں پایا جاتا جو کہ قصر قلب کا مفاد ہوتا ہے چنانچہ
کہہ دیتا ہے۔ ما اہنت زیدا بل اکرمتہ۔ یہ جملہ زید کی اہانت نہیں کرتا بلکہ
اس پر اکرام کیا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے الانت اور اکرام میں تضاد ہے۔
دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

البتہ اگر قتل اور رفع سے مراد قتل جسمانی اور رفع جسمی لیں تو
بیشک تضاد اور عدم اجتماع ہے اور قتل [illegible] اور رفع درجات میں تضاد نہیں کیونکہ
جو شخص بے گناہ مقتول و مصلوب ہو اس کے لئے رفع درجات بھی ہوتا ہے
لہذا رفعہ اللہ الیہ سے رفع جسمی مراد ہے نہ رفع درجات۔ سوال۔ قتل صلیبی
چونکہ سبب [illegible] قرینۃ [illegible] ہے۔ لہذا ذکر ملزوم و ارادہ
لازم کہہ دیا گیا [illegible] مذکور [illegible] کما قال ما قتلوہ بل رفعہ اللہ الیہ
[illegible] اور ملعونیت اور رفع درجات [illegible] دونوں ہم جمع ہو سکتے
[illegible]۔ مقتول صلیبی کا موجب لعن ہونا اسی صورت میں ہے جبکہ مقتول مرتکب
جرم ہو۔ ورنہ در صورت غیر مجرم ہونے کے مستحق عزت و اکرام ہوتا ہے۔ دیکھو توریت
کتاب استثناء آیت ۲۲ اور ۲۳ میں اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے جس کو ہم
سیف چشتیائی میں توریت سے بعینہ نقل کر چکے ہیں۔ اس وقت قلم برداشتہ
راجعون کوئی کتاب سامنے نہیں۔ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ میں تحقق ہے اس وعدہ کا
جو آیۃ انی متوفیک و رافعک الی میں دیا گیا تھا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آیۃ بل رفعہ اللہ الیہ نص قطعی ہے رفع جسمی و حیات
مسیح پر اور تحقق ہے اس وعدہ کے لئے جو کہ انی متوفیک و رافعک دونوں سے

کیا گیا ہے اور (فلما توفیتنی) میں وہی مطلق رفع مراد ہے۔ یعنی درجواب سوال خداوندی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ دونوں ہی (توفیتنی) کو استعمال فرمائیں گے۔ چنانچہ اوپر لکھ چکا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ (انی متوفیک) اور (فلما توفیتنی) اور (بل رفعہ اللہ الیہ) میں رفع جسم و الروح مراد ہے۔ واضح ہو کہ ابن عباس و بخاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما کا مذہب حیات مسیح ذث ہے۔ چنانچہ مرویات ابن عباس مندرجہ تفسیر درمنثور وکتب احادیث و تراجم بخاری وتاریخ بخاری سے ظاہر ہے۔

اور حدیث برثملا وصی عیسیٰ ابن مریم سے بھی کل صحابہ علیہم الرضوان کا اجماعی عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ سیف چشتیائی ملاحظہ ہو۔ لہٰذا قول ابن عباس متوفیک ممیتک مندرجہ بخاری سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کا مذہب برخلاف عقیدہ اجماعی کے ہو۔ ممکن ہے کہ متوفیک کا معنے ممیتک امتحاناً فرما دیا ہو۔ چنانچہ آپ (ابن عباسؓ) مباحثات یومیہ میں جو فیما بین صحابہ آیات قرآنیہ کے متعلق ہو کرتے تھے۔ نے تقریر میں مسح علی الرجلین کو مدلل طور پر امتحاناً بپایہ ثبوت پہنچاتے تھے۔ حالانکہ مذہب ان کا غسل رجلین کا ہے۔ اور نیز یہ روایت معارض ہے دوسری روایت ابن عباس سے جن کو درمنثور وغیرہ نے باسناد صحیحہ ذکر کیا ہے۔

جواب سوال نمبر۴۔ آیۃ (وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته) مسیح موعود کے وقت جتنے اہل کتاب ہونگے وہ سب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لاویں گے۔ مرزائیوں کے اس پر اعتراضات (۱) یہ معنے منافی ہے آیۃ (وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) سے کیونکہ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ کافر قیامت تک رہیں گے۔ پھر مسیح کے وقت کس طرح سب مومن ہو جائیں گے۔

الجواب (۱) قیامت تک غلبہ۔ یہنے کا معنے مدت دراز تک قریب قیامت غالب رہنے کا ہے۔ نہ یہ کہ شروع یوم حشر تک۔ عرصہ دراز سے قرآن کریم میں

تعبیر نہ صرف (الیٰ یوم القیامۃ) کے ساتھ کی گئی ہے۔ بلکہ اسی معنے کو (خالدین)
کے ساتھ بھی تعبیر کیا گیا ہے دیکھو (خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا
شَآءَ رَبُّكَ) حالانکہ مدت دوام آسمان و زمین دنیویہ معدود اور متناہی ہے۔ تو بطریق خصوص
اہل عرب کا محاورہ ہے کہتے ہیں (لا آتیك ما دامت السموات والارض وما اختلف
اللیل والنہار) اور مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ میں جبتک زندہ ہوں تیرے پاس نہ آؤنگا
اس سے اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ قائل لا آتیک تا مدت بقاء آسمان و زمین اور تا تعاقب
لیل و نہار زندہ رہیگا تو یہ حماقت ہے۔ جس کا منشاء بغیر از جہالت اور نہیں۔ اسی تقریر
سے مطلب آیت (وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاۤءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ) کا بھی
معلوم ہو سکتا ہے۔ رہی آیت (وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ) سو اس کا مطلب یہ
ہے۔ کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو راہ راست پر کر دیتا۔ مگر ایسا نہیں چاہا۔
یعنی کسی کو کافر کسی کو مومن بنایا۔ اس سے یہ نہیں پایا جاتا کہ اگر مثلاً خطۂ عرب کے
سارے موجودہ لوگ مشرف بایمان بعد از کفر و شرک ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہوا ہے
تو یہ آیت ٹوٹ جاتی کہ اس کے برخلاف ہوا۔ ایسا ہی کسی شہر یا کسی ملک یا روئے
زمین کے باشندے مختلف المذہب اگر مسلمان ہو جائیں۔ تو آیۃ مذکورہ کی مخالفت
نہیں۔ ایسا ہی مسیح علی نبینا و علیہ السلام کے وقت موجود لوگ جو قتل و ہلاکت
سے بچ رہے ہوں سارے ہی مسلمان ہو جائیں تو ہو سکتا ہے۔

دجال معہ ستر ہزار یہود اگر بغیر ایمان لانے کے مرجائیں تو اس سے اس کلیہ میں جو
مدلول آیت (وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ الخ) کا ہے کوئی خلل نہیں آتا۔ کیونکہ (لیؤمنن)
قضیہ موجبہ ہے اور صدق ایجاب وجود موضوع کا مقتضی ہوتا ہے۔ پس محکوم علیہا
وہ افراد ہوں گے۔ جو قتل و ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ مثلاً اگر کہا جائے عرب
میں سب لوگ مسلمان رہیں گے یا ہونگے تو اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ بعد جہاد و قتل
جو بچ رہیں گے۔ وہ مسلمان ہی ہونگے۔ (صدق الایجاب یقتضی وجود الموضوع)
قضیہ مسلمہ ہے۔

یہ خیال کرنا کہ جب بعہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اہل کتاب مسلمان نہیں ہوئے، تو کیونکر (مسیح کے زمانہ کو کیا خصوصیت ہے) باطل ہوا اور جو بات ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اہل فارس و روم وغیرہ بعہد نبوی مشرف باسلام نہیں ہوئے۔ تو بعہد خلیفہ اول یا ثانی یا ثالث یا رابع یا بعہد خلیفہ آخری (مہدی موعود) کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔ تو ایسے قائل کو جواباً یہی کہا جائیگا۔ کہ خلفاء علیہم الرضوان کی کارروائی چونکہ تاسیس نبوی کی ترقی ہے اور اس بنیاد ڈالی ہوئی کی تعمیر ہے۔ لہٰذا بعینہ نبوی کارروائی کہلانے کا استحقاق رکھتی ہے۔ بلکہ پیشین گوئی آیۃ (لیظہرہ علی الدین کلہ) والی آخری خلیفہ نبوی کے زمانہ میں بوقت نزول مسیح متحقق ہوگی۔ چنانچہ وعدہ فتوح بلاد شام مندرجہ سفر توراۃ موسوی زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا تھا۔ بلکہ بعہد یوشع خلیفہ موسےٰ علی نبینا وعلیہما السلام متحقق ہوا۔ ایسا ہی وعدہ (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) بعہد خلیفہ آخری بروقت نزول عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام ظہور میں آئے گا۔ اور یہ سب کمال نبوی ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جواب سوال نمبر ۵۔ انکار معجزات مرزا اور مرزائیوں سے کوئی نئی بات نہیں فلاسفہ اور معتزلہ ان سے پہلے منکر چلے آئے ہیں اور اہل السنت اپنے تفاسیر و تصانیف میں جابجا مع مالہا وما علیہا اُن کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ آیات خمسہ ذیل ہیں:۔

(۱) وحرامٌ علی قریۃ اہلکنٰہا انہم لا یرجعون (۲) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (۳) حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ الخ (۴) اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ الخ (۵) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ بیان ہے اکثریہ کا اور اتفاق امر طبعی کا یعنی موتے بحسب الطبع رجوع نہیں چاہتے کما قال لا یرجعون) اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اگر اللہ تعالےٰ موتے کو اس عالم میں دوبارہ لائے تو بھی ناممکن اور غیر واقع ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ خرق عادت ہوگا نہ یروفق عادت اور قولہ تعالےٰ (وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا) خرق اور وفق دونوں کو شامل ہے۔

بالمقابل دعوت

از مولوی محمد غازی صاحب بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی

الا اے میرزا تا کے تو حال این و آں بینی
دمے چشم دلت واکن کہ نورِ عین جان بینی

باین حال و روش ہرگز نہ اصل حق عیاں بینی
بچشم دل نگر تا کہ رموزِ دو جہاں بینی

دریں عالم کسے را نے بقائے جاوداں بینی
نہ گل خنداں نہ بلبل را ہمیشہ نغمہ خواں بینی

تو تا کے اندریں عالم بہارِ گل فشاں بینی
پشیماں مے شوی آخر اجل را بیگماں بینی

نہ محبوبے نہ معشوقے نہ ایں شیریں دہاں بینی
نہ مداحِ خودت را ہر زماں رطب اللساں بینی

تفکر کن بحال خود نہ غافل شو نہ غافل شو
نہ غمخوارے بکار آید نہ مونس اندراں بینی

اجل وقتیکہ مے آید کند پامال حالِ تو
شوی مانند بیچارہ نہ کس را آں زماں بینی

اگر روزے بانصافے بہ بینی در وجودِ خود
نہ آثارِ مسیحی را درو ہرگز نشاں بینی

نمے زیبد تفاخر بر خود و بر قادیانِ تو
نہ ایں ماند نہ تو مانی نہ ہرگز عز و شاں بینی

نہ نور الدین بکار آید نہ امروہی نہ کشمیری
نہ تیمورے دہد لکچر نہ خود را پیش شاں بینی

نہ خندد صبحِ امیدت نہ بر آرد نہالِ تو
نہ دائم گلشنت را ایں لباسِ زعفراں بینی

چرا شائع کنی ایں دین باطل را دریں عالم
چو آمادہ بتکذیبش زمین و آسماں بینی

چرا بستی کمر از بہرِ ترویجِ عقاید خود
چو آیاتِ خدا از بہرِ تردیدش عیاں بینی

بتکذیبِ امامت تو ندا از آسماں آمد
بزودی پیشِ حق شاداں گروہِ دشمناں بینی

زمیں لعنت کند از تو فلک گرید بر احوالت
ملک لعنت کناں نزدِ خدا بر آسماں بینی

الا اے احمق و جاہل حذر کن زیں عقائدہا
وگرنہ ذلت و خواری بہ نزدِ عاقلاں بینی

ازیں مذہب کنارہ کن وزیں دیں توبہ ہم باللہ
چو او را کاذب و باطل بوقتِ امتحاں بینی

زشمسِ بازغہ مردود شد خود دین مرزائی
مسیحِ قادیانی را سیہ روئے از آں بینی

شده مردود تصنیفات امروہی ہمہ یکدم
چو شمس بازغہ مردود پیش مردماں بینی

خدارا بیں چہ ثابت شد بہ تصنیفات امروہی
بجز جہل مرکب نے دراں دیگر نشاں بینی

نہ مہدیت مسیحیت ازو ثابت شدہ ہرگز
نہ کاہے ابن مریم را تو اندر قادیاں بینی

حذر کن ز مکاید ایں تدبر کن بہ امروہی
کہ اقوالش ہمہ یکدم بطرز جاہلاں بینی

نصیحت گوش کن از من بدر کن ایں مسیحت را
بیا اینجا با خلاصے کہ نور حق عیاں بینی

نظر کن سوئے شاہ من کہ مہرش چوں درخشانست
فلک مرہون نشر او نجوم آسماں بینی

بیک جلوہ جہانے را کند محو تماشائے
عجب شانے وطرازے بطرز دلستاں بینی

بصحرا گر روند بادے ز لطف و مہربانی اش
دراں وادی ہمہ شاخ غزالاں درفشاں بینی

شوی آگاہ اگر از علم او ز فضل و کمالاتش
بلا شکش تو دین مصطفےٰ را بس نشاں بینی

ز آثار کمالاتش آئینے ہست ایں کتاب او
اگر بینی بہ نیکوئی براہینش عیاں بینی

ہزاراں آفریں بر ہمت مردانہ اش بادا
کہ از لطف و عنایاتش رہ حق را عیاں بینی

چو ہست از آل پاک مصطفےٰ ذات معظمش
مریم مدحش کہ او را درفشاں بینی

شہنشاہ جہاں بینی امام عارفاں بینی
اگر از عین جاں بینی حبیب دو جہاں بینی

کمال او شود روشن چو ذاتش را عیاں بینی
ز چون و بیں چرا مانند نہ آنجا ایں و آں بینی

شئونات رفیع مے گردد تسلی مے شود حاصل
چو او را زرفشاں ہر نکتہ را در امتحاں بینی

اگر روزے کند یزد برائے تو موافقتش
وجود ذات عالی را نہ چوں اہل جہاں بینی

برا او بالد دمے زیبد سراں و نعتی نہ میگوئی
چو آں مصطفےٰ را پیش حق با عز و شاں بینی

گلستان جہاں تا سبز بار آور بود خانی
چو بلبل بر گل نعتش مرا تسبیح خواں بینی

ایضاً

الا اے میرزائے قادیانی
بقائے ایں جہاں تا کے بدانی

چرا در بند نفس آشفتہ جانی
بیا بشنو حدیث کامرانی

ز گلبانگِ حدیثِ شادمانی — شگفتہ شد دلِ اہلِ معانی
بخند اے بلبلِ خنداں کہ ایندم — تر و تازہ است باغِ زندگانی
بحمد اللہ خوشی آمد الم رفت — بشادی و خوشی شد کامرانی
نحوست باسعادت شد مبدل — الم رفتہ فرو شد سرگرانی
مہیا شد ہمہ اسبابِ راحت — بامدادِ فیوضِ آسمانی
کجائی اے مسیحِ قادیانی — بیا بنگر تو ایں باغِ معانی
شگفتہ شد گلِ امیدِ عالم — تر و تازہ شدہ عہدِ جوانی
بطورِ دعوئے مے گویم کہ ایندم — تجلّی کردہ فیضِ آسمانی
بدانش ہر یکے تصنیف کردہ — کتابے نو بردِ قادیانی
کسے تا ایں زماں نادر کتابے — نکرد ایجاد با ایں خوش بیانی
کتابے نو عجب ایجاد فرمود — بشرح و بسط با حلِ معانی
امامِ پیشوا مہرِ علی شاہ — حبیبِ کبریا محبوبِ ثانی
سہی سروِ ریاضِ مصطفائی — دلِ مشکلکشا شاہِ جہانی
کلیدِ قفلِ گنجِ علم و دانش — دُرِ یکتائے دریائے معانی
جنابِ او بنورِ حق منور — دلش از مظہرِ حق ہم بدانی
نہ پندارم چو او شخصے بعالم — بعلم و دانش و با نکتہ رانی
کمالاتش بحدِ حصر ناید — شدہ واصف اگرچہ جن نشانی
عدیلش نیست پیدا در زمانہ — مثیلش گم شدہ در دارِ فانی
دریں تصنیف و تالیفِ مضامیں — سبق بردہ بر اربابِ معانی
بہ علمش کے رسد علمیتِ تو — ز فیضانِ زلِ علمش بدانی
از و مہدیتت مردود گردد — شدہ مکسوف شمسِ قادیانی
جہاں شد منہدم حسن جنینت — بچشمِ خویش بنگر گر تو دانی
شکستہ شد کمانِ اختراعت — ز زورِ بازوئے مردِ جیلانی

شدہ باطل عقاید میرزائی — خجل گشتہ گروہِ قادیانی
کجائی اے غلام احمد کجائی — بیا گویم بتو رازِ نہانی
اگر بینی مضامینش بانصاف — شوی فائز بعمرِ جاودانی
بچشمِ غور بنگر این صحیفہ — اگر خواہی حیاتِ جاودانی
اشارہ کن بہ ذریاتِ خویشت — کہ این رہ مے کنند ازبرزبانی
تنبہ کن تنبہ کن تنبہ — کہ آخر نیست دائم زندگانی
نہ امر و نہی بکار آید نہ دیگر — خیالِ خویش کن کرمیتوانی
خدا پرسد ز تو این ماجرائے — چہا گردی بگو اے قادیانی
جوابے چہ دہی آن وقت آخر — تو ساکت مے شوی حیراں بمانی
نصیحت گوش کن گر عقل داری — ترا گویم ز روئے مہربانی
پشیماں شو بگو کردم گناہے — خدایا عفو کن از مہربانی
سخن کوتاہ کن اے غازی زبان بند — ندارد فائدہ طولِ بیانی
دعا کن بہرِ شاہِ خود کہ او را — خدا دارد بجد و مہربانی
مرا قیمت این خدمت خدایا — کرو رسالہ غازی بخوانی
کنی یارب بمحشر سخت برمن — بحق حرمتِ آن جانِ جانی

یقول المحشی الحافظ الغازی

ھذا الکتاب للنضد ئل جامع — فکانہ روض نضیر یانع
وکانہ بالشعر بدر ساطع — وکانہ بالحق سیف قاطع
وکانما قرطاسہ وحروفہ — ورق وورق فی الریاض سواجع
وکانما منہ مداد کلامہ — سبج ویاقوت مذاب ناصع
فیہ الحق المنجاۃ طریقتہ — وبہ الی الشرع الشریف ذرائع
شبہ الانام اجاد فی تحقیقہ — اعنی النبی والجاھلون ھوامع
کشفت الغطا منہ فانجلی واضح — کالشمس شمسہا فاذا صبح طالع

تمت

علامہ دوراں قطب زماں حضرت قبلۂ عالم سیدنا خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہٗ

تحقیق الحق فی کلمۃ الحق

یہ کتاب کلمہ طیبہ کی تشریح اور مسئلہ وحدت الوجود کے بیان میں ہے۔ جو کہ حضرت صوفیائے کرام کے مکشوفات میں سے ہے۔ اور ساتھ ہی لکھنؤ کے مشہور صوفی مولینا سید عبدالرحمٰن صاحب مرحوم کی کتاب کلمۃ الحق کا جواب بھی ہے جس میں شاہ صاحب موصوف نے مسئلہ وحدت الوجود کو کلمہ طیبہ کا مدلول ثابت فرما کر تمام اُمت کو اس کشفی مسئلہ کے ساتھ مکلّف ہونے پر کافی دلائل پیش فرمائے تھے۔ آنجناب نے اپنے خداداد علمی و عرفانی کمالات سے ایک طرف شاہ صاحب مرحوم کے اس خطرناک نظریہ کی تردید فرمائی جس سے اُمت مسلمہ کے اکثر افراد کا کلمہ طیبہ پر ایمان سے محروم ہونا لازم آتا ہے اور دوسری طرف صوفیائے کرام کے مسلک کے مطابق مسئلہ مذکورہ کی ایسی تشریح فرمائی جو ارباب علم و ذوق کیلئے خضرِ راہ ہے۔ آخر میں صوفیائے وجودیہ کے سلوک اور توجہ کے طریقہ کو نہایت ہی عمدہ انداز میں بیان فرما کر بطور تبرک حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سیرت طیبہ اور نہایت ہی مفید اور کارآمد وصیتوں پر کتاب کو ختم فرمایا ہے۔ پہلا ایڈیشن جو ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوا تھا کافی عرصہ سے ختم ہو چکا تھا۔ اب دوسرا ایڈیشن بمعہ اُردو ترجمہ اور مختصر حالات مصنف رحمۃ اللہ علیہ طبع ہو چکا ہے۔ جو اُردو خوان حضرات کے لئے بھی کافی مفید ہے۔ فی جلد [illegible] روپے

شمس الہدایہ

یہ کتاب حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے زندہ آسمان پر تشریف لے جانے اور قیامت کے قریب واپس زمین پر

نزول فرمانے کے موضوع پر کتاب وسنّت کی روشنی میں ایک لاجواب تحفہ ہے جس کے پڑھنے سے موجودہ دور کے بعض غلط خیالات کی پُوری تردید سامنے آجاتی ہے۔ جن کی وجہ سے ختم نبوّت جیسے متفقہ اور اجماعی عقیدہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کافی کوشش کی گئی تھی۔ کتاب اُردو میں ہے۔ جس سے اکثر طبقہ فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ سابقہ ایڈیشن ختم ہوچکا ہے۔ دوسرا زیر طبع ہے۔

سیفِ چشتیائی

یہ کتاب حیات مسیح علیہ السلام اور ختم نبوّت کے منکرین کے رد میں لکھی گئی ہے۔ اور بلاشبہ اس موضوع پر قوت استدلال اور طرز بیان کے لحاظ سے بے نظیر ہے۔ اور ہر طبقہ کے علماء میں مقبول ہے۔ سابق ایڈیشن ختم ہے اور نیا ایڈیشن سفید کاغذ پر عمدہ طباعت وکتابت کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔ قیمت فی جلد چار روپے۔

فتاویٰ مہریہ (حصہ اول)

یہ کتاب آنجناب کے قلمی فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں بغرض سہولت آپ کے دیگر تصنیفات میں مختلف مقامات پر بیان کردہ بعض دیگر مسائل بھی ساتھ شامل کردیئے گئے ہیں۔ جو کہ اہل علم وعقیدت حضرات کیلئے نہایت ہی مفید ہے۔ قیمت فی جلد تین روپے۔

اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان وما اہل بہ لغیر اللہ

یہ کتاب وما اہل بہ لغیر اللہ کی تفسیر ہے جس میں مسائل نذر و نیاز، سماع موتیٰ۔ استمداد اولیاء کرام وغیرہ کو نہایت ہی شستہ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور ان مسائل میں مدت سے اہل اسلام میں جو اختلاف چلا آرہا تھا اسے نہایت ہی اعتدال وانصاف کے ساتھ ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دو ایڈیشن ختم ہوچکے ہیں۔ اب تیسرا ایڈیشن زیر طبع ہے۔

قیمت دو روپے

کشمیر آرٹ پریس راولپنڈی میں باہتمام قاضی محمد نور عالم طبع ہو کر گولڑہ شریف سے شائع ہوا۔